

فہرست مضامین متن کلیات برہمن

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ	۱	۲۳	زندگانی رائے راین اور موصوفین	۱۷
۲	اس دیوان کی خدمات	۳	۲۴	ہر شخص کا کلام اسکی تاریخ ہے	۲۳
۳	ہم سے کتنی شفا نہیں کس طرح آیا	۳۷	۲۵	رائے راین کی تصانیف و انکی اصل کیفیت	۲۴
۴	وجہ اشاعت	۴	۲۶	خواندان کی اصالت	۲۴
۵	دیوان صاحب کی مشکلات	۵	۲۷	خواندنی مصروفیات	۲۵
۶	دیوان صاحب کا نالائق دیوان مقابلہ	۶	۲۸	دوسرے کس منصب دار	۲۶
۷	مشکلات پر عبور	۷	۲۹	تاریخ وصال و ولادت	۲۶
۸	غزلیات اور رباعیات	۸	۳۰	نام و دو شخص	۲۷
۹	قابل اہل سے صحت	۸	۳۱	مورخوں کا حسد	۲۷
۱۰	ڈاکٹر سر اقبال	۹	۳۲	وطن	۲۷
۱۱	برہمن کا فنی دیوان مل گیا	۹	۳۳	تعلیم و تربیت	۲۷
۱۲	برہمن کے فنی دیوان کی حالت	۱۰	۳۴	پچھنی ہی میں طالت جذباتی برہمن کی	۲۷
۱۳	مطبوعہ دیوان کی غلطی ہماری غلطی ہے	۱۰	۳۵	رائے راین کی خوشخطی	۲۷
۱۴	ایک اعلیٰ دیوان غائب ہو گیا	۱۰	۳۶	آیام کتب کی معتققی	۳۱
۱۵	اب بھی یہ دیوان مکمل نہیں	۱۱	۳۷	دیوان خانہ رائے راین	۳۲
۱۶	جلو خانہ دربار کی پورخا اور کلام برہمن	۱۱	۳۸	میر عبد الکریم میر عمارت تعمیر	۳۲
۱۷	منشیوی ہفت بحر	۱۲	۳۹	روضہ متنازل اور بنیا و برہمن	۳۲
۱۸	نکتہ	۱۲	۴۰	افضل خاں وزیر غلام شاہ جہاں	۳۳
۱۹	مرزوم لعل	۱۲	۴۱	وفصلیت رائے راین	۳۳
۲۰	مطبوعہ دیوان برہمن نہیں بلکہ کلیات برہمن	۱۵	۴۲	افضل خاں کے توسل سے	۳۵
۲۱	برہمن کی روضہ پرفتیح سے معافی	۱۵	۴۳	در بار شاہی میں رسائی	۳۵
۲۲	زندگانی رائے راین	۱۷	۴۴	سفر کشمیر و ایسی وطن (لاہور)	۳۵

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۷۵	آپ کو خانگی جنگل بدل سوخت نفرت تھی	۶۷	۹۱	خوش باشی بتا کرسل دربار اور گزیر	۹۰
۷۶	بیٹے (اور گزیر) کا باپ رشا جہاں کو	۶۸	۹۲	ایام گوشہ نشینی میں سمجھوں کی	۹۰
	قید کرنا برہمن کی نظروں میں۔			دربار شاہی میں سفارشات	
۷۷	(مرائے سلطنت کی شا جہاں د)		۹۳	فقر رائے راین کی دعائیں	۹۱
	دارا سے غداری اور رائے راین	۷۰	۹۴	وفات	۹۱
	کی وفاداری دجاں شاری۔		۹۵	تاریخ وصال وفات	۹۲
۷۸	رائے راین کی نمک حلائی و وفاداری	۷۳	۹۶	بارغ چندر بھان	۹۲
۷۹	رائے راین کی نوحہ خوانی۔	۷۳	۹۷	مشاغل و مصروفیات	۹۳
۸۰	فرض شناسی کا خط سوا و تمندیہ کے	۷۴	۹۸	برہمن کے عقائد مذہبی	۹۴
۸۱	اور گزیر برہمن کا قدردان تھا	۷۹	۹۹	ایک قدیم روایت	۹۵
۸۲	شیخ عبدالحق محدث سے صحبت مقدس	۸۰	۱۰۰	ہمدردی کا افسوس	۹۶
۸۳	رائے راین کے والد بزرگوار کے	۸۱	۱۰۱	حسرت کی یہ حسرت ہے سود ہے	۹۶
	انتقال پر اور گزیر کی تعزیت و عزا		۱۰۲	اسلامی بھائیوں سے دوستی باتیں	۹۹
۸۴	زیارت محل چھتر	۸۳	۱۰۳	برہمن کی مذہبی صداقت جی انکی	۹۹
۸۵	(اور گزیر) دربار سلیمانی کو			شہرت و خفاقت کا باعث ہوئی	
	موضع حیف (برہمن) کا استغنا	۸۴	۱۰۴	تصویر برہمن	۱۰۱
۸۶	ترک ملازمت تاج مغلیہ کے بعد	۸۵	۱۰۵	تصویر تصویر برہمن	۱۰۱
۸۷	برہمن کی دنیا سے دل سے بیزاری		۱۰۶	برہمن برہمن کے گھر چہا ہوتے اور	۱۰۲
	اور سنیاں آشرم میں دم شاری	۸۶		سب اسی سے اچھا سمجھا	
۸۸	وقت ترک ملازمت آپ کی عمر		۱۰۷	دیگر مذہب کا پوش و خروش	۱۰۳
	بہ سال سے تجاوز کر چکی تھی	۸۷		اور برہمن کا کامیاب سفر	
۸۹	مذمت ملازمت سلطنت مغلیہ	۸۷	۱۰۸	صدق ایمان اور جانیازی کی داستان	۱۰۴
۹۰	اور گزیر برہمن دربار کو اوداع		۱۰۹	لطیفہ کراست	۱۰۴
	اور کاشی جی میں دیوان	۸۸	۱۱۰	برہمن اودان کا مسئلہ شایخ	۱۰۶

صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون
۱۲۰	۱۰۶	شاگردان برہمن	۱۳۱	۱۰۶	برہمن اور رزار
۱۲۱	۱۰۶	برہمن کا چڑیا گھر	۱۳۲	۱۰۶	برہمن ضرورت کشمیری برہمن تھے
۱۲۲	۱۰۸	برہمن کے تعلق کی بیہی مثال	۱۳۳	۱۰۸	مسکب رائے رایان
۱۲۲	۱۰۸	اولاد معنوی اور علما کے صوری	۱۳۴	۱۰۸	تبلیغ عدم تبدیل مذہب
۱۲۴	۱۱۰	رباعیات	۱۳۵	۱۱۰	برہمن کو برہمن ہونے کی وجہ سے
۱۲۶	۱۱۰	چار چہن بامنیات برہمن	۱۳۶	۱۱۰	کافر کیا جاتا تھا
۱۲۵	۱۱۰	رائے رایان کے کلام نظم کنی	۱۳۷	۱۱۰	فضیلت آریہ دھرم
۱۲۵	۱۱۱	جندوں میں چاہتے	۱۳۸	۱۱۱	نکاریندہ شیطنت سے خالی نہیں
۱۲۵	۱۱۱	سجادہ دار کی گوشگیری اور چوٹی	۱۳۸	۱۱۱	ہندی مسلمانوں کو سوال فضول ہے
۱۲۶	۱۱۲	مغربی شاہجہاں کا جرسیم	۱۳۹	۱۱۲	ہندی اپنے مظالم کے خود مراد
۱۲۷	۱۱۳	رخسخت میں خدائی خوشحال تھی	۱۴۰	۱۱۳	فرقہ دارانہ برادری کے سلفان
۱۲۸	۱۱۳	جادو آدھ سر کا رقصانیف برہمن پر	۱۴۱	۱۱۳	وین ہی مذمہ دار ہیں
۱۲۸	۱۱۳	مشرعہ اللطیف سرکار رقصانیف برہمن پر	۱۴۲	۱۱۳	برہمن برہمن ہی نہ تھے بلکہ معرانا
۱۲۹	۱۱۳	مورنین تاج شعرائے فارسی	۱۴۳	۱۱۳	لطیفہ صداقت
۱۲۹	۱۱۵	اور تذکرہ برہمن	۱۴۴	۱۱۵	ایسا ہی نکتہ
۱۳۱	۱۱۶	دوے حدسیہ	۱۴۵	۱۱۶	رائے رایان تو بہات باطلہ کے
۱۳۲	۱۱۶	پرو فیسر آذر	۱۴۶	۱۱۶	قابل نہ تھے
۱۳۳	۱۱۶	مورخوں کا رطب دیالیں	۱۴۷	۱۱۶	برہمن کا معراج روحانی
۱۳۳	۱۱۷	تذکرہ حسینی کی سیاہ باطنی	۱۴۸	۱۱۷	بھائی اور اولاد
۱۳۳	۱۱۸	کلمات شعرا کی بدکلامی	۱۴۹	۱۱۸	رائے رایان کے قابل بھائی
۱۳۴	۱۱۸	پرو فیسر آذر برہمن پر	۱۵۰	۱۱۸	دارالخلافہ اگرہ کے علما کی رائے
۱۳۵	۱۱۹	تیسرے تذکرہ اقا خیال	۱۵۱	۱۱۹	چار چہن کے خطوط
۱۳۶	۱۱۹	شیخ اخمن کی ساری کی	۱۵۲	۱۱۹	اولاد
۱۳۶	۱۱۹	سرخوش کی نوش گیسپاں	۱۵۲	۱۱۹	بیٹے کی تعلیم و تربیت کے لئے
					اپنے بھائی کے مشورے

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱۵۳	رائے رایان کے زبان زرد اشعار	۱۳۷	۱۴۸	نکتہ	۱۶۸
۱۵۴	برہن برہن پر	۱۳۸	۱۴۸	برہن کاراگ حب الوطنی اپنے وطنی	
۱۵۵	اغلاط و عیوب کلام پاک ہے	۱۳۹	۱۴۸	بھائیوں کے لئے صحیح تعلیم ہے	
۱۵۶	بھرتی کا شعر ایک بھی نہیں	۱۴۰	۱۶۹	خدا را ہندی اور مسلمان سمجھیں	
۱۵۷	برہن کی شاعری تعلیم سنسکرت کی	۱۴۱	۱۷۰	رائے رایان مذہبی کلام عہد	
۱۵۸	وجہ سے درجہ کمال پر پہنچی	۱۴۲	۱۷۰	مذکور پر روشنی ڈالتا ہے	
۱۵۸	مخبرہ اشعار اور ان کی وجہ	۱۴۳	۱۷۱	رائے رایان کے کلام سے	
۱۵۹	رائے رایان کے کلام کی جانی	۱۴۳	۱۷۱	اسلامی حکومت پر روشنی	
۱۶۰	رائے رایان کی شاعری کا شہرہ	۱۴۳	۱۷۲	مسلمان بلحاظ اوصاف خاص	
۱۶۱	نظم نغموں سے پُر ہے	۱۴۴	۱۷۲	ہندوؤں سے برتر ہیں	
۱۶۲	ایرانی مجالس علما و ادیبان برہن	۱۴۴	۱۷۳	اُمراء کی روح اور نصیحت خوانی	
۱۶۳	تصانیف کا زمانہ تکمیل و تربیت	۱۴۵	۱۷۳	شاہجہانی مجالس مشاعرہ	
۱۶۴	نکتہ	۱۴۶	۱۷۴	برہن رنگین	
۱۶۵	قدیم بیاض اور رائے رایان	۱۴۷	۱۷۴	دست خوان برہن پر ظرافت و ہجو	
۱۶۶	بلحاظ مضامین آپ کی تفصیلات کی تقسیم	۱۴۸	۱۷۴	کے چٹخانے حرام سمجھے گئے	
۱۶۷	دو جہاگانہ جذبات پر مشتمل ہے -	۱۴۹	۱۷۵	ملح و ہجو فروسی	
۱۶۸	دیوان اور رباعیات کی منطقی تقسیم	۱۵۰	۱۷۵	دھرم آتما سخت و شغول پر بھی	
۱۶۸	رائے رایان کی کثرت و وسعت مطالعہ	۱۵۱	۱۷۵	انتقام پر آمادہ نہیں ہوتا	
۱۶۹	برہن کے جن میں غریب کا خن و غل نہیں	۱۵۲	۱۷۶	شیطان کا انصاف	
۱۷۰	شاعری پر بھی مکہ کی وجہ	۱۵۳	۱۷۶	ہندیوں کے قدیم لٹریچر میں	
۱۷۱	رائے رایان کی تصانیف عہد	۱۵۴	۱۷۶	اور دم کے الفاظ ہی نہیں	
۱۷۲	مذکور کی صحیح تاریخ ہیں	۱۵۵	۱۷۷	برہن اور علمائے وقت	
۱۷۳	دل برہن اور درد دارا	۱۵۶	۱۷۷	رائے رایان کے شعرائے	
۱۷۴	اور رنگ زیب اور اس کی حکومت	۱۵۷	۱۷۸	شاہیر سے ملاقاتیں	
۱۷۵	رائے رایان کی نظریں	۱۵۸			

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱۹۰	برہمن وسعدی	۱۸۹	۲۱۱	طرز سخن	۲۱۲
۱۹۱	حدوثی برہمن اور شرابی عمر خیام	۱۸۹	۲۱۲	برہمن حقیقت اندیش کی حقیقت نگاری	۲۱۲
۱۹۲	زبان برہمن و کلام شعرائے اُردو	۱۹۰	۲۱۳	برہمن کی شاعری کے صنائع و بدائع	۲۱۳
۱۹۳	برہمن کا کیریکچر	۱۹۲	۲۱۴	ہر شعرو صنعتوں سے پر ہے	۲۱۵
۱۹۴	جواہر شر راستے رایان	۱۹۵	۲۱۵	صنعت تضاد	۲۱۵
۱۹۵	راستے رایان کے کام و کلام کی خوبی	۱۹۶	۲۱۶	صنعت طباقی سلبی	۲۱۶
	اُن کے تقسیم و ضبط مراتب سخن پر ہے	۱۹۶	۲۱۷	صنعت مقابلہ	۲۱۶
۱۹۶	ضبط مراتب سخن برہمن	۱۹۹	۲۱۸	صنعت مراۃ النظر	۲۱۹
۱۹۷	علم و عمل پر فلسفیانہ بحث	۲۰۰	۲۱۹	صنعت تشایر الاطراف	۲۱۷
۱۹۸	راستے رایان کی عمر شریف و گرامی	۲۰۰	۲۲۰	صنعت رجوع	۲۱۸
۱۹۹	فوسیتہ تیضیع اوقات	۲۰۱	۲۲۱	صنعت ایہام	۲۱۸
۲۰۰	طریق اعتدال پر مؤثر تقریر	۲۰۲	۲۲۲	صنعت عکس و تبدیل	۲۱۹
۲۰۱	راستے رایان کی ترکیب آرزو	۲۰۲	۲۲۳	صنعت مبالغہ	۲۱۹
۲۰۲	راستے رایان کی تدبیر و تقریر	۲۰۳	۲۲۴	صنعت مذہب الکلامی	۲۲۰
۲۰۳	فروتنی و انکسار راستے رایان	۲۰۳	۲۲۵	صنعت حسن التحصیل	۲۲۰
۲۰۴	راستے رایان کا نظارہ نگاشتن صبح	۲۰۳	۲۲۶	صنعت لف و نشر مرتب	۲۲۰
۲۰۵	شب ماہ راستے رایان	۲۰۳	۲۲۷	بھاشا کی شاعری	۲۲۱
۲۰۶	راستے رایان کی شب باران	۲۰۴	۲۲۸	صنائع لفظی	۲۲۲
۲۰۷	برہمن کی شان پر ایک	۲۰۴	۲۲۹	صنعت تمثیل غلطی	۲۲۲
	منصفانہ زبردست محاکمہ	۲۰۶	۲۳۰	صنعت سیاق و الاعداد	۲۲۳
۲۰۸	خصوصی کلام برہمن میں کیوں نہیں	۲۱۱	۲۳۱	فی ابیدیم	۲۲۴
۲۰۹	شعرائے اسلامی اور ہندی	۲۱۱	۲۳۲	حذیب حرف عطف	۲۲۴
۲۱۰	قادر الکلامی	۲۱۲	۲۳۳	استعمال اخلافت	۲۲۵
			۲۳۴	کلام کی صنعتوں کی نشاندہی و تشریح	۲۲۵
			۲۳۵	کے اختلاص کا باعث ہوئی	۲۲۶

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۲۳۵	تشبیہات و استعارات فارسی	۲۳۵	۲۳۹	سلامت روی	۲۳۹
۲۳۶	اور انداز قدیم	۲۳۶	۲۳۹	زیستی	۲۳۹
۲۳۷	خدا سے سخن کی جدت آمیز ترکیبیں	۲۳۷	۲۵۰	دفا	۲۵۰
۲۳۷	تازگی خیالات	۲۳۷	۲۵۰	نجات	۲۵۰
۲۳۸	بینظیر نازک ادائی اور نکتہ دانی	۲۳۸	۲۵۱	مُصلح کئی	۲۵۱
۲۳۹	ترکیب کی خوبی چستہ بندش	۲۳۹	۲۵۱	خود داری	۲۵۱
۲۴۰	پردہ از خیال کے دلچسپ مقابلے	۲۴۰	۲۵۲	قناعت	۲۵۲
۲۴۱	معاملہ بندی	۲۴۱	۲۵۲	ترک تمنا	۲۵۲
۲۴۲	احاسات یا انسانی جذبات	۲۴۲	۲۵۲	کس نفسی	۲۵۲
۲۴۳	تقسیم علیٰ تیویب مضامین	۲۴۳	۲۵۵	اخفا سے راز	۲۵۵
۲۴۴	برہن کا بیان و کلام مغز و ادوار	۲۴۴	۲۵۶	خاموشی	۲۵۶
۲۴۵	معمتہ کی روح ہے۔	۲۴۵	۲۵۶	رہبر کامل	۲۵۶
۲۴۵	دنیا و مافیہا	۲۴۵	۲۵۶	چیتان حیات	۲۵۶
۲۴۶	جہالت	۲۴۶	۲۵۶	برہن کی عمر گرامی اور دیگر شعرا	۲۵۶
۲۴۷	علم بے عمل	۲۴۷	۲۵۹	کی عمر ناپائیدار	۲۵۹
۲۴۸	دل آزاری	۲۴۸	۲۶۰	اعزازِ ناصح	۲۶۰
۲۴۹	اولوالعزمی یا بند و صلگی	۲۴۹	۲۶۲	جمعیتِ خاطر	۲۶۲
۲۵۰	جستجو	۲۵۰	۲۶۲	صفائی باطن	۲۶۲
۲۵۱	کارِ امر و زہد و انگذار	۲۵۱	۲۶۳	شب بیداری	۲۶۳
۲۵۲	یاس و اُمید	۲۵۲	۲۶۴	عجز و نیاز	۲۶۴
۲۵۳	شکوہ قنک اور شکایتِ زمانہ	۲۵۳	۲۶۵	گریہ و زاری	۲۶۵
۲۵۴	تدبیر و تقدیر کی قسموں کا فیصلہ	۲۵۴	۲۶۶	اقبالِ معصیت	۲۶۶
۲۵۵	انسانی مغدوری	۲۵۵	۲۶۶	تسلیم و رضا	۲۶۶
۲۵۶	صبر و استقامت	۲۵۶	۲۶۸	صُبحِ خیزی	۲۶۸

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۲۸۰	گرہ وزاری سے وصال نامکمل	۲۶۶	۳۰۱	دور حاضر کی ولایت کی قابل	۳۰۲
۲۸۱	توصیف و ثنا	۲۶۸	۳۰۲	انگریزی مذاق	۳۰۳
۲۸۲	وجد و وجود	۲۶۹	۳۰۳	نہی نہی رنگ	۳۰۳
۲۸۳	برہمن کے مسئلہ وحدت وجود	۲۷۰	۳۰۴	فارسی شعر و شاعری کا نوہ	۳۰۴
۲۸۴	تصوف کی کیرنگی	۲۷۱	۳۰۵	دیوان برہمن (غزلیات)	۱/۵
۲۸۵	ظالمی و معارف	۲۷۳	۳۰۶	رباعیات برہمن و دیگر کلام برہمن	۹۶
۲۸۶	حکمت و اخلاق	۲۷۵	۳۰۷	قصائد و اردو کلام برہمن	۱۰۸
۲۸۷	انداز و نسل	۲۷۶	۳۰۸	شعری ہفت بحر	۱
۲۸۸	عبرت و بصیرت	۲۷۷	۳۰۹	در نیاز و تائیں حضرت بے نیاز	۲
۲۸۹	تشبیہ	۲۷۸	۳۱۰	در بیان جوش و خروش دل	۳
۲۹۰	یک نکتہ پس است	۲۷۹	۳۱۱	در صفت تازیانہ آگاہی	۵
۲۹۱	بے ثباتی دنیا	۲۸۰	۳۱۲	اطراد گلشن جوانی و زیادت یا کم	۷
۲۹۲	زاد و راد آخرت	۲۸۱	۳۱۳	ردہ نور کی کیفیت قلم بعرضہ سخن	۸
۲۹۳	رحمت حق	۲۸۲	۳۱۴	کیفیت نشائے سخن	۹
۲۹۴	شعرائے فارسی دار و دو کی خرابات	۲۸۳	۳۱۵	صنعت آرایش بستان سخن	۱۰
۲۹۵	نیشی اور مقدس و متبرک روح	۲۸۴	۳۱۶	طنطنہ ساز بلند آوازہ عشق	۱۱
۲۹۶	برہمن کا لیکچر ٹیپرس	۲۸۵	۳۱۷	گوہ نشانی صفا تصدیق و ثنائے	۱۲
۲۹۷	پیانہ خیال متقدمین	۲۸۶	۳۱۸	ذات ملی مکات علی حضرت	۱۳
۲۹۸	پیانہ خیال متاخرین	۲۸۷	۳۱۹	ہوا زمین	۱۸
۲۹۹	شعر اظہار و عشرت کوہ	۲۸۸	۳۲۰	نشائے شب بہتاب و جلوتہ شمع	۱۹
۳۰۰	برہمن	۲۸۹	۳۲۱	انتباہ نفس امارہ	۲۰
۳۰۱	فلسفہ	۲۹۰	۳۲۲	ہوا الرحیم	۲۶
۳۰۲	رنگ عاشقانہ	۲۹۱	۳۲۳	ہوا لہستان	۲۸
۳۰۳	چاک گریبان	۲۹۲	۳۲۴	ہوا الفتی	۲۹
۳۰۴		۲۹۳	۳۲۵	کیفیت نشائے رز و رکار	۲۹

صفحہ	عنوان مضمون	نمبر شمار	صفحہ	عنوان مضمون	نمبر شمار
۳۵	در ثباتی اساس ناپایا اور روزگار	۳۲۹	۳۲	خطاب برہمن با قبا	۳۲۵
۳۶	تہوا و شرو	۳۳۰	۳۲	خطاب دیگر	۳۲۶
	شاد بدو بلوہ نصیح و ادراک	۳۳۱		در ستائش ذات قدسی صفات	۳۲۷
۳۷	کیفیت نسیم بہار	۳۳۲	۳۳	شاہجہان بادشاہ	۳۲۸
۳۷	در بیان دراتیب عشق	۳۳۲		یاد فیض تعالیٰ شانہ	۳۲۸

فہرست مضامین اشکی کلیات برہمن

صفحہ	عنوان مضمون	نمبر شمار	صفحہ	عنوان مضمون	نمبر شمار
۵۳	اورنگ زیب کے جیلے	۱۵	۶	مرزا سلطان احمد کی غلط کاریاں	۱
	اور سے پور کی چڑ بائی پر	۱۶		لیتھوس غلطیوں کا نہ مونا تعجب	۲
۵۵	سیر المتاخرین	۱۳		سے بچے	
۸۰	اورنگ زیب برہمن کا قدر دان تھا	۱۷	۲۰	ایرانی فاضل کا شعر	۳
۸۵	التماس کے لغوی معنی	۱۸	۲۰	مرزا سلطان احمد کا مقصد	۴
	اورنگ زیب کے عہد کے مشہور	۱۹	۲۶	حضرت آذری کے اطلاع	۵
۸۹	در ویش		۲۷	مرزا سلطان احمد کی کج روی	۶
۹۰	برہمن کی فاکساری	۲۰	۲۷	صاحب فخر خاں دیو کی تحقیق	۷
۹۵	گورنامک دیو پر الزام	۲۱	۲۷	مرزا رضا و مرزا سلطان احمد کی تحقیقات	۸
	علم دوست بادشاہوں کے	۲۲	۳۱	برہمن کے خط کی شہرت ایران میں	۹
۹۶	کارنامے		۳۴	سیر المتاخرین کا بیان	۱۰
۱۰۴	مذہب و شونا تھ کی کرامت	۲۳	۳۸	برہمن کا ادب و تعظیم	۱۱
	بنارس کے ۷۹ مندروں کا	۲۴	۳۹	دینی کے کتب خانہ کی ضابطہ	۱۲
۱۰۴	بہر ش کیا جانا		۴۰	برہمن کے خط شکستہ وغیرہ کی کیفیت	۱۳
۱۰۵	ابو الحسن کی دیداری	۲۵	۴۹	شاہجہان فی عہد کے خطا و ارتداد پر	۱۴

نمبر شمار	عنوانِ مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوانِ مضمون	صفحہ
۲۶	سلطان احمد اور حسرتِ نوبانی	۳۴	۱۰۴	شعر کیا ہے؟	۳۵
۲۷	پرافنس	۳۶	۱۰۵	سلطان احمد کے دراز صداقت	۳۶
۲۸	لطیفہ کی صداقت	۳۷	۱۱۰	مستغیب الدین زفتح پوری	۳۷
۲۹	لٹرائز زندگی کی تشریح	۳۸	۱۱۱	کیرجی کا دوبارہ	۳۸
۳۰	انڈیا آفس لائبریری لندن	۳۹	۱۱۲	فارسی نظم کا آغاز	۳۹
۳۱	برہمن پر	۴۰	۱۱۳	حسرتِ نوبانی کے شعر کی اصلاح	۴۰
۳۲	نزد ایک بیان کا خاکہ	۴۱	۱۱۴	غزنیام کا نام نہ سبھی خاتما ہے	۴۱
۳۳	برہمن کی دآر سے صدق ارا	۴۲	۱۱۵	مفتاحانِ حق کا فتویٰ عمر خیام کی ہے	۴۲
۳۴	وہ شخص نے ایران میں ادبائی	۴۳	۱۱۶	فلسفہِ تمدن و تہذیب برہمن کا فلسفہ برہمن	۴۳
۳۵	دآر کی مشق کی تشریح	۴۴	۱۱۷		

لیتھو کی خوشنگیاں

لیتھو میں جہاں خوبیاں ہیں۔ وہاں اُس میں اناہلی تدارک یہ خرابی بھی ہے کہ ہر نسل
چغلٹیوں کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے جہاں کتاب کا کسے فضل سے اتنی ہو وہاں نور علی نور
آنکھل بے علی کی تعلیم ہے آپر کس طرح صحیح لکھا جائے یہ بھی کتاب اور سنگ ساز گلزار تھا
کے حقیقہ میں آئے نہراں جو پایا ایک سحر میں نہ کیا کھیاں تشریف پہنچنے کے بعد جو دیکھی تو
غلطیوں سے ایسی بھرتی پائی کہ نہایت نام نہ کی اپنی نواہت سے خوف کھاتا ہے اب بھی
التماس ہے کہ صاحبانِ کمال ہم کمال سے کام لیتے ہوئے مصروفِ مطالعہ ہوں اور ان
اغلاط کیلئے ہمیں نعت فرمائیں

اے خشا پوش مازنا گور

کہ راجہ شفا نے آیا

نیہوت رائے تیج گلا ایہ تار

اظہارِ عقیدت

تقریظ یا تمثیل اس چیز کیلئے ضروری ہے کہ جو مجھ میں نہ آئے، جس طرح گنگا جل زمزم، آفتاب
یا تاب تمثیل سے مستثنیٰ ہیں، ٹھیک اُسی طرح کلامِ برہن بھی جو سراسر سُرورِ الہی ہے کسی تقریظ یا تمثیل
کا محتاج نہیں، اسی اربابِ کمال کو زحمت نہیں دینی، مگر چند قدر دانانِ برہن نے اپنی دلی عقیدت کا
اظہار کیا ہے جو کمالِ تحسین کی طرح کیا جاتا ہے،
تہا ر سنا ی

از فاضلِ اجل محسنِ کامل جناب پندت جگموہن مادھو صاحب پند، شوق۔ ریا رُو دھرم کلکٹر۔
کلیاتِ برہن کے دیا چہ دمقدرا اور لائف کا کچھ حصہ سرسری طور پر میں نے دیکھا۔ جو میں خود
بھی ایک تذکرہ شعرا کے تحریر پر تیار کیا۔ لائف میں مشغول ہوں۔ اسوجہ سے کہی قدر کم فرصت ہوتا ہوں
اور کلیاتِ برہن میں برہن کی لائف کو اطمینان کیسا تھا مطالعہ نہیں کر سکا ہوں، مگر جو کچھ مطالعہ میں آیا ہے
اُس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے کس حافضانی سے برہن کے حالات صحیح اور قابلِ اطمینان دریافت اور
مجموعہ کے ہیں، اُمید کی شک نہیں کہ کلیاتِ برہن شائع ہونے پر ایک بیش بہا کتاب فیضِ اردو دیتا
میں ثابت ہوگی، اور اسکے مولف کا ارا احسان دینا ہے ادب پر تاملہ قائم رہیگا، ناچیز جگموہن تھوڑے
از ذہنِ رسا کامل محقق ادیب فاضل مرزا عبدالرحیم صاحب جمل لیر لوی، فیروز پوری، اعلیٰ دار شدہ، گنا، مرحوم،
عند لیباں قمر باں کر دند شکر کر دگار
برہن کو بورد در عہدِ شہ اور نگ زبیب
بود آں شاہِ قلم یک منشی شاہِ جہاں
دید عالمگیر شاہِ جہاں از یاد رفت
در حیاتِ خود شدہ مشہور و ایران و ہند
مقتدر شد آئین او میداشت شامہ مزاج
اکبر آباد است مولد ناز دہلی سے کشند
بود بر حسبہ بیشتر قشتہ مقبولیت

بہار
نہیں بلکہ دارا کی نقل اور شایگان تیار کر دے۔

۲ قطعہ پانچ

از فکر ساشا عرش میں نقل نادر روشن خیال دیوان رائے نیچوت رائے صاحب تیج مستامی
خلف الرش جناب دیوان رائے بھگنوت رائے صاحب بہارستانی ایم اے ایس بی
ایچ پی ایچ ایس دارشد تلامذہ جناب تہا رستانی - المرقوم ۹ جیٹھ ۱۹۸۷ء بمقام مسلم ٹیچنگ قریہ
شاہ جہانی عہد کا تھا رائے ریا چن خطیب
مردہ فضیلت میں تھے کامل کیا سیاق و کیا بنا
فارسی عربی میں یکتا اور ادیب سیرکوت
پردہ اخلاص میں محض ان کا کلام معرفت
جس قدر سیر الہی ان میں ہیں مذکور سب
ایسی کوشش کیلئے منون ہیں صاحب بہار
زندگانی کل حاشی اور غنیمت کلام
چار طرز سخن دانی برہن مشہور ہیں
چار مینا فضیلت برہن یہ چھوڑ کر
تھے

تھے مخاطب چند بھجان برہن عا یجناب
نثر کے تھے ماہ تاباں نظم کے تھے آفتاب
تھے پرائوں اور ویدوں پر بھی عامل حیا
سخت محنت اور تردد سے ہوا وہ دستیاب
فارسی میں لکھ دیے وہ بے تکلف حجاب
دیکھ لو جس کی ہے شاہ گدیا ستیاستطاب
سخت محنت اور تجسس لکھے ہیں لاجواب
جن کا دنیا کے کتب خانے میں نہیں ہر گرجا
گلیات برہن سے بے نظیر و لاجواب
۱۹۸۶ء جی

سن اشاعت تیج نے لکھا بروئے تخریج

مطلع توحید پہ چمکیکا مثل آفتاب

از ملک جواہر سنگ تالیجناب بہار صاحب اعجاز بخشی نمنان مولوی فضل مدظلہ
سہ ماہ ہوا، بذریعہ ذاک کلیات برہن میری طلبی پر پہنچی، چونکہ اس کی دید کا شوق عرصہ سے
بہ قرار کے تھا، اسلئے ربکا مچھوڑ کر مصروف مطالعہ ہوا۔ اس کے اعلیٰ تنقیدی و تاریخی بے نظیر ادبی و
زبانائی مضامین کے مختلف انقوں نے سجدہ سرور کیا۔ میں نے اردو اور فارسی کی حیدر راہی
کتا میں ملک میں شائع ہو چکی ہیں بغور ملاحظہ کی ہیں، میرا دعوے ہے کہ ان ہر دو زبانوں میں
آج تک ایسی ایک کتاب بھی شائع نہیں ہوئی، نہ ہونا چاہئے تھی، کیونکہ یہ تالیف ایسے دل و
دماغ سے ہوئی ہے جو زبان انگریزی کا ماہر ہے۔ فارسی میں فاضل ہے۔ اردو کا ادیب،
سنسکرت اور بھاشہ پر عبور ہے۔ پس جو دماغ اس قدر زبانوں کا استاد ہو۔ آغاز عمر

ہی سے علم و عمل میں پرورش پائی ہو، اور نصف صدی مطالعہ و تصانیف میں صرف کر دی ہو، روزگار سے بے فکر، خاندانی ورثہ ہو۔ بے تعصب اور متعصب ہو، اُسکے ہی قلم سے کسی مکمل صانع کا مکمل ہو سکتی ہے۔ زمانہ گذشتہ درجہ میں ایک آدمی ایک بان کا بہرہ ہوتا ہے، ایسا بہرہ اگر کوئی عالم کریم و کبھی بھی مکمل نہیں ہو سکتا، مگر میں چاہتا کہ میں ایسا ہی اسکے کلف سے بہرہ اندوز ہوں تو عید یادو آئندہ نسلوں کو ایک بنیظیر علی کا زمانہ سے معرفت کر اؤں گے، بالتفصیل مکتبہ ہوں۔

گلزار بہار یعنی کلیات کلام نظم فارسی وار دو برسمع سرب ذیل حصوں پر منقسم ہے۔ پہلا حصہ نہایت دلچسپ و محققانہ مقدمہ ہے کہ جو ۱۶ صفحہ پر محیط ہے۔ دوسرا چار اور مقدمہ نگاری میں جنہی فاضل عبدالحی حیدر آبادی تیرا استاد ہے، اُسکے بقدر دہاچے دیکھے کئے سرب غیر تعلق دار وقت سے رنگین پائے جانے میں جن کا کتاب کے موضوع سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ جناب بہار رسامی کا یہ کمال ہے کہ وہ اپنے قلم ہی موضوع سے باہر ہوتے ہیں، قلم فیضیت کی کامیابی، دوسرا حصہ ازمدگانے رائے بیان ہے، اگے ۱۶ صفحہ سے ۱۹۲ صفحہ تک طبع طرح کے دلچسپ تاریخی واقعات کے جواہرات سے پر ہے۔ جناب بہار رسامی کی تلاش تحقیق کی کیا داد دی جائے کہ ۲ صدی گزشتہ کے ایک فاضل کم کردہ کے واقعات زندگی کا نقشہ منسج دیا ہے اور سب کوایت و درایت سے، غرض کہ جناب برسمع کی زندگی کا پیلہ نش سے رحلت تک کا کوئی واقعہ ایسا نہیں کہ جسے نہ لکھا گیا ہو اور دلیل سے منہج نہایت نکایا ہو، گو یہ حصہ اپنی گونا گونی پیمانی سے نظیر ہے مگر صفحہ ۵۶ پر جو مضمون ولی برسمع اور ورو دارا کی سُرخی کی سخت لکھا گیا ہے وہ اردو اور فارسی زبان میں باطل نہایت جہش سے لکھا بل جرم میں یوں کی ایک غارت دیکھ کر اُس عہد کی طرز پر دہاچے، خوراک، لباس، طرز اور ہر تمدنی صورت کا صحیح نقشہ کھینچ دیتا ہے۔

تیسرا اسی طرح سے جناب بہار نے واقعہ تسلیم دارا شکوہ کا صحیح تاریخی مرتبہ کھینچ دیا ہے، یہ جزو ضروری پڑھے جانے کے قابل ہے کہ کس طرح فاضلانہ طریق پر وہ تحقیق دی گئی ہے اور کیا کیا حقائق پردہ راز سے منکشف کئے گئے ہیں، جن قدیم مورخین نے برسمع کا ذکر کیا ہے ان تبصرہ بڑا دلچسپ ہے۔

تیسرا قیامانہ دنا ضلانیہ حصہ ہے جسے نقاد و قلمی نقد سخن سے منون کیا گیا ہے۔ اس میں جناب برسمع کے کلام شریعتیہ پر ایک مفصل و جامع بیوی لکھا گیا ہے اور سنانع و برائے کے وودہ نکات ظاہر کئے ہیں جو کسی ایسی تحریر میں آج تک نہیں دیکھے گئے :

شبلی نعمانی نے اپنی بعض تصانیف میں اس کوچہ میں قدم رکھنا چاہا ہے۔ مگر ایک دو
تشریحات کرنے کے بعد اُس کا قلم اگلے وسیع میدان میں قدم نہیں کھسکا۔ شبلی نے تصنیف اور
حایت کے زور میں نا ادا جب، واجب کرنا، اور کھینچ کر اپنی تشریحات کے احاطہ میں نہیں
گھیرنا چاہا۔ سب سے بڑا نقض شبلی کا یہ تھا کہ اس کا قلم صبح تشریح کرنے سے قاصر تھا، اُسے تصانیف
نیر ریویو ایسی منتخب کیں کہ جسکی نقادی میں وہ عہدہ برا ہو ہی نہیں سکتا تھا،

یہ نقادی ۱۹۵ صفحہ سے ۲۰۴ صفحہ پر ختم ہوئی ہے، "نقادی" ایسا خشک مضمون ہے
کہ جس پر خاص خاص علم دوست صاحب ہی توجہ دے سکتے ہیں، جب گھڑا پر سہم کی صحت
کر کے چمکیست لکھنوی مردم نے چھاپی، اور شہر لکھنوی اور طغر علی زمیندار نے اپنے
اپنے متعصبانہ اعتراضات اپنی اپنی قابلیت کے قلع سمار کرنے کے اسباب پیدا کئے، تو
اُس وقت چمکیست نے ایسا جتنی نقادی ادا کیا کہ آدہ گزشتہ و حالہ میں ایسا موقع اور عالمانہ
حق نقادی کسی سے ادا نہیں کیا گیا، وہ اسلئے کہ چمکیست فارسی اور دو کا فاضل تھا، بجا شہ کا عالم،
انگریزی کا اسٹیر، بیچارہ شہر تعصب کا مجاور تھا، اور نظم کے صنائع و بدائع سے بالکل بیہرہ
وہ خود بھی شاعر نہ تھا، اسلئے اُس میدان میں وہ ایسا گرا کہ اُسکی ندامت مرتے دم تک نہ
گئی، اور اُسکی تمام مصنوعی شہرت جو اُسکی متعصبانہ تحریرات کی وجہ سے بعض متعصبانہ طبقوں
میں قائم ہو گئی تھی یکدم نازل ہو گئی۔

جناب بہار رسامی نے اپنی نقادی کا آزادانہ پہلو اختیار کیا ہے، اس نقادی سے
انکی وسیع واقفیت، حافظہ، ذکاوت، معاملہ فہمی، فصیلت اور صنائف سخن پر کمال عجب کا پتہ چلتا ہے
۱۹۵ ورق سے ۲۰۵ ورق تک "سائے ریاں" کی نشر پر عالمانہ بحث کی ہے حقیقت
یہ ہے کہ جناب بہار رسامی کا ہیر پر ہمیں شبلی تھا، اُسکی جو تحریر ہے وہ عیوب پاک فلسفہ اور
ویدانت کے ادق مسائل کا لاجواب صحیح الفہم حل ہے، ہر سخن کی تحریرات بمنزلہ ایک شاعر کے ہیں
کہ جس میں کسی قسم کا سٹیم ہونا ناممکن ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر سخن اسلامی عروج کے زمانہ میں بھی اپنی نظر
لیاقت کی وجہ سے ہر طبقہ میں محبوب و مطلوب تھا، اس سیر گیارہ سہ خیاں ہیں اور ب دورِ حاضر کے قابل
ضبط مراتب سخن "پر جو دلچسپ محاکمہ کیا ہے اور صیر حزن کو مقابلہ میں لکر حقیقت کا انکشاف کیا ہے
دو دیدہ مینا کیلئے سُر مریضہ تہ ہے، ضبط مراتب سخن "پر ہر سخن کی چند سطور اُسکی فصیلت
مختصر اور پر گوئی کی روشنی دلیل ہے۔

صفحہ ۲۰۷ سے جناب بہارِ سنائی نے ازمندہ قدیم و جدید شاعری پر جو مضمون
مضمون لکھا ہے وہ حقیقی شاعری کی جان ہے۔ اسکے پڑھ لینے سے ہر شاعر جمیع
پر چل سکتا ہے۔ اسکے آگے برہمن کے کلام کی خصوصیات بالتفصیل لکھی ہیں۔ تمام محاکمہ نگار
جب بھی اپنے مروج کے کلام کا تبصرو کرتے ہیں، تو شاعری کی جتنی خوبیاں ان کے ذہن
میں ہوتی ہیں اپنے مروج کے کلام میں لکھانے کی سعی نہ کر رہے ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ
یہی کوششیں اسکی تمام تحریر کی وقعت کو کھودیتی ہیں، جناب بہار نے خصوصیات
کلام برہمن پر نہایت ہی کم توجہ دی ہے۔ ورنہ برہمن کے کلام کی خصوصیات ہی
ایک ایسا مضمون تھا کہ جیسے کافی بحث کا جانی،

اس سے آگے برہمن کی شاعری کے صنائع و بدائع پر تفصیل کے ساتھ بحث
کی ہے۔ یہ حصہ جناب بہارِ سنائی کی علمی و ادبی قابلیت کا شاہد ہے،
صنعت لطباق، طباق سلبی، متبادلہ، مراۃ العین، تشبہ الاطراف، ارجوع، ایہام
جمع و تفریق، عکس تبدیل، سبالغہ مقبولہ۔ مذہب الگامی حسن التحلیل۔ لف و زلف
تجنس فطی، سیاقہ الاعداد اور فی البدیہ وغیرہ وغیرہ شاعری کی صنعتوں پر مختصر مباحث
بحث کر کے نمونہ میں برہمن کا شعر درج کیا ہے، اور کہیں دیگر شعرا کا کلام بھی
دیا ہے، ”پر وار خیال کے دلچسپ مقابلہ“ شری عرقریزی سے کئے گئے ہیں،
جس قدر انسانی صفات و جذبات ہیں ان پر جدا گانہ مضمون تحریر کر کے برہمن
کے حوالہ سے تقویت دی ہے، غرض کہ ۳۰ صفحہ تک دریا بائے سنسکرت۔ فارسی
عربی اور انگریزی سے وہ وہ پیش بہا موتی نکال کر ایسے سلیقہ سے سجائے ہیں،
کہ جو خاص جناب بہارِ سنائی کا ہی حصہ ہے۔

چوتھا حصہ ۹۲ صفحہ کا دیوان ہے۔ رباعیات، دو گیت کلام تصانیف مشہور
سے کلام نظم برہمن مکمل کیا گیا ہے، کاغذ۔ چھپائی اعلیٰ نوعیت کی ہے۔ کوئی
لامبیر ہی اس لا جواب مجموعہ سے خالی نہ رہتا ہے۔ تصاویر اور تحریر برہمن کا
حاصل کرنا جناب بہارِ سنائی ہی کی محنت کا نتیجہ ہے، یہ تصاویر اعلیٰ اہمیت
رکھتی ہیں۔ اس مجموعہ کی قیمت ان خوبوں کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں۔ ضرر میں چلے
ضرر ملاحظہ کیجئے۔



PT. B. C. SENGUPTA, RAJ KUMAR BHAGWANT ROY, M.A., B.A., M.P.H.S., 'Bahar,' Sonam,
Patron, The "Hindu-Hind," Delhi

PT. B. C. SENGUPTA, RAJ KUMAR BHAGWANT ROY, M.A., B.A., M.P.H.S., 'Bahar,' Sonam, who has spent
many years in the service of the Government, and is now engaged in the work of the

کلیاتِ براہمن

مقدمہ

بیارپاکے دامان وصالے باطن مگر نہ جست ز آثار بہمن آساں نیست
 صلح صحبتوں اور قابلِ تعظیم بزرگوں کی محفلوں میں بیٹھنے کا مجھے سن شعور سے شوق ہے اس سحر مند اسلامی
 عروج میں لہر لہا ہوا تھا خراب و برباد ہو جانے پر بھی حزنِ صلح چہروں پر رنگ و روغن چکرا رہا ہے میں
 وہاں مجسٹریٹ تھا 'فدائی خاں' کا نعرہ باغِ خاصِ عام میری سرگاہ تھا تین تین سو چار چار سو برس
 برس کے تناور درخت سکھوں کے اقبال داد بار کے نقشِ دل پر کھینچے تھے 'حضرت محمد و الف ثانی' کے
 عرس پر کابل و ایران کھیسوں کی طرح جمع ہو جاتا تھا 'میں کام سے فراغت پا کر وہاں پہنچا تھا اور گھنٹوں بہرہ
 پر بھیا رہتا تھا 'مولے کے قابل ہوتا تھا 'سچید اللہ خاں' کابل میں اس عقیدے کا مرکز و کامل تھا کہ ہر مرس علی التواتر
 دیکھتے وہ سب 'میں زکرتے کے درخت کے نیچے ایک چھوٹی قطیع کی کتاب پڑھتا نظر آیا 'میں ٹہلتا ٹہلتا پاس
 جا کھڑا اور کتاب دیکھنے لگا 'لنگوئی جَد و لیس سفید لکھی ابرا کو دبا دل سے کاغذ پر کھلیاں گرا رہی تھیں 'چشمِ مشوق
 سے زیادہ سیاہ و دشنامی خطِ تعلیق پر مبنی کجیر بری تھی 'کیونکہ ہر صفحہ کے درمیان بھی جَد و ل تھی 'اس لئے میں نے
 قیاس کیا کہ یہ کوئی نظم ہے 'خاں موصوف لطف لے کے کر دل ہی دل میں پڑھتا تھا 'اور ہر شعر کے خاتمہ پر لکھیں

ہند کر کے گھنٹے پر ہاتھ مارنا تھا کتاب کی دل آویزی اور اس کے سرور نے مجھے تحقیق پر ابھارا میں نے سلام علیک کہہ کر فارسی میں گفتگو شروع کی خان زاد کو سرفراز میری طرف دیکھ کر تھا اس نے فارسی میں پوچھا کیا آپ فارسی جانتے ہیں میں نے کہا کہ کسی قدر اس نے کہا کہ میں ایک شعر چیت ہوں اسے سمجھ کر چنانچہ شعر پڑھا جو جو پیشانی مقدمہ ہذا پر لکھا گیا اس شعر کے اس کی زبان سے ادا ہوتے ہی میں ایسا متاثر ہوا کہ بہت گھٹ اس کے پہلو میں بیٹھ گیا اور پوچھا کہ خدا! مجھے یہ بتائیے کہ یکس صاحب کا کلام ہے اس نے کتاب میرے ہاتھ میں دیدی میں نے اسے بلاستہ لکھا دیکھا برقعہ میں لفظ **مکرم** شکر فی حق میں نے اس سے پہلے بن کا نام ہم زندہ تھا اس نے تحقیق حال کیا اس نے یہ سب کتب حسب بیان کر کے دے دیا کہ یہ ان کا دیوان ہے کہ جو بندہ پشت سے میرے خاندان کو تعویذ بن ہے میں نے انہی وقت کا تذکرہ کر دیا غرض اللہ نقل کہیں جس طرح سے بے غم و خاص کی بہار پڑا اس نے چچا پڑا تھا اٹھ کھڑا اس طرح سے سب سے بے غم و خاص شیطنت کی کلیاں گئیں میں ہر کی روزانہ خدمت کے بعد جب میں صبح شدہ روانہ ہونے لگا تو زوارہ کیلئے قرآن کی ضرورت پڑی اٹھ کر چلتے سے کوٹ کی مکتی ایک لکھا بن پیش ہوئے جو اسی میل پر روانہ گئے میں روضوں کی عزت بنا کہ خان زاد کو سورہ سورہ پندہ دے کر وہ دو چوں فرما دیں یہ جو دیکھا کہ میں انہی کے نقل ملوں گھر میں ختم ہو کر زائرین رخصت ہو گئے تھے خان زاد کو سمجھے وہاں کیا دیتے

نقل سبحانی پر سبست علیا لہ کی راجد خانی کا عید پر بکرت کو دروہوں کے زندہ کرنے کے خیال میں غلطان و چنیاں بنے ایک دن ان کی ضرورت تھی کہ جو دروہوں کو بچانا اور بچھڑوں سے ان کے کاڑھے سننا چنانچہ جنابہ مشرعو میں صاحب اہل انہی میں خان زاد کو کچھ ادا تھا اس سچو کو سب ان کے لئے منتخب ہو کر روانہ ہوئے اور بات کا عند وقت میرے ساتھ میں آیا

ضرورت تھی کہ قیوم کے سپنے کو سب سے بڑے غلیوں سے تھوڑے دن کے بعد میں یہی زندگی کا وہ پہلا دن تھا جبکہ میں نے اپنے ہاں کے لئے چنے خانہ کی کتاب خانہ کی مکمل کی ان سے ان دنوں سے صبح ہوا کی آنکھوں سے غمت کا سیدہ اچھا بن رہا تھا کہ میں غیروں سے ملنے کے لئے کہہ کر شرف بہا ہی خانہ اپنی ہی بغض سے کھل گئے میری خوشی کی اس وقت کوئی نہ تھا نہ ہی یہ کہ میں نے یہ غلیہ سے تعمیر چھوٹا ہوا میں نے یہی کاغذ سبھی غلم اور تم کا کھنڈا ہوا چوآن برہمن ہاں کے کاغذ چوآن وین میں میں نے غمت دہشت کیا اور دیوان پڑھنا

شروع کیا، چونکہ شوق دید پورا ہو چکا تھا، اس نے چند دن کے بعد اسے اپنے کس میں رکھ لیا، احیب دل چاہتا تھا، نہ بد لیتا تھا، اور جیسے اس کا اہل سمجھتا تھا، کچھ مٹا بھی دیتا تھا۔

اس دیوان کی قدامت کاغذ کی ساخت، کتابت کی طرز و درجائی، سیاہی کی جان سپاری، جلد کی تیاری، اس شوقی کی زندہ شہادت ہیں کہ پر محسن صاحب کا کلام ان کی زلیت ہی میں مقبول ہوا۔

ہو چکا تھا، اور کوئی کتب خانہ اس سے خالی نہ تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیوان نواب موسون نے معتب ہونے کے بعد اپنی اس جاگیر میں اگر کسی طفل کتب سے نقل کرایا، کہ اس عہد کے شرفا کا ایران کے رواج کے موافق شغل بیکاری ہی تھا۔

ہمارے کتب خانہ میں کس طرح آیا ہندوستان و انڈیا کے اہم صنف اس جی، جو میرے والد بھگتی تھے، جانی کاغذوں میں لکھتے ہیں، قلعہ سیلانی، آپا، سیلانی، خاں، ایک اولاد کے فیہے

میں تھا کہ جو اپنی بھتیجی سے خلق شادی دشمن جان ہو، یہی کھنچ، ہمارا کجیرت پر کاغذ (بہساور) والے سرور جو حصول ملاقات کے لئے چلے، لالہ شریف لائے، توان کی ہر اول پر ان رہنوں نے ڈاک مارا اور قلعہ میں جا چھے، راج صاحب نے ایسے رآستین دشمنوں کی سرکوبی پر سری ہمارا کجیرت پر کاغذ (بہساور) والے قلعہ فتح ہوا، بعد فتح جب ہمارا راج نے ہندوستان و انڈیا کے اہم صنف اس جی، جو میرے والد بھگتی تھے، جانی کاغذوں میں لکھتے ہیں، قلعہ سیلانی، آپا، سیلانی، خاں، ایک اولاد کے فیہے

کہ دیوان جی آپ بھی کچھ لے لیجئے، عرض کیا کہ سکھان عالیشان قلعہ کا سبب قیمتی اسامان لے گئے، اب ہاں محض کاغذات کے لئے ترتیب انہا پر ہے ہیں، وہ اس خانہ زاد کو بخش دیجئے، چنانچہ نواب سیلانی خان و خدائی خان کا کتب خانہ ۲۰ گزوں میں سنا و بیچا، یہ تہہ اسی مال غنیمت کی یادگار رہتا۔

دیوان دیوان مذکور کے شروع میں مغربی گوشہ پر اس ترتیب سے یہ عبارت درج ہے :-

اول نسخہ دیوان برہمن

چند رجھان منشی

لغت و لغت

نصف

میں جہ

عم

اس سے ذرا نیچے تعلیق قلم سے نہایت خوشخط "قلعہ سیف آگیا و گھٹا پندار" کی نیچے نواب
سیف خان کے خطوط میں قلمی دستخط ہیں دیوان کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا ہے۔
"در عہد دولت بادشاہ عالمگیر آفاق ستان"

شاہنشاہ ہے کہ درجہاں شاہ ہے از دست بادولت و تخت ملک آگاہی باز دست
اوقافہ آفتاب جو عالم گیر است درخس حشم زاد و ماہی از دست
وجہ اشاعت اسلامی عروج کا ندال تھا اور ہندوؤں کی گردش سے پامان پہنچے تھے اپنی زبان اور
کتاب کا چرچا محض گھٹا نہیں رہ گیا تھا کہ انہی ایام میں لائے ریا نشینی چند رجحان نے اپنے خاص
مقدس و بزرگ تر مذہب کے خیالات فارسی میں قلم بند کئے اور لطف پیکر اسلامی خون آشام تلوار کی نوک پر
رکھ کر سب سے خراج تحسین حاصل کیا "یتا رعلی معجز چہیا تھا" دوسرے شاہزادہ واراشکوہ کا عبرتناک
تاریخی واقعہ ان سطور میں اپنی مقلوبی کا نوہ پڑھ رہا تھا "قیسے سامن فاضل درتوں کا تقاضا تھا کہ تیرے
کلام شائع کر دیا جائے" دورِ حاضر میں فارسی مرہٹی اردو نے معلے جان بلب بنے اور ملک کے طول و عرض
میں ایک زبان بولی جا رہی ہے "جھٹ غلطی سے اردو کہا جا رہا ہے" اب ان جو ہر زبانوں کا کون قدر ان
ہے لیکن

پہرچرخ سدا ہے باقی دریا نہیں کا رہند ساقی

اس دیوان کی قسمت اس بہت پریشک دیوان کے خاندان کی قسمت کے متناہضی "جب اس کی
طباعت کا خیال آیا فلکات ہی میں آیا ایسی حالت میں کہ کوشا عت پاستا تھا "لمس منہ کے درباروں
کے الفت و نے یہ دیوان صاحب بھی سید اشاعت پر سرفراز کرنے کے لئے بخیر فرمائے"
خاندان نشینی شجہ جینی سے محفوظ رکھتی ہے "اب اسے شہرت کے پتوں سے ملک ملک کے قابلوں کی محفل
کی سیر کرتا تھا" گو اس دیوان کا مصنف کی زندگی ہی میں لکھا جانا پڑا تھا "مگر صحت پر اعتبار نہ تھا"
دل لے کہا کہ ایک نظر دیکھ لینا چاہئے "اُدھر ایک نظر کا وعدہ تھا "اُدھر وہینوں کی محنت کے بعد اس کا چھپنا
بے فائدہ تھا "جب تک ہم نے اس کی مشکلات کا اندازہ نہ کیا تھا ہم یہی سمجھتے رہے کہ یہ دیوان صحیح ہوگا" اور
مصنف مصروف کی نظر ثانی سے نور پا چکا ہوگا "اُدھر اس کا ایک شعر بھی صحیح نہ لکھا تھا "گویا مشکلات کا طوفان

تھا جس سے عہدہ براہِ ناکم،

دیوانِ صاحب کی تفصیلات یہ دیوان ہر طرح کی خرابیوں سے محفوظ پایا گیا

اولاً یہ نسخہ کرم غور و تمحُّلِ الفاظوں نے نقدِ مضمون پر بے دریغ نقب لگانے لگے اور ایسے کہ ہیکلِ کربلا
جائیں

ثانیاً کاتبِ حروفِ منقوٹ بے نقط لکھنے کا عادی تھا

ثالثاً بے ضرورت تعلقا و تیرا تھا اور جہاں ضرورت تھی وہاں میدانِ صاف

رابعاً ایک کی جگہ دو دو نقطے بھی دینے کا محاورہ تھا

خامساً جہاں حروف کی کششِ استعلاق سے کل کر خط ٹھکتا تھا پھر اس کا صحیح پڑھنا کار سے دارد

۶۔ مقطع میں تخلصِ شکر گنی سیاہی سے لکھنے کا التزام رکھا گیا تھا چونکہ یہ کام وقت پر کیا گیا تھا اس لئے بعض
بعض مقطعوں میں تخلص کی جگہ خالی رہ گئی۔۔۔ اور بعض میں غیر موزون

۷۔ بعض بعض اشعار کے لئے جگہ خالی چھوڑی ہوئی تھی اور بعض اشعار اور حور سے لکھے تھے خط
بوجود استعلاق ہونے کے ایسا نہ تھا کہ جوڑا جائے

۸۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اکثر الفاظ آگے کے پیچھے اور پیچھے کے آگے لکھے ہوئے تھے اور ان کی
غلطیوں نے یہ شکلات اور زیادہ کر دی تھیں

اگر یہ شکلات اس کی اشاعت کے راستہ میں حائل نہ ہوتیں تو یہاں ایڈیشنِ کبھی کا اہلِ نظر کی نذر ہو چکا
ہوتا خاکسار بہار نے اس کی صحت کے لئے اپنی ذاتِ معذریہ پائی کہ قابلیتِ میوہ ہے اس میں ہند میں شہا
دیا گیا سب سے اول فنی عہدِ الرحیم صاحبِ بقیہ فیروز پوری نے اعلیٰ دینی کہ یہ دیوان کا رخا نہ پیہ اجا نے
جہاں پائے خط لکھا جواب نہ آیا علمیت کے دعویدار سراسر کے ہندست طبع کے خادمِ نمود سے حضرت
روپے کے لالچ میں ایسے اندھے ہوئے کہ بہار کو کبھی چکھ دیا صحیح نویسی کا وعدہ کر کے آخرتِ بیگنی سے گئے
اور ایک سال تک دبائے رکھا جب سخت تقاضے ہوئے تو کبھی کی کبھی مار کر بکایا اور کبھی جڑ کر واپس
دے گئے بنابِ مرزا عہدِ الرحیم صاحب کو رنٹ فیشن کا خاندان خاندانِ بہا کہ ہے کہ جس کے تعلقِ فضیلت
سے مرزا محمد علی صاحب ایم اے پرنسپل لدھیانہ کالج مرزا محمد رشید صاحب ایم اے پروفیسرِ ملت ان کالج

فیضی والہ الفضل سی قابل ہستیاں ہل زمانہ کو فضیلت کے سبق پڑھا ہی میں مرزا محمد رشید رضا گوہر و تجرہ کے لحاظ سے میرے عزیز میں اگر علمی فضیلت و قابلیت میں میرے اُستاد میں ایہ دیوان اپنی شگفتگی بیان کر کے موفّق و عہدِ علمیت اُن کی خدمت میں بھیجا جناب و صوف کو وفات نے جس قدر فرصت دے گی جانفتنی کام میں لائے اور اطلاع دے گی کہ اس صحت پر بھی مجھے اطمینان نہیں کہیں سے دوسرا دیوان حاصل کر کے مقابلہ کر لیجئے خاکسار یہاں آپ کا دل سے شکر یہ ادا کرتا رہے

پندت برج نرائن ایک بہت گھنٹی کی شہرت مباحثہ کا زیرِ اسیم میرے قلم میں تھی اُن سے ملتی ہوا گردبان و کلاست کی آمدنی کے روپے گنتے سے کہاں فروخت تھی کوئی جواب نہ آیا جب میرا آدمی پہنچا علمیت و لال کے جواب سے مایوس کر دیا

دیوان کا نالائق بہادر نے اس کا ذکر اپنے خاندانی دوست رائے سہری رام صاحب اہل علم دیوان سے مقابلہ میں غلام و علی صاحب حجازی سے کیا تو زیار دیوان بہمن میرے کتب خانہ میں موجود ہے کسی کا ذکر کر دیکھ کر مقابلہ کر لے ابھی فتنہ چھوڑا لال درنا خیر نہیں مہند میں کام کرتے تھے انہوں نے مقابلے کا اطمینان دلایا بیچو داد کے بعد بڑے بغور سے صحت کے ساتھ دیکھا فرمایا اور مقابلہ ایسا کیا کہ جو گھٹا کسی سے پڑا نہ گئی کیونکہ آپ بھی کتاب سابق کی طرف سے نقطہ و علوب لکھنے کے عادی ہیں قلم و دوات بھی ایسی ہی رکھتے ہیں اپنی دانست میں دیوان کا دیوان صحیح کر گئے مگر نہ اعلیٰ صحیح نہ انشاء بلکہ صحیح کا غلط کر دیا اور بعض اشعار کا اہلب بھی میں نہ آنے کی وجہ سے کچھ کا کچھ بنا دیا اور سببوں اشعار جو ستر یا غلط تھے انہوں کے توں رہنے دیتے یا لامقابلہ کی رحمت ہی نہیں فرمائی ہتھیار

۱۔ رشید صاحب سے دہان میں گورا جی منہی ہو آپ نے گورا جی انکھڑ نہ دے

۲۔ غزل ازل کا جو تھا شوریں تھا

۳۔ ہنس و خن و صلا دے ہی سنت را

آپ نے یہ آفا و خن و صلا دے سے ماقتت لیا

۴۔ غزل ام کا مورتی کا دو در تھوہی ۔ اتوا اعلیٰ منس یک کا مورتی غ آپ نے یہ اعلیٰ فرمائی

”توہ عقدہ اعلیٰ جو نہیں یک کا مورت“

کے بہت سے اشعار جو رائے صاحب دہلوی کے دیوان میں غلط درج تھے وہ غلط نہ سمجھ کر ہمارے دیوان کا اندراج جو صحیح تھا غلط کر دیا مگر اس مقابلہ سے اس قدر فائدہ ضرور ہوا کہ جو اشعار ہمارے دیوان میں درج نہ تھے یا نامکمل تھے یا شبہ تھا ان کی قدر سے دستی ہو گئی حکیم صاحب نے یہ دلپذیر کلام ایسی دل برداشتہ حالت میں انجام دیا کہ طبیعت دگر ہو گئی مگر صاحب جن صاحبان کی نظر عنایت کا مسنون میں حکیم صاحب کے اس مقابلہ سے یہ تاریخی راز کھل کر رائے صاحب دہلوی کے دیوان کی بعض غزلیں مصنف کی نظر ثانی سے نور پا چکی ہیں لیکن ایسی غزلیں بہت ہیں کہ نہیں ہمارے جیسے کاتب نے لکھا ہے اور وہ ہمارے دیوان سے زیادہ غلط ہیں

مشکلات پر عبور جب اطرافِ ہندوستان سے اس کی خریداری کی درخواستیں دہرا دہرا شروع ہوئیں تو ہم اس کی طرف متوجہ ہوئے اپنے دفتر میں اس کی صحت کا انتظام کیا کچھ تسمیر اپنے علم و فضل کے لحاظ سے کسی زمانہ میں انگلستان کا کسٹوفر ڈونا ہوا تھا اس کی برکت اس خطے پر آج تک مبذول ہے وہاں کے بچے ہمارے ستر سالوں سے زیادہ بزرگ اور محنتی ہیں میرے عزیز نینت مسو جرج پرکاش صاحب نیو جیو طالب علمی میں درجہ استاد دی رکھتے ہیں انٹیمس مہندہ کے شائق ہیں اس میں آپ نے دیوان پر ہمیں کتنا ذکر وہ دیکھ کر صحت کا سخت محنت طلب کام اپنے ذمہ لیا حالانکہ امتحان ایم اے کی تیاری میں تنہا تھے مگر شوقِ علم میں نہ دن دیکھا نہ رات تکرارے اور دیگر مصافحہ سودے کے کمرہ کا بھی میں

۱۔ غزل کا تسمیر اکثر کہہ سکتا اس طرح تھا ہر فردِ ذہنی بردہاے شائق بہار زلِ آب نے اس طرح رہنے دیا ذکر سراقبال نے جن غزلوں کو صحیح کیا تھا ان میں یہ غزل بھی تھی آپ نے اس طرح صحیح کیا "عجب ہر قدمِ وفا می سرو لہا شقائقِ ناز برتن کے قلمی دیوان میں اس طرح سے پایا گیا ہے۔"

۲۔ ہمارے دیوان میں غزل ہے کہ تسمیر ضرور تھی "برہم و شریب معل قیادش آمد پائنت سیرِ بابل اور جیڑ کوثر برداشت جو صحیح تھا ڈاکٹر سراقبال نے بھی یہی صحیح رکھا آپ نے رائے صاحب دہلوی کے دیوان سے یا خدا معلوم اپنی عقل سے اس طرح اصلاح دی ہے۔"

برہم و شریب معل قیاد آمد گشت سیرِ بابل ذکر کوثر برداشت

غزلِ دولہ کے مطلع کے پہلے شعر میں "معدوم گرد تھا" آپ نے "مرد گرد" بنا دیا "دین و غیرہ" "تہا ہارسامی"

بٹھ گئے ایک مہنت کے بعد صبح سا دھوپ کھولی تو ہم نے دیکھا کہ انداد رتی سے اگر گل دیوان نہیں تو بہت سی غزلیں مصنف کے خیال کے موافق صحیح ہو گئیں

والف، جو بعض اشعار پڑھے گئے، اور کسی طرح حل نہ ہو سکے، سکھائی کی سکھائی بار دہی گئی، ان کا دیوان سے حذف کر لیا جیسا کہ کیا، چنانچہ جن اشعار پر ”خ“ ہے، اُس سے یہی مراد ہے

دب، بعض جگہ فیض کا کرنا مشکل ہو گیا، کہ آیا ہمارے دیوان کا اندراج مصنف کا منشاء ہے یا رائے صاحب ہلوی کا، ہم نے اپنی عقل کا دخل جیسا کہ اپنے دیوان کا ذکر لکھا، اور نسخے میں رائے صاحب

کے دیوان کے مقابلے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمارے کتب خانہ کا دیوان، نسخہ اولین ہے، یہ صداقت اس وجہ سے زیادہ دلنشین ہوئی کہ ہمارے دیوان کے سرورق پر ”نسخہ اولین“ اسی وقت کا

لکھا تھا، اور اُس سے بڑھ کر یہ کہ صاحب مخمخانیؒ جاوید کے دیوان میں ”حروف و الفاظ ہی کی تفاوت نہیں“ بلکہ مصرعے کے مصرعے سے ہیں، جو بعض بعض ہمارے دیوان سے زیادہ معنی خیز ہیں

غزلیات اور رباعیات علاوہ ان کے کس غزلیات اور رباعیات کی ربا عیات ایسی ہیں جو ہمارے دیوان میں برسرے سے نکلتیں ہی نہیں، ہمارے ایک فاضل مسلمان دوست نے ”نسخہ اولین“ کے معنی کئے

کہ یہ دیوان کی جلد اول ہے، مگر ہمارا اس سے اطمینان نہ ہوا، یہ غزلیات و رباعیات ردیف کے لحاظ سے دیوان میں داخل کر دیں، اور ان پر صاحب مخمخانیؒ جاوید

کا حوالہ دیدیا، **قابل ہاتھوں سے صححت** بعض اشعار کی صحت ہمارے دوست خاندانی فاضل یا دوکار خاندان ہلوی فضل امام خان بہادر مولانا ہلوی فضل متھن صاحب اور ہلوی انوار احمد صاحب انوار

نے فرمائی، اور خوب فرمائی، ۱۔ حسرت موہانیؒ اور مرزا سلطان احمدؒ نے جو اقتباسات اپنی اپنی تقریظ میں دیئے

تھے، ان حضرات نے بھی اشعار غلط درج کئے، ان سے صحت کی توقع رکھی جانی خود غلطی میں نہ لکھا، (۲) چونکہ بعض اشعار کی خوبی نے ہمارے قلم سے ان پر نشانات کر لئے تھے، وہ نشانات قابلِ مَحْو

نہیں، ہم نے وہ پچھ کر دیئے ہیں، کہ منطقی تقسیم میں حصہ لیں گئے

(۳) اسے صاحبِ دیوان بھی کہے دیوان کی غزلیات کے اشعار کی ترتیب ہمارے دیوان سے مختلف تھی اس کی ہم نے پرواہ نہیں کی

(۴) چند غزلیات میں ایک ایک شعر زیادہ تھا وہ ہم نے لے لیا
ڈاکٹر سراقبال گوڈاکٹر سراقبال کی علمی و ادبی شہرتیں ملک شہرت کو تسخیر کر چکی ہیں مگر سچی کیفیتیں درویشِ مزاجی آپ کو ہر طرح کی شہرتوں کی آرزو سے مستغنی کئے بیٹھی ہے گو آپ کے پیسے ہر منزل کے پیرانے مہربان ہیں مگر سب پر وہ تصنیفات بہرین کی صحت کے جنون نے کسے کسے ان کی اس کو کھٹی پر پہنچایا کہ جو ان کی قانعِ طبیعت اور خودِ سنانش سے نفرت کا صحیح پتہ دیتی ہے بہت سے ذکاوت کار کے بعد مدعا عرض کیا، شوق سے ہمارا دیوان اور صحت شدہ سودہ کہ جس پر ہمارا کلی اطمینان نہ تھا ہمارے ہاتھ سے لیا اور پھر نسلِ دیوان ہمارے ہاتھ میں دے کر سودہ سے حسبِ حجت تفرار لے گئے وہ نظرِ مستشرق طنز کی نظر و لہر سے بھی زیادہ قائل تھی مگر اس قدر نصف مزاج کہ گہنگاروں کی گردن کا شتی اور اس قدر کہ جس قدر حق، سالم کلام کا بھیج کرنا نہیںوں کا کام تھا آپ نے شہرہ دیا کہ برہمیں کا وطن لاہور تھا یہ کلام یہاں تلاش کیجئے

حضرتِ شمیم کی کوٹھی مکمل ہو گئی مگر ہم نے شریف لایا کرتے تھے انہوں نے میری خواہش پر نہیں بلکہ اپنے علمی شوق سے تقاضا کیا کہ ہم کلام کی صحت فرمائی
برہمیں کا قلمی ہم مقدمہ کی سندرجہ بالا مسطور کتابت کے لئے کاتب کو دے چکے تھے حضرت شمیم دیوان لکھنے لگا آپ نے فرمایا کہ آپ کے بعد کلام برہمیں کی بڑی تحقیق کی گئی، گو ہر مقصود مل گیا اور خاص برہمیں کے ہاتھ کا لکھا ہوا

علم و فضل کے سرشار محبت و دوست کے چراغ شیخ سراج الدین صاحبِ آرازمیں اے علم و اہل اہل پر فیاض اسلامیہ کا دلچسپ اور کتبِ نایاب کے قاروں میں گزشتہ نصف میں حاتم اس علم و اہل کی علمی مہمانداری کا کیا شکریہ ادا کیا جائے کہ آپ نے اپنا بے بہا کتب خانہ ہمارے حواس کے گرد دیا اور ایک پڑھنے والے پر پیش کیا ہم نے شوق سے کھوڑا تو خدا نے تخلیق کی دل آویزی سے کچھ عرصہ کے لئے تحقیق حال سے لاہور کو دیا کیونکہ وہ مکمل دیوان برہمیں تھا اور برہمیں نے اپنے ذہن و دہشت

راے پچاک مل لایا کو اپنے ہاتھ سے کھڑکایا تھا کچھ بڑا دھوا اور ملک چھوڑ کر آہستہ آہستہ
کوڑیوں میں آگیا ان کی اولاد بے نصیب نے یہ تمام کتب خاندانہ دیا جس کا بہت ساجد حضرت
آؤرنے خرید کر ایک سخن آباد کیا

برہن کے قلمی دیوان کی حالت
یہ دیوان ہمارے دیوان کی تقطیع کا ہے خوش خطی صحت طرز نگارش
داشت سب پر برہن کی شایان شان ہے جناب محسن
طریقہ

بے پایاں اس درجہ علم پرور میں کہ بغیر ہماری استدعا کے یہ دیوان کتابت کے لئے ہم کو دیدیا
اور بڑی فیاضی کے ساتھ ان کی زندگی کے بہت سے مزید حالات بھی عنایت فرمائے ہم ایسے علم دوست
شخصیت کی عنایات بے غایت کا شکر یہ ادا نہیں کرتے بلکہ اپنی دل و جان آؤر کی نظر کرتے
ہیں کہ شائد ان کے کسی کام آئے

اہل صفا سے اپنی طبیعت کی نہیں کر کش کے رو برو کھی گردن بھجی نہیں
ہم نے یہ دیوان بغور دیکھا چونکہ یہ خود مصنف معزز موصوف کا لکھا ہوا ہے اس لئے اس میں
غلطی کے امکان نہ تھا چنانچہ اسے ایسا ہی پایا غرض کلیات نمبر ہی

کسی صاحب نے دوبارہ لکھ کر دیوان مکمل کیا ہے جو دیگر دستیاب شدہ دیوانوں کی طرح متراپا غلط
کھتی ان کی صحت صحت شدہ سودوں سے کی گئی اس دیوان میں غزلیات اور دیگر رباعیات
دیگر دیوانوں سے زیادہ بچیں چنانچہ موجودہ کلام کا مقابلہ کیا جا کر جس قدر کلام جس دیوان میں نہ

ملا اپنی اپنی جگہ پر سجایا گیا
مطبوعہ دیوان کی غلطی
ہمارے غلطی ہے
جب بے تعداد مقابلوں کے بعد اس امر کا اطمینان ہو گیا
کہ یہ دیوان ایک نہایت صحیح نسخہ ہے اور رائے ایان کا قلمی

ہے تو ہم نے اپنے دیوان کی کتابت نظر آتش کی اور اس ہی سے کتابت شروع کرادی مطبوعہ دیوان
میں غلطی نظر آئے وہ کاتب کی یا ہماری سمجھی جائے
ایک اعلیٰ دیوان غائب ہو گیا ہمارے کرم دوست شیخ فضل الرحمن صاحب لکھنؤ

انجیر کے دادا شیخ مرحوم افواج پٹیل کے ساتھ محاصرہ ورجلی میں یہ ایام عذر شریک تھے وہاں کسی امیر کا گھر ضبطی میں آیا، اہل علم تھے کتب خانہ پر ہاتھ مارا، اور کھوکھارو پچے کا کتب خانہ گزروں پر لاد کر پٹیل کے آئے، ہماری دریافت پر فرمایا، کہ ایسا ہی ایک اعلیٰ دیوان برہمن بھی اُس کتب خانہ میں تھا، جو لو کر لے آؤ، اتھا، بقول کرنا پڑتا ہے کہ عہدِ مغلیہ میں کوئی کتب خانہ دیوان برہمن سے خالی نہ تھا، اور اب بھی اس کی سنکیٹوں جلدیں گوشہ گنہامی میں پڑی ہوئی بڑی بڑی کتبہ بری کے ساتھ اپنی موت کے دن کا انتظار کر رہی ہیں،

اب بھی دیوان برہمن مکمل نہیں
دوئوں دیوانوں کے مقابلہ کے بعد اب بھی ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ یہ مکمل دیوان برہمن ہے، بلکہ ہماری رائے ہے، کہ ابھی ایسی بہت غزلیات اور رابعیات ہیں، کہ جو اس میں شامل نہیں، راٹھڑ صاحب کی ایک غزل کا مشہور مقطع جو اہل علم کی تصانیف میں اکثر دیکھا گیا ہے، حسب ذیل ہے۔

برہمن چہ زنی قطعہ کہ در عجب ما سیرِ نیست کہ آن غیرت زار تو نیست
ایک اور مشہور مقطع سنئے۔

ہاں برہمن مدام دعا کن ز روئے صدق شاہِ لبس اختر گردوں جناب
ان مقلعوں کی کوئی غزل ان دوئوں دیوانوں میں نہ ملی، اس لئے یہ لامحالہ قبول کرنا پڑے گا، کہ ان کا دیوان وہی مکمل ہوگا، کہ جو ان کی زندگی کے آخری گھنٹوں میں لکھا گیا ہوگا، اہل شوق کی تلاش اگر ان جواہرات کے لئے جاری رہے، تو کسی نہ کسی کا ان جواہر سے یہ جہنم مکمل مل جائیگا،
جلو خانہ دربار کو پورے قلعہ جوینہ یا بندہ جب کجنت کا تباہ ٹکڑی ہے، اور دیگر بہت خطاطان ہند اور کلام برہمن نے دیوان برہمن کی کتابت کا عرصہ مفتوں سے پہلے اور ہندوں سے سالوں میں ملکا دیا، تو اس کی کتابت کے لئے ہمیں لاہور کا سفر اختیار کرنا پڑنا، حالانکہ سر شہر نہایت چکر خیال آیا کہ سردار جیسا سنگھ بہادر کی ریاست کو پور قلعہ تنہا لی ہند کے مغلیہ علاقہ پرتھوی دتھوفا کئے بیٹھی ہے، کیا تعجب ہے کہ وہ سلطنت مرحوم کی، حصص سلطنت کے ساتھ اُس کے نادرات پر بھی قابض ہو، مجنوں راہو لے دیکر بہت وہیں اتر پڑے اور سید ہے کہ پور قلعہ پہنچے، دریافت پر معلوم ہوا کہ بہتر

۲۸۸ کتابتِ دورہ توفیقاً تحریر میں لکھی ہے۔ لہذا دوسری اور کتب ہیں کہ جو آخری سلسلہ تعلیم کی طرح خراب و پریشانی، خرابی میں ہیں۔

افغانی، شمسِ حجاب، خاندانِ بہادر دیوانِ محمد اکبر، محمد سی، آئی، امی، اوپلی، کے، بی، وزیر اعظم کی پیش رفتی اور علمی مذاق سے ہمیں اجازت دی کہ اپنے مطلبِ خصوصی کے لئے درکار یہ ذبیحہ آورہ دیکھیں، بے شوق سے فرمایا کہ خوب یہ کیجئے اور اس نطفہ سے ہمیں بھی مسرور کیجئے، مولوی محمد حسین صاحب جی اے، اسٹاکس جو فارسی نثری بے تکلف لکھ پڑھ سکتے ہیں، ہمارے ساتھ گئے، ہم جلد خانے میں پہنچے دریاخت پر سب سے اول، کسے ایم، مقرر ایم، اے، پروفسر دیال سنگھ کالج لاہور کی تہذیبِ کتب فارسی و مطبوعہ ہمارے پیش کی گئی، سفائی و طرزِ ترتیب اور دل آویزی کی مادرات نے ہمیں ہمارے شوق تحقیق سے کچھ عرصہ کے لئے بیکار کر دیا،

مثنوی ہفت بحر اس میں تو ان جو ہائے بہ بہا نے اپنے آبِ ذباب کے چہرہ کی دھک سے اپنی طرف متوجہ کیا، اور یہ فہرست مولوی صاحب کے ہاتھ میں دیدی کہ آپ اس دریاخت سے پائیاں میں اس کو محفوظ رکھ کر برہنہ کی تلاش میں غور و نگاہیں دوں گے، بے مولوی صاحب کا یہ لغتہ بادِ شمال کی شمال کی طرح کان میں آیا ہے۔

کہ برکشیں درجہ یعنی بہار

خداوندانہ سند درجہ حرارت

ہمیں اس شعر کے سہلے ہی شیرینی زبانِ برہنہ کا مزہ آیا، سنہ بی بی درخشاں، ذی قعدہ ۱۳۸۱ ہجری چک چھاپا مارا، اور چھپنے فراموش گئے کہ دیوانِ برہنہ سے پہلے مثنوی ہفت بحر برہنہ کی یہ کیجئے ہم نے حیران برہنہ کوئی اور ہو گا، فہرست پر نگاہ کی تو وہی مثنوی، راستہ چھپ کر یہاں پہنچا نظر آئے، لائبریرین نے الماری سے نکالی، سب پڑھی اس کے آخر میں لکھا تھا، یہ تمام مثنوی ہفت بحر من تصنیف راستہ چند رجحان درماہ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ ہجری

آج کے محققان و منتقدین ادب کی تحقیق میں دیوانِ برہنہ کی ادبیاتِ برہنہ اور قصائدِ برہنہ ہی آئے، مثنوی ہفت بحر، کبھی ہجری، مثنوی اس شہر پریم زیادہ جیت پرست و فہم ہونے کی طرف کلام اور خصوصیتِ زبان، کہنے لگے کہ ہر کہہ نہ کہ، درکار گرد، ہم اسے زبان کی ادا و دم گزشتہ ہیں، مگر محفوظ

۲۵ برس کی عمر پہنچے، قبلہ براہمن کے انتقال کے ۲۰ سال بعد دند انوشک ملتوی سے مکلف الہاس زندگی پہنچایا اور سندھ قزاس پر بٹھایا، آج تک قابل ہاتھوں، نیک نظروں سے واسطہ پڑا، ۵۰ سال سے بنگال، ایشیائے کی زیرِ حفاظت ہیں، پانچ سال ہوئے کہ میرا نے مترانی، فرامانی، گنج قاروں سے نکال کر اس نمائش گاہ میں بچایا، مگر بنگال کا رہنے والا ہمارا جھتی وطن کینو بکر صحیح دریائے کرشنا ہے، طبعاً لکھ دیا، شاید انہوں نے غلطی سے صانع گورداسپور لکھا ہو، ہمارے وطن اور مقامات ترکِ وطن کی آپ خوب تحقیق کر چکے اس کی صحت فرمائے اب چونکہ ہم مشنوی کی ترتیب میں شامل ہو گئے، اس لئے ہم اولادِ امانت سے میں میں اپنے عزیز بھائیوں کی واحد بھچھری ہوئی بہن ہوں، جہاں آپ میرے بھائیوں کی سحرِ زبان سے ملکِ ادب کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں، اس سرسوی کے لئے بھی اُن میں شامل کیجئے کہ باعثِ برکت ہوں، رائے رابان کی اس گمشدہ ڈھورانی تادہ پاک و صفا، عفتِ آبِ خاتون کے قدسوں پر ہم نے اپنا سرِ ادب جھکایا، عرض کی کہ اُسے دیوی، ہم تو تیرے پوجاری ہیں، تیرے اپلی سے قبل ہم تیری سبیل پرستش جو تیرے کر چکے ہیں، اپنے خاندان کے ارکان کے ساتھ شامل ہو کر اُن کی عزت و توقیر بڑھا، اور برکت بھینچا، علم پروردِ عظیم سے نقل کے لئے بے دھڑک استدعا کی، بے توقف خوشی سے منظور فرمائی، مولوی طہر حسین نے فتح کی ٹیپسٹائی غلطی کی صحت فرمائی، اپنی نگرانی میں کتابت کرانی، تب کہیں جا کر کلیات کی ایک جاتی صورت میں نظر آئی۔

مثنوی موصوف ۳۱۶ x ۱۱۶ کے سائز پر لکھی گئی تھی، اور یہ وہی قطع ہے کہ جو ہمارے دیوانِ بہمن کی ہے، اسی طرح کا کاغذ وہی طرزِ کارش، اس کا خطِ نستعلیق ہمارے دیوان سے اعلیٰ ہے، مگر غلط لکھنے میں اس کے کاتب باداجان ہیں، چنانچہ مثنوی بھی اعلیٰ کی غلطیوں سے معمور پائی گئی، مثنوی سے مطالعہ میں فاش غلطیاں ہم نے اس تحریر پر آویز میں دیکھیں، جس کا بیان نہیں ہو سکتا، قصیدہ شاہجہان کی سطر میں لفظ "میر" کے بجائے "سوز" لکھا تھا، ہم نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ نے دیکھا کہ اس قصیدہ میں اعلیٰ کوٹشی فاش غلطی ہے، انہوں نے دیکھ کر کہا کہ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا، ہم نے کہا کہ شعر نمبر ۱۶۷ ہے، اور پھر غور کیجئے، اس پر بھی وہ نہ سمجھے، ہم نے قصیدہ اپنی قلم سے افسل کیا،

سے۔ مگر یہ اطمینان اب بھی نہیں، کیونکہ مثنوی میں غلطیوں کا نہ ہونا ایک عجوبہ ہے، "بہارِ رسانی"

اُس وقت کہا کہ اس میں ”صریر“ غلط لکھا ہے، وہ فرمانے لگے کہ ”س“ سے صحیح ہے، ہم خاموش رہے، مگر نفل میں ”ص“ سے لکھا، ہم خیال کرتے ہیں کہ اس مثنوی کی کتابت میں جو غلطیاں کتاباں نے کی ہیں، وہ اس ایڈیشن میں صحت نہیں پاسکتیں، کیونکہ وقت تنگ ہے، اور مصروفیت زیادہ،

مکتبہ [دورِ سلطنتِ مغلیہ میں کشمیر کے بچے اور بورڈ کے تعلیم یافتہ نہ ہوتے تھے، موجبِ حوائج ہو کر فکر و زکا میں مبتلا ہوتے تھے، تو خوشخطی سیکھ لیتے تھے، پھر وہ اُمراء کے ہاں کتابت کا کام کرتے تھے، انہیں یہ بھی سلیقہ نہ تھا، کہ سلیقہ ”س“ سے لکھا جاتا ہے یا ”ص“ سے، چنانچہ اس مثنوی کی کتابت ایسے ہی کشمیری قلم سے ہوئی ہے۔

مرتضیٰ صاحب [جب رئیسِ مہند کے دربارِ سوم (مارچ ۱۹۲۳ء) میں رائے رابیان کی تحقیر لائف معنونہ کلام چھپی، تو اطرافِ ملک سے اُس کے شائقینِ وفاداروں نے ہماری بہت بڑائی، اُن میں سے مثنوی عبد الرحیم صاحبِ سبیل، کرناؤی، تمیذ شہزادہ مرزا عبد الغنی، ارشد گورگانی، نام و کلامِ برہن سے مرغِ سبیل کا چرٹپا اٹھے، ہمیں کلامِ برہن کی ترتیب و اشاعت پر اُبھارا، ہم نے جنابِ موصوف سے دریافت کیا، کہ آپ کو برہن کی واقفیت کس طرح ہوئی، جواب آیا کہ، اکثر تذکروں میں اُن کا حال پڑھا، قدیم بیاضیں دیکھیں، برہن صاحب کی تصنیفات سے مناسباتِ برہن میرے پاس ہے، اُس میں سے غزلیات و غریزات آپ کے پاس بھیجی ہوں، تاکہ آپ کلیات سے مقابلہ کر کے زائد غزلوں کا اندراج کر لیں اور غزلوں کی پیشانی کی عبارت (جس کو برہن اُٹھانے لکھی درج کریں) تاکہ مزید دلچسپی کا باعث ہو، اپنے چار غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور فردات وادبیات عنایت فرمائیں، اُن کے ساتھ مناسباتِ برہن کے دیباچہ کی نقل بھیجی، اور اُن کے کلام سے اُن کی زندگی کے چند واقعات پر روشنی بھی ڈالی، اُن کی طبعِ رسا جس صحیح نتیجے پہنچی، ہم اُس سے پہلے کلامِ برہن سے وہی نتائج اخذ کر چکے تھے، مقابلے کے بعد اس جدید کلام سے حسبِ ذیل کلام کی کلیاتِ برہن میں انفرادی ہوگئی، غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور نو فردات وادبیات چنانچہ جو کلام اُن کی رسالت سے پہنچا ہے، اُس پر ”عطیہ حضرت سبیل“ لکھ دیا گیا ہے، ہم حضرت سبیل کی اس دلی امداد کا سبب مولائے سے زیادہ شکر ادا کرتے ہیں، علاوہ ازیں آپ نے دو قطعہ تاریخ بھی عنایت فرمائے ہیں، ملک میں حضرت سبیل

سے اہل شوق پیدا ہو جائیں تو علمی کساد بازی کا بازار سرد ہو جائے
مجموعہ دیوان برہمن نہیں ہے ہمارا "دیوان برہمن" کی اشاعت کا خیال تھا مگر اس کے شوق
 صحت نے یہاں تک ہماری رہبری کی کہ رائے راہان کی جملہ تصانیف

مل گئیں، چونکہ معزز موصوف کا دیگر کلام بھی نابود ہو رہا ہے، اس لئے آپ کی کل نظم تصنیف کا مجموعہ
 مرتب کر کے چھاپا جاتا ہے، اور اسی لئے **کلیات برہمن** کہلانے کا ستم ہے، اگر وقت نے سادہ
 کی توفیق نہ شری بھی حصہ دوم کی شکل میں زیر طبع سے آراستہ کیا جائیگا، اور جلد

حتی الامکان کتابت کی غلطیوں کی صحت کی گئی ہے، لیکن ممکن ہے کہ کچھ جہین لکھیں کتابت کی
 کوئی نہ کوئی غلطی ہو گئی، نہایت سختی اور باقاعدگی کے ساتھ کتابت کا خیال رکھا گیا ہے، اور جہاں جہاں
 ضرورت سمجھ گئی، خفیف ڈیش سے کام لیا گیا ہے

برہمن کی روح اسے برہمن میں تیرا بے ریا، جانثار، خدمت گزار ہوں، اب اس خدمت
پر شوق سے معافی کے بعد میرے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ میں تیری پاک روح سے بھی متنا

الفاظ میں بھی نادانستہ غلطیوں کے لئے حضور قلب سے معافی مانگوں، لئے مقدس روح تو اپنے اُس
 قفسِ نحسی کی کہ جو آج سے

سالِ ہشتیر عالم وجود میں تھا، مجھ سے تالیخ سن، تو نے اس
 نفس میں جنم کرنا نہ دیکھتا اور کاشی جی میں باس کرتے ہوئے طبل ہزار داستان بسکر

حقائق و معارف، توحید و الہیات، اخلاق و ادب، دنیا کی بے وفائی و سنگدلی کے دکش و دلوروز نفی
 سنائے، وہ ہم جیسے نالائقوں و بے تیزوں کے کانون تک پہنچے، قلمِ غلط سے لکھے ہو لکھا وہ غلام لکھا، اب وہ

اہل بصیرت اور گوش شنوا کہاں، اپنے صبحِ شام کی اور شام سے صبح، لغتیں، لغت کی مریض پائیں،
 فرنگ بے آہنگ بکھے، ہمیں قاصر ہیں، پر فاضل مددگار معادن تیرے خیالات تک نہ پہنچ سکے، ایتنا

اور علم کی کساد بازی نے کسی اہل فن کو تیرے فن سے سمجھنے کے لئے رضامند نہ کیا، میرا دل تیرے فنوں کا
 ایسا ہی عاشق ہے، جیسی کہ تو اس وقت اپنے عاشق کی عاشق تھی، تو کیا نہ کرنا، کیونکہ تیرا فراق صد نہ

جانکا ہوا تھا، اور اس سے بھی زیادہ، جو تجھے دارا کے فراق سے ہوا، تیرے فن سے زخمِ جگر کے لئے ہم میسا
 تھے، میں نے عقیدت کی دو درہن لگا کر محنت کی غور و بین سے تیرے خط و خال دیکھے، سمجھے اور جو سمجھ میں

نہ آئے سب کچھ دیکھتے تو جانتی ہے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے صدقِ ارادہ کیا، تیری طرح نمودِ غائش
میری ذات بھی میری ہے مگر یہ دلی آرزو تھی کہ تیرے یہ نغمے اہل ملک کو سناؤں کہ جو کتاب سخت ضروری ہے
تجربہ طلبیہ رہبر کے الفاظ اگر صحیح رہبری نہ کر سکیں گے، کم از کم مفہوم ہی سمجھ جائیگے، اور یہی مقصد ہے
اگر کہیں کہیں مفہوم بھی سمجھ میں نہ آیا، یا غلام

سمجھا، تو اس میں جو ایر (قصور) ہے، تجھ پر ظاہر ہے، پھر بھی تجھ سے معافی کا طلبگار ہوں، مگر تیری رہبری
میرے شامل حال ہے، اب تو اپنے نغمے سنا کہ جن سے سب کے کان کھڑے ہو جائیں، مومنان بھی
اور کلمہ چین (باب کی طرح بیٹھ جائیں، تو اپنے شہزادہ وراثت کوہ کے قتل پر خون کے آنسو بہا چکی ہے
میں اپنے قتل پر اپنا یہ کارنامہ چھوڑتا ہوں، اب میں تجھے بھٹکتا کرتا ہوں کیونکہ مجھے بھی اہل علم کو یہ
نغمے سنانے کے لئے سخت بغیرا رہی ہے۔

اسے خطا پوش بازما بگذر

کہ زما جز خطائے آید

سنام، محلہ منشیانِ قدیم

یکم فروری ۱۹۲۶ء

مقدّر نگار

ہجرتِ رائے بہار

سنامی

THIS PHOTO IS THE EXACT REPRODUCTION OF THE
ANCIENT PAINTING.



Presenting of MEXSUT CHANDEK BHAN BHAYAN by Prince
DANA SHAKORI before SHIVAHAN in BHAYAN-AY
at Shahjahanabad (Delhi).

(The block of this picture is specially made for the Protection
of blocks) Rats-i-Hind, Delhi, who has special arrangement of in every all kinds

اے برادرِ تیر و دو چہ بکلیان! "برہن" لے در بیان ماہ و بدل از میان ما

کلیاتِ برہن

زندگانی لے رایان

یکلیاتِ برہن نے چار حصوں میں تقسیم کی ہے: پہلا "مقدمہ" ہے، دوسرا "زندگانی لے رایان" تیسرا "برہن کی شاعری" چوتھا "تصنیفاتِ برہن" آپ مقدمہ شاعرت فرما چکے آپ لے رایان کی زندگانی لے رایان سے سبق حاصل کیجئے کہ اس جانفشانی کی نگارش کا بھی "اللہ ہے" زندگانی لے رایان اس وقت تک ہماری نظر سے رہا نہ مایان نشی چھپ کر چھپا کر رہا ہے اور رخصت اور رخصت میں سب اقل بجا طر اشاعت نہ لکھنے کے برابر مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت مانی نے لکھا "جوان کے اردو سے محلی کے ماہ انگست ۱۹۳۷ء میں چھپا" جس طرح سے ایسے رسائل میں نہ کرے چھپتے ہیں اور حسرت موہانی نہ کرے لکھتے ہیں وہ سب پر نظر آ رہے مگر حسرت نے کشادہ دلی کیساتھ لے رایان کی شاعری کی داد دے کر انہیں معزز و فطرتِ کلیم کا بدیقاقل قرار دیا اور رسالہ کی بھاگ دوڑ میں کہیں کہیں سبز و زبر برہن پر بھی منہ مار لے وہ آپ لکھتے ہیں "مگر وہ رسالہ کو مایوس کر دیا آپ فرماتے ہوئے ہیں کہ خود ہی کھٹ لے لے کر لاوا شیدا ہو رہے ہیں، مگر وہ رسالہ کو مایوس کر دیا آپ فرماتے

تبریک :-

”وای شکی بحسبِ تیر ہے اور دلِ شکی سخنِ عجیب بھی ہے اور دلِ بھی اسی کی بنا پر چند کھان
 بزمِ اکبر تیری کے نام سے عجیب بہت ہے اور دُش سے بھی گرویدہ ہوں، لیکن اس کی دلداد بڑا
 دیوانہ ہوں“

فارسی کے شعراء شامیر (سہدویں) کے نام لکھ کر نقاد ہی فرماتے ہیں :-

”ان کا وہی کلام شعراءِ ہند میں سے کسی کے کلام سے کم نہیں ہے، جو نظم و بحر کی تونہ تراشا
 معجزِ قدرتِ کلیم کے اشعار کے ساتھ برابر ہی کا دعویٰ کر سکتے ہیں“

خوبی انداز کی داد میں چند اشعار نقل کر کے لکھتے ہیں :- ”ایک روز شہزادہ (داراشکوہ) نے شہنشاہِ اکبر
 کی خدمت میں عرض کیا کہ چند کھان ایک شاعر خوش گو ہے، اس صحیح روایت سے پایا جاتا ہے کہ
 شہنشاہِ اکبر داراشکوہ کے قلب پر اسے راہبان کی زبان و بیان نے اپنا سونچا رکھا تھا، حسرتِ ان کی
 شاعری پر چکا کہ کرتے ہوئے بڑی فراخی کی ہے، قبول کیا ہے کہ :-

”زبانِ ان کی نہایت شستہ ہوتی ہے اور بندش صاف، مطلب بالکل عام فہم، ترکیب درست
 ہوتی ہے اور بعض بعض مقامات پر نہایت خوب“

حسرتِ مذکور کلامِ ہر میں کی ”خوبی ترکیب“ ”لطافتِ الفاظ“ ”روائیِ زبان“ اور ”آہستگی
 مذاق“ یعنی شائستہ مذاق کی تعریف کر کے تخریر فرماتے ہیں کہ اس رنگِ محبت کے ساتھ فلسفہٴ عمل کے ارتقا
 نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے ”غرضیکہ فرخِ دل قابلِ نقاد نے خود سرور حاصل کر کے شعرِ الفاظ میں ایسا
 لکھا، بعض بعض رنگ کی مثالیں دے کر خاتمانِ الفاظ پر کرتے ہیں کہ :-

”ان سب شاعروں نے دیکھنے سے علومِ ہر کا کہ جو ہیں، پایہ شاعریِ معمول کے کہیں

نہ یادہ بلند ہے اور انہیں اسانڈہ زبانِ فارسی کے رُوسے میں شامل ہونے کا بڑا حسن

من مائل ہے اگر زندہ فراخ دل ہو تو یہ چکا کہ اسانڈہ میں شاعر ہوتے تھے جو صحیح ہی تھا
 حسرت کی فراخ جو سٹکی اور بے تعصبی نے ہمیں جسی بات سے ان کا گرویدہ بنا رکھا ہے، شکر ہے کہ
 ان کے دل سے بھیجنا بہت بڑا دیکھنے تک چلا،

دوسرا ذکرہ جنحی نہ چاودیدے بجے مشہور امیران امیر رائے سرکی اہم صاحب ایم اے نے تعاون کیا ہے اور رائے صاحب مصروف بطا معلومات و ذخیرہ کتب گنہ گار کی شاعری پر سب سے بہتر روشنی ڈال گئے تھے مگر افسوس انہوں نے محض دیکھ کر کہہ دیا۔

”طبعیت کی موزونی سے عاشقانہ تصوف دونوں رنگوں میں نہایت اچھا شعر کہتے تھے اور اسوقت کے مشاہیر میں ان کا شمار تھا“

اپنی دانست میں حق و واقعہ نگاری اور نقادی اور افرادِ احباب رائے صاحب سا خاندانی علم و دستِ دہلی میں گھر کی ریاست کرتا ہوا انہوں سے بے اعتنائی برتے تو دوسروں کا کیا کلمہ

آپ کے گراما یہ بلکہ بے بہا کتب خانہ میں دیوانِ برہمن کا ایک قیمتی نسخہ بھی موجود ہے اور چہار چمن بھی کتب خانہ کی رونق کا باعث ہو رہی ہے، جنحی نہ چاودیدے ہمارے معلومات میں یہ جدید اضافہ ہوا کہ جنابِ برہمن رنجیت یعنی اردو میں بھی سخن سرائی فرماتے تھے اور تہذیبِ گلابی اشعار کی ایک غزل بھی اُج فرمائی ہے

نیر آریاں منشی محمد سعید احمد صاحب مارہروی کے قلم نے اُمرائے ہنوو میں دیا ہے منشی حسنا باطین علم و دست اور عالم ہیں ہم نے جب اپنا دیوان دیکھا تو یہ کتاب چھپ چکی تھی مزید دریافت کے لئے سچا خطوط روانہ کئے افسوس ہے کہ ایک کا جواب نہ ملا کیونکہ ہمیں امید تھی کہ منشی صاحب رائے حسنا کے حالاتِ تاریخی اور ادبی پر سب سے زیادہ روشنی ڈال سکتے ہیں

منشی صاحب نے برہمن کے تاریخی حالات پر خواہ کچھ بھی ہو جس قدر مہربانی فرمائی ہے اس کا منجانبِ ملک ادب شکریہ ادا کیا جانا واجب تھا مگر احسانِ فراموش ہندی اپنی زیادتی صفت بھلا بیٹھیہ ہر سال دستہ ہر مناسبت میں آرام لیل کے سوا کچھ بھرنے میں مرے جاتے ہیں کروڑوں روپیہ یادگار میں منانے میں فضول طور پر خرچ کرتے ہیں باجے بک کروں بہاتے ہیں زبان کے نشتر چلاتے ہیں اور جیوت پڑتے ہیں تو دم و داکر جھگ جاتے ہیں یا بیٹیر کج سے کی طرح ہلال ہو جاتے ہیں اگر یہ دعویٰ تازگی یادگار یادگار کے کات سمجھتے تو چند رجحانِ برہمن جیسی ناقابلِ فراموش ہتیاں نہ بھلا تے انکی یادگار قائم کرتے انکا کام چھپواتے ملک میں پھیلاتے اور ان کے لائن نگار سے لپٹا کر اپنے گچوں کے دل و دماغ کسی

قابل بناتے، مگر یہ جب ہوتا جب وہ بچے ہندی ہوئے

”نشی صاحب درجہ کا کہ ان صاحب میں سے ہیں، کہ جو بدنام و ناکام شاہین اسلام کی عام برائیوں کو
بلا دلیل و برہان پر مغالطہ و الجات دے کر دور کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں، اور وہ مقصد و منزل
برائے ان ایسے غلط انداز سخن سے رفع کرنا چاہتے ہیں کہ جس میں کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا، حالانکہ ایسے
تذکرہ ایسی ہی پر تعلل و طواری تہمتی غیر ضروری اور ناخوڑن تھی وہ سب ایسے تاریخی واقعات سے انکار
کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔“

”اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اکثر مسلمان ناخوڑ نے ابتدائی یعنی شروع شروع اسلام
میں ایسا ہوشیار اور لگ رہ شروع شروع اسلام میں شمار کیا گیا ہے، جنہوں کے پیش و خور
میں ایک ایسی متعصب مسلمان بادشاہ نے کسی ہندو راہ یا رعایا کی تفاوت پر براہ و خستہ ہو کر اکثر
مسندوں کو ٹوٹا، اور مورتوں کو توڑا۔“

حالانکہ شروع شروع اسلام میں کسی بادشاہ نے ایسا نہیں کیا وہ بزرگ تو لوہڑ محمدی سے نور
پائے ہوئے تھے، برہمن کی شاعری کے تعلق ایسے متعصب اور پاسدار مذہب کی مکرر جو کچھ ہو سکتی ہے وہ کوئی
جنگی جاسکتی ہے، مگر حقیقت پر لاکھ پردہ ڈال جائے، اُس کی روشنی یہ دونوں کے متعصبانہ طرفداروں کے
باوازی محوئے غور سے کر دالتی ہے، برہمن نے خود لکھا ہے۔

برہمن آداب کجا پردہ جاکستہ ”تا چہ وہ ہر فرد و شخص، نقاب سوخت

وہ لکھتے ہیں، کہ ”برہمن موزون طبع تھے“ اس سے یاد آتا کہ یہ لفظ ان کی شاعری پر پختہ نہیں
کیا، فقیر بالائی موزونی نہ معلوم کیوں موزون ہوئی، حالانکہ آپ کا فرہنگ تھا کہ کلام پر پورا پورا یو کرتے
چو کہ انہما ہر ز اسلام طالع احقر صاحب کا ہے جو ہندی شاعروں کا صحیح کلام منظر کیلئے اور کتر
درجہ کے اشعار داخل کرنے کے لیے مجاہد پر ہندام میں ایسے شاعر و شاع کے لکھ کر بھیجا اس پر جو کئی غلطی گداز گئی

اس کے بعد ان کے اشعار کا ترجمہ، وچر بندہ ان کے دے شاعری و دروہیت پر چراغ کشے شاعروں کا ویر پرانیت

میرزا صاحب نے ”مردانہ“ ”مردانہ“ لکھا، اپنی دیوانگی و اذیت، تہمتیں زندان کا پتہ

”واقعی یہ تذکرہ رانی صاحب کا نہیں لکھا، بلکہ اس کا جو نصف ہے، وہ اس تذکرہ کی تفصیل سے ظاہر ہے، تہمتیں

انصاف کے قلم سے مفصل و مکمل تذکرہ لکھتا "اس تذکرہ کی (جسے تذکرہ لکھتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے) ۱۱۵ سطور ہیں، جن کی تفصیل لمبا طرہ ضمون حسب ذیل ہے:-

- ۱ - شرح انام، سکونت و ملازمت، ۲ - سطور
- ۲ - عہدِ مغلیہ کے لقب و خطاب "خواجہ" پر، ۲۱ -
- ۳ - خط و کتابت عہدِ مغلیہ پر، ۱۲ -
- ۴ - انصاف، عہدِ مغلیہ (حالانکہ برہنہ کی تحریر کا مقصد نہیں، جو آپ نے کھلا ہے)، ۸ -
- ۵ - برہنہ کے مطالعہ کی سبب، اس کا بھی غلط مفہوم نکالا، ۸ -
- ۶ - ہندوؤں کا شوقِ فارسی، ۵ -
- ۷ - انتخابِ کلامِ برہنہ، (یہ انتخاب بھی ناقص کیا)، ۵۱ -
- ۸ - مستحق، ۱۰ -

ایک سوانح نگار کے لئے یہ کس قدر شرم کا مقام ہے کہ ایک اُستادِ زمانہ کے حالاتِ زندگی میں سطوروں میں ختم کر دے، اور واقعاتِ غیر متعلقہ کی بھرمار ۱۱۵ سطور تک جاری رکھے، آپ نے بڑے فخر اور دعویٰ لکھتے القاب و خطاب "خواجہ" ہندوؤں کے لئے باعثِ اعزاز بنانے میں زور لگایا ہے، اور نہایت سجاوٹ پر رائے رابان کو بھی "خواجہ" کے خطاب سے شہور کیا ہے، حالانکہ آپ ان ۱۱۵ سطور میں یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ پنڈت صاحب کبھی جو آپ کے لقب سے متوجہ کئے گئے، دراصل کبھی ایک دینی شرارت ہے، جس وقت آپ نے اسے صاحب کی یہ نائف لکھی، اُس وقت آپ کے دعویٰ کی لطالت کے لئے ہر سہ مندرجہ اظہارات ملکی رسالوں میں شہر ہو چکے تھے..... آپ نے اپنی جھٹ باطنی سے شاہی خطاب "رائے رابان" چھپایا، اور اپنی سرکار سے خود "خواجہ" کا خطاب بھندیا

کسی مسلمان کو ہندی لقب "پنڈت" "لالہ" وغیرہ سے مُلقب کیا جانا، ایسی ہی قومی توہین ہے، جیسی کہ کسی ہندی کو مسلمانی لقب "مرزا" "خواجہ" خطاب سے مُلقب کیا جانا، اسے مرزا صاحب و اچھی طرح سمجھتے ہیں، اور اس شخص کو خوب پہچانتے ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:-

پنجاب میں ایک مشہور ڈاکٹر چھپت شاہ صاحب ہندو تھے، چونکہ اُن کے نام کا لٹھ شاہ لگا

ہوا تھا اس واسطے حکومت انگریزی نے انہیں خان بہادر کا خطاب دیدیا۔
 دراصل مرزا صاحب کی سہولت سے پندت چند بھائیوں کو "خواجہ" کا خطاب دیا جانا محترمانہ
 کے غلط خیالات کی تکمیل تھے کہ جہاں وہ عقائد پر عمل کر کے انہیں مسلمان بنانا چاہتا ہے، لیکن ایسے
 حضرات کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح سے

اڈم مذاں بودم باز گرم شیخ جی غلام ارزاں سے سودا سال سید سے شوم

یہ برکات ہندی مذہب میں نہیں کیونکہ کوئی شخص ہندی مذہب میں نہ تو لاکر سے پندت بن سکتا
 ہے نہ شر سے ورنہ خواجہ اور مرزا تو خیال میں ہی نہیں آسکتا یہ دیگر بات ہے کہ زائد حکومت میں کوئی آفس
 معترض نہ ہوا، جہاں زائد اسلام میں ہندی "خواجہ" اور مرزا سے ملقب کئے جاتے تھے اور شرفائے
 اسلام "میرزا" اور "مولوی" کہلاتے تھے، اب سب "سُر" کی ٹوپی پہن بیٹھے، خواہ چٹ اور رزون
 ہونہ ہو، مگر سب خوش ہیں، اور خوشی سے استعمال کرتے ہیں، ان مفسدوں پر افسوس ہے

آپ نے بہن کی مغزلیات نقل کی ہیں، اور ان میں بھی ناقص انتخاب کیا ہے، حالانکہ ان کا کلام
 دیوان قابل انتخاب نہیں، جو اشعار غزل کی جان تھے، وہ چھوڑ دیئے یا تو بالارزہ و جہنم کے لئے یا پڑے نہیں
 لکچر پڑا غلط پڑا اور جو لکھا غلط لکھا، اور یہ اغلب ہے کہ حسب عادت یہ اشعار مسخ کئے گئے اور نہ ایسی غلطی
 انتخاب میں نہ ہو سکتی ہے، نہ میرزا صاحب زبان فارسی سے ایسے نابلد ہیں، مثلاً آپ نے یہ شعر
 لکھا ہے

دار و گنجش اہل سخن را بہر بہن "نقلم" سخن کہ عقبہ دُریا گرفتہ است

وہ حال علم کہ جو معمولی فارسی جانتا ہے سمجھ سکتا ہے کہ "نقلم" کیا بلا ہے، ایک فاضل جب اس میں
 لفظ "نقلم" دیکھے گا، تو چونکہ نہ بہن کے کلام کا لگا سکتا ہے، وہ ظاہر ہے، میرزا صاحب دراصل
 ایسے انہم نہیں، کہ جنہیں "نقلم" نہ لکھتا، پس یہ کہنا صحیح ہے کہ انہوں نے شعر مسخ کیا، ہمارے
 دیوان میں صاف "نقلم" لکھا ہے، یہی قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے "نقلم" کے بجائے "نقلم"
 پڑھ لیا ہو، یا کاتب زمانہ نے ایسا لکھ دیا، اسے "سری رازم" دہوی کے دیوان میں "نقد" لکھا
 ہے، اور "نقلم" کے بہتر ہے، دوسرا شعر لکھا ہے۔

دل اس پر غم نہ سائے کرود بہدعا طلبی رشتہاں نے کرود
اس شعر کا مطلب شاذ میرزا صاحب نے کچھ سمجھا ہوا اور اسی وجہ سے اسے مسخ کیا ہوا "رشتہاں" سے
آپ کی طبیعت نے خوب رشتہ باندھا اصل شعر حسبِ ذیل تھا

دل اس پر غم نہ سائے کرود بہدعا طلبی آستانے کرود
سخن فہم سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اس تبدیل لفظ نے شعر کی خوبی خاک میں ملا دی تھی
تیسری اصلاح ملاحظہ فرمائیے

دل مجھ سے محبتِ جریدہ سے آید ز شیر بند تعلقِ رسسیدہ سے آید
اصل شعر اس طرح تھا

دل مجھ سے محبتِ جریدہ سے آید ز شیر بند تعلقِ رسسیدہ سے آید
"شیر بند" شاید میرزا کی لغت میں کوئی معنی رکھتا ہو مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا میرزا صاحب
کے ایک چھپا ہوا امی فاضل نے فرمایا کہ "شیر بند" کی ترکیب غلط ہے "شیر بند" صحیح ترکیب ہے ورنہ
کسی فاضل کے کلام کی سند چاہئے یہ ایسا پوچھو از نادانی کا فرمان تھا کہ سند کی ضرورت نہ تھی
مگر ملاحظہ ہو، نظامی گنجوی نظم میں یاد دلا رہے ہیں

نظامی بہ باغِ آباد "شیر بند" بسیار سے بستاں بہ چینی پرند
شخص کا کلام استادِ آواز اور دہوی و کار اللہ شیلی 'حالی' شہر و غنیمت تاریخ نگاروں
اسکی تاریخ ہے نے جو تاریخیں لکھی ہیں انہوں نے ان کا ماخذ اپنے مددین کا کلام قرار دیا ہے
اور لکھا ہے کہ "ممدوح کے کلام کا نتیجہ نکالنا" صحیح واقعاتِ زندگی کا دریافت کرنا ہے" یہ طریقہ نہایت
مستند و مستند ہے، حقیقت یہ شخص کا کلام اُس کے حالات کا آئینہ ہو تا ہے اور یہ طریقہ مستند لال
عاقلاً ہے

اسی رسول کی پیروی کرتے ہوئے جب اتفاقاً طبعِ اصحاب نے محمد حیات کی بیہ باعی پڑھی
اے رفتہ و باز آئندہ بلیم گشتہ نامتِ زمیانِ ناہم گم گشتہ
ناخنِ ہر جمع آئندہ و گم گشتہ رشتِ زعقبِ در آمدہ و گم گشتہ

تو ذرا یہ فتویٰ دیدیا گیا، کہ عرصہ خیرام تنازع کے قابل تھے، یہ جو جائز اور صحیح ہے، یہ خیال محض عرصہ خیرام ہی کی نسبت نہیں، بلکہ اور بہت سے معزز علمائے اسلام کی نسبت ظاہر و ثابت کیا گیا ہے چنانچہ حکیم ہاشم خسرو کے متعلق اُن کی تصانیف سے استفادہ اٹھا تا ہوا فاضل اہل دوست شاہ لکھتا ہے:-

”از ان کلام معلوم ہے خود کہ طبعی و دہری بود مذہب تنازع داشته“، ”ایک مصنف سر و آزاد ایسا ہی نتیجہ نکالتا ہوا لکھتا ہے کہ:- طائر زبانی پروچی بھی جس نے خواجہ حافظ کے دیوان کا جواب لکھا ہے، تنازع کا قابل تھا اور فیہ خیر اُس کے کلام سے نکالیا ہے، بالعموم مولانا روم کے اس مضمون کے شعروں سے:-

بچوں سبزہ بار بار دیکھ ام ہفت صد ہفتاد قالسب زیدہ ام

نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ بھی تنازع کو مانتے تھے، واقعی تاریخی حالات کا یہ طریقہ اخذ ایسا ہی قابل اعتبار ہے، جیسا کہ شخص ملحق کا اصلی لباس، اُس سے انسان کا قد و ذیل و ذوق اور مذاق سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے، واقعات کی صحت و پڑناں سنیکڑوں برس کے بعد ہم اپنے زبانی جمع خرچ سے نہیں کر سکتے، اور ایسی تحریرات کے مقابل میں زبانی دعویٰ محض دعویٰ باطل ہے۔

رائے رایان کی تصانیف تاریخی واقعات کا مواد فراہم کیے جانے کے لئے جب یہ عام اصول عام طور پر مروج ہے، تو ہم بھی اُن کے کلام سے یہ استفادہ اٹھائے بغیر نہ سکے، اور ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا

کہ ہم بھی ایسے بے غلط اصول کی پیروی کرتے ہوئے ”رائے رایان“ کی تصانیف سے اُن کی زندگی کے واقعات کی نہ فقط اُن سے صحت کریں، بلکہ اُن سے مزید حالات بھی اخذ کریں، چنانچہ ان حالات کا بہت سادہ آپ کی تصانیف سے صحت کیا گیا، ”اس طرح جو واقعات جدید معلوم ہوئے، اُن کے لئے ہمیں ان کی تصانیف کا ممنون ہونا چاہیے“

خاندان کی اصالت جو اصحاب شریف، صحیح النسب ہوتے ہیں، وہ اپنے شجرے دیوتاؤں اور پیغمبروں سے نہیں ملاتے، بلکہ اپنے اعمال و افعال سے اپنے شجروں کا پتہ بتلاتے ہیں، ”رائے رایان“

اسی اصول پر کاربند ہیں، وہ اگر چاہتے تو سلسلہ نسب برہنہ بھی سے یا اسی طرح مستحکام یاں، بطوریکہ سانس
مار گند سے، یہ کیشن، ہنومان، اور پریرام سے ملا دیتے، نتیجہ اس کا کوہ کندن، دکاہ بر آؤن کو
وہ مرد مسلح اپنی قومیت پر ناز کرتا ہوا، اپنے اشغال کا پتہ بتلاتا ہے کہ ہمارے بزرگ برہنہ تھے اور
برہنہ بھی وہ کہ جو شاستروں کی روش سے برہنہ ہیں، جن کا کام ظاہر و باطن کا آدھنگی تھا، اور مراتب صورت
مضنی کے پاس داس تھے، یہ قومی افتخار ان سے سُن لیجئے، وہ اپنی زبان میں اس طرح ادا فرماتے ہیں۔
دور دور اہل زمانہ برہنہاں اعتبار سے واقفانے داشت اگرچہ عہد و عادت بہت کبھی عیش اہل
مختلفہ دور کا رہے پرواز لیکن بہترین شہرہ اہل طائفہ آنت کر پاس مراتب صورت مضنی و شاعرانہ
کہ درگتہ بہتر و قہم دربارہ این گروہ ثبت کنند عمل منہایہ و آراستگی ظاہر و باطن را عنان حریکہ اعمال
خود سازند

خاندانی مصروفیات کسی اور رخ فارسی وار دوسنے یہ دریافت کرنے کی زحمت نہیں فرمائی، کہ
آپ کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا، اور وہ کیا مشغلہ رکھتے تھے، کس طرح گذری اور کس طرح گذاری،
سخت انوس ہے، مطلقہ سلطنت کے اسلامی مورخان پر گتہ جنہوں نے رکن کپرن دولت وزیر مالیات،
منشی بے بدل، سفیر کامیاب، ایسے فاضل اہل کے حالات سے اس قدر چم پوشی فرمائی، اگر وہ اپنے
حالات خود تحریر نہ کرتے تو آج ہم نہ تو ان کے حالات خاندان معلوم کر سکتے نہ ان کے والد بزرگوار کا
نام پاتے اور نہ ان کے مشاغل زندگی کا پتہ ملتا، ان کی تحریرات سے یہ امر یارہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آپ کے
بزرگ آپ کے دادا ایک سری مشوہ راج کی لقب ہم زندگی کے حامل تھے، یعنی برہم چرم یا شرم اہل
آشرم، پانی آشرم، سنیاس آشرم، نیلہ یکن دیہ مقدس کے احکام کے اعلیٰ رافع موافق زندگی بسر
کرتے تھے، آپ کا یہ بیان اس وجہ سے قابل قبول ہے کہ اسلامی عہد میں بھی آپ کی ذات پر طرح کی
ہندی خوبیوں کا جلوہ دکھائی دیتی، اور جو بدیاں اس مذہب میں پیدا ہو گئی تھیں، ان سے آپ کا
خاندان بالکل متبر تھا، اسی دل اور دماغ کی بدولت اسلامی سلطنت میں قابل رنگ و رواج پایا،
نیک خاندان کے نیک بنیاد جو ان ہر ملک و ملت میں عزت پاتے ہیں، غلامی اپنے ہی گھروں میں
جو تیاں کھاتے ہیں،

دوسرے واس **منصب دار** **الکبر اعظم** کا زمانہ تھا کہ آپ کے والد بزرگوار سیدت دوسرے واس نے سلطنت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فارسی پر دستگاہ کامل حاصل کی، الکبر کی مہربان بیخ بالیسی نے ہندیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا اور ہر ہندی بھی چاہتا تھا کہ اس کے انتظام سلطنت میں شریک ہو، چنانچہ آپ نے منگلیہ سلطنت کی ملازمت میں داخل ہو کر ایرانی فاضلوں کے پہلو پہلو دایہ کامرانی دی، اور پھر ترقی پا کر منصب دار سلطنت ہو گئے، مدتوں عہدہ کے فرائض انجام دیتے رہے، چونکہ خاندان کے جدید دستور العمل زندگی کی ایسی ہی منزل تھی، اس لئے قدیم دستور العمل کی طرف طبیعت مائل ہوئی، شمار عمر کے تقاضے پر ملازمت سے مستعفی ہوئے، اور سنیاں آئرش میں داخل ہو گئے، رائے رایان یہ طوائف داستان کن مختصر الفاظ میں قلمبند فرماتے ہیں :-

”آبا و اجداد میں درست اعتقاد بطریق قدیم خود عمل سے نمودن تاکہ نوبت پر دوسرے واس پر رہاں فقیر پر آں مخدوم نویسنده کا روانی ہوئے دئے در سلک مہند داران خواصہ شریفہ انتظام داشت، بعد ازان بربنائی روزگار مدار داشتہ استعفا سے خدمت و منصب خودہ اور گوشہ عافیت نشست“

ایک جگہ لکھتے ہیں :- ”از آنجا کہ فقیر اساک و آئین قدیم بہاں است، پیر فقیر بود“
پھر ایک جگہ مطلع فرماتے ہیں :- ”پیر فقیر کہ حدیثا بود اگر پیر در لباس ظاہر مشابہت باطل تعلق و اشتداد اور عالم باطن خود را بچاندان روزگار میداشت ہمیشہ اس صریح بر زبان داشت“
”صاف بودن بہتر از آلودگی“

تاریخ و سائل ولادت متوجہوں اور تذکرہ نگاروں نے آپ کا تذکرہ محض علمی خدمات تک محدود رکھا اور وہ بھی ناقص و نامکمل، ایسے استاد زماں اور بہ نازی کے واقعات زندگی، سکندری قصے کہانیاں، بیاں اور آج یہ جلوہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کب اور کہاں کس خاندان میں پیدا ہوئے، خدا بھلا کر جسے یہ سائل حید کا کہتے ہیں، نہ ان کے حالات لکھے اور ضرب لکھے، مگر فرسوس کہ یہ کتاب ہمیں دستیاب نہ ہوئی،

مارہروی اسی سب پر لکھتے ہیں کہ چند بھان ^{۱۱۲۰} ۱۱۲۰ھ میں بھام اگر پیدا ہوئے اس حساب سے

حضرت آزاد احمدیہ ہیں :- کہ مغل اوجھیا جن اور دیگر کتب تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ پر تمام ”لاہور“ پیدا ہوئے

بلکہ اکبر آباد تھا، کتب ہیں ان کی دماغی فعالیت اور ذکاوت کے اعتبار سے یہ دیکھنا تھا کہ کیا خاک اکبر آباد
ایسا فرزند پیدا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے، جب ان کی زبان اور کلام پر غور کیا جاتا تھا، تو ہمیں شبہ
پیدا ہوتا تھا، کہ حقیقتہً ایسا صاحب دماغ اکبر آباد کی سرزمین پیدا کرنے کے ناقابل ہے یہ ضرور کٹہری
ہوئے، اور ترک وطن کے بعد اگر وہیں سکونت اختیار کی ہوگی، آپ کے والد نے عقبہ جو نثری مضافات
اکبر آباد میں جو فلاح پائی، اس سے بھی خیال کیا جاتا ہے، کہ کشمیر کے بعد آپ کا وطن مضافات اکبر آباد
میں تھا۔

ان ہی باتوں میں جو خاک مٹی اور زیر یک غزنیڈٹ سوچ پر کاشت صاحب ایم اے نے اپنے
مقام گوالمیار جانے کا اتفاق ہوا، چونکہ دیوان کی ترتیب زیر نظر تھی، شاہی کتب خانہ دیکھتے دیکھتے
ایک مطبوعہ کتاب موسومہ جہانگیر کشمیر کی سیر کا موقع ملا، یہ کتاب پنڈت نرنجن ناتھ صاحب عرف
صاحب متخلص مشتاق خلف آئین پنڈت شمشیر ناتھ وکیل ہائی کورٹ و ممبر نسل حضور وائسرائے
نے ناسری پریس مظفر آباد میں ایک سو سے زیادہ صفحات پر ۱۸۹۹ء میں چھپوائی ہے،

جہاں اس میں کشاور علم فارسی و اردو کے نام و کلام درج کئے گئے ہیں، وہاں پنڈت رائے
چندر بھان برہنہ کشمیری "درج کئے گئے ہیں اور غزل و غزلہ کلام میں دیکھی ہے
مشتاق صاحب کی تحقیقات ہم سے مشتاق تحقیقات کی بڑی رہبری کا باعث ہوئی، آپ کے
برنگ عام اہل کشاور کی طرح کشمیری سے آئے اور جہاں پناہ دیکھی، وہیں قیام کیا، اور پھر ہندوستان
میں ہر جگہ پھیل گئے، پروفیسر کے ایم ستر ایم اے، "فہرست کتب دیارست پور قلعہ کے صفحہ ۷۰ پر لکھتے
ہیں، کہ "رائے چندر بھان پتالہ کے تھے، لیکن ہے کہ پروفیسر صاحب نے بتا دیا کہ ہوا اور ٹائپ میں
کیوزیٹوں نے پتالہ بنادیا ہو، مگر بار بھی بلا تحقیق دہرایا لکھا، اس سے ہم اُسے صحیح نہیں سمجھتے
اس تحقیق حال کے بعد ہم نے تصانیف برہنہ پر کامل عبور کیا، وہاں سب کچھ مل گیا، سمجھنے والے

سمجھ لیں۔

"اس شکستہ دل دُست افتاد چندر بھان برہنہ شکستہ کی طبع دل راباعث ورتی حال خود

میداندا برہنہ زلوعہ ملک پنجاب است"

اسی سلسلہ میں پھر لکھتے ہیں: ”مولد و منشا اس نیاز مند شہدار السلطنت الامور است“

برآہن از لب ہندی نثر اداں کتہ ہے سچہ زبان فارسی و ترکی و تازی نے داند

تعلیم و تربیت آپ کی خاندانی علمی و ادبی فیصلہ نشینی تھی کہ آپ کو آپ کا بہنما والہ بزرگوار اپنے

خاندان کی روایات کے موافق تعلیم دے، اس لئے حسب رواج خاندانِ اول اول آپ کو سنسکرت و بھاشا کی تعلیم شروع کر لی گئی، پھر آپ نے ویدان، آچاریوں اور گوان پندتوں سے سنسکرت کے ہر شعبہ علم کی مکمل تعلیم پائی، اور جدید ہی حالتِ جذبِ طاری ہو گئی، خاندانی علم سے فراغت پا کر اور بدیتی کتب مقدسہ سے اپنی مست کے آئنے کو جلوے کر آپ کو آپ کی ہمدانِ طبعیت نے فارسی و عربی کی طرف مائل کیا اسلامی

اخلاق و ادبیات سے فارسی و عربی کی تعلیم نے کما فیضی واقفیت کرائی، عیبِ مد و صبح کی کل کتب اخلاق و ادب با و تواریخ و زبانی کا بخورِ مطالعہ کیا، نظم و نثرِ فدا سے از منہ قدیم و جدید کی ہر طرح کی تصانیف

نقادہ کی نگاہ سے کھیں، مطالعہ کی کثرت ہر طرح کی تعلیمی و تربیتی تجربہ کا باعث ہوئی، بہت جلد فاضل

میں شمار ہونے لگے اسباب و کتاب، معاملہ فہمی، تحریر و تقریر میں کارگزارانہ کار ثابت ہوئے، نظم و نثر، انشا

پر داری، واقعہ نگاری اور جذبات کے ادا کرنے میں بے نظیر تھے، نظم و نثر کے منظم تھے، اور جدتِ طرازی

کے بادشاہ ہندی خیالات و جذبات جس انداز سے فارسی میں ادا فرماتے تھے، اس بنا پر کہنا پڑتا ہے کہ

آپ کے دل غلے نے زبانِ فارسی میں ایک نئی روح چھوڑی، طبعیت ایسی موزوں واقعہ ہوتی تھی کہ اس انداز

زبانِ ان کا کلام سن کر دنگ رہ جاتے تھے، ورنہ لے مالیشان، اور لے اکرطو دوران، عزیز جانتے تھے،

ان کے استعاروں کے قلوب پر خاص اثر ڈالتے تھے، وہ دن رات و ربا پر تعلیم کے علامتہ العصرِ فدا سے

صحبت رکھتے ہوئے اپنی تعلیم و تربیت مکمل فرما رہے تھے، وار کی محبت میں دردِ زبانِ کامل جمع رہتے

تھے، آپ کی مذہبی تعلیم نے زیادہ میں تربیت پائی، وہاں اپنا کلام حقانیت و معارف کے پر جوش خیالات

سے بیدار ہو کر آیا، اور سچ تو یہ ہے کہ ہند کا سچا ہندو جو کہ زبانِ فارسی میں ایرانی فاضلوں کا ناٹھ بند

کر دیا، بوقتِ تحریر کسی بڑے سے بڑے مقرر کی مجال نہ تھی کہ زبانِ ہلا کے، آپ کا قلم شاہِ اقلیم سخن تھا،

صفحہ ۱۸۴

صفحہ ۱۸۴۔ اردوئے معلیٰ اسررتِ مہمانی دیکھ اگست ۱۹۰۳ء ص ۱۸۴

اور زبانِ خسروِ عظیم بیان، فصاحت و بلاغت ان کی جہانِ صحت و صفائی اُس پر تو بیان جس سخن دان کی ذات میں ایسی خوبیاں ہوں وہ ہمہ جہت سے نظیر دیا جائے اور ایسا کون انسان ہے کہ جس کا ایسے دل و دماغ کے ساتھ انس نہ ہو، عربی اور فارسی پر کامل عبور ہو، حقیقت یہ ہے کہ بہت کم بہت کم تھا، اُس کا کوئی جواب نہیں، نہ آئینہ ایسی تعلیم و تربیت کوئی پاسے نہ بہت کم پیدا ہو، کیونکہ انگریزی نے سنسکرت، عربی اور فارسی کی فضیلت بے ضرورت کر دی،

رائے رایان کی تعلیم و تربیت کی نسبت جلد مورخین کا ہمارے بیان سے اتفاق ہے رائے رایان یہ واقعات و حقائق اپنے ایک رفوع میں خود تحریر فرماتے ہیں، اور جیسے وہ لکھتی، انہیں اُس پر خود نازل ہے۔

”جوں از عنفوانِ شباب ایں برہنہ عقیدت کبیش راسل و رغبت بدریافتِ وقائعِ شعرواشار
بہر سید و بعد فراغِ مطالعہ کتب و تواریخ و فہمائے نظم و نثر متقدمین و متاخرین، بقضائے سعادت
از فی نقشِ خدمتِ عبودیت در گاہِ سلاطینِ پناہ، سلیمان جاہ و صحبتِ دوزائے عظیم الشان حضرت
آصف خاں سپہ سالار و علامۃ العصر و والدِ دراصلِ مفصل خاں در گنِ اسطفتِ املاک
و علامۃ اسطر نظریاتِ سعد اللہ خاں درست نشست“

بچپن ہی میں حالتِ صحیح تعلیم و تربیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ پر بچپن ہی میں حالتِ جذبِ طاری ہو گئی اور انجمنِ کار انہیں قبل از وقت سنیاں کا شرم و ہارن کرنا پڑا۔
اسی حالتِ ابتدائی کا بیان اس طرح فرماتے ہیں:-

”ذرایا کے کہ ایں رہ نورد وادی تسلیم و رضا را ہوس آزادی و سرافند سوزش عجب در دل و دل غرق تھا
و چون در عینِ گرمی ہنگامِ شباب جوش و خروش دیا، طلبِ افتاد و محبتِ بعضے از فہمائے جمعیتِ دست
دل راتینے و آوازے پدید آمد و جمعیتِ طاہر باطن نصیب گردید“

رائے رایان نے اپنے فرزندِ نڈت تیج بھان کو ایک فصلِ خط لکھا ہے جس میں انہوں نے اپنی ابتدائی درمیانی و آخری زندگی کی سب کیفیات درج کی ہیں، اس خط سے آپ کے ذاتی حالات پر بڑی مدنی پڑتی ہے، ان حالات کے ساتھ اس خط کا مطالعہ از بس مفرد درسی ہے، ایک جگہ پر لکھتے ہیں:- ”و یکو صفحہ“

نفیر پوزاران در ترانه های بسنه اند این بیت ادشهرت دارد، سر در کج خود
 همه دفع روی کاک کفر نه همه حاصل جهان نشاء صرف نیکو کنش و
 همه را آتش از این بر عمر فاسی دان بوسیده شمر و شکر نه که عله سر حاله خا^ن
 مقرب حضرت السلطان قمر خان از مندرستان بولایت ایران بر صوبه^ن خان
 ایلچی فرستاده بعضی بمیان آمد و این دو بیت فقیر دران دیار مشهور است ایام^ی
 شکست بستان بود که تم اش پد و موریتن، چشم تار غم در کج^ی ام^ی ش^ی
 حلی شد این رده آسمان کاو از پای برخواست، فتنی برادر هفت طبع^ی
 همیشه ز زخم زخا^ن و بود حکم کرم از عهد حضرت جنب مکنا^ن ادا^ی ع^ی
 اکبر قرین سعادت آیتن در عرصه^ی نیشین مندرستان بومس تمام کفر^ی و^ی
 بولایت ایران رفته اتیار دیگر فیت طبع غمور و فقرت بلند و ش^ی آ^ی
 هکفلک یک مسجد بمین کران بر شش، شام بیرون بیرون حمد اف^ی اک^ی
 خط تلخ تعلین از غروب منوشت و اگر غدا^ی را کسب نم^ی بود جو^ی و^ی ح^ی
 همه دستان لکن در محفل خلده^ی آ^ی شرف اع^ی را با فم^ی و^ی و^ی ح^ی و^ی بل^ی
 با مرای غلام نسبت او بر وجه صاحب رسید بود مرد خوش کوی خوش صحبت و

اُنیں نیاز مند اگرچہ گرفتارِ شغلِ محنت است، آکارا نہ نشہ طاقتِ غافلِ غیبت و باوجود انواعِ فقر و دوا
روزگارِ جمعیتِ خاطر را از دست نئے دہا در ہر گونہ و ہم چکار نشان از گوش نشیناں و کج گزیناں سے بابر
خود را بے اختیار رسانیدہ و بخلہ وقت را خوش میدارد

رائے ایان کی خوشحالی

سب سے نوشتہ برہن شکرہ تعلیق

خطاطانِ ایران و توران اور کاتبانِ کشمیر سے بڑھ کر اور کون خوشخط ہو سکتا ہے، چچو کو آپ نے اوائلِ عمر میں
کشمیری پندتوں سے خط کی اصلاح پائی تھی، اسلئے آپ کے خط میں ایک خاصہ نراکت اور کشش تھی
خط نستعلیق، شکستہ، غبار، نگار، مغز، قوام، کوئی دغیر و غیرہ کے کامل خطا تھے، مصوری اور گلکاری
کے گلزار کہلاتے، جن پر طائرانِ خوش الحان چھپاتے تھے، آپ کے خطوں کے نمونے ایران، ہندوستان
سُورن منگو اتے تھے، مقووں میں رکھتے تھے، اور ایوانوں کو سجاتے تھے، کہاں خواہ کسی چیز کا ہو،
زوال وادبار سے بچانے، بچانے پر جب علما، افضلِ خاں کی موت سے اُس کے تلمیذین پر تباہی
آئی تو آپ کے خط شکستہ ہی نے افواجِ مہم کا مقابلہ کیا، اور انہیں شکست دی، برہن کو اپنے قلم کے بیابان
اور لباس پر جو نماز تھا، آپ کے خط شکستہ کی کمک نے شاہجہان کے غوغائی ارادوں کے ذل بادل کو
جو شکست دی اُسے آپ اپنی آنکھوں سے اگلی سطوں میں دیکھیں گے

۱۔ دقام و نوشتہ جاتِ ابن نیاز مند و رابران و توران شہرت یافتہ اند و باطران و کثاف ہندوستان در

ہر ملک و ہر نامہ رسد الخ "سہارن"

ایامِ مکتب
کے مکتب میں
کے مکتب میں
جب آپ حاجت طلب علمی میں تھے، آپ کو ایک روز فتح چند فاضل نواب ملحق خان
کے مکتب میں لے گئے کہ جہاں نواب صاحب کسب کمال میں مشغول تھے، مشرور و جوانی
کے عالم میں ہنگامہ خدائی گرم رکھتے تھے، اور طرح دیتے تھے، وہ برہن کے کلام سے
ایسے مانوس ہوئے کہ آپ کو اپنا رگن بنایا، یہ ہفتہ میں ایک دفعہ جاتے تھے، اور اپنا کلام سن کر کسبِ فکرو
گرماتے تھے، نواب دل سے مہربانی فرماتے تھے، آج کو اپنا ہم مکتب بنایا، نواب جوان ہو کر بادشاہ کے

۲۔ منشیات برہن خط امی نواب ملحق خان

معتزہ خاص ہوئے مگر برہنہ کے دل سے قدر دان رہے ایسے اور پہلے سے اصحابِ ثروت آپ کے ہم نگر تھے اور اپنے عروج میں سب سے محبت فرماتے تھے

دیوان خانہ رائے ایمان زمانہ قدیم میں بادشاہوں اور وزیروں کے دیوانخانے میں فنِ تصاویر اور نالائق نگاروں سے مزین نہ کئے جاتے تھے بلکہ مذہبی تصاویر اور پرنسپل نگاروں سے سجائے جاتے تھے برہنہ نے عقنواز شہاب ہی سے اپنا دیوان خانہ کلامِ ادب و اخلاق سے آراستہ کیا تھا اگر ایک طرف مذہب برہنہ کے مقدس گرنے اُن کے دل و دماغ کو لورہ پہنچانے کے لئے دیوانخانہ کا درجہ بڑا رہے تھے تو دوسری طرف فارسی زبان کی اخلاق و ادب کی کتابیں اس آفتابِ علم کے ایک گوشہ کا بال بن رہی تھیں وہ خود لکھتے ہیں :-

”مجھے اپنی جوانی میں... حکیم ثنائی، ملازم، شمس تیر، شیخ فرید الدین عطار شیخ سعدی، خواجہ حافظ، شیخ اوسدی، کرمانی، غفری، ملا جامی، ملا رومی، حکیم قطران، عبدی، مزدوسی، فرخی، ناصر خسرو، جمال الدین، عبدالرزاق، کمال، اسماعیل، خاقانی، الانوری، امیر خسرو، حسن، بلخی، ملا صافی، ظہیر، فیاضی، دہلوی، کاکا، لکھتے پڑھتے اور سمجھنے کا موقع ملا“

ظاہر ہے کہ علما و اسلامی بزرگ ہیں کہ جن پر اسلامی ادبیات و اخلاق کا خزانہ ہو جاتا ہے برہنہ نے اپنی طبیعت میں وہاں پائی کتنی تحقیق کا مادہ تھا دماغ صاحبِ ایجا کی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کے معلوم کرنے کی طرف دوڑتا تھا ابتدائی زمانہ کے بعض اہل اسلام بھی ایسے ہی عالمِ گذر سے ہیں کہ جنہوں نے مذہب برہنہ کی مشہور کتابیں عربی اور فارسی میں ترجمہ کر کے اپنے علمی و ادبی ذخیرے میں بھر دیئے

میر عبد الکریم میر عمارت کوئی قوم غولہ کسی ہی قومی اُجدادی کا تباہ کن خطہ رکھتی ہو لیکن اللہ نے اس کا حکیم عام ہے اور لکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کی مدد و بغیر دنیا میں ایک سائنس تک نہیں سے سکتا جو ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے

وہ اپنی گلوڑا سنی آپ کرتا ہے آپ بھی قرآن ہے اور قوم کو بھی سے قرآن ہے صدیوں تک اس کی قوم کے

۱۔ رقبہ بھڑی میں خواجہ سیال کوئی باوجود ہمہ جہتی قابلِ ملاحظہ

۲۔ آپ نے حفظ اپنے پیشہ کے نام لکھا اس میں اسامی و تفصیل لکھی ہے ملاحظہ فرمائیے ۵۲

سے گناہ اور مظلوم قوموں کا غمہ نشین مہم بنے رہتے ہیں، دنیا میں قومی ریاستداری ایک مہم ہے، اور یہ مہم شتم زیادہ ان پر لڑتا ہے، جو مہم کرتے ہیں، انسانیت ہندوئی دنیا میں امن بھیدلانی ہے، شرمناک و شرمناک ہے، انسانیت ہے، کہ انھوں نے ریاستداری مذہب ہی ملک کی سچی خدمت کہلاتی ہے، اور یہی ہم پر آفات لاتی ہے، یہ چند بند رفت بہ زمین کے پھیلے ہم کو لکھنے کا موقع مل گیا، اور یہی اسی ہندو غفلت کی پاکیزہ تعلیم کا نتیجہ ہے۔

میر عبد الکریم دجن کا ذکر اسے ریاں ہر مقام پر بڑی عزت و احترام سے فرماتے ہیں، لاہور کے صوبہ دار تھے، یہ فاضل اور صاحب تھے، دورانِ تعیناتی لاہور عمارات کی تعمیر شروع کی اور ان کے مومن و قویٰ غنا کے بیل بوئے، کتبہ جات کے انتظام میں مصروف ہوئے، تو دنیا بھر کے ستری، خطاط، مصور، سنگ ساز طلبہ آئے، آپ بھی آئے، صاحب کی خدمت میں کسب سعادت فرماتے تھے، یہ سب ابتداء ہی کام آپ کے سپرد ہوا، اُس وقت آپ کی دیانت نے گلزار کھلائے، اور سب کے مکان ان ہی کے زیرِ نگرانی ہوئے، رہے، محض اس وجہ سے کہ عمارات کے نقش و نگار اور کتبہ جات کی کھدائی سے تمام کتاب و کتاب کی درستی ہوتی رہی۔

لاہور کی تعمیر عمارات شاہ کی خوشنودی کا باعث ہوئی، معقولہ راجہ الزماں، ممتاز محل کے لئے اگر وہ پسند فرمایا گیا، شاہ نے اس حالتِ نشانِ تعمیر کے لئے حکومت خاں میر عبد الکریم نامور فرمائے، راجہ صاحب نے یہ بے نظیر کام ان ہی کے زیرِ انتظام کیا، آپ کی طبعِ خدا داد نے وہ مہم ممتاز محل پر جو گلشنِ فرمائی، اُس کی تفصیل سے ہم بے خبر ہو گئے، مگر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا، کہ اگر ان کی خدمات بے نظیر ہوئیں، تو آپ کی شہرت کا شہرہ دور بارِ شناہی تک نہ پہنچتا۔

عبد نگہ کو میں کا ملان دہر کے کارنامے ہر کس و نا کس کے کانوں تک پہنچانے کے لئے احبابِ ان کے لئے انگریزوں کے زمانے میں ہماری طلبہ بھی ایسی تکمیل نہ ہوئی تھیں،

افضل خان وزیرِ اعظم شاہجہان

وضیعتِ رائے ریاں

جو عجیب ہوتا تھا، بلا خیال کسی ذاتی مفاد و نقصان کے ملک میں اُسے ویسا ہی مشہور کیا جاتا تھا، لیکن

۱۔ اس بنا نہ فیضِ مبدہ، ملا عبد الکریم است، دعا و صبر

علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام دینی، تعلیمی، پرہیزگار کی لاہور اور آٹھری کے علمی خدمات کی شہرت دربار تک پہنچی، علامہ مفتی افضل خان شیرازی وزیر اعظم شاہجہان کی فضیلت علمی اور عام رواداری کے ذمے ملک کے محلوں و عرصوں میں بکج رہے تھے، جس کیلئے ان کے کامل اور غیر کے ہمنور کا ذکر کرنا بلا بیاہوا اپنے فضل و کرم سے شاہجہانی سلطنت کا دعوا کرنا فرض ریاست زندگی سے خارج اہمال کر دیا، حبیب میر صاحب سے رائے صاحب کی علمی شہرتوں کی تصدیق ہوئی تو انہیں ان سے مانگ لیا، بیعت کے ساتھ دینا نڈر کا دانی ہو، خواہی نے اعتبار بٹہ پایا، دلوں ہی میں بیعت کے شہرہ کی آنکھوں نے تصدیق کی، جلد صاحب اعتبار سمجھے جا کر دیوانِ اعظم بنائے گئے۔

آپ نے علامہ موصوف کی خدمتِ بابرکت میں رہ کر جو خدمات انجام دیں وہ احوال پر وہ اضافہ میں بیگزین و کھیاں سمجھا، جو کہ علامہ موصوف انہیں ایک بزرگ سمجھتے تھے، اور باپ سے زیادہ انکی جہان وال کے حافظ تھے، ورنہ ہی میں کہیں سے پہنچا دیا مگر اپنے سے علیحدہ نہ کیا، سچ ہے ع

گنہ گم جنس باہم جنس پر داز

۱۔ میرا تخرین میں لکھا ہے کہ: مٹا اچھا جان نے اپنی عمر کے ۳۳ سال میں اپنی تخت نشینی کا دوسرا جشن درود و شنبہ رجب الاول ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵ء) سنایا، ہندی چکر ورتی دھاراجگان کی تقلید میں اپنا تاج پہنایا، جو ایک دفعہ سونا چاندی اور ہار جنس فلک سے کیا گیا، ۲۴ ماہ و جب کو جشن نوروز منایا گیا، اور اوٹ خان دکن کی صوبہ داری پر تعینات کیا گیا، اس کے بجائے علامہ افضل خان شیرازی کہ جو شاہجہان کی ایام شہزادگی میں دیوان تھا، سلطنت کا دیوانِ اعظم بنایا گیا، گویا کہ ملک کے جلد سیاہ سفید کا مالک بنایا گیا، کسی شاہ پرستے تاریخ کہی ع

شہرہ فلاحیون وزیر اسکندر

حبیب شاہجہان نے اپنے جلوس کے کیا رجون سال میں ۳۳ روزہ جشن منایا، علامہ موصوف

۲۔ تین تیرا نوٹ لاخو ہو۔

۳۔ بیٹ میں "کیمبر بروم" کا خط لکھا جاتا ہے۔

۴۔ آپ اس تحریر کے بعد بمقام لاہور ۱۲۸۲ھ سنہ وادوہم کو انتقال فرمایا، تہا سہ ماہی

اُسی روز محنتِ ہزاروں بنائے گئے، آپ کا اصلی نام ملائکہ شیرازی تھا (تقدیم)

افضل خان کے توسل سے
شروع شروع میں سائے رایان، افضل خان کے محلِ اعتماد بنے، حبیب آپ نے آپ کی علمی ریاضت اور اہلیت کا پورا پورا اندازہ کر لیا، تو آپ کو فرمایا کہ میں حبیب **احمد خان**

خانخان سے ملوں گا، آپ کا تذکرہ اُن سے کروں گا کہ وہ میرے علم و دست ہیں، اگر اتفاقات سے یہ موقعہ نصیب نہ ہوا، اور آپ **افضل خان** ہی کے پاس رہتے، پھر آپ ہی سنے، شاید ہی دربارِ نکس ایچی رسائی کرائی

افضل خان اور چندر کھان کے افتخار اور محبت کی گویا کا سند رقم
سفر کشمیر و سیٹی
بیان، رائے رایان کی انعامیہ میں بتایا گیا ہے کہ خان معزز انہیں غور و **وطن (لاہور)** حضر میں ساقط رکھتے تھے۔ کیونکہ قبالوں کی کجیگی، خدا نہ ہونے دی تھی، آپ

اپنے سفر کشمیر کی واپسی کے حالات کس لطف سے لکھتے ہیں، اور کس شاہین احسانندی کا اظہار فرماتے ہیں، اللہ اللہ اُس زمانے کے کیسے بزرگ تھے، کہ اپنی سو دہ نر آش کا موقعہ پانچ پڑی اظہار نہ فرماتے تھے۔

افضل خان حضرت وطن مہمل مخدہ، ازخندہ
د ازخندہ مست لواب علامہ العسوالہ دوران
دلفین دینیز دوس آفرین جنت انیکر شمشیر غلام شہر بہشت آسائس لاسچو کر گردید البعد از طر محل
صعب و منازل و شواخص کدہ ہائے سفر بیک کشیدہ و جبال گردوں سا کہ بیکے ازل ان مسامات
پچرخ اطلس سے زند بجزو شیب و فراز کریدہ و فناک بقصہ بجزو استار سیدہ.....

سیالکوٹ کے ذکر میں مطلع فرماتے ہیں:-
”ملا گلشنی و جامدومی از شعراے شہر الملک اندازد سے اہلیتہ کہ در نہاد آن جامعہ ممکن

است بدیدن این نیاز مند آدہ صحبت بنگین داشتند“
رائے رایان کی احسانند طبیعت خان معزز الیہ کی زندگی
ہی میں شاعرانہ نہیں رہی بلکہ اُن کی موت کے بعد اپنی
اور رائے رایان

دفعاتِ کلماتِ ذاتے و غیرہا کے صفائے و فنونِ کسبی و زمینی آن علامہ محمد رفیع الدین
است و در لباسِ ظاہرِ شانائے عالمِ مہنی و در عالمِ کثرتِ ثناء و وحدتِ راوریہ نظر داشت و اس را با مہنی
استادِ کثرتِ اوقاتِ بر زبانِ آن خاں شیریں بیانِ ابجد رہا ہے

نادرتِ بختِ ہنرمندِ ہمیشہ محسوم از پاسے طلبِ مہنی نشینم ہر دم
گویند کہ مہنی بختِ ہمیشہ نوزادِ دید آن ایشا نذا من جلیتم ہر دم

در ایامِ رحلتِ از در اوقالی و توجہِ عالمِ جاودانی اکثر اہلِ ثناء نے ثناء کی روزگار سخنِ بر زبانِ دانشمند و تاجِ لیسین
را بخوبی یاد میزدند و اس دہ بیت میخواندند

گر اہلِ دوست گویند من آنی تا در آغوشش گنجِ فزونی نگاہ
من از جانی ستانم بسا و دان از زمین دلتے گنجِ درنگ و رنگ

در ہماں ایامِ بندگانِ علی حضرتِ ثنائیِ فطری سبحانی علیہ السلام با احترامِ برجِ جاہ و جلال و وحدہ دولت
ابدی اللہ تعالیٰ ایستادہ آن دستورِ علمِ اشرفِ شریفِ ازانی فرمودہ کہ از لایزال بندہ پروریتِ بے تعبہ نمود
آوردند و وقتے کہ علی حضرتِ علیہ السلام از غایتِ ہر بانیِ خدادانی داشت مبارک بردستِ آن علامہ روزگار
گذشتہ استفسارِ حالِ میفرمودند آن خاں بکسیرِ زبانِ بے زبانِ یادِ نسبِ قدیمِ واقفِ خدمتِ منورہ انکسار
شکرِ از غایتِ اقدسِ اعلیٰ صمدی و بے اختیارِ رقتِ منورہ آب از چشمِ میرحیت و بادشاہِ ہر بانِ قدرِ دان از
مشاہدہِ اس حالِ شکارِ عطاوتِ آمیزِ بکسبِ تقویتِ حالِ آن خاں والا شان ہمدانِ الہامِ بیانِ ہی آؤد
چوں خاصیتِ و شاد روزگارِ کثرتِ کہ عاقبتِ حریفانِ بکسبِ کثرتِ میخانہ وجودِ را بہ جرحِ عدمِ محمودِ سازد و رنگ
تقریرِ رشیدہ آؤد زہ آن دہائے روزگارِ ہمدانِ ہمیدارِ خشتِ سہمی بہ بستہ رہ و طریقی تقدسِ شند چوں
وجودِ خیرِ آدمش بخشِ بیرونِ بچین بود بادشاہِ عالمِ و عالمیان از حسنِ اخلاقِ و اوضاعِ و اطوارِ آن علامہ
کہ تزیینِ بیک قرنِ دہ صدہ ہندوستانِ علمِ امارتِ و زارتِ ہر افراتشتِ و کثرتِ خلقِ و حق شناسی و رنگِ ثنائی
و شہرِ یافتِ یا و فرمودہ حقیقتِ ثنائیتِ غامضِ خود را کہ در بارہ آن وزیرِ دانشور و دانشمندِ جہانیاں ظاہر
نگرد و میند و از دہم شہرِ رمضان سنہ ۱۰۷۰ ہجری قمری و الا اس قصبہ بانکہ در دار السلطنتِ الامپراطور
شد وزیرِ خاں حکامِ خجاب و مستندِ خاں شیریں بکسبِ کثرتِ خاں ہر سالانہ و گنجِ زرگانِ ہندوستان

آن رہا ہر ایک بقا جو کچھ محبت نظام عالم خانی خود نہ رہی سر اسے باریک نیت آں خان عنوان کمال
یا فائدہ صرل زوئے جو گوئے نیک نامی

بعد از وقوع خان حقیقت داں **امانت خاں** کہ برادر حقیقی علامہ العصر والدہ دران بود استقامت
خدمت و ترک منصب نموده گوشہ عزت گرفت و تارک تعلیق شد و در کتب منزلیہ لاہور سرانے و کتب
ساختہ و موعظہ اعدا شد نمودہ الحال در جہاں مکان آئندہ آسودہ است و **عاقبت خاں** خلف
امانت خاں کہ از آغاز و احوال در صحبت علامہ العصر والدہ دران ترویج یافتہ بود و در مذکر خدمت
بجای خدمتہ شال میر سالیانی و بخشی گری سر ملیدی یافت و آخر الامر در راہ **کابل** از در غر اہل
در حین جو از انہاں کابل را دیکھ اول شکستہ الحال بخیر از نیک نامی و گاہی در مسلسلہ علامی نمائندہ و شکی

برادر عاقبت خاں ابو جود زندگانی میکند انجام عزم شالہ

رائے ایان کے قدردان | رائے صاحب کچھ **الافوار** میں لکھتے ہیں کہ میں نے مشہور مشہور
فاضلوں سے نہیں پایا **آصف خان** نا نمان سپہ سالار سے ملا اور عین شوق سخن کی حالت میں
افضل خان سے محبت نصیب ہوئی پھر اسلام خان دراز سے استفادہ نظم و نثر اٹھا یا جب
سید اللہ خان دراز سے تعلقات قائم ہوئے تو جمیع معلومات و مضبوط حاصل ہوئیں اور **مظفر خان**
نے اپنی خدمت میں مجھے لیا پھر وزیر عظم **جعفر خان** نے تجزیہ کار مجھے اپنا استاد بنایا اور جب سر دفتر
ارباب علم ہندوستان راجہ رکھتا تھا وہ اس وزیر اعظم ہوئے اُن کی خدمت کی ایسا وسیع تجزیہ کس
طرح آپ کی ہر جگہ قدر و منزلت نہ کرتا

حضرت کبیر کراٹومی حالات کی تحقیق فرماتے ہیں کہ :-

”شہنشاہ اورنگ زیب و خبرہ اور وزیر **آصف خان** سپہ سالار اور وزیر **افضل خان**“

۱۔ ان سب کے نام ادب و تعلیم سے لکھ کر فرماتے ہیں: ”چون کہ ترین ہنگام چند رجحان از تفران شباب در خدمت
و صحبت در راستہ نامہ اور وزیر گاہ علی قیاد گذارند و بہت بائے رنگین و مجلس بائے و نشین شاہہ نمودہ“ الخ دوسری جگہ
اس طرح فرماتے ہیں: ”کہترین ہنگام راکہ از عہد وزارت افضل خان بخوار صحبت و زمانے عظیم امن گذارندہ“ ہمیشہ
در خدمت اشرف واعلیٰ در خلا و اما قیام داشتہ“ الخ

وزیرِ سلطنت اسلام خان اور علامہ اسطو فرست سید الشہ خان دراجہ ٹوٹرمل

شاہجہانی آپ کے فاس قدر دانوں میں سے تھے۔

علامی موصوف کی روحِ فاضل کی پرواز اور شاہ سخن کی فضیلتوں کا آغاز

پڑھ رہا تھا، ان کے ذکرِ علمی و فکرِ خیال، محنت و محافل کی رونق ہو رہی تھی۔ ائمہ و وزراءِ مشائخ و مد

یعنے، افضل خان کا علمی و ادبی شہرہ انہیں "علامی" کا خطاب دلو اچکا تھا، ان کے علمی و دربار کے

دربار بہمن ہی تھے، علامی موصوف نے شہسوار میں سرکارِ اہمیت کی خدمت میں زندگیِ مذکور کی

یہ خدمت بہمن کے لئے نہایت سخت تھا، لیکن فضیلت کہتی تھی کہ نگہداشت، تو اس کا قیام مقام ہوگا

شاہجہانی عتابِ مہر اور شاہجہانی عتابِ مہر

اس کی جائدادِ مستقلہ وغیرہ فقہ کی سرکارِ ضبط کر لی جاتی تھی، چنانچہ علامی موصوف کی روحِ فاضل ہوتے ہی رانست

برابرِ حقیقی علامہ موصوف مستوب ہوا، اور نگہداشت کر پناہ پائی، شاہجہان نے ان کی تمام جائداد ضبط فرمائی

اور حکم دیا کہ اس کے تمام متعلقین و ملازمین پیش کش جائیں، ضبط جان و آبرو صلاح دینا تھا، کہ اس سیاہ

بجٹی میں محض توفیقِ تمیل ہی اندازہ لے سکتا ہے، چنانچہ بہمن مناسب توقف کے بعد روزوں موقع پاکر

سب کو نے کراچی سالہ لاہور پہنچے، آپ نے ایک رہائی خط شکستہ میں لکھ کر حبس میں رکھی، دیوانِ عظم

تھے، سب متوجہ بہمن و متوجہ بہمن کو رہے کہ پیش ہوئے بڑی جرح و قدر کے بعد رہائی پیش کی، مضمون

رباعی جائدہ اور خط ایک سحر تھا، شاہ کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا، اور نہایت مظلوم ہو کر وہ رباعی دستِ خاص سے

قبول فرمائی، خط کی بڑی تعریف فرمائی، "تو از شاہ شہانہ سے سرور ہو کر اسی وقت سلطنت کا میرٹھی بنادیا"

شاہد کہ طبع او دو حسالم گردد ہر جا کہ سریت پیش و خم گردد

از لیک بدوش آدمی یافت شرف خواہ کہ شرف نیست آ دم گردد

اگرچہ ہزاروں سید احمد علیہ السلام کو کچھ و فنی کے رہنے کے بعد اکثر اس کا لکھوں دیر کا کتبہ بنادیا، مضمون لکھا

جس کی قابلیت جس ایوان کے زیرِ پائش کے قابل تھی، وہ میں بطور سرخا ہوئی، انکی صحیح و فترت اسی دارالانشاء ان کے زیرِ قلم نظر آیا، اور قلم نوسین حضور کا عہدہ پایا، غیرِ ریخت سپرد ہوئی کہ شاہجہان کے دورہ میں ہر کاب ریس، اور ترک تیار کرتے رہیں، کھسار سلطنت کی لگڑ بڑ درست کی۔

حق بقدر رسد بادشاہ کی عظیم لڑائی آپ کی علمی قابلیتوں کی تہہ بہ تہہ ہونے کی تمام سلطنت میں آپ کی فضیلت کے دھنکے بج گئے، شہزادہ و آرا شکوہ طبعی طور پر علم پرست تھے، دور دور سے اہل علم

۱۰ روز سے ہنگام... بادشاہ... دراکاہور... جلوس فرمودہ ہوئے... اکثر مہمیا سے ورنہ ہائے دولت ایسے ہیں...

رسید اینجاست که تغییر که رخائی از درستی نبود، منظر گمبیا اثر در آمد و پسند افتاد و از استعمار این خاکسار داعی بیسمع مبارک معلی رسید

در چنانچه اینست و بقضائے مناسبت در سلک واقع نویسان حضور پور استیلا نگرفت و خدمت تسلیم ریاض خاصه

بادشاهی بایران را منتهی بفرار گشت، سپاه بچه در راه او کابل و کشمیر گرفتند و او اقله بی مقام را از خدو و بی اختیار آب و هوا

شکسته بر روز گذشته، بعضی از آنرا بطی و بعضی را بر عارض مردم شده است و در آنجا حال این بر من تحقیرت کمیش و از زبان الهام

بیان بند کے وفات ہی وہاں سے فرمودہ و در روز ہا۔ جسے بین ابڑ تبرک بزرگہ اشعار شعرا کے مشہور (انظر علی نیکوشت)

دریاعی این نیازمند بسیار مع جواهر و جلال میسر و باضافه نصیب انعام سرزده می یافت در وقتیکه به بهر توفیق مقدار اسلحه ام خان

حسب المطلب اشرف واعلى ارايكم في بارئ السلطنة لا بد آره بخدمت جنيل القدر ديواني كلك سفر انمي يافت اعلى حضرت

خاقانی ظل سبحانی ایں نیا از مندر استماع کار و این اعلیٰ والہ تعجدہ خواہین لبس مکان مشوب گردانیدند و سوائے

و در آنجا خدمت تقسیم موازنه کلی همانکه محروسه که تعاقب بابلی حساب دارد و نیز باین نیز اندیش متعلق گشت و نقش

صحبت درست نشست، چون بدارالمهاجر می‌فغان، مستأذنیه در مبله و ولایتیه کشمیه بخدمت صاحب سعادت می‌دکتن مطرب می

یافت دستور عظیم وزیر عظیم علامہ العسکری اور ان سے تائید فان رتق وفتق مہمان شدہ علیحدہ زمانہ مندرجہ بالا شاندار ہوا

فردانی مهریانی این مرقع را بدستور قریب باین خال بندید که با درشاهی مقرر فرموده اند و قیاس و صورت آن خارج کار بادشاهی

یعنی از اوقات انتظار صبح و شام و از شام تا صبح بجای ماغ لبس میرفت و در وقت که آن عمده و زانیان الاسترید به بخت انتظام مهم الامان

الاجام بلخ فرستادند کهترین هندکان حسب الحکم اعلیٰ بحیث تبلیغ فی الغرض نگارش سوره از بهر این آن عند الخدیف بود چون

ماہنامہ اشاعتیں ہر گاہ کہ رسید خط سب سے رائے کے سرورازی کھینچو۔ کچھ بہت مسودہ نویسی پر زمین جہاں بظنی اور جہاں اختیار کھینچید۔

صاحب کمال، وحدت وجود کے عالم جمع کئے تھے، اسی زمانہ میں رائے صاحب کی فضیلت شہرت کے آسمان پر سورج بن کر ابل عالم کو فینس پہنچا رہی تھی، شہزادہ عہد دوست آپ کے پیکر پر بے خبر رہ سکتا تھا، کچھ عرصے کے بعد آپ کی حسن لیاقت، تحریر و تقریر، مذہبی مسلک نے شہزادے کو اپنا گردیدہ بنایا، آپ کو بادشاہ سے مانگ لیا، اور اپنے دفتر کا منشی مقرر فرمایا، آپ بہ اسال تک اس اعزاز پر کامیابی کے ساتھ متاثر رہے، جن سن سکتے اور عربی و غیر کتاب کو دارا شکوہ نے فارسی کا لباس پہنایا، وہ سب آپ کی بزرگاری، بعد نظر ثانی تیار ہوئیں، سر اکبر دانشمندی کا ترجمہ بھی ضخیم و صحیح کتاب آپ ہی کی محنت پر پایاں کا نتیجہ ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ شہزادہ دارا شکوہ کی ہرگز نہ کسی علمی و ادبی شہرت نہ ہوتی، اگر وہ آپ کو اپنا منشی نہ نہاتے، چونکہ شہزادہ و صوف شاہ اکبر کے راستہ چلے گئے تھے اس لئے بھی طبعی نام اس خدمت پر مامور نہ کر پڑی، وفاداری اور لیاقت سے خدمت انجام دیتے رہے، طبیبوں کے مہیاں نے ایک کو دوسرے کا دلاؤ نہ دیا، ملاحظہ ہو دیباچہ مجمع البحرین

مفسر سخن رائے رایان کی جو خدمتیں اعلیٰ عالمی فہمی افضل خان ویرانم سے تھیں، وہ اس قدر دانی کا نتیجہ تھا کہ جو عالمی مہم رائے رایان کی فرماتا

معمول السان تھا، رائے رایان کی تصنیفات اعلیٰ مہم کی حیات بلکہ بعد از موت اعلیٰ گرامی کی توصیف و ثناء کے قصیدے پڑھ رہی ہیں، رائے رایان کا دل کس قدر شریف اور نیک، اقدیم تھا، وہ آپ کو قصورین گذشتہ سے معلوم ہو چکا

اُسی قدر دانی کا ثناء تھا کہ رائے رایان ہر روز تازہ غزل لکھ کر عالمی غلامی کو سنایا کرتے تھے، نادان نہیں تھے کہ خدا مہم افضل خان سے ذمہ دار امور سلطنت کو اس قدر کہاں فرماتے تھے، واصل نسبت تو شخص کو ہر وقت ہوتی ہے، اور آئندہ رہے گی، مگر طبعیت کے خلاف امور پیش آمدہ کے لئے نہ کسی کو فرصت ہوتی ہے، نہ ہوگی، چونکہ وزیر عظم خود خندان تھا، اگر وہ رائے رایان کو طلوع آفتاب سے لگا کر دھبی رات تک اپنی بزم کثرتِ خلوت میں جگہ نہ دیتے تو ہم تھا، جو رنجِ دالم اور صدمہ جانکا والیے مرہی سخن کے انتقال سے احسانمند کو ہو سکتا ہے، وہ رائے رایان کو

ہوا رائے رایان انہیں نہ فقط بخشنور سمجھتے تھے بلکہ عالیشان سلطنت مغلیہ کے وزیر دانشور مانتے تھے اس لئے یہ سہ ماہ اور بھی سخت تھا کیونکہ انہیں سلطنتِ مذکور کی احیاء و بقا کا دلی خیال تھا آپ کے انتقال کے بعد زبدۂ مغل مانتے جہاں سعد اللہ خاں کے قلمدانِ وزارت سپرد ہوا آپ نے ان تعلقات کے تقاضے جدید وزیرِ اعظم کو بھی اپنا کلامِ نظم و نثر سنا کر شروع کیا ہمارا قلم ناقص رقم بیرونِ داد اُس وقت تک مکمل نہیں کر سکتا عجب تک کہ ہم رائے رایان کی زبان سے یہ بیان بیان نہ کریں یہ حقیقت کی داستانِ ذرا دھیان سے سنیے :-

”در حلیہ کو کترین بنگان در حدوتِ مہوم مغرور علائکہ روزگار نہاد و الامقدار افضل خان کسب سعادت مینود و ہر روز غرضتے تازہ از نظر کہیمیا اثر آں خانِ حضرت نشان گذارینہ با مصلح میرزا اہمال کہ مقتصدانے سعادتِ اختر و سلک بندہ اسے سرکارِ فیض آثار فارغ گشتہ امور سخن نہی و قدر دانی مختصرت در ذاتِ بگی ملکات لہذا بخود قرار دادہ کہ انچہ بعد ازین از نظم و نثر از طبع ناقص سوز و بغیر ذاب ہر بان در آورده با مصلح برساند“ (خط بنام سعد اللہ خاں)

اس مکتوب کے ہمراہ آپ نے غزل نمبری ۶ ارسال فرمائی:

از رویا و منصب جاہ ۱۰۵۰۵۵ میں علامی سعد اللہ خاں شیرازی شاہجہان کی وزارت پر سرفراز ہوئے آپ نے ۱۰۵۱ھ میں انتقال کیا اُس وقت شاہجہانی سلطنت میں آپ سے چھ برس اس نازک و آہم کام کے قابل کوئی نظر نہ آیا چنانچہ بادشاہ نے شاہزادہ شہید سے آپ کو دایس لے لیا اور خطاب رائے رایان سے فخر کر کے علائقہ و اضافہ منصب دیا گیسر سے توفیر پڑھائی گو آپ کا اُس وقت وہی (میشیشی) کا منصب تھا مگر اس شانِ تقریری سے اعزاز و افتخار بڑھ گیا اب سب امور آپ ہی کی صلاح و مشورہ سے طے ہونے لگے اس سفر لے دول غیر سے خط و کتابت تحریر مسودہ جات و مراسلات اور دیگر تحریر و تقریر کی آہم ذمہ داریوں نے آپ کا کام بہت مشکل بنا دیا تھا اگلے شاہجہانی دفتر بہار و راست آپ کے زیرِ قلم ہو گیا ایران و ہندو نژاد اسلامی علمائے پر انتخاب پسند فرمایا

لکھائے کہ سید حسین محمدی الدین کہ جو شیخ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی

اولاد سے تھے سلطانِ روم نے سفیر بنا کر شاہجہان کے پاس بھیجے، وہ جو نامہ لائے، دربار میں کسی سے نہ پڑا گیا، جواب کو لکھتا سعد اللہ خان مروجہ نے اس میں دیا، آپ نے پڑھا، اور اس کا جواب بھی آپ ہی نے لکھا، سلطانِ روم نے نامہ کی طرزِ تحریر دیکھ کر شاہجہان کو مبارک باد دی، کہ اس کے دربار میں ایسے منشی موجود ہیں۔

لطیفہ تعصبِ ناسف دربارِ اکبری کا ایک رتن راجہ ٹوڈل دیوانِ اعظم تھا، جو خوجاہی اور کاروائی میں غیر ذرہ گھٹا تھا، مگر تعصبِ اس کے بھی خلاف تھا، یہی انکی حالت تھی۔

رائے رایان و زارائے سلطنت مغلیہ سے زکر کئے لطائف بیان فرماتے ہیں، جو دونوں ہی اس عالیشان سلطنت کے طرزِ عمل پر روشنی ڈالتے ہیں۔

”وہ ایک مینا رنگ لبا لکچر آراستہ، عبدالعزیز آصف خان، غیاث الدین خاں، علی آصف خاں، مظفر خان و فتح خان و راجہ ٹوڈل و شاہ منصور و خواجہ شمس الدین و آصف خان و وزیر چنان بنویت خود مہر و وزارتِ شہل فائز و گردیدند، انہاں جملہ فطرت طراز لقا دراجہ ٹوڈل راست آمدانہ“

رائے رایان شاہجہان کی بہتر اور کلامِ روزِ ملکِ یوانی کہ فرشتہ نشین و روضہ صفِ صفائی رائے رایان کی جانِ شادمانی قابلیت اور اعتماد و اعظمتِ بار نے شاہجہان کے دل و دماغ پر یہ اثر پیدا کر لیا تھا، کہ

وہ انہیں ہمیشہ اہم مقامات و معاملات کے تصفیہ کے لئے شامل کرتے تھے۔

جب شاہجہان کے شبیوں جلوس میں نواب سعد اللہ خان وزیرِ اعظم نے وفات پائی، اور بنظیرتِ روانیِ معظم خان کی دکن سے ملنے کے حکام صادر ہوئے، کہ وہ آکر قلمدانِ وزارت سنبھالے تو اس عرصہ میں ان کے دکن سے دہلی پہنچنے تک رائے رایان سے وزیرِ اعظم کی خدمات لی جاتی رہیں، سبھی گنجی ہیں، اور ان ایام میں رائے رایان نے جو ناموری و شہرہ کے کام کئے، وہ شاہجہان کی شانِ شہادت کے بہترین کادماوں میں سے ہیں۔

سفرِ کابل شاہ سیر کے لئے کابل روانہ ہوئے راستہ میں شاہ کی مہربانیاں اور نوازشیں عملی شکل

میں اگرچہ جہن کی لوگ احسانندی ہیں بھوک ہو میں ایک نزل بخشی ملک محمد خان شہر سخن سنخ
کو کھ کر سنا فی اور انہوں نے اپنی سفارش سے پیش کرانی اپنا بچہ آپ افسانہ عشرت پرانی میں
یہ حال مع غزل اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

” در قیام کو رایت فیروز بی شعار فی زندگی دیروزی متوہر بی غلہ و کشتا عشرت شربت کابل گردید
و راشائے راہ و غزلہ از راہ ہائے طبع بوسہ دہشت بخشی ملک محمد خان کراؤ بندہ ہائے سخن آج خوشگوار
در گاہ و لاہور طبع مینا کر کہ ربیبہ در قیام کو رایت

غزل

رویت بر آفتاب و بد آفتاب را	اسمہ از تو صد شرف شرف آفتاب را
در یاد دلی و در صفت تو چوں بویج در غلہ است	در صفت تو دادہ شلورہ بخشش بجا سب را
بوسے بہار گلین تو آفاق را گرفت	ریختہ حبیبہ اہل تبار بود و شکست اب را
از دست تو چو آب شود آتش سستم	خوش گرد و چشم فستہ بدور از خواب را
شبانہاں بجا کب راہ تو سر انگستہ اند	در پیش موہن بہر چہ در دفع جواب را
ہاں تو چہن مدام دعا کن دروستہ صدی	شاد و لب لباب را تو گداز دل بجا سب را

ہر روز از غلہ جو نو روز و سبب یاد را

در دوزخ و در شرف شرف آفتاب را

شاہ کی سیر سرب اور
جہن کی ارباعی و لپسند
شاہ جہان اکبر سے پہلے کہ نزل بنزل سر سبز پنچہ جشن نوروز کی
مخلدیں وہاں یہ گرم ہوئے بہر مہمن حضرت بہر منشی در بار نہ تھے بلکہ شاہ
سنائی بھی تھے اور اب قریب بادشاہی و دنیا پات نامتہا ہی سے دور
مخلدیں کے خانہ را بھی کھلنے لگ گئے تھے کہ آپ نے اس محفل میں ایک رباعی میں کی مشاہدہ سے

۱۔ امرائے مہر و صفیر

۲۔ امرائے مہر و صفیر

مبارک سے قبول فرمائی اور نصرتِ توحید سے قدر پڑھائی
 بزمین کا قبل قلم نورد کسے حشر سے سرور ہو کر اپنے باغِ افسانہ میں تفریق میں اس طرح
 چھپا رہا ہے۔

”سچوں راایت جہاں پہاں خاک، فرسا عالم نورد مستقر اختلاف اکبر آباد بزمِ سہ ملک پنجاب
 بانہاں آند و قبضہ دشمن سہرہ ضرب خیام نظر فرجام گشت نیم عشرتیم بہار باعث طراوت و غنہ
 دلہا و موجب انشراح غنچہ خاطر اگرہ یہ بھلیں نورد زہاں افروز پر آئینے کشا یں اس دولت خدا
 داوازل بنیاد است، در دولت خاندان بادشاہی کہ قبضہ سائے طراوت و طراوت، و سعادت و نجات غنیر
 و عدل ندارد آراش تازہ یافت، و سطح رے زمین بہ افواج نقش و کار رنگ صحیفہ زندگانی
 و دوازل بادشاہ جہاں پناہ چوں آفتاب جہاں تاب برکت دولت جلوس فرمودہ صلائے خود و کم
 و خشن برانجام داد و دامن آرد سے جہانیاں بزرگروانیدہ مکہ پریندگان کراخانہ
 ز اوان اس دور و زمان دولت نشان است، بواسطت عمدۃ السلطنت اسلام خان رباعی از نظر
 انوار اقدس کہ از پریدہ از غایت ذوق پروری و بندہ نوازی کہ سرشت ذات ملکی ملکات مقدس است،
 بدست مبارک گرفتہ بزرگان و مجربان جواند و تہذیب فرمودند، رہا ہے

دور و نوسالِ نوبارک بادا ملک نو دواں نوبارک بادا
 لے آنکھ خیال ملک گیر ہی پیوستہ خیال تو مبارک بادا
 بجمایت الہی و اقبال ملکہ حضرت شاہنشاہی در اندک خزانہ آراک و پرتاد، و فتح ممالک بدیشان
 نصیب اولیا سے و دولت ابد ہوید گشت“

مجلسِ خسروی یعنی شاہجہان کا شاہجہان نے اپنے جلوس کے چودھویں سال
 ویرانہ عام اور شاہِ مسلم کا کلام
 جس میں حصولِ صحت منایا رائے راجا ان ایام میں

۱۔ میرافتخارین جلد اول صفحہ نمبر ۲۰۰ احوالِ جلوسِ مذکور

مستطیل دستہ دام وارڈ

افسانہ نگین | شاہ لاہور سے کشمیر کی سیر کے لئے روانہ ہوئے، موضع طونڈہ مصافات پر گئے۔

ابن آباد ڈیرہ ہوا، اور وہیں مجلسِ کرم ہوئی، رائے رایان نے ایک رباعی پڑھی، اور پھر شاہِ قدروان نے اپنے دستِ مبارک سے لے کر سرور بار مطالعہ فرمائی، رائے رایان اپنے مشرف ہونے کا دافتہ بیان فرماتے ہیں:-

”درہیں مجلس رباعی فیضِ انظر کیسار گذشت و از دوسے دژہ پروردی بہت مبارک گرفتہ“
 بنفسِ نفیس مطالعہ فرمودند“

کربے

لے از تو مشرف یافتہ ایام شرف
 غرضید رخ نورِ بڑا از باہ کھنک
 اے طغیہ بہشت خوش دوست تو
 در ز فلک کشش بہت و چار طوف

افسانہ نگین | واپسی کشمیر شاہ نے لاہور قیام کیا، رائے رایان نے اُس وقت یہ رباعی

رباعی

پیش کی:-

ایام سرور و سیر و پنچ سید
 صد گو نہ طرب عالم پر سید
 از چار طوف نو، شادی بر خاست
 شاہنشاہِ آفاق ز کشمیر رسید

افسانہ راحت بخش | اہن ہی ایام میں جشن ساگرہ وہاں رچا پا گیا، اور تلو دان کی رسم ادا ہوئی، رائے رایان نے حسبِ معمول یہ رباعی پڑھی:-

شہدوزن مبارک شہنشاہِ چہاں
 شہنشاہِ آفاق خدیو گہیاں
 چوں شاہ و جواں بخت ہمیزان رسید
 صد پلہ بلند شد ز گردون چہاں

افسانہ شادیِ آمود | اکبر آباد میں جشن ساگرہ ہوا، اُس تقریبِ حکیم عبدالحمید قوق نے ایک غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا:-

سال بوزِ کہنہ کن ہر سال کہنہ را
 باز فوکن از سرفوتا جہاں را زنگیت

حکیم کی اس نازک خیالی پر دربار بھرک اٹھا، اور شاہ لکھ ہفتہ تک شعر برابر پڑھتے رہے

اسی موقع پر رائے رابان نے مندرجہ ذیل رباعی سنائی:-

لے روئے تو آفتابِ عالم افروز دے بخت تو حکماءِ دو عالم افروز

ہر سال تو فرخندہ ہزار سال کرہ ہر روز تو نوروز تر از ہر نوروز

افسانہ دیگر دولت خانہ شاہجہان آباد کی تعمیر کے اختتام پر بڑا بھاری جشن منایا گیا، رائے

رابان نے ایک رباعی پڑھی جس کا ایک بند یہ ہے:-

شاہِ عالم مطیعِ فرماں تو باد جاناہائے گرمی ہمہ قربان تو باد

عسلِ صحت شاہ سے غسل فرمایا، رائے رابان نے یہ رباعی نذر کی:-

از ہر نوروز شاد و آباد ہوں مقلدِ ازاد گھر چہ خواہد ہوں

جاہِ ازاد پئے شاد اگر پیش آرم امیں ہدیہ خیر چہ خواہد ہوں

جشنِ وزن مقدس قمری مغلیہ سلطنت کے عروج کے زمانہ میں بادشاہوں کے دن

ہر روز عید نوروز کی طرح گذرتے تھے اور مسیوں طرح کے جشن رچائے جاتے تھے، ایرانی رسم و رواج کے موافق نوروز کا جشن بڑا جشن ہوتا تھا، جشن رنگین وزن شمس و قمری بڑے دھوم دھام کے ہوتے تھے،

بادشاہ لاہور سے اکبر آباد تشریف لائے، اور جشنِ وزن شمس رچایا گیا، بقدرِ جشن قمری

برپا ہوا، اس موقع پر رائے رابان اس طرح دعا دیتے ہیں:-

”چوں رباعی کترین بنکان بنظرِ مقدس در آمد یہ پیر پیکتسین وانعام امتیاز یافت“

پوستہ بکام و کارانی باشی ہر نیکو بعیش و شادمانی باشی

ابنِ اولِ قرن دارِ سلطنت است صد قرنِ دیگر بزدگانی باشی

رباعی مخلص مخلص پور مصفا فائدہ دہی میں ایک موضع تھا، بادشاہ بعد میں نو شکار واپس

آئی ہوئے اور مجلسِ وزن شمس و قمری چند روز کا وقفہ دے کر منعقد ہوئیں، رائے رابان نے

اس تقریب پر یہ رباعی گزارچی بھی قبول ہو کر انعام کا باعث ہوئی،

امروز کہ وزین شاہنشاہ است صد گونہ نشاط را بدلا براہ است

از دین شہنشاہ یافت شرف میزان کہ در پلاش زہر وادہ است

شاہ کی سفارش پر رائے رابیان جو اسلامی عہد میں اس درجہ پر فائز ہوئے 'وہ آپ کی ہر طرح کی علمی و عملی قابلیتوں کا نتیجہ تھا' وہ منشی سیاق داس تھے کتابیں لکھتے تھے اور خوشی سے عطا ہو کر کتاب شاہ پسند فرماتے اکثر اوقات اس کی کتاب

بھی آپ فرماتے تھے لکھتے ہیں۔

"اس داعیِ شب از روز و روز از شب نشاختہ باتمام این شکر بدیہ کہ جو جب حکم اتعرف اقدس از رخ اعلیٰ تسلط تحریر آن امور سامعی و سرگرم است ہر چند قلم فریاد بچند صیر آں دانشینو بیشتر کار سے فرماید"

ہند کے ہندی اور اسلامی عہد میں دیگر علوم و فنون کی طرح شاعری کا ستارہ بھی عروج پر تھا 'لاکھ لاکھ روپیہ ایک ایک کبت پر ایک ایک اشرفی ایک ایک فرد پر عطا ہونا معمولی بات تھی' کبھی اور شاعر 'جاگیرٹ' پیدا کرتی ہے

مناسب، قدر دانوں اور ترقیوں سے اس قدر مال مال ہو جاتے تھے کہ ہماری ریاستوں کے بدویات و زرا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے یہی وجہ تھی کہ ان ہر روز آرمیں بیشمار صاحب کمال نظر آتے ہیں

شاہجہانی عہد کے اعلیٰ رابیان شاہجہانی دربار کے منشیان صاحب خط و انشا کا جگہ بگڑے ادب خطاط و انشا پر واز احترام سے کر فرماتے ہیں اپنا کچھ ایک خط میں اپنے بھائی آؤ سے بھان کو آگاہ کرتے ہیں

معلوم برادر سچن ہم دفعہ سبج باؤ کہ اگرچہ منشیان صاحب خط و انشا در و دار الانشا احمد الملکی در دار المہامی اسلام آباد بہادر از ہر ملک و از ہر جہاں جمع شدہ اند" آگے لکھتے ہیں کہ "لام علی ایک خوشنویس، خوش خوش ہے کہ جو حاجی فتح جان قدسی کے ساتھ ولایت ایران سے آیا تھا میں نے جذبہ آئے ایک کاروان سرانے سمجھ رہے میں ان سے ملاقات کی، تیرہ سید ایرانی خوشنویس میں کمال لکھتا ہے، تیرہ سید جو ان خط شکستہ خوب لکھتا ہے جادو رائے الکھیلین، نزل کٹھ دبوٹو نویسی میں مقول ہیں"

رائے رایان کی قدردانی واقعی اُن کی شہرت کا باعث ہوئی، اگر قدردان پیدا ہو جائیے تو اگلی صبح سعدی اور بہمن کے نئے بھی ہمارے کانوں میں آئے شروع ہو جائیں مگر اُس قدح شکست و آس ساقی مساند

بلبل گویا نواب اخلاص خاں جو عالم متجرب تھے، آپ کے سفر و دولت آباد میں ہمسفر تھے، آپ کا کلام سن کر آپ کو بلبل گویا فرمایا کرتے تھے،

سفرِ بلخ آپ نے شاہی اہم خدمات کے لئے سرسبز آوردہ اور ممتاز ممالک اسلامیہ کا بار بار سفر کیا، وہ سفر پوٹسکیل ہوتے تھے، اب اس قدر عرصہ کے بعد آپ کی

اُن خدمات کی تفصیل درج کی جانی غیر ممکن ہے، مگر یہ صداقت روز روشن کی طرح عیاں ہے، کہ جہاں آپ گئے، شعرائے و فضلا نے دیار نے آپ کا پرتاک خیر مقدم کیا، کیونکہ آپ کا کلام آپ کے تشریف لیجانے سے قبل زبانِ روز خاص و عام تھا۔

جب آپ بلخ تشریف لے گئے، تو نذر محمد خان واسطے بلخ نے آپ کے اعزاز میں شب و روز پارٹیاں دینا شروع کیں، اور علمی مجلسیں گرم ہوئیں، چنانچہ آپ تذکرہ انصحا میں خبر دیتے ہیں:-

”ظلا..... از شعرائے شہر ما و را نہر است در مجلسِ نذر محمد خاں واسطے
بلخ میں نیازمند در سفر بلخ صحبت متقد باطلا داشتہ“

عطا خطاب جب آپ کو رائے رایان کا خطاب جلیلیہ بخشا گیا، اُس وقت آپ کو شاہجہاںی سلطنت میں کاروبار انجام دیتے ہوئے بیس سال گزر چکے تھے، چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں:-

”وہیں روزِ سعادت اندوزِ کمترین بندگانِ را کہ مدتِ یک قرن در خدمتِ حضورِ پُر نور و صحبتِ مصاحبیت و ذراے عظیم الشانِ ہم باز پرواز آورده خطاب رائے رایان سرسرازی بخشید خدمتِ سرورہ نویسی متاثر و فضا تاثیر مقرر فرمودند“

منشیان قاعدہ داس کے قائم و
حالات بغیر منشیان قاعدہ داس کے قائم و

ہر رائے خاندان ہر طرح کی دنیوی خوبیوں کا
منفع ہوتا ہے اور اس کی ذات مجموعہ صفات
ہوتی ہے۔ یہ عجیب رائے رایان اپنی شغلی
کے جوہر کھلا رہے تھے، آپ کو شوق پیدا ہوا کہ ہندوستان بھر کے خوشنویسوں کے نوشتہ جات
جمع کئے جائیں، یہ شوق کیسا شوق تھا، ذرا دیکھنا ایسے بھائی کو کس شوق سے اس

۱۔ آپ جن اعلیٰ خطاط و کاتب کا خط دیکھتے ہیں، محفوظ میں ان کا ذکر کئے بغیر نہیں رہتے، **علی میر خاں**

کے مراسلات اسلام خاں کے نام آتے تھے، انہیں ملاحظہ فرما کر اپنے بھائی کو لکھتے ہیں: ”اوصح خط و نوشتہ
عبارت آن کیفیت استعداد و حالت منشی آن خان بلند کماں نظہوری آمد ظاہر شد کہ **عبد الواسع** نام عزیزی
در خدمت آن خان معتمد الحکومت از منشیان دُورست عبارت و قاعدہ داس روزگار راست خطش در کمال کمال کمال
رنگینی است و ربط کلامش در غایت تناسل“ **محمد میر** کی بابت لکھتے ہیں: ”جوانے خط شکستہ آمیز دارد“
”تا کہ اعلیٰ بچا لیں تھے، اُن کی یاد کس طرح فرماتے ہیں: ”تا کہ اعلیٰ بچا لیں بچا لیں افتاد، الحال داس
عزیزہ دکنشا بسبب حال برہنہ برد“ در جلد نویسی و مدعا بھی شہرت تمام دارد، ہم شکستہ نویس است ہم تعلق
را درست سے نوید، ایسا ہی **شیخ فیروز** کی یاد دل سے نہیں بہوتی: ”در شیخ فیروز از منشیان مستعد
مستعدین صاحب استعداد است خط شکستہ و تعلیق آمیز در کمال کمال رنگینی سے نوید دارد و از اکت قلم بیدہ
دو چترن تحریر و آداب محبت ہمارت تمام دارد“ اپنے ایک عزیز کے خط کی داد میں لکھتے ہیں: ”خاکہ عربی
شمارہ کہ از غایت لطافت خط نسخ بر خط ریحان کسند، ہزاراں نقش و لغز بہ تحریک و کی خام مجر طرا بر صفحہ
انجا زنگار گردید، خوشخطی کا دُرانی ایک خط میں لکھا ہے، یہی اس خط **محمد تقی** منشی امارت نزلت
بخشی **المنک صلاست خاں** را بر میاں آورده بود، ارباب این ہند و مدد العفاف و آمدہ توفیق آن خط کیرت
این نیاز مند صاحب خط را نیز دیدہ، ”مجھے از نظم و نثر باہم داشتہ خط شکستہ رنگینی دارد، و تناسل تمام در ربط کلام است“
اہلیت و انسانیت، بدو بچہ کمال دارد“ اور ملاحظہ ہو **میرزا محمد تقی** منشی امارت نزلت **ظفر خان** جنتی کو کسیر و سیکر
منشیان ہر کار فاضلہ شریفہ شریفہ انعام یافتہ، مرشد قابل ہوش مجھے است و خط شکستہ مزہ دارد و از منشیان مدعا کا
قاعدہ داس است

خدمت پر مامور فرمائے ہیں۔

”میں اس نیا دین و مکتبہ کے طالب علموں کو بعض توجہ بزرگانِ شہر و دست و پھربینہ دروغ
مفتیانِ حضور پر کوثر انتظام یافتہ میجو اہلِ رقت و خطوط و رقاع و نوشتہ جاتِ خوشنویسان
روزگار تربیت دہد و مشاہدہ آں گہائے گلشنِ سعائی فروغِ باصرہ و ہنر ساندہ لہذا بقصدِ
اوقاتِ سامی آں برادرِ گرامی میگردد کہ ہر جا کہ سرشتِ و خطِ خوشنویسانِ روزگار یاد ہے
قیمت و وجہِ بخت، بہت آوردہ بار سالِ آں نسبتِ تمام بر اس برادرِ پیشانی گذارد“

تلاشِ سخن آپ نے رائے رایان کے مطالعہ اور اُن کی صلاحِ صحبتوں کا حال پڑھا
اور بھی معلوم کیا کہ ایامِ شیرخوارگی سے بڑھاپے تک وہ کس طرح دولتِ علم و
عمل حاصل کرتے رہے مگر باوصفِ اس کے وہ ہمیشہ تلاشِ سخن میں حضوروں سے ملتے رہے
سرکاری فرائض سے جہاں ایک لمحہ کی فرصت و فراغت پاتے اپنے کسبِ علم میں لگاتے، ذیل
کا خط جو آپ نے اپنے بھائی پنڈت اووے بھان کو لکھا ہے آپ کے اس علمی شوق کی
قابلِ عمل نصیحت ہے۔

”دریں ایام سعادت انتظامِ کمالِ رایات عالیات آسمان را عتبار بقصدِ حق آباد و آباد و آباد
راہ گذرے از پیش خانہ و مشیخت پناہ شیخ محمد اللطیف واقع شد شیخ مراد زاد مصفی
مشرقی، مصافحہ و دست و پھربینہ گرامی میگردد کہ ہر جا کہ سرشتِ و خطِ خوشنویسانِ روزگار یاد ہے
گفتہ و داد و دانت سخن و داد و پھربینہ گرامی بود زیادہ از دانتانے از ان مشغولی تو داشتہ و
اگر کہ ہے آں برادرِ مراد و پھربینہ گرامی طرف با انتر لفظ از ان مشغولی خواہند گرفت کہ ذخیرہ
جو بہرِ خیریت از ہر یاد ہر دکان کہ باشد بہرست آورد“

رائے رایان کا سفارتِ اُستادِ پیرِ کھیلے انتخاب تا تو آموزگارِ خود نشوی
کامل روزگارِ خود نشوی

گنہارا اووے پور کا فارغِ علم اور دل کے دل پراندا سے ہمیشہ کھٹکتا رہا سببِ غریبیاں، مسفکیا

اور ہر طرح کے چیلنج تئیں ناروا چھیڑ چھاڑ کر جس سے جنگ کا آغاز ہو، اُن کی ناز و دل ازلی
شہرت و عزت برباد کرنے کے لئے ہر زمانہ کے با اختیار حملہ آوروں نے روار کھی، اوٹھے پور
تباہ و برباد ہوا، مگر جیسا کہ آغاز آفرینش سے پاک و صاف چلا آتا تھا، ویسا ہی رہا، اُنکے
خدا فی مد و شامل حال رہی، چنانچہ جب نیزہ و تلوار سے کام نہ چلا، تو پیغام و سلام سے
مطالب حل کئے جانے ضروری سمجھ گئے، سب ذمی احترام و ذمی توقیر را جگان و امرأ
مغلیہ فرمانرواؤں کی اس نالائقی آرزو میں نامراد رہے، اور جو سیڑ گیا، ناکام رہا، دربار
کو پرچہ لگا، کہ دربار اودے پورا ابتداء سے بہمنوں کی گلے کی طرح تعظیم کرتا چلا آیا ہے،
اگر کوئی برہمن خدمت پر مامور کیا جائے، تو کام میں جائے، رائے رایان دربار کے دل
پر خوار سے زیادہ کھینکتے تھے، شاہ جہانی نمکھراؤں نے شاہ کو سمجھا یا کہ اگر یہ اس سفارت
پر مامور کئے جائیں مطلب پائیں، چنانچہ یہ ارادہ بچہ کیا جا کر اُن نامہ و پیام کے خطرناک
گفت و شنید میں اودے پورا صنی یا فرضی چڑھائی کی عرض سے انتخاب کئے، بہت ہی خوش اس
چھیڑ چھاڑ کے سلسلہ جنابانی کے لئے ایجا دگی گئیں، لشکر کی سربراہی خود شاہ نے فرمائی
اور اجمیر میں کیمپ لگایا، وہاں سے چند غدار را جگان اُسے سلطنت سبقتی پڑھا کر
اودے پور روانہ کئے گئے، اور تئیں ہزار سوار ہمراہ کئے گئے، مگر شہر اودہ دار شکوہ
اودے پور سے دلی اُس رکھتا تھا، باوصف اٹھارہ دربار کے رائے رایان سرکردہ مقرر ہوئے
جو جنس و ارا شکوہ کا انتخاب تھا، اودہ غلامندی کا

سائے رایان اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دربار اودے پور میں باقاعدہ داخل
ہوئے، اور رانا سے چند ملاقاتیں کیں، جنہوں نے وہ وجوہات، بغاوت و سرکشی ایسے انداز
سے بیان کیں کہ معاملہ بگڑنے لگا، بگڑتے روبرو اصلاح ہوا، گو یہ سفارت دربار کا دلی مقصد پورا
نہ کر سکی، مگر رائے رایان کے حوٹن نڈر اور زور بیان سے دربار اودے پور اور

۱۰۔ اودہ کے ایسے حیلوں سے حیدر آباد، بیجا پور، گنڈہ و غیرہ پر شان سلطنتیں تباہ ہوئیں جو غلیہ سلطنت کی بربادی
تائیں غیر خزا، بہتارستانی

دربار شاہی کے درمیان نہایت خوبی سے صلح صفائی ہو گئی، اور محض اس وجہ سے کہ رائے رایان کی انسان پسند، صلح کل طبیعت مغلیہ دربار کی راست و درست خدمات بجا لایا کرتی تھی وہ اعراض نفسانی و مطالب شیطانی سے کوسوں دور رہتے تھے، اس لئے یہ جیمز علی الزعم مغلیہ سلطنت کی ناموری و شہرت کا باعث ہوئی آپ نے اس اعتقاد و اعتبار سے کئی فائدہ اٹھایا، جو دربارِ اوڈے پور کو قوم بہمنہ پر بنے، آپ کی اس کامیابی سے واراشکوہ جاسے میں پھولانہ سمایا

گورائے رایان کی قابلیتِ سیاق و سباق، علم و دانش پر داری، شعور و شاعری، تقریر و تحریر کے کارنامے کلیتاً بے نظیر ہیں، مگر ایسے عالم و فاضل نے ایسی اہم پولیٹیکل پیچیدگی میں جس دل و دماغ سے کام لیا، وہ آپ کو اعلیٰ درجہ کا مڈبر پولیٹیشن بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ جنس انسان میں ایسی متضاد خوبیوں کا یکجا جمع ہونا ناممکنات سے سمجھا جاتا ہے آپ نے اس سفارت کے دوران میں اوڈے پور سے تین غرضداشتیں شاہجہاں کو لکھیں، آپ کے ذہن میں وہ وجوہات بھی ہیں، کہ جن کی بنا پر یہ خونی زبانی کی سخت جڑوائی ہوئی تھی، اور اوڈے پور کی روایاتِ قدیمہ سے بھی ناواقف نہیں، مگر رائے رایان کی مصلحت زبانی کی بدولت یہ درج فرماؤں زبانی کر گئی، اور جو جو قول و قرار مابین بہمن و رانا قرار پائے تھے ان میں شتمہ بھر بھی اس بادشاہی دربار مغلیہ سے انحراف نہ ہوا اور ہونا کس طرح جب شاہزادہ داراشکوہ صاحبِ خیمہ چنانچہ اپنی سفارت کے خطرناک راستہ میں اعراضِ فاسدہ و مفصل کا نفس آدم تھا، آپ کو جہاں ایک طرف رانا رائے اوڈے پور کو نرمی اور صلح آشتی کی طرف مائل کرنا تھا، وہاں اس کو ابدانہ و دربار کو بھی ایسی استہ پر چلانا تھا، پھر صورتِ اعتدال قائم کر کے اپنی وفاداری اور حمیتِ قومی کے دو متضاد مراکز پر معاملات کو لانا تھا، اور سب سے بڑھ کر شہزادہ مرحوم و مغفور کی منشا پور کرنا تھا اب ہم سلسلہ وار یہ تاریخی معرکہ رائے رایان کی زبان سے سناتے ہیں آپ

مغور ملاحظہ کیجئے، کہ جہاں رائے راین، رائے کو دباتے ہیں، وہاں دوسری طرف بادشاہی دربار کو بھی سمجھاتے ہیں کہ ”اُووے پور میں سوائے کٹھنی کے کوئی بیڑ نہیں ہوتا، رعیت ریاست سے بھاگ گئی، ملک غیر آباد ہو گیا، شہر اُووے پور اجاڑ پڑا ہے، کوئی ہماجن، بیوپاری اور شہر کا باشندہ اس خوف و ہراس میں ہیں یہاں نہ ٹھہر سکا، دولت کہاں رہ سکتی ہے، اور جو شخص ملتا ہے، معاملہ کی اصلاح کی صورت کا خواہاں نظر آتا ہے، چونکہ ان وحشیوں سے پالا پڑا ہے، اس لئے ہم نہیں ہر طرح تسلی دلا دیتے ہیں“

تیسری عرضداشت میں پھر اس طرح اس زاہدانہ دربار کو خوف دلا کر مایوس کرتے ہیں کہ ۔۔۔

”ہمارے پہنچنے سے قبل ساکنین شہر اُووے پور شہر خالی کر گئے، اور اپنا تمام مال و متاع اونٹوں پر لاد کر پہاڑوں میں جا چکے، تمام بازار اور گھر خالی پڑے ہیں، اس شہر میں اگر کوئی باقی رہ جائے، تو محض رائے کے چند نوکر ہیں، رائے کا بذاتِ خود دربار میں ایک معقول مدبر ہے، یہاں کے لوگ یہ بیان کرتے ہیں، کہ اگر معاملات کی صورت اصلاح پذیر نہ ہوتی اور صورتِ حال بگڑ گئی، رائے مافوقِ پہاڑوں میں چلا جاتا، جہنے ہر طرح کی کوششوں میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا، اور رائے کو معاملہ کا سب سے بچے سمجھا دیا، چونکہ یہ وقت صحیح صحیح اُطلاع دینے اور درست راستہ لکھنے کا ہے، اس لئے جو کچھ ان لوگوں سے معلوم ہوا تھا، بے کم و کاست بیان کرنا لازم تھا“

پھر چند یہ عرضداشتیں طولانی ہیں، چونکہ آجنگ اسن سفارت کے حالات سے تاریخِ ہند کے طبع ملاحظہ ہو۔۔۔ اس غوریزی کی بحث چرائی کا ذکر تا کہ میں جس انداز سے ہوا ہے، مورخوں میں نیت کا پتہ دیتا ہے، طلباءِ طبع کی جو طبع ملاحظہ ہو۔۔۔ اس وقت تیسرے ہزار و شصت و چھ ہجری، دربارِ سالِ تحفہ میں آباد و تعمیرِ نعت و ریات شاہی شد، و چون درمہد جاگیر بادشاہ وقتے کہ کرتن پسر کو سنگھ مدد گاہ والا آجنگین مقرر شد نوکر رائے کو کہ از اعتبار در رائے سید قلعہ پتور را استحکام نہ ہو و دیوالا جو من رسید کہ قلعہ مزبور در نہایت رفعت تریم یافتہ و بے یا بجد آنگھ محل اللہ خان زیر بنائے ہزار و ساجبت ہم قلعہ نہ کوہہ روانہ آئیں و ب شداد و عرض ہمارہ پانزدہ روز قلعہ را منہدم ساختن مجوں از ما بزد گشت، جو بے ہداران کوہہ مزبورہ و سیداد و دیوالا و قلعہ پتور خواست پذیرائی یافت“

اوراق خالی ہیں، اس لئے تمام و کمال درج کی جاتی ہیں، اہل سیر و سیر فائدہ اٹھاتے ہیں،
سفارت کی دعا کی اور اب سائنسے رایان سفارت پر روانہ ہوتے ہیں، اور
حالات کی عرضداشت رانا راج سنگھ خلع رانا امر سنگھ کو راست است
 جانکوف و ہراس دلاتے ہیں، اور معاملہ کے تسخیب و فراز
 سمجھاتے ہیں، اس قدر الکلام کی مدعا تو ایسی کی کیا داد دیجائے، کہ سطروں میں کتابوں
 کا مضمون قلمبند کر دیا۔

”عرضداشت کمترین ہنگامہ عقیدت نشان **چندر بھان** بعد ازاں سائنسے لازم ہنگامی و
 عبودیت و تقدیم مراسم خلاص و عقیدت، ذرہ دار توقیف عرض بار یا ننگانہ محفل جاہ و جلال
 و استادہ ہائے ہزم و دولت و قابل میرسانہ کہ روز **دوسم** از خدمت سر اسعدت
 مخلص گشتہ میخواست، کہ در عرض بکھنتہ بمطلب بر سر چوں بر فاقہ کساں ز بندہ را جہائے
 و الاتبار امور بود، بیائے آہائے مسافت نموده روز و شبہ بست و حکم شہر ذی الحج
 یہاں **اوسے** پور رسید آخر روز رانا را در جائے کہ بکھنتہ استقبال مقرر است، آمدہ
 بود و مشور لایع النور و عنایت خلعت سر تیج مریض مشرف گردید بعد ازاں اسے مراسم
 آداب کمترین ہنگامہ را، بندہ درست اعتقاد و صافی نہاد، از جناب عالمیان مآتب
 و انسے، برخلاف دیگر فرستادہ ہا در کنار گرفت، و بتواضعی کہ در خود ہنگامہ آستان
 دولت نشان باشد، پیش آمدہ در سرور ارمی حرف زمان تا خانہ خود بردہ، از آنجا نشست
 کرد، و روز دیگر در خلوت طلبیدہ، بکھنو معتدان ہدا علیہ خود متغیہ مہنون احکام لازم
 انجام نمودہ میخواست، کہ برجام و تقییرات خود مطلع گردد؟ بندہ بنا بر مزید تاکید و احتیاط
 آنچنان زبان بجز بیان اشرف اقدس آرض اعلیٰ ارشاد یافتہ، بقید قلم در آورده بود
 آن را در نظیر داشتہ زبان قریب الفہم، عام قریب خاص پسند، شروع در ذکر ارش
 مقدمات لازم الاعلام نمود، و پراگاہت کہ احوال وقت شنیدن کلمات ہوش افزاست

نہتے حواس ظاہر و باطن خود را فراہم آورده، احکام مطاعہ، انگوشت ہوش بشنوند،
 در تفسیرات پدید خود مطلع شوند، اول تفسیر سے کہ از شما پندرشما بوقوع آمدہ، ساختن
 قلمہ مقتوی راست، در واقعہ قلمہ را کہ بادشاہ آفاقستان بصیرت شمشیر عالمگیر مفرغ
 ساخته خراب خلق نموده، بجا کہ برابر ساخته باشند، در و اول این شرط و مہیاں
 آمدہ، کہ اصلاح جائے در آن قلمہ نسا نند و تعمیر بخند، و مرمت ننمایند، بلکہ پیرامون آن
 بخوند، چنانچہ ہمت، بجا آید و نصرت در آن بخند، پاس این حکم نداشتہ، آن
 عہد مومکدرا فرمود اش کردانیدہ، چشم بصیرت پوشیدہ، از بیخ این فعل نیند کشیدہ،
 شروع در ساختن جایا نموده، مہر و رالایام کار با بجا ریانیدہ باشند، داخل بیعت
 و شراستہ کد ام عقل، دور بین است، این تفسیر عظیم است، کہ از پدر شما کہ ہم در زندگانی
 پدر شریک این مصلحت بودہ اند، ہم بعد از پدر درست در سر کار و اسستہ اند، بظہور آمدہ،
 و در درگاہ سلاطین پناہ، بیچ تفسیر سے عظیم تر از این نیست، کہ اندیشہ خلاف حکم و عہد و
 بنظر کسکے بخند و دیگر در چینی کہ رایات عالیات، جاہ و حلال از دستہ الخلافہ بفرم نیچہ
 بہر حد و درست تشریف بردہ باشند، از آنجا با بصیرت لب با سوار و پیادہ بر آمدن اند
 ملک خود در آمدن بہ ملک بادشاہتہ کو آن راسل و زیارت نامہ بدین احتمال بر چہ آں
 نمود، و پیش بادشاہ این عظیم نشان در محالیت ملک این تفسیر بکلاں است، و بجز آنکہ بر عالم
 و عالمیاں ظاہر است کہ این دولت خدا داد و مرجع کتب بادشاہان بہقت اعظم است، و
 امروز سلطانان و خاندان و میرزایان عراق و خراسان و ماوراء النہر و
 بلخ و بدخشان و غیر آن در کتب طفر انتساب مکر خدستہ خانیہ عہدیت بردوش
 و حلقہ عقیدت در گوش کشیدہ، این درگاہ سلاطین پناہ اند، و در ہر راہ و سال طہیہ طبقہ
 از ہر قسم و ہر قوم از اطراف و جوانب آمدہ، بدرگاہ و معلیٰ ابنہا صہب و مراتب مہر افزائی
 سے یا بند و سیکہ از لوازم دولت پیوند آنکہ ہر کرا جہلے و دیگر جانناشدہ جائے اودر

ایسا ہے کہ ہر ایسا ہی آید جائے دیکھو نہ ہو، و اگر کسی ضرورت سے روئے دہن آواز
حضرت خلافت و شخصیت حاصل نہیاد، درجائے شہرت اندر رفت و این مقابلہ مخصوص
بادشاہانِ عظیم الشان است، بد گنجے نہیں سدا کہ بندہ ازین بارگاہ آسمانہ از بے
سعادت و آرزو پیش خردنگا بدارید، ہر گاہ قاعدہ چلیں باشند جمعی کہ باز رفتے
تمام در بندگی منتظم گشتہ باشند، و ہر نہ بیچنے از ان مطلب و مطالبہ سرکار علی بودہ
باشند محض از روئے بھالت بے اجازت حضور راہ پیش گیرند، پدرشا و شما آتہا را
پیش خود جائے دادہ، مدار علیہ خود سازند و از باز پرس این معنی خذر نکند و دخل
کہ ام خود صواب اندیش است و دیکھو آنکہ وقتے کہ ہم قتلہ کار در میاں بود و ہنگام
امتحان عیار بواہر انکس بندائے عقیدت لکیش بود، جمعی کہ عدم موجود آہن سادی
باشند فرستادند در و کون قرار داد ہزار سوار بود، قلیلہ نگاہ داشتند آہنچہ دعوی

افخاص است و پیش بادشاہانِ عظیم الشان ممالک ہستان کو تاجی خدمت اخصوص در
ہنگام ضروریات تفصیر کیاں است، چوں این قسم تفصیرات از جانب شما بظہور رسیت،
دریں وقت کہ خاطر ملکوت ناظر اشرف اقدس اعلیٰ انہیچ طرف نگرانی داشت
بجہتہ پادشایں این جرائم عسا کہ طفر طراز از اندازہ حساب افزوں و بیرون طلب
داشتہ، متوجہ اجماع گردیدند، و افواج قاہرہ منصورہ را بر جمعی رتبتین فرمودند،
خاصہ بزم مقدس آئند تا کہ انما بلادست سر اسر سعادت اشرف اقدس مستدر نگردد،
تا ہر چہ بنید، از خود بنید، دریں اثنا فرستادہ ہائے شمار سیدند و بوسیہ بیان گفتا
محفل بہشت آئیں، اسقائے تفصیرات شما کردند، بندگان اشرف اقدس آستے
بمقتضائے فتوت ذالی و تروت جلی جان و مال آبادان چہیں سالہ شما را کہ نزد
نزول و اختلال رسیدہ بود، بحال داشتہ، و اکتفا بہمیں فرمودند کہ افواج قاہرہ
منصورہ را تلفیہ چو کہ فرستادہ جائے کہ ساحتہ و مریہ تکریم باشند، مسما کہ وہ برگردند

دوسرے رانا بھلا دت اشرف اعلیٰ اسیدہ، سعادت ابدی حاصل نہاید، درخصت شود!
 و محبت مغزری آمادہ و موجودے و نہ کاغذے ہمیشہ برابر در شہا تعلیمات و کھن
 باشد و در آئندہ اکثر خلاف حکم مقدس از شہا سرزند، در باب عنایت پرگنتی نواسے
 اجمیر در آنچہ رفنائے مقدس باشد، لعل عزاہد آمد، قدر عنایت رابوا حق باید
 دانست، و شکوایں نعمت را بجا باید آورد، و میر جو دراز و دروانہ باید نمود و تاخیر
 ایجاب جائز نہاید داشت، چوں بندہ این مقدمات تلخ و شیریں را بشرح و بسط بزبان
 و آئینی کہ در خواہست او ہائے این دولت نادر باشد ادا نمود، رانا کہ ہرگز دیں
 بدت گوش اُدا شنائے این کلمات عشق، و بے یاس تعلیمات برودہ بچود استماع
 این سخنان بہوش آمد و آثار بصیرت و غامت از ناصیہ او مشاہدہ افتاد، دانست کہ در گاہ
 والا این تعلیمات عظیم بودہ است، بعد از ان کہ یقین آوشت، جو اسے غیر از مذمت
 و عذر خواہی ندارد، و عذر این تعلیمات خواست، و ہمیں قدر گفت کہ اگرچہ جرائم
 اکثر نسبت بہ پدر دارد، و کمترین، امان ہمہ دابر خود گرفتہ ام، و قتل دارم، و عذر
 میجو اجم، و امید عفو دارم کہ بعد ازین اصلاً امرے کہ خلاف مرضی طبع مقدس باشد
 از من بظہور نخواہد آمد، و بر جادہ بندگی زیادہ از اسلاف خود ثابت و ذم خواہم بود
 و معتقد دار علیہاں رانا کہ درین خلوت بود نہ بیکس را جواب نیاید، در پیش سخنان
 معقول ساکت ماندند، و غیر چوں بندہ راست و درست سرکار رفیق آثار راست، و اصلاً
 اعراض نفسانی مطمح نظر ندارد، پیش این قوم نیز از آغاز آفرینش یک گونہ اعتبار
 دارد، مطالب را بے حجابانہ و بیباکانہ ہمہ دروے معقولیت وانمود، و روز دیگر رانا
 در خانہ مشورت نمود، راہ بہبود خود برودہ، قرار داد کہ لپہ خود را ہمراہ فقیر دانہ
 در گاہ والا نماید، سنے کہ بعد از گفتگو کش بسیار بر زبان آورد کہ نیست کہ چوں مردم
 دروں و مبدلن از شنیدن احوال ج قاهرہ تو ہم مضطرب شدہ اند، ہمیں کہ لشکر لغزت

اثر قلہ چھپو پر راغب سبختہ بزرگ و پیر را روانہ لے چھپو پر رفاقت کترین بند بنگل
 سازد فقیر باد گفت کہ در فرستادن میر و سہر سجاہرت، اظہار کرد کہ خاطر برین باطل
 جمع شد، و فرستادن میر و سہر سجاہرت، اظہار کرد کہ خاطر برین باطل
 ملاحظہ فرمائید، بجز در و انداختن لشکر از چھپو پر سہر سجاہرت، اظہار کرد کہ خاطر برین باطل
 چون رانا و سہر سجاہرت بعد از رد و بدل اسباب قرار داد، اسب معنی نمودند، عرضداشت
 نوشہ مصحوب ملک شکھ کہ آشنائے معاملہ است، و خالی از راستی نیست فرستادن
 آنچہ ظاہر شدہ و در تہن پس سہر سجاہرت، اظہار کرد کہ خاطر برین باطل
 جانب ہمشہ پور را ہنگام غالب شدہ، اسب نیز تہن را خفا آہن برے آید، تا حال افواج
 بجز احوال چھپو پر رسیدہ، کہ رسد کہ باید کردہ باشند، اسب کہ خبر آہن رسید، پسر را
 روانہ سازد، امرو ز شروع در سامان و سر انجام نمودہ اند، و ظاہر شد کہ چندین روز
 پیش ازین اہل رعایاں خود را با جمال و افعال بکمال فرستادہ قرار دادہ اند، کہ
 چون لشکر نظر اثر از چھپو پر بزرگ و دہا آہن را بے افسوس پور مطلقند، بموجب ارشاد والا
 ادائے احکام لازم آید، تا انجام از دوسے راستی و درستی نمودہ، شیرینی و معریت خود را ہر انا
 ظاہر ساختہ ہم را نا کہ معقول تر از زار باب ککھ کش خود است، بجز خلق و سخنان است
 و درست، از خود را صنی ساختہ، امید دار است کہ بکرم کریم کار ساز اسب خدمت بوجہ اصن
 بتقریم رسیدہ و گہنا تھ شکھ، اگر چہ را حق است، انا خالی از معقولیت و معیتگی نیست،
 و خلوت و جلوت با جمال خود متفق ساختہ و با حقیت خود حاضر است، اسب عرضداشت را
 مصحوب خواہ جمال عاقل خانی روانہ ملازمت مفین موبیت نمود، اگر حرفے از و
 چسبہ و شود شاید کہ درست آدائند

میوہ این ملک با نفعل ہمیں با و رنگ کلاں است، کہ بزبان انجلی لکھی مسی گویند
 غیثت ہم بہ نیست، انا چندان بارخ را نا دورہ بودہ، اگر چہ سہر سجاہرت، اظہار کرد کہ خاطر برین باطل

نذاشت میان روز ہوا بقد گرم است، کوشنہا مائل بسروی، رعیت جا بجا فرار شدہ،
آبادانی کمتر بنظر درمی آید، دراووسے پور اثرے ازہاجن و بیوپاری اہل شہر
نہست، و ہمہ کس نظر بر اصلاحِ معادلہ وارد الیام دولت و اقبال مستدام باد

عرضداشت مژدہ کامیابی | اپنی کامیابی کا دوسری عرضداشت میں
اس طرح مژدہ سناتے ہیں :-

”عرضداشت کمترین بندائے عقیدت کیش زمین خدمت بلب ادب بوسیدہ، دورہ وار
بموقف عرض والامیرساند“

کہر انما جمع کلمات ارشاد و ہدایت را بگوش ہوش شنیدہ، نظر بر فقیہ و احکام لازم
الانجام اشرف اقدس ارفع اعلیٰ و بیہودہ حال و مال جزو داشتہ، و تردد بندہ ہائے معاد
کیش کہ تقصیل آن در حضور بفرغی اشرف خواہد رسید، گنہگار را بعد از اقصائے عفت
گہری از شب بخند و ضمت مزودہ در نوازے اوروسے پور کہ حنیہ الیتاد کہر دہود و فرد
آورد، الحال سامان ہر ماں اوسیکند، در انما و معتقدان او التماسی اندکہ امید
داریم اسر لکھنؤ نذرانہ چیتپور را خراب، ساختہ، زود برگردد، تا بجا طرح جمع دراو و پیور
توانیم بود و گنہگار بیت خاطر با چیمپور نذر رفت، و رکوشش از جانب بندہ با تفسیر نرفتہ،
و بیخبران عقلی و فنی و لیت و بلند را انما را معقول ساختہ شد، تا چوں وقت راست گفتن
و راست نوشتن است، آچہ ازین جامعہ شنیدہ ہمیشہ دے ہم کاست معروضداشتن لازم

است، آفتاب عالم تاب دولت و اقبال تا باں و در غشاں باد

مطلب حاصل ہو جانے کے بعد
یہ ضروری تھا کہ جو قول و قرار
ہوئے ان پر یہ زائد نہ دربار

آخری عرضداشت دربار کو قول و قرار پر
قائم رہنے کے لئے مجبور کرتی تھی

قائم و ثابت قدم رہے، رائے رایان اپنی سرحدی کے لئے اس پادشاہی دربار سے

دربارِ او و پور میں تسلی نامہ بجا دیا، اور اُسے کشفِ قرآن کو دربار کو معاذہ کشنی سے روکا یہ حدیقت کا بیان جہاں سائے رایان کی پاک چال چلن پر روشنی ڈالتا، وہاں سلطنت کا وقار بڑھانے کی نیت کا پتہ دیتا ہے، جہاں ایسے ایسے تدبیروں، حذابی و ابتری کیوں ہوا اس ایک واقعہ نے مغلیہ طرزِ حکومت کے متعلق خیالات کچھ کچھ کر دیئے، اگر مغلیہ سلطنت میں ایسے ایسے تدبیر کارکن ہوتے تو کیوں برابر دہوتی افسوس پہلے نالایق سفیر کا م رہے، اب واقعہ تیزی سے آگہی حاصل کیجئے بحضرت خاقانی زبان،

”عرضداشتِ کمترین بندہ سائے عقیدتِ کشیدہ از ادائے لوازمِ بندگی ذرہ دادرِ قدرِ عرض
بارِ یافگانِ محفلِ بہشتِ آئینِ میرساند“

کہ طغرائے عزائے اہلبیت و اہلِ اہلِ کربلا کہ از دارالبرکتِ اچھیر شریف نفاذ یافتہ بود، غرورِ د یافت، آدابِ بندگی و استقبالِ تقدیمِ رسانیدہ، سعادتِ کوثرین حاصل نمود، راناما کہ مترصدِ منتظرِ نذیرِ عنایت و الا بود، ہمنونِ عنایتِ مشون اُس مطلعِ گردانیدہ، بہشتِ از بہشتِ ناکید و عن شہا لغزِ دروازہِ ماضقِ گنور نمودہ، راناما اگر ہم بعد از مشاہدہ، منشور لایع النور و رسیدنِ بندہ سائے عقیدتِ کشیشِ مطمن خاطر گشتہ، در صد روانہِ ماضقِ پیر بود اتان از غایتِ حمیت و حرمتِ نظرِ بر وجہِ لشکرِ ظفرِ از داشت، الحال کہ بتازگی ہمنونِ لازمِ الاتباع کہ دریں وقتِ محض از روئے کشفِ صا در شدہ بود، مطلعِ گردید، تقویتِ ظاہر و باطن حاصل نہ، دادے بہ بہبودِ سود خود بردہ، مستندان و منجان دیندندان و میران را جمع ماضقہ، بعد از انقصائے مدد و جمعہ، پس از نگشتنِ بہشت گہری از شبِ شبہ شہرِ محرمِ الحرامِ سعادتِ روانہِ ماضقِ پیر اختیار نمودہ، چنانچہ کاغذِ بخطِ **میران** کہ راناما بہجتِ احتیاطِ حضورِ گردنہ، بجنسِ ارسالِ داشت، راناما اظہارِ میخو کہ چوں من بسعادتِ اطاعتِ حکمِ بجا آوردہ ام، یقین کہ پیچ و بر من اوجوہِ فخر سے آسینہِ بملک و مال و من بخوابد رسید، و زیادہ از اسلامیتِ خود رعایتِ خواہم

یافت، وہیں الامقران سربندی حاصل فرما ہم نود، پیرمین زودمین خواہر رسید، بچوں
 رسید قلوبہ، وحشی نژادوں لازم است بندہ کے درگاہ والا دلا سا نمود و خاطر اود را
 مطمئن میکنید اند، تزلزل و تفرقہ بحال ایں ملک راہ یافتہ، پیش از رسیدن بندہ ہاشم
 اودے پور را خالی ساختہ، مال و متاع را بکوبہ فرستادہ اند، بازار ہائے وہاں بظاہر
 خالی افتاد ہیں کہ لوگراں رانا اند کہ در شہر سے باشند، و مردم ایجا میگویند، کہ اگر
 صلاح ایں معاملہ بغیر مودتہ نا حال رانا دو جبال بود، بقوت دلا سائے بندہ نے
 در گاہ استقلال او بحال ماندہ، نانہ قیوم کے باغیر میرے اپنی عادت کے عوامی لکھا ہے :-
 در ویش ہفتہ و سالہ گوشہ گزینہ دریں ملک بنظر افتاد چہل سال است کہ
 بکچہ مخولہ قہ را بخوش میگذرانند، و کچھو بغیر پرست فقیروں کی تلاش میں کسلطج
 رہتا ہے، دریں ولایت شہر ویران شدہ، تفرقہ بجمیعت آمدنیراہ یافتہ، رسیدن
 بندہ نے فی الجملہ اسنے بچر رسید، آتا بالفعل کسے را دماغ دیدن، و صحبت داشتن
 و گیسے نیست، ہم کس را نظر بر اصلاح معاملہ است، ایام دولت و اقبال مستدام
 گردد ہر داس و کلیان سے رائے راجپوت بروقت رسید، بھرائی خدمت آئے ہندو

قول و قرار کا ایسا
فرحت و حافی کا باعث

اب ہم بغرض تکمیل بیان و انجام سفارت رائے رایان
 کا آخری مختصر و جامع بیان عرض کرتے ہیں، آپ بخود
 ملاحظہ فرمائیں گے کہ رائے رایان کے اس بیان میں

در بارہ کی صفت بعض گیتی ستانی پر کس طرح محدود کر دی گئی، اور اس کے جذبات مفتوح
 ملک کی جھلک کس طرح دکھائی گئی، ان تمام بیانات میں فقیر نے برہن پارسی و دربار
 میں اس کی کارگردہی پر نہ مانا ہے، نہ فرحان بلکہ قول و قرار کے ایسا پر اتر رہا

ہے :-

”وہ کہ تیرے قلوبہ پر کہ قلاع شہور ہندوستان است، و انقیاد اطاعت رانا بچہ بچہ

بیکراں خاطر و دیا مقاطر بادشاہ عظیم الشان بہ لحاظ متوج است بادشاہ عالمگیر
 گیتی سستان بمقتضائے مسئلے کہ کمزور ضعیف آفتاب نظیر و مرکوز خاطر سلطنت ناخوش
 و در دار الخلافہ حضرت شاہجہاں آباد لشکر عظیم با سامان و سوارانیم کر شاہجہاں
 دولت ابد پونہ است قراہیم آمدہ فرد دولت و اقبال و سبکی و فیروز می رود
 خطہ اجمیر گردیدند دستور عظیم وزیر عظیم سعد الشہ خان را با خروج قہر
 منصورہ بجانب حقیقہ رخصت فرمودند چون رانا ماراج سنگھ و در رانا
 امر سنگھ بر حقیقت تعین افواج ثغرت امیر ماراج اہریت یافت و کھائے سبتہ
 خود بارگاہ سلاطین بناد فرستادہ استغاثے تعظیفات خود نمود از آنجا کہ پست
 حکومت و احسان شاہی در جوش است عذر مجاہدہ و جہتوں یافت مجاہدہ کو
 خلف جائے نشین خود را بارگاہ غفلت و صیانت نمود است و در منصورہ قلعہ حقیقہ
 را سہارائودہ برگرداند کہ بن با کمان و در غفلت و بی امنیہ و بی پیش آنچہ
 واجب الزمت و جنایت بعد از شکر و انبیا و جہت و جہت و جہت و جہت و جہت و جہت
 آوردن پسر رانا بہ کمانہ جہت و جہت و جہت و جہت و جہت و جہت و جہت و جہت
 فرمودند بندہ غفلت کشش بر سرمت نمید (و شہ پور) بہ دراناکر گشت
 سخن شنود و خرید و دانت و دانت و دانت و دانت و دانت و دانت و دانت و دانت
 و غایت حضرت شہنشاہی را خطہ مجاہدہ و جہت و جہت و جہت و جہت و جہت و جہت و جہت
 خود آمد و در پیشش راسی و اسیر و اسیر و اسیر و اسیر و اسیر و اسیر و اسیر و اسیر
 یعنی نوادہ بن است و بن است شیخ عبدالحکیم خود را و سلاطین پنا
 سب فرین و دین و دین و دین و دین و دین و دین و دین و دین و دین و دین و دین و دین
 انجیر راسی فرمودند اسیر و اسیر و اسیر و اسیر و اسیر و اسیر و اسیر و اسیر
 رانا مجاہدہ بن خود و دانت و دانت و دانت و دانت و دانت و دانت و دانت و دانت

اعلیٰ مستعد کردندا و از غایت عنایت ب خطاب مہیا گشت
سرفرازی یافت، و ہر دانش بجزت اسب و خلعت سر بلند گردیدند

حکومتوں کے اتحاد اور انکی برابری
میں فخر اور شرف کا بڑا دخل ہے

حکومتیں بنتی اور بگڑتی ہیں، قابلیت کے مالک حکومتوں میں اتحاد پیدا کر کے اپنی اعزازی مقاصد حاصل کرتے ہیں، ناقابلیت کے ٹھیکہ دار حکومتوں کو جنگ و جدل میں مصروف رکھ کر اپنے مقاصد بھی حاصل کرتے ہیں، اور خلیفہ خدا کو بھی غارت کرتے ہیں،

سلطنت میں ”سفیر“ کا عہدہ سب سے زیادہ ذمہ داری کا ہے، وہ اتحاد و جنگ کا واحد مالک ہے، اگر وہ چاہے حکومت کی منشا کے علاوہ جنگ کرے اگر منظورِ خاطر ہو سلوک کر دے

لارڈ اورینٹلنگ کے تدبیر نے جنگِ عظیم میں اہم کردار کو شامل کر دیا اور اس کا جو انجام ہوا، وہ فتحِ برطانیہ اور پاپائی جبر میں پر ہوا، اسی طرح اوزنگر ٹیپ کے زمانہ میں سفرائے نالائقی کی تقریروں نے دربار کی خواہشات سے بڑھ کر جنگِ آذنا یوں کے لئے میدانِ صاف کیا، ہندوستان کی ابتدائی اسلامی حکومتیں مثل گوکنڈہ، سیچاپور، چیدرا آباد، ہرگز ہرگز برباد نہ ہوئیں، اگر ان سفارتوں پر تاج و تختِ مغلیہ کے جہاں تیار و فوادِ راسخ ہوتے، مگر وہاں ایسے سفیر مقرر کئے گئے کہ کچھ دماغِ مدبری مصلحت و مال اندیشی سے خالی تھے خواہ دریا زہد نہ حیل و حجت سے خواہمیت کی وجوہات تلاش کرنے پر آمادہ تھا، لیکن جن کا فرض تھا کہ وہ وفاداری سے سلطنتِ مغلیہ کی خدمات انجام دیتے، اور ان ہدایات پر ہرگز عمل نہ کرتے جو ان کو دوبارہ آغازِ مفاہمت دی گئی تھیں، علامہ حسین طباطبائی مصنف تاریخِ میر تقی میر نے فرمایا: ”ذکر مجملہ از حیل اور رنگ زیب عالمگیر کہ دشیر حیدر آباد“

بیجا پور خود، انکی سرخی سے نالائق سفر اکی کہانی اس طرح بیان کرتا ہے۔۔
 ”جوں عالمگیر در شدت حرص و شرہ بے نظیر بود تسخیر سلطنت بیجا پور از آن سلاطین
 عادل شاہیہ کہ کسی بسکندر عادل شاہ بود، و انتراع حیدر آباد و از خاتم
 سلاطین قطب شاہیہ سلطان ابوالحسن تاناشاہ در خاطر خود مضموم کردہ، شروع
 بہ ہاندہ جوئی فرمود و فرست کہ بختیہ برائے لکھا وحت بدست آرد، اول نامہ من بر طرف
 نمودن مامور بہرہن کہ بودارتہ و بنا بر بعضے جہات ضروری مامور بود فرستاد سلطان
 ابوالحسن در انتہائی فرمان مذکور عذر سے خواست دریں ضمن شہید کہ ابوالحسن
 الماسے دارد کہ دریں زمان بدان وزن و قیمت در جوہر خانہ بیجہ پادشاہے منڈاں
 یافت در طبع افتادہ میرزا محمد شہرف دیوان خاص را کہ از خانہ زاداں و در
 کردہ آؤ بود، طلب آں الماس رخصت نمودہ، در خلوت نہماہیہ طلب مال از فرستاد
 تو فقط طلب آں پادشہ سنگ نیست، بلکہ مقصد آں ست کہ در بر و صورت قبول و الحار
 از ارسال آں جوہر بہ طور فرستادہائے دیگر نظر بطبع و ضرر خود نمودہ، و از بیم و امید
 او خود را بر کنار داشتہ، عمدتاً در گفتگوئے بیایکی و دشتی نمودہ گستاخانہ سخن پر خاش
 منائی، شاید یا تو بہ سلوکی و ریشیہ پیش آید، و تعقیب فرمانی بر آؤ تائب گشتہ، دست
 آؤ برینازعت میر شود، چون میرزا محمد از دیکر مجید آباد رسید ابوالحسن بچہ از
 عمدہ ہائے سرکار خود را باستقبال آؤ فرستادہ، با عزاز و احترام طلبید، بعد تقدیم کریم
 ضیافت، چون میرزا سے مرقوم طلب الماس معلوم نمود، فرمود کہ جمیع الماسہائے جوہر خانہ
 ادب کاغذ سیاہہ جوہر خانہ و تلمذ ہی سرشتہ دار میں میرزا محمد حاضر آؤ در دندو
 بستمہائے غلط کشتہ ادب رایت ذر خود از اخفا سے الماس عزیز از الماس ہائے
 حاضر حاصل نمود، از جملہ آں الماس با جوہر کچہ در وزن متقاضی و رنگ از نمود دایم
 سخت و ہدایائے لائقہ دیگر بطور یکیش حوالہ آں نمودہ، رخصت الفراف از رانی داد

ہاشم علیخان خانی، محرم تاریخ عالمگیری سے نکار، صورت خطہ بحر
اوراق بعد عود از زبان ادیبانہ نقل منبہ کہ در ہر مقدمہ و مجلس ابو الحسن ذکر
کے سے آمد محافض حکم و معنی پادشاہ گستاخانہ و بے باکانہ سوال و جواب نموده، اور لازم
میکردم، آنادر یک سخن ملزم گشتہ، نہ ہاشم کہ جوابے بگویم، و آں میں کہ بہ تقریبہ
ابو الحسن گفت، اگرچہ ماہم پادشاہیم یا خود را در پر گز تو کران عالمگیر میدانیم
من ازین سخن برآشفقت گفتم، کہ در مقابل عالمگیر پادشاہ غازی شمار از سدا
کہ نام پادشاہے بر خود اطلاق رسانید، ابو الحسن در جواب گفت میز احمد غلط
میکونی، اگر نام پادشاہے بر اطلاق نشود پادشاہ شمارا شاہ شاہان چہ شتم
خو اینہد گفت

یہی حالت اُس وقت اُڑے پور کی تھی، جنگ کے لئے تین ناقص مجتہدین پیدا کی گئیں
اور جنگی چڑھائی شروع کی گئی، لشکر اجمیر خیمہ زن ہوا، فوجیں اُڑے پور پہنچ گئیں
میں اس نازک و اہم موقع پر اگر ایسے سفیروں جیسا کوئی سفیر مقرر ہوتا تو بجاتے صلح و آشتی
ایک خونریز جنگ ہوتا جس کا نتیجہ بہر حال تاج و تخت مغلیہ کی جلد تر تباہی و بربادی کا ہوتا
رائے رایان نے یہ تین مجتہدین بدترین بدعنوانی کی شکل میں دکھا کر رانا کو تسخیر کر لیا، اور
اورنگ زیب سے اُس کے کنوڑ ملکر محبت و موافقت کی زنجیر سے دبید کر دیا، حقیقی و فاداری و
جاں نثاری اسی کا نام ہے، جس طرح سے ایک قابل مصور مسطح صاف اور سیدہ کاغذ
پر پہاڑوں کی بلندی یا غاروں کا نشیب اور ہوا رایاں دکھلا دیتا ہے، ٹھیک اسی طرح
رائے رایان نے اپنی عقل حذا داد کے زور پر یہ گز و مجتہدین خطائے عظیم ذہن نشین
آپ کو خانگی جنگ و جدل سے جس کتاب سلطنت میں آپ کے علم و فضل نے
اپنی صلح جوئی کے جوہر کھلائے، اُس کا ہر ذوق
سخت نفرت تھی تو خاندانی نزاعات سے غنی تھا شاہزادگان

کے باہمی جھگڑے، قہقہے، قوموں اور فرقوں کی تباہی کے نئے پڑھ رہے تھے، چونکہ آپ کا دل اعمالِ زشت سے مترا تھا، دوست و دشمن سے مدار و سلوک ردا رکھتے تھے، اور دنیا کو بھی اسی رنگ میں رنگنا چاہتے تھے، اس لئے ایسے اصحاب سے جو کہ با اثر تھے، اور دل گزار رکھتے تھے، ہمیشہ ہی اسدِ عاکر تے رہتے تھے کہ شاہزادوں میں مساند نہ ہو چنانچہ شہزادہ عالمگیر کے با اثر معتدِ خاص کو ایک خط میں مشورہ دیتے ہیں:-

”پس ذاتِ شریفِ عظیمِ قدردانِ ہر قوم و ہر طائفہ است، نظر برد آید و استمرار داشتہ درمیاں بردار گاہ و جزو مصالحت فرمائند کہ دیگر بھیکس از جادہ نفسِ آلام و افسان، قدم بردن بنگارند، در عہد دولت حکومت رفع مناقضہ کر محض از روی فضاہیت است، شوز دیگر بھیکس را جمالی مقام نیست“

ٹیپے (اورنگزیب) کا باپ (شاہجہان) آفریں بادشاہانِ پہاڑ، مرقعِ میریند، اُمّ آب لے سپر تو عجب مسلماناں پذیر زندہ آبِ برستانی

کو قید کرنا، برہمن کی نظروں میں نہ مزرعہ بالا، نظم شاہجہان، عقیدے اپنے بیٹے عالمگیر کو کبھی، آرزو نیز نگہ خیال میں لکھتے ہیں:-

”ایک تاجدار آیا کہ جبہ اور عمامہ سے وضع زاہد نہ رکھتا تھا ایک ہاتھ سے تسبیح پھیرتا جاتا تھا، مگر دوسرے ہاتھ میں و فر حساب کھتی، اس میں غرق تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ہیزان کو بڑا تھا ہے سب نے کہا کہ انہیں فافاقہ میں لیجانا چاہئے اس نے دبار میں اس کا کچھ کام نہیں لیکن ایک ولایتی کہ بظاہر قطع اور معقول نظر آتا تھا وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھا اور کہا کہ ”لے اراکین دربار ہمارے ظلی سجائی ہیں اس کی بخت سلطنت کے لئے بھائی سے ہے کہ باپ نیک کا لحاظ نہ کیا، اس پر بھی بہتر ہر سہ اعتراف ہے اُسے اس دربار میں بھیج دئیے“

اور گرنیے اپنے باپ شاہجہان سے اس دنیا سے گذشتی و گذشتی کیلئے
جو جو جابرانہ سلوک کے اور ہر طرح کی خلیاوانہ عمل رد اور کئے وہ ہر مذہب و ملت میں مردود
ایک دوسری عیسائی ڈاکٹر بریئر اپنے سفر ناموں شاہجہان کی قید کے حالات لکھتا ہے جس کا
اردو ترجمہ محمد حسین سمانوی نے کسی سے کرنا کر چھاپا ہے :-

”وہ مختار فقیر اور رنگ زیب اب بھی بدستور ہوشیاری اور اپنی جہاں سے جو کئے والا
نہ تھا چنانچہ مجھے اس کے اس ارشاد کی تعمیل کرے، فوراً اعلیٰ خان نامی
اپنے ایک معتد خواجہ سرا کو قلعہ دار مقرر کر دیا جس نے پہنچے ہی سب بیگمیں اور عظیم حساب
اور خود شاہجہان کو قید کر دیا، مگر قلعہ کے اکثر دروازے یکسے جزائے اور بادشاہ
اور اس کے عزیز اہل کے ماہم آمد و رفت کو کسی خط و کتابت اور سلام و پیام کے ذریعہ
بھی سب بند کر دیئے اور شاہجہان کو اتنی بھی اجازت نہ رہی کہ قلعہ دار کی اجازت سے
کئے بغیر اپنے کمرے سے باہر نکل سکے“

ایک یورپین اس طریقہ سے چنچ اٹھا اور غلط نہ کر سکا، وہ ان الفاظ میں ان باریوں
کی عادات پر رد فرمائیے :-

”اور میں جب یہ سوچتا ہوں کہ اس بچہ کے بڑے اور مظلوم بادشاہ شاہجہان کی حکایت
کسی امیر نے ذرا بھی ہاتھ پاؤں نہ لگائے اور کسی کے بچے منہ سے بات تک بھی نہ
رہی تو مجھے نہایت رنج اور غصہ آتا ہے ! انوس اب یہ لوگ ان ظالموں کے آگے
سر ہیکارے کو جاتے تھے، جنہوں نے ان کے آقا اور مالک پر ایسی سختی کی“

دنیا سے ناپائدار کا یہ نرا لاجور قسم اس امر کا متقاضی تھا کہ ہر صاحبِ دل اور گرنیے کے
اس شرمناک فعل پر لعنت بھیجے، مگر ایسا دل دنیا میں کہاں ہے، اس لئے راپان نہ مرنے
بھی نہ وقائع نگار نہ ان کی پاک صلیح جو طبیعت اور گرنیے پر نفیس و صفت بھیج سکتی تھی
مگر جو کچھ اس واقعہ کا نگاہ سے ان کے دل صافی پر اثر ہوا، انہوں نے نہایت عاقلانہ

پیرایہ میں لکھا، اور خوب لکھا، چاہئے کہ ہر دنیا اپنے باپ کی ایسی ہی توقیر و منزلت کرے جس کا کہ رائے راجا نے سبق دیتے ہیں۔

”وہ کہے گا کہ پدر پسر باشد تا بج سعادت ہر را دوست و عوض زندگانی و حاصل عمر گرامی و دنیا
 ایں سعادت است از شوق دیدہ چشم رسیدہ کہ خود را مستور سعادت دیدار ساختہ چہ عرض نماید
 از آنجا کہ ہر مرتبہ عرض حال شوق دادن خالی از تکلف نہ نماید، پاس ادب باشد تا نہ در گوی
 و آہ در گزشتہ، چون پنج بون بگر ساختہ، لب نئے کشاید از غایت شوق بار بار غمتہ ام و
 بار در گزشتہ کم کہ من خود **مشتوق حقیقی** پدر امید نام، و گیکہ ہمہ باز بچہ نگاہم و گیکہ ہم
 و فراموشیم کہ من پسر پدر پسرتم و عبادت خدا لئے عز و دل را در خدمت ایں خداوند بجا می
 میدانم حال تحریر ہم حمادی الاول سن دوازدہ جلوس ہمیت مانوس است، این تلخ زند
 در بردہ سہمچنان سبتہ تنہا ہزاراں غم داند و ہشتہ حال رنج داشت“

ایک خط میں اپنے ارادہ عبودیت کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے :-
 ”برگاہ او مصلع و اطوار در نگار گرویش کہ دوں سیدار بر یک پہنچ نباشد، و ہر چہ دو موقوف محمود
 عالم شہر و آئہ، بمعوض عدل محل اخفا، خواہد شافت، نظر بر ایں معنی ہر کہ از شعور بہرہ ور شدہ
 باشد، بر آئیدہ و رفتہ و بستی نخواہد داشت، ایں نیاز مند از بد و حال و آغاز شعور ایں ارادہ
 مکنون فاطر و مکرور خیر و ادر کہ اگر بجائے و فراغت قرین عشرت عافیت دست دہ، و نہ در گریبا
 و پاسے بد اماں کشیدہ، در کجہ منول امیر عالم معنی کند، و تماشہ نگہدائے دامانی و اماں رکستہ
 ہمیشہ بہار کرامتی یعنی خدمت اکس محمود ولی انہی نماید، و در واقعہ چہ عمرے باشد کہ نہ بیا و خدا
 حقیقی صحن شود و نہ در خدمت آن قبلہ گاہ ظاہر و باطن بیکجہ زد“

امرے سلطنت کی شاہجہان دار اسے غداری
 اور رائے راجا کی وفاداری جہان نثاری

تہی ست نسخہ عالم زلف
 مہر و وفا کو زمانہ بیروت
 ادیں کتاب کشید
 تاریخ برہن

حرمِ صفاتِ انسانی میں وفا کا درجہ دماغ کی منزلت رکھتا ہے، 'وفادارِ خواہ ما دار ہو'، لیکن دنیا کے ہر کوچہ و بازار کے مشتری اُس کے خریدار ہیں، 'یوفا ہر وقت ہر جگہ ذلیل و خوار ہوتا ہے'، 'وفادار اپنے خوبے وصف سے و برابر انسانی میں شاہِ وقت کی مسند پر جلوس فرما ہوتا ہے'، 'یوفا'، نامراد اعراض کی زنجیروں سے بند ہوا لعنت کی پھٹکاروں سے تحتِ اثری میں چلا جاتا ہے، 'وفادار کا دامنِ وفاداری فتح نصیب پرچمِ طرح آسمانِ شہرت پر چمکتا نظر آتا ہے'، 'یوفا کا دامنِ قیامت تک واعدار رہتا ہے'، 'وفاعہد و سپیان کا آدم ہے جو اس کی تعظیم و تحکیم کرتا ہے'، 'وہی دنیا کا سعادت مند بنایا سمجھا جاتا ہے' یہی وہ وصف ہے، 'کہ انسان کو ادنیٰ سے اعلیٰ بناتا ہو اور پھر ہر شے تک الّا فلک پر پہنچاتا ہے'، مگر انوس ہے کہ یہ جنس ہر زمانہ میں نایاب رہی،

دہرِ عطار و تحریرِ رشیدِ غلامِ حسین، طباطبائی مصنف سیرِ المکملتا خرمین اُن یوفا خنداروئی جو شاہِ جہانِ دوار کے جانِ نثار بنے ہوئے تھے، بڑے درد کے ساتھ فرودیش کرتا ہے، کہ اہل دنیا اُس سے سبق لیں، ہم اُس کا ترجمہ کرتے ہیں، کیونکہ ابھل یوفا فی ایک جو سمجھا جاتا ہے، 'خوار کے شکست کھاتے ہی اُس کے بہت سے فرضی جان نثار اور فین حق تک بے خوف ہو کر حقِ رفاقت ترک کر بیٹھے'، خزانہ و جواہرِ زمردِ مع الکلات و سامانِ کارخانجات، بالکھفی، نگہوشے لیکو اور رنگِ زیب کے دردِ داغ پر آگے، 'اُن سے بعد سب سے اول مہندِ خاص محمد امین خان نے (کہ جس کے والدِ معظم خان کو اورنگِ زیب نے قلعہ اورنگ آباد میں قید رکھا تھا) حجاز کی سلطنت سبقت حاصل کرنے کے لئے اورنگِ زیب کی آستانہ بوسی کا فخر حاصل کیا، انکی صبح اعتقادِ یمن اعتقادِ خاں، دلِ دبیرین الدولہ آصف خاں بہت سے امرا سلطنت کر لیکو مانتے پر کنگ کا ملک لگا کر وفاداری کا جامہ پہنچو آ حاضر ہوا، پھر قاضی میرساہان، طاہر خاں، قباد خاں، فیض اللہ خاں، سرسلطان اور نواز شہ خاں منصبِ اران، سلطنت بھر کے امرا کو ملک حوائی کا لباس پہن کر

ہمراہ لایا، دُور در کے بعد جلد امراء و منصب داران سلطنت اور رنگ سب کے پاس
 آکر اُس کی وفاداری کا دم بھرنے لگے، تیسرے روز عمدۃ الامر اہلند مکان خانِ جہاں
 جہین خلعتیں اہل دولہ نصف خان بھی اسی صف میں نظر آئے، اُسی وقت عمدۃ الملک
خلیل اللہ خان سواپنے بیٹے **میراں** زمین دوسی کرتے دیکھے گئے تھے کہ
 زبدۃ الامر رفیع الشان اہلند مکان **جعفر خاں** وزیرِ اعظم **تقرب خاں** وغیرہ
 ملکِ حرام اپنی ترک حلالی کا اعتبار دلاتے نظر آئے، یہ خاص قرب و منزلت رکھتے تھے
 وارا کو ناکارہ سمجھ کر اپنا دامن مراد اور رنگ سب سے واسطہ کیا، آخر غریبہ اسطرح
 سے کل اُمراء سلطنت منصب داران و ملازمان مہم سامان بھاگ بھاگ کر آئے اور
 سب اور رنگ سب کو مبارک باد دینے کے لئے اُس کے قدموں میں جھکے پائے،
اورنگ سب نے خلعت و اعنافہ منصب سے سرفراز کئے، اور اہل ملک سے روغناس
 کرائے، اور جب دیکھا کہ ہر دہرہ کا جمع صورتِ اثر دہام رکھتا ہے سب کو کچھ سے دلا کر دینا
 جسمِ انسانی کا نکاکاٹ ڈالا، پھر ملے راہبان ہنسی چٹت **چند بھجان** کو جو سرفتر
 اہل دیوان تھے، مہم منفدیوں، منشیوں اور محاسبوں کے بلاتے گئے، انہیں حکم دیا کہ
 ملک میں جو طرح طرح کے اختلاف و فتنہ پیدا ہو گئے ہیں، دُور کریں۔

لکھا ہے کہ خلعت اور منصب بجا گیر اور ذوقِ حق سے انہیں بھی اہل سلطنت کے مشورے
 سے نکھرام بنانے کی کوشش کی گئی، مگر آپ نے سب پر لعنت بھیجی، ملکی انتظام میں مصروف
 ہو گئے۔

یہ ہے یوفائوں اور وفادار کا ایک پرانا رقعہ کہ جسے عین امتحان کے موقع پر بلابلانی
 نے تیار کیا تھا، ملے راہبان نے اُن ایروں اور منصب داروں، خانہ زادوں اور غلاموں
 جو وفاداری کے بڑے بڑے دعوے کیا کرتے تھے، اور جانِ نزاری کی ڈینگیں مارا کرتے
 تھے، اپنے رب و دشا **بھجان** و وارا سے غداری کرتے اور کجرامی کا اعزاز پاتے دیکھا اور

اُس نے ہونا بھی یہی چاہتے تھے۔

وفائے عہد تو ازواجِ ہوس نے آید کہ حفظِ شغلہ زردمانِ خس نے آید

ہر چند یارِ در پے جور و جبرِ ساز و دھن عاشقِ ہمیشہ و دروہِ ہر وہ فارود

ہم ان سب عذاروں کو اپنے حال پر چھوڑتے ہیں مگر
رائے راجا کی
نمکحالی و وفاداری
 آپ جنسِ وفا کے واحد سرمایہ دار ہیں، رائے راجا

نے یہ بے بہا جزوِ محبت بچھوٹی اور غلیظ کوڑیوں کے بدلے فروخت ہوتے دیکھا دل بھڑکایا
 جو تاریخی شعر زیبِ عنوان ہے، وہ دوبارہ پڑھتے ہیں پر آپ کے درو کا تہہ دیگا، برہمن

تہی ست نسخہ عالمِ زخرفِ ہر وہ وفا

زمانہ جزوِ محبت ازین کتاب کشید

ہر طرح کی تحریک و تحریک، تنبیہ و تادیب، خوف و ہراس رائے راجا کی شران
 وفاداری پر شتر زن ہوا، مگر آپ نے کسی قیمت پر بھی یہ جنسِ غیر کے ہاتھ فروخت کر سکی
 طمع نہ کی، ان کا مذہب غیر بھی اُن سے حق نہ کہ حرام نہ کر سکا، بلکہ نہایت مضبوطی کے ساتھ
 وفا پر ثابت قدم رہے اور علانیہ فرمایا

اگر زمانہ دگرگوں شود رجبانہ روم

برہمن از روشنی روزگار آگاہم

واقعی ان کی جنسِ وفا شاہجہان اور دارا نے خرید لی تھی، لیکن اس سے موقع
 تھے ہندی دہرم شاستر کی رو سے فروخت کرنے کا استحقاق بھی نہ رکھتے تھے

اُس زمانہ ظلمِ ستم کی معتبر اور متعدد تاریخوں سے ثابت
رائے راجا کی نوخیز خانی
 ہے، کو کوئی نمکوزار اس استراعتِ سلطنت کے موقع پر

نمکحالی قائم نہ کر سکا، خواہ نہ کہ حرام ہوا، خواہ سپردِ دار، مگر ایک رائے راجا ہی تھے

سرخ نہیں قادر مطلق نے اس دروازہ نگیزدافتہ کی لوح خوانی کے لئے محفوظ و مومن رکھا، یہ
تائیدی پر معرکہ برت خیر بیان اُن کی قلم غم رقم سے نسنے پاؤ از بلند کہتے ہیں۔
یادگار بسیار ناکامی قطرہ غل بدوش ترنگانیم

بہار ناکامی کی یادگار نے اُن مقام اور ستم رانیوں کی مطلق پروانگی اور آپ کی
زبان شکوہ آلا نہ ہوئی، بلکہ اپنے آئین کا اظہار کر کے سخت ندامت دلائی۔
گر از توجہ قدرت، نیسیا بگلہ از من آئین جہن از تو غوش و وصلہ امین

فرض شناس باب کا خط
تو قابل لے کر سیارہ سعادت مند
برائے مردم قابل ہمیشہ در سید است
لے رایان کی محقق دبا فرزندگی نے ایک طرف

جہانگیر شاہ جہان اور اورنگ زیب کی منتناک طوائف الملوک اور خاندہ جنگی کا کارنامہ دیدہ ہوش
سے بکھیا، بیٹوں کی باپ سے نکاریاں، بد ساشیاں، اینگ آداریاں اور ناخلفی کی ناقابل
ذخ ستم رانیاں، نظارہ کنیں، اور دوسری طرف مذہبی ہدات کے تقاضے پر باپ اور بیٹے کے
حقوق و وظائف رگہ رگہ رفت پر نشر مار رہے تھے۔

اورنگ زیب نے جو سلوک شناس جہان سے کیا، واقعات ہوش رُبا تھے، اب
موس کرستہ تھے، مگر اپنے اپنے اغراض سے خاموش تھے، کیونکہ دنیا میں وہ کون باپ
بچے، کہ جو کسی فرزند کی اپنے باپ کے خلاف ایسی ظالمانہ حرکات دل سے ناپسند کرے،
آپ نے ان ظالمانہ مظلومانہ حالات کے زیر اثر ایک تنہی و تہذیبی خط اپنے سواوند

بیٹے پرنس شجاع جہان کو لکھا، کہ جس کا یہ فقر و مکتہ واد اکا خزن ہے، ہر جملہ غور طلب ہے
اور ہر جملہ دنیا سے ہر بیٹے اور ہر باپ کے لئے بزرگانہ نصیحت نامہ۔

وہ زمانہ گزر چکا، اُس وقت ایسی مثالیں خال خال ملتی تھیں، آج نئی تعلیم نے
نئے تہذیب یافتہ نوجوانوں کی نظروں میں اپنے اپنے باپ کو ذلیل و حقیر سمجھ رکھا ہے، اور

اُن سے ایسا سلوک ہوتا ہے، کہ جو ایک ذلیل سے ذلیل شخص بھی کسی غیر سے نہیں کر سکتا اور نہ معلوم آئندہ یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہو

خاکسار بہار ہر ذریعہ دولت کے بزرگوں کا ادب کرنا، سعادتِ ابدی سمجھتا ہے، اور اس سے چاہتا ہے، کہ دنیا کا ہر ثناء اور رنگِ سیب نہ بنے، بلکہ سمرِ دل بنے، اس لئے رائے رایان کا خط، طویل ہوتے ہوئے بھی یہاں درج کرنے سے اجتناب نہیں کرتا، خصوصاً اس وجہ سے کہ یہ خط تاریخی واقعات سے تہہ پاتھ پڑا ہے، اس لئے رایان نے اپنے یہ جذبات اپنے رفیقِ خلوت و مختار دوستوں پر ظاہر کرتے ہوئے ایک اعلیٰ مصلحت سے بیا فرض ادا کیا ہے، اور نگتہ نگاری اُن کا حصہ تھا، اسی نظر سے پڑنا چاہئے

ایک سنیاسی کاشی جی قیام کرتا ہوا، گنگا جی کے منت پر بیٹھا ہوا، رام رام کر رہا ہے، اور جب دنیا کی طرف دھیان آتا ہے، تو قلم لے کر کاغذ پر چند سطریں لکھتا ہے، وہ نہ فقط سنیاسیوں کے لئے کار آمد ہے، بلکہ ہر دنیا دار کے لئے نقشِ راحت و دل بستے، آپ بھیجیں کہ سطور میں تعلقاتِ پدری و پسرے کے جذبات کس اثر سے قلمبند کئے گئے ہیں، وہ نہ تخریبت پوچھتا ہے، نہ نگہ داروں کی حکایات سننا چاہتا ہے، نہ فکر و تشویش کی کوئی خبر سننا ہوتا ہے، نہ خبر لینا چاہتا ہے، اپنے حال میں پڑا اُن کو دعائیں دیتا ہے، غیر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا فخر ہو سکتا ہے، کہ وہ اپنا نورِ نظر رکھتا ہوا، جیسا کہ جی دنیا کی طرف دھیان کرتا ہے، دُعاے غیر دیتا ہے، اس خط کو جسے ہم غلطی سے خطِ سچے ہوئے ہیں، توضیحِ نامہ لکھنا چاہیے کہ رائے رایان نے لکھا، ماننا پڑتا ہے، کہ رائے رایان کی منزلِ سنیاسِ آشرم کبھی سی جی اعلیٰ وارفع تھی، جیسی کہ ان کی دنیوی زندگی :-

نصیحت نامہ کہ بر فرزندِ سعادت نشانِ بر خور دار پیچ بھجان انگور ش یافت ” فرزندِ ولید

چراغِ خانہٴ زندگانی، شمعِ بزمِ شادمانی، نورِ دیدہ آمد رسیدہ آرامِ خاطر عم کشیدہ وقتِ ایام

پیری، اعصابِ سنگم، دستِ بگری، گلِ گلزارِ امید، مائے عشرتِ جاوید، درانِ خاطرِ بخورِ مہرِ رحم

ناسور، نذر نظر سرور سب سے کہینہ، پیر نید دل، لخت جگر، سرمایہ تجارت، روزگار، حاصل گردش
سلسل و نہار، گلشن ہمیشہ بہار، نشاط ساز، کار انیس خلوت، رفیق بے سیر، طریق تسلیم و رضا،
رہروداد اسے صدق و صفا، رزق شناس، قاعدہ دان، ادب گزین، عقیدت نشان،
فرزند برغور دار **تیج بھان** ہمیشہ شاہد مقصود و درکنار و از آفات روزگار برکرا
ہو رہے

نشار دانش در سر سفر ہوش در دماغ و شاہد معنی در نظر و کلک مغض در دست و لوح
عقیدت در پیش باو، یزدستان بقل شانہ، خلعت استعداد و قابلیت ہمت و حالت آس
فرزند نیکو کار را بطور حسن سلوک معاش نیک و حکم معاد و تسلیم و رضا و زہد و پرہیز چھوٹ
رضائے خالق یحون و داد و خلائی ظہور آموز خیر و احسان و در مقام حسنہ و قریح
اعمال پسندیدہ، ترب و مقرر گردانا و بعد از دعائے خیر کہ ناشی از صحبت ازلی درویش
لم یزلی است، معلوم ضمیر پند پریر کی گردانہ کہ اگر مقلد تھائے حکمت بالغہ و قدرت شاہد ہر
یکے از وضع و شریف و دانا و نادان از حوزان الہام لغت ایزدی بہرہ ور و فنیاب
است و سرچرخانہ کرم کرامت فرمودہ اند، سرمایہ روزگار خود دانستہ، بآن مفاخرت
مینمایند، با وجود این ہمہ احتیاج کہ در عالم بشریت است، با وجود خدیں تباین و اضلاع
و مخالفات اطوار و تکلیف را از ارتباط و التیام یکدیگر چارہ و گذیری نہ، و مرتبہ بر تہ یکے را
با دیگرے نسبت و التیام انتظام است، نظر بر این معنی، این نیا زمند را کہ پیر آن لیسر
بر خود در رضا جرمی و خوشحالی است، بمعنی تھائے ایم نسبت لازم است کہ لوزائیم نسبت
را از اس گرامی فرزند درین ندارد، معیار بد کہ اس فرزند دلبند و رکنہ جاہمہ وقت در

خواب و بیداری و غفلت و مشیاری، سر عقل و درست را از دستہ ندانستہ، لغزینا
عروس، چرخکار از بانہ و در نظر بکوبے بود، اس سرمایہ فانی انداختہ، حلوۃ ظاہر را
از خواب و خیال، نہیں ندانہ و کہ آجہ در عالم صورت وجود گرفتہ، تشریف عدم و کسوت فنا

خواہد پوشید، دہر کہ در دایرہ سیدار فانی، رخت اقامت انداختہ بصوب ملک جاودانی خواہد
 شناخت، پس از توقف و فرصت چند روزہ این جہان فانی را از مغفلات دانستہ
 چیزے کہ از چیزے حاصل کند، اوقات گرامی گذشتہ بنیاد، و آئیدہ را استقامت و نشاید
 بموقع صرف بماند، این نیازمند کہ وقتے کہ درین آن فرزند بود بعد تصنیع اوقات گرامی
 را وبال میدانست، و پدر بزرگوار من از غایت الفت و محبت جلی موعظ و مینو نصیحت
 چند میخواند، کہ آنچہ از آنجملہ در گوش جا کرد، امروز بکار آید، ہرچہ مقتضائے نادانی
 و جوانی طبع را از قبول آن نفہرمی یافت، الحال ندامت آن میکند و حار آن دارد بطبیعت
 بزرگوار اگرچہ دارد تلخست از برائے در بعض اراضی و میبے بہر زخم ایام نادانی ہر چند در
 اصلاح حال استعمال بکار رود و بعد اتق قریب باشد، اگرچہ کرب علیم لغت حذداد
 است و کوشش و راس علامت سعادت و علم و عمل، اما عالم بے عمل شاخ بے بر
 بود، علم قلیل با عمل بہتر از علم کثیر بے عمل است، اگرچہ اصل عمل و نتیجہ عمل درست آنست
 کہ ترکی تعلقات و عوارض صورت نمودہ، نظر بر نمود بے بود، آفرینش نباید اخت و حاصل
 غیر گرامی کہ عبارت از علم با عمل است، بدست آدودہ، عبار غلاتق را از گوشہ دامن باید
 افشاند، لیکن از آنجا کہ سلسلہ آفرینش منوط، اسباب تعلق است، رہائی و نجات از اس
 مقدورترین، درین صورت دست در کار و دل بایار و اشتق، دو عین کثرت متاشافی
 جلوہ وحدت نمودن، و در اول حال از آخر کار غافل نگشتن، این پسندیدہ است، اما
 این صحن بدول از صحبت نیکان و تعمیر از ضبط و محافظت حال خود مستبر نشود،

پہی طبع و جہد تمام در ہنگام جوانی کہ این رہ نور، و حالت جذب، یا در غفلت
 را ہوائے آزادی در سرفشا دکار بجائے رسیدہ، و معاملہ سجدے کشیدہ کشب ہائے
 دراز را بیداری و ہوشیاری و فکر ہائے عمیق و تصورات بلند بزدوری آورد و در روز ہا
 را باندیشہ ہائے دراز، بنام سیرساندہ گاہے سرزدہ از شہر بجزا میرفت، و گاہے لہر سیر

از صحرای شہری آید، نہ قرار در شہر نہ صحرای صحرای، اگر بوسے گل بمشام حسید، پیامِ ہزن
میداد، و اگر تو اسے بلبلِ بگوشِ حسیدِ ناسخ، برد لیشِ میزد، در ہر جا کہ نشانیِ دہرے
از مُردیان و گورِ نشانیان و صاحبِ سلوک می یافت، سرا از قدمِ نشاختہ، خود را
باین مکان رسانیدہ، از گورِ نگاہے میگرد، اگر گنجائش سے یافت خود را بجا نشیکہ باط
میرسانید و لایہ نگاہے قانع بودہ وقت را خود میداشت، و با وجودِ تباہی و اوضاع
و تحالیفِ اطوار اہل روزگار پاسِ سرِ شستہ آنار و گفتار و کردار خود داشت خود را
برہمہ جا بگرنا ر میداشت، اگر بہ فطرتِ بلند تقاضائے آں مینماید کہ از آلائش مصفا
داشتہ آلودہ تعلیقِ بنا بدود، علائق و عوائقِ زن و فرزند را لطیفِ غمخوارِ حقیقی بر سرِ اثر
در سلاسلِ فکر و اندیشہ بنا بدافتاد،

(اعتدال) اما اگر، این معنی بمقتضائے خاطرِ حامیِ طہنیت، بغضِ استعدادِ میر نشود تا موقوف
بوقفِ خاص باشد، شائستہ آں است کہ از طریقِ اعتدالِ تجا و ز نمایند، و علینِ تعلیقِ بودہ اتو
بہیے تعلیقی باشد، و سرِ شستہ حسنِ سلوک و معاشِ نیک، از بیتِ مذہب، و دلِ تسخیرِ قلوبِ انجام
مرا م و مقاصدِ جہانیاں و نفعِ رسائی از بابِ روزگار بدل و جد و جہدِ مرعی دارد، کہ
قبولِ تعلیقِ از برائے نفعِ رسائی و بچرانِ مختص، نہ از برائے حصولِ ہوائے نفسِ آثار
بعد از اں کہ بمقتضائے لطیف و قسمتِ ایں ذرہ ہمقدار در محفلِ خلد آئین و صحبت
بزرگانِ نامدار شرفِ باریافت پیوستہ بمالہ لطیفیت میگرد کہ چون بکار آمدہ ہوشیار باش
و ایں بسینہ شیخِ سعدی علیہ الرحمۃ بر زبان داشت، بیت

کہ گفت بچگون در انداز تن چوں انداختی دستِ پائے ہزن
پیوستہ مراتبِ نیکی و نیکذاتی و خیر و صواب و امداد و اعانتِ خلایق، و آئینِ نشست و برخاست
و سلوکِ پسندیدہ، و طرزِ گزیدہ، و پاسِ شرانہ صحبتِ بزرگان، و آداب و تواضعِ بزرگانِ باری
و تاملِ فکر و غور و درکارِ با، و تقابلمِ مراسمِ صحبتِ باد و بوستان، و تہنیدِ قواعدِ صلحِ باد و شمل

وینکی در برابر بدی، و با خوبان خوب، و با بدایں خوبتر بودن، و دیگر محنتیات و غریبہا
دولت ملینود و کینایت الہی و توجہ باطن آں قبلہ گاہی اس رضا جوئی پیر آں موعظ
و پند را دستور العمل روزگار ساختہ، ہماں طریق سلوک ملینماید

دلفضیحت فرزند متعلق اسباق و سیاق، و آں فرزند را نیز می باید کہ پیش از بس راہ
کوشش مناید کہ ہر دو ہنر فائق گردد، و با بس حال اگر سیاق نولسندگی نیز داشتہ
باشد، بہتر و خوبتر خواهد بود چہ منشی سیاق و اس کم ہم میرسد، و سیاق دان منشی کمتر
بیباشد، و اگر در شغفہ اس ہر دو جمع شود، نادر است و نور علی نور منشی ہماں است

کہ راز دار باشد، و نولسندہ ہماں بہتر الہ

اورنگ زیب دشمن شست نفس کشش تو در کین گاہ گرد کامیش تو
اس میں کوئی حکام نہیں کہ ایک بڑا ظالم سے ظالم بچکد
انسان سچے انسان سے آگے موم ہو جاتا ہے، اور حبس
قہری شیر اپنے محافظ کے آگے دم ہلاتا ہے، ٹھیک اسی طرح خوشخوار انسان قابل انسان
کا خادم ہو جاتا ہے، اورنگ زیب کو دنیا کی تاریکیں مقصب و بدنام مشہور کرنے کے لئے
کھلی پڑی ہیں، مگر جب رائے رایان کے طرز زندگی اور سلوک اورنگ زیب پر نظر کیجاتی
ہے، تو جو خیالات اورنگ زیب کی نسبت عام طور پر ذہن نشین کئے جاتے ہیں، اُن میں
کمی واقعہ ہو جاتی ہے، اور اب ہمیں ایسا کرنا بھی چاہئے، حضرت اسماعیلؑ کو انہی تحریر
فرماتے ہیں کہ :-

برہمن اورنگ زیب عالمگیر کے نام حسب ذیل رفقہ لکھتے ہیں :-

”آتا دریں زمانا سعادت نشان کہ روانی در دواج متاع گراں بہائے مصلحت و کمال
و گرمی بازار اہل ہنر و استعداد است، بے سابقہ معرفت بعض نسبت معنی آں قدر

۱۔ اگر یہ خط مکمل ملاحظہ کرنا ہر قول ملاحظہ ہو چہا رہمن

طُف و شفقت و عاطفت و درافت و ہر بانی و قدر دانی از اس عزیز العصر والدوران
مشاہدہ نمود کہ ہم پیشینیاں را بیاورد و ہم فراموش ساخت
مبسمل نتیجہ بجاتے ہیں کہ اورنگ زیب آپ کے اعلیٰ قدر دانوں میں سے تھا
الفاظ ذیل کے ذریعہ یہ رباعی اورنگ زیب عالمگیر کو لکھی۔

رباعی مقبول طبع بلند مشکل پسند حضرت نعلی الہی قابلِ خاں عالمگیر شاہی
من آرمم کہ بر گلہاں پریدم ہوائے گرم تائبستان ندیم
چو ہنر لب بشیر برت شستم چو گل حبشہاں سہرورستم
حضرت بسمل کراؤسی کا خیال ایک صداقت پر مبنی ہے جس کی کوئی تردید نہیں
کر سکتا، اس "انتخاب" اور رائے راہبان کے دیگر واقعات زندگی عہدِ اورنگ زیب
سے تحقیق ہے کہ واقعی اورنگ زیب ان کا قدر دان تھا، اور اس کا تمام دربار ان کے
شیخ عبدالحق محدث
سے صحبتِ مقدس
برہن نے اپنی سرکاری زندگی میں ہندوستان
کے طول و عرض میں جہاں جہاں سفر کیا
ہمیشہ فاضلوں اور خدا رسیدہ بزرگوں سے
اپنے بھائی پنڈت اوسے بھان کو ان الفاظ میں لکھا ہے۔

در روز دیگر کہ دریں بلدہ (روپلی) مستام واقعہ شد فضایل و کمالات
مرتبہ شیخ عبدالحق و حقائق و معارف و نزولت شیخ نورالحق
سکراز فلاسے روزگار علمائے والا معتمد ارادہ، و از نظم و نشر تصنیفات
حقیقت آمین دارند از روئے مناسب ذاتی بعجب علامت العصر والدوران
رسیدہ صحبتِ رنگین داشتند

۱۰۔ آپ کا استغنیٰ اس کا شاہد ہے، اور آپ کے والد بزرگوار کے انتقال پر جو تسلی بخشی فرمائی، وہ بھی اس
خیال کی تائید ہے۔

مواضع بھی ہے تابانہ در عالم دسراوہاں جنوں آقا رہاں
ز در مغز در سر در برش و در دماغ اویدہ راچوں ابر نیماں بانہ ار گر یہ کریم، عینہ را با خواش
گرچی ہنگامہ برتر، بعد زبانِ خالوش، از ہایت جہتِ حق برابر خواش، لیکن از آنجا کہ سر ز
رہنا بقضا سپردن و خود را در میانِ نیا درون آئین را با تسلیم است، قطعی این مصیبتِ جاگاہ
از نقور آن چوں سیما بی قلم از دیدہ ویرد، بہر بہتِ مہر گو را ساخت

”چوں ایر معنی معروضِ نفسِ خدائیں گشت، باو شاہِ رحیم طبعِ کریم، در یوں نغینہ جہاں، در شبہ
عالمیان از دوسے دورہ پروری و بندہ نوازی اینہ ذریعہ ہے مقدار و مہر و نصیحت را در بارگاہ
سلمہاں جان، بنیامت خلعتِ سر فرازی کو بہرِ نیشاید، در یک عرفِ عنایت آمیز خاطر مزین
را تہنِ گردانیدہ، ہر نگاہِ این چہر پان باد، و حدیم، کجا ہی این معادہ خود را با دوسے تسلیم
رضائیدہ باشد، آن برادرِ معاندوں کہ آشنائے رہتہ حقیقت و دانائی در موزدین و قنائی
غفلتِ انہار، ستا یقین کرد بطریقِ اولی، ز غرقہ حزن پائے، در دامنِ شگہا پھسیدہ، عشا
بقضا دادہ باشند۔“

اس کے راین کی کلشن طبع جہاں پہلے بھری و شادابی کے گل رگزار اکھا یا کرتی تھی اب
آستے پہلے و رہتے عداوت سے فوجہ ترنم و فریہ نوالی غم لکھنے کے لئے واقعہ کردیا، اسے دالہ زنگو
کا مہر نہ لکھتے ہیں، دیکھو اہل بصیرت دنیا پر کہ فریب ہیں آستے
دیگر نہ وضع روزگار پہ کوید و جہ و نہ چہ تو اندگفت، سنگ تفرزہ کہ بر شینہ جمعیت و اتانہ
کہ، تاجِ تبدگاہی، دہی، از مظاہر باریت، ہر عہدہ، اصل ہر

اسیاست

یدر چوں سایہ افکن بر سر، بود	مشرابِ بے غمی در سحر، بود
جو بر سرِ سایہ آ، صدفِ کمرشہ سے	فدک در زیرِ پاسے من جمید سے
ولم زیں مہینہ در دانش، علم بود	کہ گر علم آمدی، اور اچ غم بود

کنوں زانگو نہ علم و ردی اثر کرد کہ عنہا سنے کہن را تا زہ ترکد
چون فلک ہرزہ گردایں بتم وادش سہا رنجیار وار و دگر ازاں بے موقع دانستہ آہ
در چکر دنا در گرا گرہ است

مبہم

گنجا است بحرِ رائے کہ عقد کجشا پد کہ آہ در چکر دنا در گرا گرہ مست
امید کہ جمعیت باطن بعیب شود تا گراشتہ را کہ شستہ و آئینہ را کہ شستہ ترا گراشتہ دانستہ
مناسبتہ حال خود با منہ

شاہجہانی در سلطنت کی مہر فیاضہ کچھ اور کہیں اگر اورنگ زیبی اور
نیا رست گل چھتر
عہد ہیا نگیری کی اور انسان وہی سمجھئے اگر ان سے دل اور پیچھے دور
شغل اور آپ کی طبیعت نے جن اشغال میں نشوونما پائی تھی اب اس کے خلاف ہما ہی کا
دور تھا جس سے انہیں فطرتی نفور تھا آپ ان رسوم یافتہ درباریوں سے پالا پڑنا تھا کہ جو
شاہجہانی عہد حکومت میں دولت سے دور رکھے گئے تھے اور جو سلاطین سلطنت تھے دور رکھے
گئے تھے یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاہجہانی عہد کو نہ ضروری تھا اور یہ عہد برائے نام مذہبی
گو آپ کی طبیعت میں پارسیائی تھی مگر وہ اورنگ زیبی پارسیائی نہ تھی اس لئے ایسے شیع
کی مشب و روزی صحبت سوبان روح تھی کیونکہ مہرِ ع

روح را صحبت تا جس غذا ہے است عظیم

اب انہیں وہ علمی معرفت بھی نہ رہی تھی نہ اس کا کوئی قدر دان باقی رکھا گیا تھا
مشاعل علمی اور شہرِ دہلی کا قافیہ تنگ کیا گیا تھا اور وہ بھی حکماً اب وہاں شاہی سفروں
میں شاہ کے ہمراہ رہنے لگے جو ہندوؤں کے روضہ متوہ مقدمہ تھے چنانچہ تھانویہ کا ستر
اسی مقصد کی تکمیل تھی چونکہ ترک ملازمت کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا اس لئے اب ظاہری دماغی
ظہر پراد ہری متوجہ ہو گئے اور اس عقیدت کا کھلا اظہار ہونے لگا اس نیا رست کی عبارت

ملاحظہ ہو۔

”بعین عنایت ایزدگار ساندھے مراحل نمونہ درفل چتر آسمان بقعہ تھکا پھر سید اودا تماشا
کل چھتر کا زما بد مشہورہ قدیم روزگار راست دوسوا الف ایام برہنہ ان مٹا من دار باب تقویٰ
وہماریت دہیں سرزمین غمخیز عمر سائے دراز نہ بجاوت و دیانت بسر بردہ اندا جو جائے دلفریب
و دلنشین رو لپیڑ راست و کل نزول و درود آزاراں و درویشیان و گوشہ نشینان است“

نزا ز گردش گردن ہرزہ گردہ چہ باک
اگر کھنڈر دل آرسیدہ برہنہ نشینی

اورنگ زیبی) دربار سلیمانی کو

اس موزعیف کا استغفہ

انقلاب سلطنت شاہجہان کی قید شاہی خاندان
کی ہلاکت دارا کی مقتولی حالات گرد پیش کی ناموزونی خدمات غیر عزمہ کی انفرادی والد بزرگوار
کی جدائی کفایت او سے پور کی ماموری ایک صوفی مشرب عالم با عمل کسے لئے ضرب کاٹل
ہے اونیائے دس سے بیزاری کی

رائے رایان کے حق نمک کا تقاضا تھا اور پختہ ارادہ تھا کہ تازیت اس کشور ہندوستان
کی حکومت کی خدمات بجالاتوں اگر جب انہوں نے دیکھا کہ وہ کسی طرح بھی قوت و قدرت دربار
برداشت نہیں کر سکتے تو دل غموار در رہا خواہی سے بیزار ہو گیا اسالہ سال و یوان خاص
اور یوان عام میں عہدہ کر شاہجہانی وزارت عظمیٰ اورنگ زیبی صدارت گرامی کشور ہندوستان
کے فرانضی دیانت داری سے غرضی معاملہ فہمی اور صداقت و جاں نثاری سے انجام دیے
اور نہایت اثر لکھے کے بعد اب بھسے دربار کو آخری سلام کہنے کا موقع آیا اور اس وقت جبکہ
اورنگ زیب اور اس کا دربار آپ کا دلہہ شہید تھا آپ نے قلم اٹھا کر استغفہ لکھا اور لایا
حضرت ہی میں ہیں کہ دیا تاریخی نمونہ نظر سے یہ استغفی بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جس کا
ہر لفظ اور ہر فقرہ معنی غیر سبب لہذا نقل کی نقل کی جاتی ہے کہ یہ بھی برہمن کی غیور طبیعت اور اعلیٰ
دل و دماغ کا ایک کارنامہ ہے۔

”اتمس کہ اذ نظر کیا از حضرت خلیفہ زمان بادشاہ عالمگیر گزشتہ

شدیم پیر بھسبان چشم آں داریم کہ جرم ما بجا آناں پارسا بخشند
 ارادہ ایں مورِ ضعیف آں بود کہ در بار گاہ سلیمانی کہ مرجع فرمانروایان مفت کشور است اگر
 خدمتِ وسیلہ دوام حضور سعادتِ ابدی حاصل نماید لیکن از آنجا کہ ایام جوانی کہ خلاصہ اوقات
 زندگانی است در خدمتِ ایں دو دمان خلافت نشان بہر آمد ہنگام شباب بہ شیب رسید و آں
 عالم و اس حصہ نمائندہ و قوت و قدرت در بار فلک آثار خود کمتر یافت لہذا استغنائے خدمت
 حضور پر نور نمودہ ہجاک رویی روحہ مؤثر مقدسہ کہ در میاں اولی و آخرت واقع شدہ کسب ستاد
 جادو میکند بگذشتہ کہ ما مور است از روستے دیانت و سبے غرضی و معاشرہ فحی و نفس الامری کہ
 سالہا و بران خانہ اعلیٰ امتیاز آں نمودہ ’سرگرم سے باشد‘ و برسوخ عقیدت و صفائی طویت و
 اخلاص و رحمت بعد از دیا و عمر و دولت ابد ہویند کہ برو فیض و شرف لازم اتم و واجبات اشتغال
 میدارد اگرچہ حقیقتِ حال ہر یک بنظر و فکر آئینہ جہاں غر حجاب از آنست پیدا و آشکار است لیکن بحسب
 ظاہر اکثرینہ ہائے سرکار فیض آثار شایستہ اعتقاد و اخلاص ایں برہمن کو شکر گویند“

ترک ملازمت تاج مغلیہ کے بعد زمانہ کاروانی دیوانِ مغلیہ آپ کو نہ فقط ہندوستان کے

ہر شہر و دیکھنے کا اتفاق ہوا بلکہ کابل و ایران
 تک سفر کیا جب وینائے دُن سے سبزاری ہوئی تو آپ نے اپنے مستقل قیام
 کے لئے ہندوستان بھر کے جملہ مشہور و نزدیک و دور متبرک و مقدس تیرتھوں کی یاत्रا
 فرمائی چنانچہ اپنے محرم راز خان و الاٹان و اوو خان کو ایک خط میں لکھتے
 ہیں :-

”آرادہ خاطر نشان آنست کہ بعزم زیارت بنارس و گیاہں سرزمینِ دلی کشا رسیدہ و دیدہ آمد رسیدہ
 را بدیدہ فیض آثارِ مژور سازد“

۴۵۔ اتمس کہی و فرامست کہ شہری“ خواستہ در مکتوب و یا مصلح اہل علم عربی سوال مساوی و در فارسی سوالی ادنی -
 غیث اللغات

ہر مہینہ کی دنیا ہے دن سہ ہزاری

سنیاس آشرم میں دم شماری

کرتے ہوئے 'اس نالائق دنیا سے جلد کنارہ کش ہو جائیں' اور ان کی سس، لوح حقین، المتعلقین، ملازمین اور ہم مشرب تلاش کیے جا کر سب تیغ کر دیئے گئے تھے، یا انہیں پرست پلا کر ہلاک کر دیا گیا تھا یا کسی دیکھی بہانہ سے انہیں دربار سے دور پھینک دیا گیا تھا یا وہ مجمع محرام میں شامل ہو گئے تھے، مگر اس لاکھوں کے مجمع میں ایک بہمن ہی ایسے تھے، جو محفوظ تھے، ان کی حفاظت کیے سامان ان کا وصال کل مسئلہ، 'علیٰ فضیلت' پاک چلن اور بے شرطیت تھی کہ جو انہیں اس عہد کی شخصیات میں سزا جزا سے محفوظ و معنون رکھے، میں کامیاب ہو گئی، وہ راج دربار تیاگ اپنے پرائوں سے منہ موڑا، کاشی جی پہنچ گئے، مٹی کرن گھاس کے کنارے ایک خض کی کینا بنائی اور اس میں اپنی زندگی کے گہنے، محبت، بندگی میں صرف نہ کرتے نظر آئے، صاحب خیمہ چاؤ پیر پتہ دیتے ہیں۔

”دور شکوہ کیسے نقل سے بعد ہوا میں تازہ کال دنیا ہو کر بنا رہے ہیں۔ اور وہاں یاد خدا میں

مغفرواں ہو گئے۔"

حضرت حسرت موہانی واقعات کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں، کیونکہ وہ ایسے اختصار کا قلم اٹھاتے ہیں کہ جو واقعات کا نام و نشان نہ دیتے ہیں، ذرا اُس کی حرکت، فاضل فرماتے ہیں۔

آخر میں نوکری سے استعفیٰ دے کر شہر بنارس میں سکونت پزیر ہو گئے اور دواغی دہم و راہ =

اہل ہندو ریاضات اور عبادات میں مصروف ہو گئے

اگر ہم حسرت کی تقریر کے پیدا کردہ عقین سوالات کا جواب جناب حسرت سے نہ مانگیں گئے تو حسرت باقی رہ جائے گی، اور ان کی تقریر ناقص بھی

الف :- دو کیا لو کر چلتی آیا روئی بناسنے کی یا پانی پلانے کی استغنیٰ کی کیا وجہ تھی ؟

ب: یہ سکوت کس لئے ہمارے کیوں انتخاب کیا گیا؟
 س: موافقہ رسمِ اہل ہندو کی طوالت کی کیا ضرورت تھی؟
 میرزا سلطان احمد صاحبؒ تو ان کے نام کی سرخی جہاگر واقعات ”گجہ بود مرکب گجہ رختم“
 پر ختم کر رہے ہیں، مفتی محمد سعید احمد صاحبؒ بھی اس معاملہ میں ان کے بھائی ”بکھے“ دراصل یہ
 نفقہ نویس مورخوں کی کوتاہی ہے کہ جنہوں نے اپنی عقل سے کام نہ لے کر فارسی تحریروں کا ترجمہ
 کر دیا۔

شبہ بہ تفتیبِ حسدِ او دایرِ دستمال
 علاجِ دردِ دلم تو بہ شد پس از پش سال
 سودی کا مشہور شعر ہے۔

بوقتِ ترکِ ملازمت آپ کی عمر
 چالیس سال سے تجاوز کر چکی تھی

چہل سال عمر عزیزت گذشت مزاج تو از حال طفلی نہ گشت
 محققانِ فنِ تاریخ نے اس سے یہ نکتہ پیدا کیا کہ شیخِ سعودی نے جب گستان کا باغ
 سمجھا یا تو اس وقت آپ کی عمر پچاس سال کی تھی، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خیال صداقت پر مبنی
 نہیں، اسی طرح خاقانی پتہ دیتے ہیں۔

ہے از سی سال این مہی محقق شدہ حسانی

کہ دنیا سر بہ ریخت اندوہ ست و پشیمانی

اسی فلسفہ کی بنا پر ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ جب رائے رایان نے مغلیہ وزارت کو خیر باد
 کہا، اور ترکِ دنیا کے بعد سیاسِ انہرم کی بادشاہت تنہائی، اس وقت آپ کی عمر چالیس سال
 سے قدرے تجاوز کر چکی تھی۔

مہرِ ملازمت سلطنتِ محکمہ
 ان مختصر و نامکمل واقعات و حالات دریافت شدہ کے اعتبار
 پر یہ پتہ لگایا جانا ممکن ہے کہ برہن نے مغلیہ دربار کی کس
 سنہ و سال سے خدمت شروع کی، اور کب چھوڑی، کیا کیا خدمات انجام دیں، اور کہاں کہاں

رہے مگر ان کی تحریرات متفرق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ آغاز جوانی سے بڑا اپنے ملک خدماتِ دربار-
مغلیہ انجام دیتے رہے آپ کے چہار چہن میں ایک رتھ بنام عماد الایمان رکن الدولت مومنین
، خلعت وزیر خان کے نام ہے آپ اُس میں لکھتے ہیں :- ”عرض نیاز و دعائے بے ریائے
دعا گوئے سچی سالہ بدرجہ سامی قبول باد“ اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ خط اس وقت اُن کو
لکھا کہ جب آپ خدماتِ دربار ۲۰ سال کے قریب انجام دے چکے تھے،

ماہرِ بن نظمِ گنجی تازہ بستہ ایم
بہرہ سیرِ گلشنِ عالم نے گنیم

اورنگ زیب کے دربارِ دیوبند کو الوداع
اور

دورانِ قیامِ دہلی داندہ پرستِ سلطنت بھر کے
کار و بار آپ کے دربار سے تعلق رکھتے تھے،

کاشی جی میں دیوانِ وصائی کا انعقاد

ابنِ عرض ایک پرایک ڈنٹا پڑنا تھا موسیٰ ہوا خواہ دم لینے کی مہلت نہ دیتے تھے، درباری
قطعِ تعلق کے ساتھ ان جو عرضِ مصنوعی درباریوں کا بھی خاتمہ ہو گیا، یہ زمانہ علیحدگیِ ہندوستان
میں خصوصیت سے سوہانِ رُوح ہے، کیونکہ جنسِ دنا اہلِ اعراض کے ہاتھوں خود غرضی کی تلک
میں جسمانی جا چکی تھی،

رائے راجپان کار و بارِ غرض سے بیکردش ہو کر اورنگ زیبی دربار سے قطعِ تعلق قطعی

کر بیٹھے، اور دو مہفتہ کے بعد کاشی جی میں منی کرن گھاٹ پر بیٹھے نظر آئے، دہلی کا ٹھاٹھ فانی
تھا، اور چراغِ سلطنتِ مغلیہ کی صبح، مگر وہ گھاٹ حقیقتاً اندر پوری کا ٹھاٹھ تھا کہ جہاں
سادہو، سنیا سی، جو گیشتر نامسا مٹا دیوبند کی دولت چھوڑ کر دولتِ عفتی حالتِ دیوبند سے
تو بخال، اور سرورِ ابدی سے سرشار ہو رہے تھے، دیوبند رنج و راحت، اعراض و ضروریات،
خدا طلبوں کے دیوانوں میں کہاں، دہاں وہ عیشِ بخت، کہ جن کے لئے دُنیا بے قرار ہے،
بادشاہ بھی جن کا طلب گار ہے، اور رائے راجپان کی رُوح کے لئے تو یہ عندا
دلپذیر تھی،

لائے صاحب اس ضمنی دوزخ اس ایسے ہی عیش سے کیلش کے لطف سے رہے تھے

۱۔ آپ شاہجہانی اور اورنگزیبی درباروں میں اعلیٰ خدمات انجام دیتے ہوئے کبھی آزادانہ کار کردہ دنیا سے مختلف بزرگوں سے
مستشارت ملتے تھے۔ یہاں پر اس کا ذکر دو بار کیا گیا ہے اور خدا پرست بزرگ اس کا جس سے آپ نے ملاقات کی تھی
ان ملاقاتوں کے تذکرے اپنے بھائی کا دوست بھائی کو فرمواتے تھے "اور ان ہی کے توسل سے میں نے حقیقت بتائی ہے سرسند کے سرسند
پتہ دیتے ہیں"۔ آپ نے کیا دیکھا کہ بزرگ دنیا پر مشتمل رہا وہ شائستہ مصیبت الہی سے خود کو پس عقبہ دنیا الہام و روحانی فوائد و مصالح سے ماہر
کوتہ جرم خلافت بردار عقوبت بردار کمال است دیوہی بزرگ تھے کہ وہ میں نے سرسند کے اس حصہ کو بتایا ہے کہ کیا ایک جہان نیکان کے توسل
کی آواز دیتی تھی، ایک ہی ذریعہ خلافت اہل کاپہہ تھے کہ ان کے واسطے وہیں کو شہر باخود و ملت مریوے سے اور کہ ترک تعلق کو نہ بآزادی کی تمام اس
تقدیر میرور، فقیر تاقی، کچھ نیکو اس جہی کا طالب و نشان است بحدت تہذیب و زبان رسید، صحبت دانش خود دینی بابت لکھتے ہیں:۔ و انھما حال
ایں دنیا میں شکستہ است از آزار و ابتداء کار کہ آزادی کو جو کج خلقی سے خود کو خالی ہو کہ اگر حرفت از دست دنیا پیدا کر میں میرور سے آزاد و نیکو
آن شخص سے یافت "اگر میرور سے کفر کے حالات میں کائنات فرماتے ہیں:۔ و خط و لکھن جہی از در باب سحر و طعن کہ یہ آزاد کی بیکار از دنیا میں کائنات
کچھ کام پر دست کر لے کہ وہ مرقی جا کہ آزادانہ دے کھانا دے دیکھ از دست و بابت کہ کوں است ہا شاہزادہ کے مطلب سے بیکار و کچھ سے انار
صدق ملک است و طاعت تہذیب و تمدن البرجہ بد و کچھ بنیادیم بیکار و کچھ از دست و بابت کہ کوں است ہا شاہزادہ کے مطلب سے بیکار و کچھ سے انار
اصول اعتقاد دلائے ہیں:۔ ایسا کہ اصل است و کچھ میرور سے کفر کے حالات میں کائنات فرماتے ہیں:۔ و خط و لکھن جہی از در باب سحر و طعن کہ یہ آزاد کی بیکار از دنیا میں کائنات
معنی دنیا را مقلی باشد ایسا کہ اصل است و کچھ میرور سے کفر کے حالات میں کائنات فرماتے ہیں:۔ و خط و لکھن جہی از در باب سحر و طعن کہ یہ آزاد کی بیکار از دنیا میں کائنات
کہ از باب طلب و پیروی سے صحبت ہے و وہ اندام میرور سے کفر کے حالات میں کائنات فرماتے ہیں:۔ و خط و لکھن جہی از در باب سحر و طعن کہ یہ آزاد کی بیکار از دنیا میں کائنات
آزادی دے کچھ کچھ صاحب لایستی نفسانی سے دوست کر لے کہ وہ میرور سے کفر کے حالات میں کائنات فرماتے ہیں:۔ و خط و لکھن جہی از در باب سحر و طعن کہ یہ آزاد کی بیکار از دنیا میں کائنات
قدیم میرور است "کہی کہ ایسی ملاقاتوں کے حال و سبب ایسا کہ اصل است و کچھ میرور سے کفر کے حالات میں کائنات فرماتے ہیں:۔ و خط و لکھن جہی از در باب سحر و طعن کہ یہ آزاد کی بیکار از دنیا میں کائنات
کہ آزادانہ آزادی دے کچھ کچھ صاحب لایستی نفسانی سے دوست کر لے کہ وہ میرور سے کفر کے حالات میں کائنات فرماتے ہیں:۔ و خط و لکھن جہی از در باب سحر و طعن کہ یہ آزاد کی بیکار از دنیا میں کائنات
نسبت از دست و بابت دینی مشہور و از کمال آزادی و مقلی نفسانی سے دوست کر لے کہ وہ میرور سے کفر کے حالات میں کائنات فرماتے ہیں:۔ و خط و لکھن جہی از در باب سحر و طعن کہ یہ آزاد کی بیکار از دنیا میں کائنات
دوسرے عقیدہ نسبت کہ وہ میرور سے کفر کے حالات میں کائنات فرماتے ہیں:۔ و خط و لکھن جہی از در باب سحر و طعن کہ یہ آزاد کی بیکار از دنیا میں کائنات
ایں ایسا کہ اصل است و کچھ میرور سے کفر کے حالات میں کائنات فرماتے ہیں:۔ و خط و لکھن جہی از در باب سحر و طعن کہ یہ آزاد کی بیکار از دنیا میں کائنات

روزِ بارِ خدمتِ سامی شہبِ رسانیدہ، و شہبِ مارِ بروزِ آلودہ... یعنی میدانِ گم ہر گاہ و با نوابِ نامداد
نام آور خانِ قدردانِ بہرمانِ جامعہ مجموعہِ عربی با سنے، ظاہر و باطنِ قرآنِ السعدین واقعہ شہرہِ محبتِ وحانی
مصنفہ سے شدہ باشند، یا دایں ذریعہ ہیئتاً رک کہ یک لحظہ از خدمتِ اثر لیلِ جدائی مجھے پود کسے فرمودہ
باشند، فقیر از خاطرِ غمی و فراموش شدنی نیست، در محبتِ و سرکہ و بہرمانِ و مقامِ فقیر اور نظر کیا
داشتہ، ہمدی از ساداتِ جنگی، در گاہِ جہاں پناہِ حقن بواسطہ عدمِ شبابِ داند کہ قوتِ تردودِ بار
فلکِ آثارِ در خود کمری یابد، و در گوشہ کہ میاں دنیا و آخرت واقعہ شدہ، بجدیتے کہ مامور است،
از دُوبے بے عزتی قیام سے نمائے، ”نکتہ تان کہ تکبیر!“

فقیر (راستے را بیان) | از بہرمن مخواہ کارگر کہ از حُسنِ دُعا سنے آید
تا مدارِ خانِ نواب سنے برہنہ کو حالتِ گوشہ گزینی میں یاد کیا، آپ
کی دُعا میں بہت سے پچھلے علمی چریتے یاد کر سنے کسے بعد دُعا دیتے ہیں۔

آئیں بہ اصیتِ دندریو ملکِ توحیدیت، از دستِ برہنمانِ صافی نہادِ درستِ اعتقادِ بہتِ بظہور
صحتِ کامل، و شفاِ عاقل و انصافیتِ از راستے دفعِ طالِ ظاہر و باطن، دُعا سے بے ریا سنے
صافی و در زبانِ خاکِ شفیقانِ اثرِ سبتِ عظیم، انشاء اللہ تعالیٰ مرادِ جمعیتِ و امنیتِ فراہم آئے
باعثِ افتخارِ ادبِ سعادتِ حوالہ شد۔

وفات | اشد آں کسے کہ نوبتِ خود را اتمامِ کرد، و زانِ پشیر کہ بادہ و میناستام شد
ہم جہان میں کہ اس زبانی شخصیت کے وفات کے حالات لکھنے کسے کیوں تیار ہوئے، مگر ہماری
ضمیر ہم سے کہتی ہے کہ لکھ اور ضرور لکھ کہ اس میں بھی ایک نکتہ ہے!

برہنہ نے کاشتی جی جی میں اپنی روحِ ”قالبِ غفری“ کو بھی کی لکھا ہے کہ جب وہ اپنا تمام
کام تمام کر چکے، اپنی زندگی تمام کرنے کی ٹھہرائی، نوشتے ”چیلوں کے سپرد کئے“ اور صبح ہی
اشنان کے نئے پاک دریا کی طرف بڑھے، چند قدم چل میں چل کر پدم آسن لگا یا، اوکشتی غرق
کی لہروں کے سپرد کی، پچھلے دو پہر تک انتظار کرتے رہے، مگر دم واپسین کی طرح اُس انتظار

کا اس وقت خاتمہ ہو گیا، جب دریا کے کنارے یہ پوچھ لکھا ہوا پایا کہ ”ہم جہتے ہیں تم بھی جاؤ“ اور دورانِ دکلام کی تعین کرا کر ان اصحاب میں تقسیم کرو، جو ہر می خزیت کے خواہاں ہیں“

نہیں بہ باطن، نورخ پر ہمیں کی کزوری، طبیعت کے ثبوت میں لکھتے ہیں، کہ ”خز می زمانہ قیام بنارس میں دیر اندہ ہو گئے تھے، کہ سلطنت کی سزا سے بوجہ تعلقاتِ دارالحفاظ میں، یہ سراسر انتہام ہے، بہتہاں نے ایسی طبیعت ہی نہ پائی تھی“ اس یہ دیوانگی محض ترکیبِ تعلقاتِ دنیوی کی وجہ سے مشہور ہوئی ہوگی، جب اُن کا کسی سے سروکار نہ رہا، تو نادانوں نے دیوانہ سمجھا، اور سوچ تو یہ ہے کہ جس کا و آرا جیسا قدر دان نظم کی مونس رہا تھا، اُس کے دیوانہ ہونے میں شبہ ہی کیا ہے، اس سے تو یہ پایا جاتا ہے، کہ برہنہ کے رگ و ریشہ میں خونِ صانعِ جوش مار رہا تھا، ”وہ ارد نگارِ زیب کی حکومت سے، کونحو تعلقات رکھ سکتا تھا، خود اشارہ فرماتے ہیں، کہ

با ماساختِ ت عہد عقل و درہیں

فارغِ ندیمِ بادلِ دیوانہ سب تقسیم

تمام تذکروں میں تاریخِ وفات 1040 ھ درج کی گئی ہے، یہ ظاہر ہے، کہ یہ اندراج اُن کی کسی تحریکِ بنیاد نہیں، مگر جس نے شروع میں تاریخِ وفات لکھی کسی سنگی واقعات و بار کا لحاظ رکھتے ہوئے، یہ تاریخ صحیح معلوم ہوتی ہے، اگر اسے ہندو میں 1528 ھ غلط درج کی گئی ہے، کیونکہ رائے راجا ان قتل و آوارا شوہ کے بعد کچھ اگست 1528 ھ کو واقع ہوا، عرصہ تک زندہ رہے،

انہوں نے اپنے ایامِ امارت میں مقامِ اکبر آباد ایک وسیع تالاب و دریا کی خوشنما باغ تیار کر لیا تھا، باغ کے اندر اپنے کچہری کے واسطے بہت نفیس عمارت بھی تعمیر کرائی تھی، انوس بہنہ کہ اگر کسی دیگر صمدِ باعمارات کی طرح یہ تالاب اور عمارت بھی مہینے یا ہمارے معنوں میں ہو گئی، صرف باغ اور عمارت کا نفیس اور خوشنما سنگِ سرخ کا دروازہ اپنے باقی کی نشانی کی یادگار میں اس وقت تک موجود ہے، اندر 1528 ھ کی زمانے میں

بابِ چند بھان

یہ باغ ایک انگریز کے قبضے میں تھا، اس کے آگرہ کے ایک ساہوکار لاد سو راج بھان ساکن
 محلہ ملین گنج کا تھا اس شرط پر فروخت کر دیا کہ عمارت قدیم میں کوئی دست اندازی نہ کی جائے،
 اور وہ بدستور اپنی حالت میں رکھی جائے، یہ بھی مشہور ہے کہ لاد سو راج بھان کو اس باغ
 سے ایک بہت بڑا و فیہ بھی دستیاب ہوا، بہر حال لاد سو راج بھان بہت مقربین کے سختی ہیں کہ
 انہوں نے نہ صرف آثار قدیمہ ہی کو محفوظ رکھا، بلکہ باغ کو بھی خوب رونق دی، اور اب اس کے
 انتقال کے بعد ان کے بیٹے لالہ چندر بھان قابض اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چل رہے
 ہیں، یہ باغ سکندریہ کی مرگ پر آگرہ اور سکندریہ کے درمیان واقع ہے، اور بانی کی نیکی
 نتیجہ کہنے، علاوہ اتفاق وقت سمجھئے، کہ بانی یا جانشین مشتری کے نام سے باغ چندر بھان
 کے نام سے موسوم چلا آتا ہے، (راخوڈا اڑا سہ ہندو صطحہ ۱۱۱)

مشاغل و مصروفیات امارا بجا رہا ہے جہاں احتیاج نیست، آزاد اور مسبود و ذلیل احتیاج
 اس کے ایمان کا دل و دماغ بغیر انسانی کی طرح ہر وقت حرکت
 کرتا رہتا تھا، اور ان کا قلم گردشِ فلکی کی مانند ان کے تابع فرمان تھا، ویدانت کے ادنیٰ مغفل
 مصنفین کہ جن پر بڑے بڑے صاحبِ دماغ قابو نہ پاسکے، ان کے قاب میں تھے، ایک مضمون
 ایک بات، مگر سنیکو در نظر بیان، جب تک شہر اوہ دارا شکوہ کی خدمت میں رہے، ان ہی
 موتوں کے بار باندھے رہے، جیسے ہندوؤں سے نالا اور مسلمانوں نے تسبیح سمجھا، آپ شاہی
 کاروبار بہت سے انجام دیتے تھے، قابلِ تعظیم اصحاب سے بے تکلف، خط و کتابت رکھتے تھے،
 خود خط لکھتے اور جواب تحریر فرماتے تھے، اور ایسی علاقوں کیلئے بڑے بڑے سفر کرتے تھے، ان کا
 زندگی کی بڑی قدر فرماتے تھے، ایامِ ادارت کا یہ دوسرا مشغلہ زندگی تھا،

حبیبِ دنیا ترک کی سب کچھ ترک کر دیا، مگر علمِ الہیات سے کوئی لگاؤ، اور ایسی کہ ہم کا تیل
 چمکایا، اور چراغِ دل روشن کیا، یہی تمام عمر ان کے مشاغل رہے، یہی مشاغل قلمِ کار فیض تھا
 اور اخیر تک رہا، اس چھوٹی سی عمر میں باوصف مشاغل شاہی نشانیف کا اس قدر سراپا

گئے کہ جو صدیوں تک کام آئے گا، ہندو مسلمانوں کو جو میں اٹھا دوڑ پامیا سب کے پڑھنے کے قابل ہے
 بتا رہا ہوں کہ وہ ام پوندیو نظر بقاعدہ کشیش پر بہن دارم
برہمن کے عقائد مذہبی | برہمن کی ابتدا سے اخیر تک پاک و مقدس زندگی اور ان کے کام و
 کلام سے صاف طور پر پابجا آئے کہ وہ ایک نچلے خیال سائنسٹ تھے، حضرت حسرت موہانی کو برہمن
 کے کلام پر نفور کرتے ہوئے، نہ معلوم ان کے عقائد مذہبی پر دھڑااش اور دل آزار کئے کرنے کی کیوں
 خیرات ہوئی، وہ برہمن کے کلام بقسوف کا ذکر کرتے ہوئے، بالکل غلط اور بعد القوم نتائج پیدا کرتے ہیں
 الف: اس انداز میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، اس میں کوئی مسلمان کے کلام میں قطعاً تمیز
 نہیں کر سکتی۔

ب: یہ بات کچھ تو اس زمانہ کے رواج اتحاد کی بنا پر ہے اور
 ج: کچھ اس وجہ سے کہ مسائل بقسوف قید مذہب سے بالکل آزاد ہیں
 چونکہ ان کی نظر میں شعرائے و علمائے اسلام کا صوفیہ کلام تھا، اور آریاؤں کے قدیم علم
 و دیانت سے ان کی آنکھیں منور نہ ہوئی تھیں، اس لئے آپ کے دماغ نے بجائے اظہارِ اصلیت و
 حقیقت یہ توہمات باطل پیدا کئے، ان الزامات نافذہ اور اظہاراتِ بالوکا صریح مقصد یہ ہے کہ برہمن نے
 اپنا حقیقی دراصلی دہرم برہمن ہوتے ہوئے اس جڑی کے اٹھا دوڑ پر قربان کر دیا تھا، اور اس جھڑپ میں ان کے
 اعتقادات و خیالات اصلیت سے گر کر ایک مسلمان کے سے ہو گئے تھے، اسی وجہ سے ان کا کلام ایک
 مسلمان کا سا کلام معلوم ہوتا ہے، گویا وہ دل سے مسلمان بن گئے، کیونکہ مذہب کسی جانور کا نام نہیں،
 بلکہ اعتقادات و خیالات ہی کا نام مذہب ہے، جہاں یہ بدلا، وہیں مذہب بدلا۔

یہ بچا، حضرت مولانی کس مرض کی دوا ہے، جب ہمارے بڑے بڑے علماء و فضلاء قابل و
 لائق مسلمان بھائیوں نے برہمن کا کلام ہم سے سنا، تو سب نے یہی کہا کہ ان کا عقیدہ مذہب اسلام
 پر تھا، اور ان کا کلام اس کا شاہد ہے،

ہمیں اس غلط فہمی اور تباہی سبب لائینی سے رنج نہیں ہوا، بلکہ افسوس ہو کہ ہمارے آکل

کے اسلامی بھائی، انھیں اپنے ہی مذہب کی کتابیں پڑھتے ہیں، اگر کسی غیر مذہب کی کوئی بات اچھی
 سمجھنے اور سمجھتے ہیں، تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ شخص مسلمان ہے یا دل سے مذہب اسلام کا قابل ہو گا تو
 مطالعہ کتب اسلامی بھی ایک گناہ ہو گیا، جہاں یہ تلک ولی ہو، کیونکر اتحاد ہو؟

مسلم آؤٹ لک فرقہ دارانہ نقضات پیدا کرنے اور بڑھانے کے لئے لاہور میں اس کے
 ہجیال دوستوں نے سپردا کر رکھا ہے اور دور پیدائش سے حسرت مولائی اور نیر سلطان
 کی روح کے لباس میں ایسے ہی غلط اور دور از کار ناہمی اور نادانانہ کیفیت کے نتائج نکالنے کیلئے
 دیوانہ ہو رہا ہے، دیوی سروجنی، ناٹھ، ڈو کا صاحبزادہ، پونچھ، اسلامی اور بیات و اخلاق کا مطالعہ
 کرنے میں بہت دلچسپی رکھتا تھا، اس نے اس نے یہ شائع کر دیا کہ دیکھا مسلمان ہو گیا، جب یہ
 خبر اخباروں میں پھیلی، تو ۲۵ نومبر ۱۹۲۵ء کو دیوی جی نے اعلان چھپا پا کہ میرا لڑکا اسلامی
 ادبیات مطالعہ کرنے کا شوق رکھتا ہے، وہ اُن بے بنیاد و بدنام کرنے والی پاگل دیوانوں کے
 داغ سے نکلی ہوئی، اواز ہوں پر بحث متجب اور ناراض ہو،

ایک قدیم روایت | ہمیں ایسے پاگل دیوانوں کے ناقص ذہن کا مکمل عدم تربیت یافتہ خبر دیا

کسی ہندی امیر و دست کے گھر جہاں ہوا، اُس نے اپنے معزز نمازی دوست کو جب قرآن شریف تلاوت
 کرتے پایا، تو متعجبانے جہاں نمازی اپنے ملازم کو حکم دیا کہ ایک چھوٹا سا قالین اور ایک ردا باندھا
 لگسا سا گر بازار سے فوراً خرید لائے، وہ لایا اور صحن یا رخ میں عزب روید قالین بچھا کر لگسا سا گر
 تازہ جل سے بھر کر مسجد بنادی گئی، نماز کے وقت نمازی نے اپنے دوست سے کہا کہ مجھے کسی
 مسجد کا پتہ بتا دیجئے، میزبان نے اپنے بارخ کا پتہ جسے دیا، نمازی صاحب وہاں گئے، وضو کے بعد
 نماز پڑھی، فارغ ہونے کے بعد لگسا سا گر دیکھ کر دل میں کہنے لگے، کہ میرا دوست ہمارے بدھنے
 دلوٹا، کی خوبی کا قابل ہے، مسجد بھی بنا رکھی ہے، اغلب ہے کہ اسلام پر بھی ایمان رکھتا ہو؟
 یہی حالت حسرت مولائی وغیرہ کو بھی قیاسات کی ہے

براہِ عشق قدم نہ برہمن از سرِ صدق کہ رہبرِ دینِ رُخشن را برپا کُناست
 ج۔ تیسرا وہم اگر مذہبِ اسلام میں جائز و ردِ اہو، تو ہمیں اُس کا علم نہیں مگر مذہبِ
 برہمنہ کے متعلق ہم صاف طور پر کہے دیتے ہیں کہ مسائلِ تصوف اُن کے پاک مذہب کا جزوِ عظم
 ہیں کیونکہ وہ اُن کے مذہب کی فتوہ میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ جن سے کوئی آزاد نہیں
 رہ سکتا، حضرت نے آئینِ مذہب کی نسبت یہ سراسر غلط دعویٰ باندھا کہ ”مسائلِ تصوف قیدِ
 مذہب (شرطیت) سے آزاد ہیں، ہزار خیال بنے کہ مشائخ و ہرَم اور مذہبِ اسلامِ پیغمبر نے
 ایسے مذہب بیان نہیں فرمائے کہ جیسے حضرت مولانی نے سمجھے، دراصل جملہ کلمات مذہبی نہ کوئی
 بیان ہی کر سکا نہ کوئی مکمل مفصل سمجھ ہی سکا، اور نہ آئندہ کوئی بیان کر سکے نہ سمجھ سکے، یہ دریا سے
 بے پایاں ہے، جس پر مختلف مذاہب کی کشتیاں چل رہی ہیں، منزلِ مقصود ایک بنے، اسی پر پہنچ
 پہنچا ہے، یہ تشبیہ آریاؤں کے مختلف فرقہ جات کی نسبت خود اُن کے قدیم مقدس کُتھنوں میں
 دہائی ہے، یہ کھتا برہمن ہی سے سن لیجئے۔“

با خاناتِ میں برہمن کہ در رُخشن بچیت قاعدہ رُواصلِ کارِ بچیت
 اُسی اپیش کا یہ حصّہ بیان بھی ان لوگوں کے سینے کے قابل ہے، اس سے زیادہ اور
 کیا صاف ہو گا۔

بانیِ خانہ و میناء و بت خانہ بچیت خانہ بپار دے صاحبِ ہر خانہ بچیت
 خدا رسیدہ بزرگِ رجب املی نکتہ پر پہنچے۔

اپنے اپنے مذہب کی سب ہی منادیں ٹیک
 رجب نشانہ ایک ہے تیرا اندازِ انیک
 برہمن ایسے خود میں مستصوب کو اس طرح سمجھاتے ہیں کہ
 زنگھوگے جہاں لب بہ بندِ فارغ باش
 کہ کارِ اُردو درِ حل این شمرہ نیست

اپنی خواہی دریائے معرفت کا پتہ دیتے ہیں سہ
 تمام عمر مرادوں میں لٹک کر عینِ حے راصل میں تھکتے نہ شد تحقیق
 جو با خدا کسی درجہ پر پہنچ گئے ہیں انہیں ہی پتہ لگا برہنہ
 برائے نیافت دل نہ چھین اور نہ بانا برادر میں نسیم و بد و بدش صبا نشست
 یہ وہ درجہ بنے کہ کھل نصیب ہوتا ہے برہنہ

نفساں کہ عمر بسر رفت دہانہ نصیبیم زہت و بود و جہاں مدعا نہ نصیبیم
 حقیقت یہ ہے کہ مذہب اسلام کے مسائل تصوف کسی خاص حد تک آئینِ علم و یدانت کو
 پہنچتے ہیں مگر زور کسی مسلمان کا حق ہے کہ وہ ایسے مسائل کسی ہندی کی تحریر میں دیکھ
 کر بے باکانہ یہ رائے قائم کرے کہ یہ دل سے مسلمان لکھا اور زانیہ طرح کسی ہندی کے لئے
 جائز ہے کہ کسی مسلمان کے ایسے مسائل دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرے کہ وہ ہندی ہے۔

برہنہ کے کلام و اشعارِ زندگی کی موجودگی میں ان کے اعتقاد و مذہب کی نسبت
 کسی طرح کا شک و شبہ کرنا کفر ہے اور حقیقت سے کسی قدر دور ہے کہ جس قدر کنگاں سے
 ناپاکی زور سے ظلمت یا جھٹی اسلام سے بت پرستی برہنہ نے اپنے کلام کے بیسیوں اشعار و
 گفتار میں ایسے مسائل حل کر کے بعد اپنے موکر اعتقادات اور پاک مذہب کا پرستان نشان
 دیا ہے غزلوں کے مقطع خصوصیت کے ساتھ محسوس کے خیال ناقص کی تردید اور ہمارے
 کلام کی تائید میں واقعہ ہوتے ہیں وہ اپنے اعتقاد کی تقویت کھینچے ہیں ذرا حسرت
 جیسے حضرات لکھیں برہنہ سہ

ز اعتقاد برہنہ اگر نشانِ خواہد بہ جہہ مند دل و ز تار و رگلو کا نیست
 آپ کے پاک کلام، سوانحِ زندگی اور انجامِ زندگی کے اعتبار پر بلا حریف تردید کہا
 جاسکتا ہے کہ آپ پختہ خیالی سناتے تھے مگر ایسے نہیں کہ جیسے آجکل ہیں بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ
 ہندوؤں کے پرستانِ عہدِ قدیم کی ایک شاندار نشانی تھے 'نہشت' لکھنؤ کی کمزوری ہندوستانی

دل آزاری، خود غرضی اور ناپاکی سے آپکے دل و دماغ نکلتے پاک دھواں تھے، اور ایسے جیسا کہ ایک سچے ہندی کو اپنے فرائض مذہبی کے تقاضے پر ہونا چاہئے، وہ اپنے مذہب پر نہایت سختی سے قائم تھے، جیسا کہ ہر شخص کو ہونا چاہئے، اور نگہ زیبی دربار میں جلوس فرماتے ہوئے بادشاہ بلند لغوہ مارتے ہیں، کہا جاسکتا ہے کہ نغمہیں ناؤں چوکا گیا ہے۔

لازم آمد بر سرِ ماضیت بہت کم ہن
موسے گز و دہرائں نقشے کو دل دلہا
اپنی اسلامی گوارائی و خدمت گزاری کی اس طرح تلافی فرماتے ہیں، اور اپنا دامن مقدس بایں روشن پاک فرماتے ہیں۔

مرا ہستہ زنا راقصت خاص است کہ یادگار من از برہمن ہمیں دارم
کیا صاف فرماتے ہیں کہ گو میں نے برہمنوں کے سے کم نہیں کئے، مگر شکریہ کہ اس طوفان میں اپنے مذہب پر قائم رہا، شریعت سے منحرف اپنے اہل مذہب کی پابنداری ہی نتیجہ پیدا کرتی ہے۔
ہمارا حق ہے اور موقعہ بھی ہے، کہ ہم اپنے معزز اور محفل ایسے اسلامی بھائیوں سے
بصد ادب و احترام عرض کریں کہ مذہب ہندی کی شان و دو دو باتیں

اُس کے ادنیٰ ارکان میں دیکھ کر یہ رائے کبھی قائم نہ کریں کہ قدیم آئین مذہب الیاد لیل
خوار ہے وہ ان ہندیوں کے بھی اس خیال سے آشنا ہوں کہ جو ایک نادان مسلمان کی نادانی اور برہمنوں کے انحال دیکھ کر مذہب اسلام کو تمہم کرتے ہیں۔

برہمن کی مذہبی صداقت ہی
شہرت و حفاظت کا باعث ہوئی
محبت، عزت، فرائض، صداقت، وفاداری، ہمدلی، آزادی خیالی، خوش بیانی اور مذہبی پابنداری وغیرہ
ویژہ اوصاف پاکدامنی اور صفات باطنی کے اثرات
ہیں، ان کی ذات گرامی میں یہ دو اعلیٰ صفات
اس نے موجد وہیں کہ انہیں رموز الہی پر کمال عبور ہو گیا تھا، اور اسی وجہ سے آپ کا

دیوان ان کا سب سے بڑا حصہ ہے، یہی اعلیٰ صفات تھیں کہ جو انہیں معمولی مدارج زندگی سے اٹھا کر اُس منزلِ بہت پر لے گئیں، کہ جن سے ایک تہری شیر بھی اٹکھ ملاتے، غور و آرا سے آئے، جلا و کرا، ظلمِ نیاں سے سنبھالتے الفاظِ ناملائم زبان سے نکالتے خوف کھاتے، جو بہت سی اس معراجِ کمال پر پہنچ جاتی ہے، ہر مذہب و ملت کا ہر انسان اُس کی قدر و توقیر کرتا ہے، کیونکہ اُس کا ہر فعل بنی نوعِ انسان کی ہمدردی کا کام کرتا ہے، اُس کا ہر کام دل آزاری سے پاک ہوتا ہے، اُس کی زبان عملی طور پر گنگا جل سے دھلی ہوتی ہے، پاک و مقدس الہامی کتب کے حقیقی رنگ سے اُس کا دل و دماغ ایسا رنگا جاتا ہے کہ پھر کوئی اور مصائب اپنا اثر جہاں نہیں بکتا، اس رتبہ کا وہ خود اشارہ فرماتے ہیں :-

شد قاعدہ دان اور برہمن ایں رتبہ نہ انم از کجا یافت

راستے راہان نے یہی دل و دماغ پایا تھا، تعلیم و مذہب نے رنگ و روغن چڑھا کر چمکا یا تھا، پھر ان کی شہرت ہندیوں کی سبھاؤں نے نکل کر علمی و ادبی مہاروں اور محفلوں میں کیوں نہ پہنچی، کیوں کوئی ہندی انہیں ہندی نہ سمجھتا، اور مسلمان، مسلمان، اس دنیا کے درنگی میں شاہ و دو جہاں کے بند گمان خاص دو طرح کے پاسے جاتے ہیں :-

الف :- وہ ہیں کہ جو دنیا ترک کر کے پریشور کے بچن و بندگی میں تولین ہو جاتے ہیں -

ب :- وہ ہیں کہ جو علاقہ کو دنیا سے ترک تعلق کر کے اُس میں رہتے، اُس سے تعلق اٹھاتے، دوسروں کی زندگی سدا رہتے، اپنے فرائض منصبی ایما نذاری سے انجام دیتے، غلبہ خدا کی عذت کرتے ہوئے جھگوان کے دھیان میں گن ہو جاتے،

راستے راہان جہاں اور جس طرح بیٹھے ہیں، اُس مقام و حالت کا خود پتہ دیتے ہیں :-
مقام عشق بلند است برہمن از شوق براہ ترک تعلق بایں مقام رسید

تصویر برہمن درجہاں باش دکن درجہاں فارغ باش، دہر کہ فارغ ز جہانت جہانے با دست
اس طریقہ تقسیم کی روش سے اسے رازبان بدواری، انی، تعصب قومی، منافرت، شاہجہاں

کے دیران خانہ میں جھپٹو پیچے، صندل کا ٹلک ماسٹے پر لگائے، اونی، دسپنہ دیبا، دلس کا لباس سجائے
سنبھ دقام کے فرش پر بیٹھے، شب در در شاہ و درجہاں، شاہجہاں کی خدمت کرتے نظر آتے
ہیں، ہندی، مسلمان، یہودی اور عیسائی وغیرہ ہر مذہب و ملت کے اشخاص آپ کے گرد اترتے
ادب نہ کر کے فیض اٹھارہے ہیں، وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں، اور سب ہی کو برابر سمجھتے
ہیں، اور انہیں بھی ایک سبق پڑھاتے ہیں۔

اسے برہمن آستنا ہست، از وزیر ازل در حقیقت بھکس از یک کو بھگانہ نیست

تصویر برہمن وہ ہر وقت مسلمانوں میں رہتے، اُن پر حکومت کرتے، اپنے سے اوسے

مافس بجاتے، کہتے کھڑیاں کھڑکاتے، اُس سزا پا اسلامی مجمع میں اپنے مذہب کی فضیلت کے گیت
گاتے، بلند آہنگی کے ساتھ رام رام کرتے نظر آتے ہیں، اور وہ یہ مقدس کے عرف سے ہولی کہیلے
اور بے تکلف سب پر چھڑکتے پائے جاتے ہیں، اس ولا دیر وضعداری سے نہ فقط نزدیک و دور
کے ہندی خوش ہوتے ہیں، بلکہ ادنیٰ اسے اعلیٰ مسلمان محفوظ ہوتا ہے، آپ کی مریخاں مریخ مصلحت
اور صلح کل طبیعت نے بین عبود کے مسلمان تاجداران دعوام سے اپنی تعلیم کرائی، اور سچ تو یہ ہے
کہ حق شناس اسلامی برادران ادنیٰ نے متعصبوں اور ظالموں کے ہاتھوں سے ان کی جان
بارا بچائی، ان کی زبان قلم کی گنگاسی، دانی، اور غنائی، تیغ، اصطہانی تھی، جو قلوب پر ایسا کاری خوشتر
دار لگاتی تھی کہ ہلوک بھی اُس لطف سے لذت آشنا ہوتا تھا،

یہ فقط فیض روحانیت تھا، کیونکہ اُن پر حقائق و معارف کے دروازے اپنے دیوان
خانے کی طرح ہر وقت کھلے رہتے تھے، سب درباریوں کے دل و دماغ اُن کے اس اثر و تاب
کے مطیع و فرمانبردار تھے، کہ جس سے وہ خود متاثر ہو رہے تھے، اپنی دربار و مذہب کی گھنٹیت کا خود غفلت

کھینچے ہیں۔

گردنہ گرد برہمن از شرق قدسیاں گویا سخن ز عالم بالا پوشیده است

تیغ ہندی صنایع غمزہ خور ز بس است

تیر مژگان جفا جو گو نیز بس است

برہمن برہمن کے گھر پر پڑھوئے

اور

سب مذہب اُسے اچھٹ سمجھا

دنیا میں ایسے بے نقد اور مجبور و معذور افراد ہیں
کہ جو اپنے ایمان کو دس دہ سے ترک نہیں کرتے
کہ وہ پیدائشی ہئے عالمانہ دیگر مذاہب کی غریبوں
کے اصرام ان کے خانہ دل میں آباد ہیں ہر وقت

پرستش کئے جاتے ہیں مگر برہمن نے بعد تحقیق و تدقیق مذہب برہمنہ (ہندی) ہی ایسا مذہب سمجھا
کہ جو نجات و مندہ ہو، وہ کسی ایسی معذوری و مجبوری سے اس دہرم پر قائم نہیں رہے، بلکہ
اُس کی برتری و فضیلت نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اُسی دہرم پر قائم رہیں، جس میں کہ شری پر مہاجی
نے انہیں پیدا کیا، اُن کی فضیلت انتخاب سینے کے قابل بنے۔

اُن نقطہ کو خیاں نام وارد از روئے تو انتخاب کر دیم

راے صاحب جملہ مذاہب کو بت بنا کر اور اُن کا تصور جما کر اُس کے خط وخال بدل و
فرقہات قرار دے کر اُس کا خال اپنے سے پسند فرماتے ہیں، یعنی جسے دیگر برا سمجھتے ہیں، اُس کی
دستیابی پر ناز کرتے ہیں، راے راہبان کے عقائد کا محض ان اشعار ہی میں ثبوت نہیں ملتا، بلکہ
اُن کا دہرم ہے، کہ جہاں وہ مرقعہ دیکھیں، اپنی مذہبی نفسیات پر ناز کریں، یہ ناز واقعی قابلِ نمانہ ہے
اور جائز بھی چونکہ وہ اُسی راستہ سے مقبول بارگاہِ کبریا ہو چکے تھے، اس لئے دوسرے مذاہب
کے ذریعہ نجات پر قطعاً ایمان نہ رکھتے تھے، اور صحیح راستہ یہی سمجھتے تھے، وہ سن لیجئے۔

ماجرہ کش شہیم برہمن ز جہاں عشق

مارا دگر بہ پیر غناں اعلیٰ ج نیست

اور ایک بچہ نہیں بار بار اعلان فرماتے ہیں کہ

چندین بجوش تو ہرگز اثر نہ کرو صد گوش بر ترائہ دیگر نشستہ

برہن برہن اصلاً بجوشی ہے شدہ زائیں چہ نور شیت کہ در قافلہ ملاختہ اند

دیگر مذاہب کا جوش و خروش

برہن غضب کا کچھ خاص بیان فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو

میرے مسافر ہیں، یعنی میرے سمعہ ہیں، "مومن مومن"

اور برہن کا کامیاب سفر

"کا فر کا فر" کہہ کر شور مچا رہے تھے، لیکن ایک میں تھا کہ دل ہی دل میں "رام رام"

چیتا، انہیں پیچھے چھوڑ کر منزل مقصود پر چلا گیا، اسی طرح سے دنیا کے سب مذاہب کے لوگو

کو ایسی ذمہ داری تو تھیں میں چھوڑ کر خالق مطلق کی بندگی میں مصروف ہو جانا چاہئے ہی جلیغ بنداری

برہن کے کام دکھام اور مصروفیت زندگی سے پایا جاتا ہے، کہ ان کا جہم غصہ ہی ان ہی

عناصر سے بنایا گیا تھا کہ جو سری کرشن جی ہمارا ج نے سری گیتا جی کی پاک مٹی میں ملایا

تھا، اور وہی روح اُس زبان میں بولتی تھی کہ جو ریشی باللیک گوسائیں تلمیذ اس کے

قابلوں میں علم الہیات کے گیت گانچے تھے، فرق صرف اس قدر ہے کہ ان کی زبان سنسکرت

و سمجھا تھا، ان کی فارسی، اور اُس وقت ضرورت بھی اسی کی تھی

تر اگر دل سکھیں ہم اچانک زک من مقابل آن جان آسین لرم

گو برہن اپنے مسلک پر سرگرمی سے قائم تھے، کوئی جوش یا

خاص سرگرمی جو لوازم انسانی ہے، انہیں کبھی بھی مجبور نہ

صدق ایمان اور

جاننازی کی داستان

کرتی تھی، کہ دل آزاری کا ایک لفظ بھی ان کی زبان و قلم سے ادا ہو، آپ ان کی قصا نعیف

پڑھ جائے خواہ آپ کسی مذہب کے شائق ہوں، مگر آپ کو برہن کے کلام کا ایک لفظ بھی

شانہ نہ گزرے گا، یہ آپ کے کلام کا خاص وصف امتیازی ہے، جو صد یوں کے بعد کسی کے حصہ میں

آتا ہے، ہر مذہب کے شرفا اور صلح اصحاب کی تحریریں ہماری نظر سے گزریں مگر ہم کسی تحریر

کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس میں قومی دل آزاری کا کوئی لفظ نہ تھا

مگر آپ کا دن رات ایسے حالات اور واقعات سے واسطہ پڑتا تھا جس سے آپ کی طبیعتیں بار بار متغیر ہوتی، ہم یہ واقعات لکھے بغیر نہیں رہ سکتے، کہ اُسے کسی طور سے بھی قلم انداز نہیں کیا، اس لئے یہ درج کیے جاتے ہیں، یہ واقعات پڑھتے جاتے کسے بعد رائے ایان کے صدقِ ایمان اور اُس کی حفاظت کیلئے جانباری کا جذبہ ذہنی بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

لطیفہ کرامت اکھائے کرجب شاہجہان نے اپنے جلوس کے چھٹے سال (۱۶۶۷ء) میں کاشی جی کے بڑے بڑے مقدس و پیراچین ۷۷۱ھ میں دارو معابد سمارا کر

اپنی دندلی کا ثبوت دیا، اور کوئی مندر باقی نہ چھوڑا تو مندر و شونا تھتہ جی کبھی منہدم کر دیا گیا، جس کی نسبت روایت ہے کہ مورتی بہر کلجک دیکھ کر مندر سے اُڑ کر چاہ میں غائب ہو گئی، اور اُس کی جگہ مسجد تیار ہو کر عرضداشت پیش ہوئی، اُس وقت شاہجہان دارالانشا رشتی خانہ کے دفتر میں عرضداشت لکھ کر تھا، اور رائے صاحب کسی مسودہ کی تحریر میں مصروف تھے، شاہجہان نے انہیں واقعہ سمارا و تیار طر اُسٹا کر اپنی خدمت فرمائی اور دین اسلام کی بزرگی کی آپ سے داد چاہی، آپ نے مسودہ چھوڑ کر اُسی عرضداشت کی پشت پر فی البدیہہ لکھ کر شاہجہان کے آگے وہی عرضداشت پیش کر دی۔

ہر بس کرامت بت خانہ مرا سے شیخ
کہ چوں خراب شود حق نہ خدا کرد

اس دل آویز طرزِ بیان میں جو اثر ہے اُسے مذہب اسلام کی ایسی تبلیغی جماعت عمر لکھ تک فراموش نہیں کر سکتی، مگر اس سخت اشتعال پر بھی جس کا انجام مخیر جلال کی لوک پرتیسا، رائے صاحب کی طبع خدا داد نے ایسا اثر مسجانی دکھایا، کہ اُن کی حاضر جوابی سے اسلامی بار بھی پھٹک اُٹھا۔

۱۔ اس مقدس مندر کی کرامت مشہور تھی کہ ہزاری تک شفا پاتے تھے، لہذا لاد صاحب لاد ہر جگہ تھے "تقدیر مسلمان"۔
۲۔ غلام حسین خان مصنف میرا تارخین شاہجہان کے چھٹے جلوس کے واقعات میں تائید لکھتا ہے:-
"ہمدیں سال مقبذہ و شش جمانہ دربار منہدم گردانیدند"

صاحب تقدیس المٹا اور یہ واقعہ اورنگ زیب کی دینداری سے منسوب کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ:-

”مثنوی چندر بھان برہمن نے ایک روز کمال کر دکھایا جس کی شرح یہ ہے کہ مہدک جید رآد سے بے کوس میں ہمارا جہ کے رلوں کے پاس ایک مشہور و عالیشان جلیوں کا مندر تھا کہ جو ہر دو برس سے اپنی تقدیس سلجھانے علاقہ پر مذہبی حکومت رکھتا تھا اورنگ زیب نے جید رآد کے علاقہ کے تمام مندروں کو مسمار کر دیئے تو حکم دیا کہ یہ روز اس قلعہ کی شکل میں تبدیل کیا جا کر مندر مسجد بنادیں، چنانچہ عرب خان اس دینی خدمت پر مامور کیا گیا، جس سے یہ مندر مسمار کر اگر بہت جلد مسجد تعمیر کرانی اور اس پر ذیلی کا کتبہ لگوا یا گیا۔“

ور آں وقتیکہ مسجد ساخت مسعود زہجرت یک الف ہفتاد و یک بود
گر ہی سید سے یعنی عرب خان کہ از اسلام تغیش دین میسرود
زیچ انگہ بت خانہ بجایش بنا فرمود مسجد را خودش زود

اس سے آگے دی واقعات مذکور ہیں کہ چوٹھی سعید احمد وغیرہ نے اورنگ زیب سے منسوب کیے ہیں، اسلامی مورخین یہ مشہور واقعہ اورنگ زیب کی ذات سے مشہور کرتے ہیں، ہمیں اس بحث میں بڑھ کر کسی خاص اسلامی تاجدار کو متہم و بدنام کرنے کی ضرورت نہیں، احتیاج

۱۔ بعض رسم کفار و بد مذہبیوں کہ اگر اہل کس واج داد از شہر بردارد و تہانہ را سمار لودہ امجاد بنیاد کنند و میل تا قرین مٹو
۲۔ میرزا سلطان احمد کی طبیعت یہ حقیقی واقعہ اپنے قلم سے کیونکر لکھ سکتی تھی، مگر سخت انوس ہے کہ حسرت ہو جانی کے سے محقق پر گناہ کی جان، زناکت و لطافت کا بیان اور مندرجہ قدرت خیال بھی ان سے حق و قانع نگاری و ادراک کے سے خاھر ہے، مگر آفرین ہے، لیکن ترقی اردو پر کہ جنہوں نے یہ واقعہ مثنوی محمد سعید احمد مارہروی سے رائے ہند میں لکھوایا، میرزا صاحب یہ واقعہ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:-

”برہمن نے مندر بھالاستر مودوں کو کہے اورنگ زیب کو شرمندہ کر دیا، عالمگیر پر اس صدمہ کے جس قدر الزام لگائے جائیں وہ اس پر بخوبی تھپ جاتے ہیں“
میرزا صاحب کی اس متغیرہ حقیقت کا ظہور ٹھانے، مگر جب کتبہ موجود ہے اور مندر کی جگہ مسجد گھڑی ہے، تو ایسی ناوی ہٹانے کے مقابلہ میں ”ادراک گھڑنا“ کا استعمال ہماری سمجھ سے باہر ہے، ”ہذا میرزا صاحب میں کو سمجھ دے“

ضرورت ہے، رائے رایان کی جرأت و دلیری، غیرت و حمیت مذہبی اور قوتِ خیال و روحانی
میں کے بیان کی اور یہ مقصد دونوں صورتوں سے یکساں پیدا ہوتا ہے، اور اس بدعت کی تاریخ
رائے رایان کے ترکِ ملازمت سے قبل کی ہے۔

برہمن اور ان کا مسئلہ تنازع حضرت جسرت اور دیگر ایسے ہی غلط بنیاد حضرات نے
برہمن کو اسلامی خیالات رکھنے کا الزام دیا ہے، جس کی
کافی تردید ہو چکی، کیا بہتر ہو تا کہ ایسے اسلامی سوتیلے بچے والے حضرات برہمن کا ثبوتِ تنازع بھی دیکھتے،
شاید تنگ خیالی اور سنی پروری نے اس تحقیق حق سے باز رکھا ہو، اگر ہمیں ان کی خاطر عزیز
ہے، اس سے فیضِ برہمن کی تقریر سنئے۔

رباعی

من کیستم از رہ در از آمدہ ام در عین حقیقت بجا ز آمدہ ام
از یکہ عشق دریں در بر کہن صد بار بدن فتنہ و باز آمدہ ام

برہمن اور زنا مرابستہ زنا را الفتِ خاص است، ذکر یادگارِ من از برہمن ہمیں دارم
رائے رایان نے تشبیہات اور استعاراتِ فقرات اور محاورات میں جگہ
جگہ زنا کا اس لطافت اور خوبی سے بیان کیا ہے کہ وہ ان کے کلام کا ایک کجِ ذہن گنہگار
اور اس کے ساتھ مٹو کا استعمال ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے، یہ نکتہ ہر ایک شخص کے سمجھ میں
نہیں آ سکتا، اسے وہی اصحابِ سمجھ سکتے ہیں کہ جو ہندی علمِ الہیات کے عامل ہیں، ان کا عقیدہ ہے
کہ جو روحانی ہستیاں ذاتِ باری سے بولیں ہو جاتی ہیں انھیں روم روم میں رام بسا ہوتا ہے، اس نے
زنا اور مومیں مناسبتِ خاص ہے، ایسے اشعار میں اسی عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

برہمن ضرور کشمیری برہمن تھے جب ہم نے رائے رایان کی قابلیتِ علمی و فنی
درست اعتقادی اور پاسداریِ مذہب کے تاریخی حالات
پڑھے، ہمارے ذہن نے ہمیں سچایا کہ برہمن ضرور کشمیری برہمن ہوں گے، پھر ہندوستانِ کشمیر

سے پتہ چلا کہ وہاں اُن کا اصلی گھڑا کشمیر بنا یا گیا، اگر کشمیر کے نہ ہوتے تو اُن کا نام اِس تذکرہ میں نہ ہوتا۔

جو قومی مصائب و آفات وہاں کے اصلی باشندوں پر قاتحانِ جدید کے ہاتھوں جائز و روا رکھی گئیں، اور اِس بے نفیر قومی ظلم میں اِس قوم کی بربادی خطہ کشمیر سے کی گئی، فرشتہ شہادت سے اپنا اہیلو پچھتے ہوئے تعریض کرتا ہے۔

”وزیرِ محکمہ شاہ بہن شمس در مدت چہار سال وزارتِ فریش الارض ظلم بر رعایا کردہ بہ سببِ زناں سکندر شاہ اقسامِ جور و جفا بہند و واں رسانیدہ قوم برہمن ہر کسلمان مُنشدِ بقتل آوردہ و چنانکہ مدتِ اذکن طائفہ کشمیر شہانے نما نہ یا مسلمان شدہ یا از دلاوت بہ رفقند“
یہ ذکر علی شاہ سلطان کا ہے، سکندر شاہ اُس کے باپ کے کارنامے ملاحظہ ہوں۔
”سلطان حکم فرمود کہ تمام برہمنان و دانیانِ ہندو مسلمان شوند و ہر کس کسلمان نہ شود از کشمیر بہر رود و مفسدہ بر پیشانی بخشد، و زناں را ہمراہ شوہر خود منوز اند و کتابی طلا و نقرہ را در دار الفرب گذارند“
”رہسوک سازند ازیں بہت محنت بسیار بہند و یاں آں ولایت کہ اکثر برہمنان بودند رسید بسیار لے برہمنان کہ مسلمان فی دشوار میداشتند و کب شہرِ وطن ازاں دشوار بود و خود را بختند و بپسندے دیکھ جائے وطن کردہ بولالت و کج رفتند“

غرضیکہ اِس سخت ظالمانہ وارہ گیر اور نہ ہی تعصب میں جسے فرشتہ ماستعصب بھی بیان کرتے ہوئے لرزہ بر اندام ہے، تمام برہمن کیا تو قتل کئے گئے، یا مسلمان بنائے گئے، پختہ اعتقاد خود کشی کر گئے اور دیگر دلائیوتوں میں آکر پناہ گزین ہوئے، اسی سلسلہ میں ہندوستان بھر کے تمام کشمیری ہندوستان کے مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں،

پس رائے ریاکار کے بزرگ اُسی سولہویں صدی میں کشمیر سے ترکِ وطن کئے، پھرتے پھرتے بچے بچہ سہا تے اگرہ میں پناہ گزین ہوئے اور وہاں سے لاہور سکونت گزین ہوئے، ان کے کشمیری پوتے کا ساتواں بُرائیوت آپ کا نام ہے، چنڈر بھان، سورج بھان، برج بھان، اندر بھان، اود بھان

رائے بھان، بیربھان، دیوبھان وغیرہ کشمیریوں کے نام ہوتے ہیں، انھوں نے ثبوتِ عرف ہے، اس کے پیشہ مطلق نہیں رہتا، کہ وہ کشمیری نہ تھے، کیونکہ جہاں کول، رینہ، کچلو، شرغا، سبھی رازدان، ملو، زبوا اور ہندو وغیرہ عرف ہیں، وہاں ”بھان“ بھی ایک عرف ہے،

پس یہ کہا جاسکتا ہے، کہ دراصل آپ کشمیری پنڈت تھے، اور جب حکومتِ مغلیہ میں کامیاب ہوئے، اس وقت آپ کا وطن لاہور تھا، جیسا کہ وطن کی سرحد میں درج کیا گیا، مگر اس پر بھی بعض اصحاب انہیں اکبر آبادی کا سمجھتے ہیں، ہم نے ان کی تصانیف میں سے جہاں ان کے وطن کے متعلق ذکر آیا ہے، اسی لئے اس کا انتخاب کیا ہے، کہ آپ کے وطن کے متعلق قطعی فیصلہ ہو جائے، اطمینان فرمائیے

”دولت خانہ میں مورخین نے اس لئے بدیہی است در میں دلاہور شہر واقع است“

راہی کشمیر کے سلسلہ میں نشان فرماتے ہیں۔

”از خدمتِ وہاب علامۃ العصر الدردان افضل خان حضرت دینِ حاصل نمزدہ، از خطہ دلپور فرزند آئیں جنٹ لیکر کشمیر بہت آساس لاہور گردید“

آپ اگر ہ سے لاہور آتے ہیں، اور بھائی کو لکھتے ہیں۔

اس نیا زمند از خدمتِ علامۃ العصر الدردان افضل خان حضرت دینِ حاصل نمزدہ، از دارالخلافت

اکبر آباد دروازہ، از السلطنت لاہور شد“

آپ کی پختہ آپ کے وطن اگر ہ اور لاہور کا اچھی طرح فیصلہ کرتی ہے،

رائے رایان کا کیا مسلک تھا؟ خود بیان فرماتے ہیں۔

مسلکِ رائے رایان

ہر گاہ سرشتِ لطیف اس خیر اندیش آں باشد کہ طریقِ سلوک و مدار او

محبتِ با آستانہ بیک طرزِ معنی دارد، اس مخلص بے ریا را با ہم کس و ہمہ جا اس حالت است“

تلیغِ عدم تبیل مدب
ہائیں دوزخ میں ایسے دانستیم
از محبتائے دوتا کیے دانستیم
سناٹاں پختہ
نارا چو فریش آستانے ساختہ اند
بیکہ نہ دانستیم
سلطان ہندی

تبدیلِ مذہب کے متعلق ہر طرح کی تبلیغ مذہبی غارت گری ہے، اس عام متباہی کا علاج
 رائے راہبان کے نسخہ میں موجود ہے نسخہ مندرجہ صدر اکبر اعظم ہے، واقعی جو انسان دیرِ دلدل
 حقیقی کے مصحفِ رُخ سے شرفیاب ہونا چاہتا ہے اُس کے لئے مذہبی الجھنوں میں پڑ کر تیر تھکا یا ترا
 یا طوائف کعبہ کرتے رہنا ہی بس نہیں، بلکہ اُس کی منزلِ مقصود اڈر ہے جس نے ہیرا سمجھ لیا،
 اُسے مذہبی ہرزہ سرائی سے کوئی واسطہ نہیں، پھر اُس کا پتہ کوئی کیا لگائے گا، وہ تو خود
 بے پتہ ہو جاتا ہے۔

اُن را کہ غیر شند خبرش با ذمہ

رائے صاحب فصیح و بلیغ الفاظ میں بار بار تبلیغ فرماتے ہیں، کہ اُسے نارِ ان لوگوں پر نقش
 ہتھارے دل پر نقاشِ مطلق نے نقش کر دیا، اُسے تازہ رکھو، محو ہونے نہ دو، تبدیلِ مذہب سے
 خدا نہیں ملتا، مشرح ملاحظہ ہو۔

لازم آمد بر سرِ مہذمت نسبت برہمن محو کے گرد و ہر آن نقشِ کرد در دہلہ نشست
 دوسرا وعظ اس پر زیادہ واضح الفاظ میں ہے، عدمِ ضرورتِ تبدیلِ مذہب کا فلسفہ آپ
 اُس وقت بیان فرماتے ہیں، جب کہ آپ کو تبدیلِ مذہب کی دعوت دی گئی تھی۔
 ما جرمہ کش شیدم برہمن ز جہا مثنیٰ مارا دگر بہ سپرِ مغان احتیاجِ نیت
 آپ شاہجہان اور اورنگزیب کے رنگ رنگ کے ہیرے دیو دیو رہے تھے، کبھی تو کوئی
 ہندی نادِ اقلیتِ مذہب سے مسلمان ہوتا، کہیں عورت پر اُس کے مذہب سے نکاح پڑتا، نہیں
 روپیہ کے لالچ سے اور کہیں تلوار سے پت ہوتا، نظر آتا تھا، مگر اُنہیں ایسا کوئی ہندی نظر نہ آیا
 جو اپنے مذہب سے واقفیت نہ رکھتا ہوا، مذہبِ اسلام قبول کرنے میں اپنی نجات سمجھتا ہو،
 جو گراہ نظر آئے، مشرح طرح کے نادان پائے، ضروری تھا، کہ ایسے کمزور دین فروش
 صبردار کئے جائیں، اور آریہ دہرم کی فضیلت اُن کے قلوب پر نقش کی جائے۔
 نے روم بسوئے دیر گز از دہ متوق مرا برہمن ز تازہ دار شد باعث

برہنہ کو برہنہ ہونے کی وجہ سے کافر کہا جاتا تھا

برہنہ از بہتین ہر وہ بہت دروغ است و بود زلف و پیش کو شاد ایمان شاہ
 عہود مذکور میں اکثر نادان یا مستصحب انہیں کافر قرار دیتے ہیں
 اور ہندوؤں کو بالعموم کہا بھی جاتا تھا 'اور ہر طرح کے مذہبی تقاضے
 کئے جاتے تھے 'پر تاروں کے کاغذی ٹھونے مضحکہ اڑا رہے تھے 'مگر وہ خود مہیش اپنے مذہب پر قائم
 رہتے 'اور دوسروں کو قائم رکھنے کی کوشش فرماتے تھے 'علانیہ اپنے مذہب پر فخر کرتے تھے 'اور ہر وقت
 شاد و آباد نظر آتے تھے 'اور کہتے تھے کہ ہمیں ہماری ثبوت پر مغرب ہے 'تم اپنے کھر فروش رہو
 ہم اپنے گھر آئندہ مانیں 'مذہب برہنہ کو کفر سے کیا نسبت؟ اس نے تم جو مجھے کافر کہتے ہو مجھے سخت غم و غصہ
 پیدا ہوتا ہے'

مذہبیں زلفت چاہتے باشند۔ ہمیں قدر کر زمین بیچ و کتاب سے آید

وہ بتاؤ کہ مذہب کے متعلق کہ جو ان عہود کی ایک نمایاں خصوصیت ہے 'اپنے غلابِ دل
 میں خیال لانا تو درکنار صاف طور پر مذمت کرتے ہیں 'اور نہایت بے باکی سے فرماتے ہیں کہ
 جو اپنے مذہب سے شناسا نہیں 'وہ دوسرے مذاہب کے عقاید قبول کرنا ہے 'مگر جو دل و دماغ
 جامِ عشق کے نشہ سے غمزدہ ہو 'اُسے کسی دیگر مذہب کے ہادی کی ضرورت نہیں'
 رائے رایان نے ہر وہ مذاہب کے ضعیف اعتقادات کو ذکر کرنے اور ہر پروردگار کو صحیح راستہ
 پر لانے کی ایک ایسی سعی موفور فرمائی ہے 'کہ جس کی داد سالکانِ باہوشیت ہی دے سکتے ہیں'
 اس راہ کی راہبری حسب ذیل اعتبار کریں گے۔

فروغِ سیزہ ز تار یک خاطر آن طلب کہ غافلند ذرا حقیقتِ اہلِ مجاد
 خوش آن گروہ کہ ہم کردہ قامتِ دل را بسرے تہذیبِ ابروئے او کفند ساز

برہنہ از ہمہ کس خوشنماست صاف دل و دماغ کے صفاتے برہنہاں سرمد
 یہ ضروری تھا کہ اس کا تبلیغ کے لئے سنا تن دہرم کی نفسیت پر زور دیا جاتا
 اور وہ محض اس لئے کہ ہندی مسلمان ہونا چھوڑ دیں 'مگر انہیں ہندی بنائیں' طرزِ بیان اور طریق

تفہیم ایک آئینہ ہے 'دورسرا کون ہے کہ جو ایسا جلوہ کھائے' اور ایک دنیا مزہ پاسے کچھ سناؤ گویا۔
 نگار من زانستفائے بنید بسوئے کس کہ روئے خویش را نیندے بند روئے کس
 مذہبی توہین درجہ عزت تک پہنچ چکی تھی اور انہیں بھی دیوانہ بنا یا جا رہا تھا، مگر یہ اس عالم
 میں ایسے مست تھے کہ دوسروں کو دیوانہ سمجھتے تھے، برہنہ سے ننگے گارے شعلے۔

مرا بختال و خطا و خیال سودا نیست کہ من معاطہ باز لب پرشکن دارم
 رائے را بیان کے کام کے عاشق آجکل کے نوجوان یہ شعر عاشقانہ رنگ میں رنگنے کی کوشش
 کریں گے، لیکن اس کا اصلی صوبہ استخدام کو سمجھنے والے شناخت کر لیں گے، ایک اور سن
 لیجئے، مذہب برہنہ کس شان مذہب الہی بیان کیا گیا ہے 'نجان اللہ'
 کا فرم کر سروسے بتفادت کو نم رشتہ زلف تو بارشستہ زنا روکیت

جب تک انسان انسانی زندگی میں غلطیاں و پیچاں رہتا ہے اپنے اپنے مذہبی عقائد پر بحث و
 منکار کرتا رہتا ہے اور اس حمایت دین میں کہیں تو وہ دیا کا رنابت ہوتا ہے اور کہیں خوشخوار
 مصلحتیہ جس قدر انسانی شیطانی ہیں، اس کی ذات سے اُن کا ظہور ہوتا رہتا ہے، مگر انسان
 جب روحانی منازل میں داخل ہوتا ہے تو اس کی پہلی ہی منزل میں یہ اسباب شرارت اس سے
 چھین لئے جاتے ہیں

پھر وہ انسان جس مذہب میں ہوتا ہے روحانی ترقیات کرتا کرتا سب کو اپنا بھائی سمجھنے
 لگ جاتا ہے اس کی نظریں ایک کافر ہی منزلت رکھتا ہے کہ جیسا ایک دین دار بھائی اپنے
 حقیقی بھائی کی نظریں، وہ نہ لیچ کہنے سے علفہ کرتا ہے، نہ کافر لقب ملنے پر چڑتا ہے، برہنہ
 سمجھاتے ہیں۔

از ہر کہ بشنوی سخن تلخ کوشش کن بیہودہ آبروز پے گفتگو مریز
 وصل روحانی کے لئے ایسے اختلافات میں پڑنا تاریک راستہ کا سفر ہے، جب خدا ایک
 ہے تو اس کے پاس پہنچے کا راستہ بھی ایک ہی ہے، اور وہ راستہ روحانی ہے، برہنہ نے یہ

اختلاف کس نزاکت سے ڈور کیا ہے

باخلاف ہیں برہمن کہ درو عشق یکیت قاعدہ راہ وصل یا رکیت

سب انسان آدم کی اولاد ہیں، اس لئے ازلی برادر پھر ہندی و مسلمان کی تمیز کسی اور غریزی کیوں! اپنی اہلیت پر غور کرنے کے بعد فلسفہ پیدائش دُنیا یہ سب اختلافات و عنادات دور کر دیتا ہے، برہمن ایسے مدعیانِ دین کو سمجھاتے ہیں

لے برہمن آشنا ہند از روزِ ازل و حقیقت یکس از یکدگر بگا نہ نیست

ہند میں اہل اسلام نے اگر اُس کے بعض ارکان نے مذہبی تعزین کی بنا پر خدا کی بھی تقسیم کر دی، اور اسی بنا پر ہندی ہونا بھی جرم قرار دیا گیا، یہ فتویٰ شر و منہ کا مُہد تھا، اور روئے وحدت و جود کا دشمن، برہمن کی تمام عمر اسی طوفان میں گزری، وہ ایسے لوگوں سے پوچھتا ہے، اذرا سنئے!۔

گذشتِ عمر دریں سکر من نہ انستم کہ جرمِ گھرِ کد ام است و صواب یا مایا ^{ہندی} ^{صحت}

اور نگ ز بی سقین کو سمجھاتے ہیں

ایجا نہ بود کشمشِ سب و ز ناز عشق تو گذشتن ز سر نہ مہ دینے

اس تعزین و تکرار کے مدعیان کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ شیطانی افعال کے مرتکب ہوتے ہیں، یا انسانی اعمال کے

یہ کل مضمون پڑھ لینے کے بعد برہمن کے مذہب کے متعلق حسرت جیسے حضرات کا کمال اطمینان ہو جائے گا

ہندی اپنے مظالم کے

جن ہندیوں نے اسلامی جوہر سے صبر و برداشت کو خیر باد کہہ دیا تھا وہ اپنے اعمال و افعال کی پاداش میں برہمن کی مروجہ آدیش اٹھانے کے لئے خود ذمہ دار ہیں، تعصب کا الزام لگایا

خود و مہ وار ہیں

شاہانِ دار کاں اسلام کو مٹوں کیا، اور اسلامی حکومت مفت میں بدنام کی

فرقہ دارانہ تعصب کی بربادی کے
مُبلغانِ دین ہی ذمہ دار و جاوید ہیں

جس زمانہ سے برہمن گذر رہے تھے، اُس وقت اکبر اعظم کے 'الہ اکبر' کا مہر پڑھا جا چکا تھا، شیخ اور سنہوں میں گالی گلوچ سے گذر کر رہا تھا، پانی اور جلادی کی تلوار چل رہی تھی، حضرت محبت الدین ثانی سے بزرگ کو قلعہ گوالیار کی اسی ہماہمی سے میر کرنا پڑی، اسی طرح سے اسلامی فرقوں میں ایک دوسرے کی جان کاٹا ان نظر آیا، مجددوں اور محققوں کی تفسیریں اور تعمیریں ایک کو دوسرے سے جدا کرنے میں بیتخ و دودم سے زیادہ کام کرتی تھیں، ایک کتاب ایک پتھر کی سیڑھیوں پر تھی!

ایں ہمہ عالم غایت درجہ زندہ حکمت نقش بسیار و لے دیدہ و بنیدہ حکمت
آپ کے اس طریقہ تعین کی نزاکت بیان نے ایسے فرقوں کے مبلغان کے خیالات پر ایک
ایسا فون آشام خنجر مارا ہے کہ بحث و تکرار کرنے کے قابل ہی نہ رہے، اور جو اس میں اپنے آپ کو
قابل سمجھے ہیں، 'نالائق' اندھے بنائے گئے۔

آجکل ملک میں ہر جگہ کچر و غلط اپڈیشن ہو رہے ہیں، اور ان ہی کا زمانہ ہے، ان سب کا نیچر بد امنی اور نفرت مذاہب و ملیں متفرق ہے، ان کچر اردوں، دماغوں اور اپڈیشنوں کی لفظی ہرانی اور سانی سے نسلِ آدم ایک دوسرے سے اس قدر دور و دور ہو گئی کہ جس کے نہایت ہی

تلخ نتائج پیدا ہوں گے، اب ہندو مسلمانوں میں فساد ہے، پھر ہندو ہندو کا، اور مسلمان کا مسلمان دشمن جان! یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ سخت اشتغال، سچو خدمت کا باعث ہو سکتا

برہمن برہمن ہی نہیں

بلکہ دھرماتہ

ہے، مگر در دلش کامل و دہرمانا ایسے استوان کے موقوفہ پر قائم کا خیال چھوڑ کر غلاب و سرزنش کا خیال تو درکنار معمولی اظہارِ خشکی بھی نہیں، اُس کا اس موقفہ کا بیان ایسے نادانوں کی بھینچت و تربیت کا باعث ہوتا ہے، وہ اپنی فخر زبان سے ایسی چوٹ مارتا ہے، کہ دوسرے کا تو کیا ذکر، بلکہ خود آفرین درجہ اکبر اٹھتا ہے،

رائے رایان کی سوانحِ زندگی کے دورِ حق کہ جو خاص ان کی ذاتِ گرامی سے تعلق رکھتے ہیں، تحریرِ لباس میں ایسے آئے ہیں، کہ ان سے خونریزی کا

لطیفہ صدف

خون مچتا ہے، مگر وہ جو خدمت کے پہلوئے دم سے پیچھے ہوئے، ان کے لئے باعثِ فخر ہو کر فیوض سے خراجِ تحسین لیتے ہیں، ان کے لئے شاعرانہ کھاسے کہ علامہ **فضل خان شیرازی** گو بادشاہ کا وزیر اعظم تھا، مگر لیاقت و فضیلت، دین داری و پرہیزگاری کا بادشاہ تھا، چونکہ خود فاضل پیر یا تھا، اس لئے فاضلانِ صافی بہاد سے محبت و صحبت رکھتا ہوا فضیلت کے کاموں میں مشغول رہتا تھا، اس کے فضل و کرم سے دربارِ شاہی میں شعزائے مشاہیر کا مجمع رہتا تھا، اور سردارِ مشاعرہ ہوا کرتا تھا، جس میں بادشاہ بھی شریک ہوتے تھے، ایک بد مذاق شخص نے اپنی غزل میں ہندیوں کے مسلمان ہونے سے ہندی مذہب کی توہین اور اسلامی مذہب کی خوبی کا مضمون بانڈا، اور وہ شعر میرٹھ بار بار رائے صاحب کو بھی خوب کرسکے سنایا، اگر رائے صاحب اپنی غزل گھر سے مکمل کر کے لائے تھے، مگر اُس کا قطع فی البیہ قطع غزل میں، نہایت خوبی و عمدگی سے تبدیل کر کے اُس سے

یہ بلاغیہ کراٹ کے نام سے درام ہو چکا ہے

جن شاندار الفاظ میں اپنی کسیر نفسی سے مذہب اسلام کی شان دکھلائی ہے، وہ آپ ہی کا حصہ تھا، ایسے بزرگ دنیا میں کہاں پیدا ہوتے ہیں، اگر جن پر مسلمانوں کی بجا مارتھا، رائے ایمان تو ہمتِ باطلہ کے قائل نہ تھے، جس طرح سے شاہ کاشتری جو بدکار مرہون احسان نہیں ہوتا، اسی طرح سے حادث وجود کا پورا جاری تو ہمتِ باطلہ کا قائل نہیں ہوتا، رائے ایمان کا درجہ روحانی اجازت نہ دیتا تھا، کہ وہ ان تو ہمت میں اپنا وقت ضائع کریں، اودہ بارہ صاف الفاظ میں فرماتے ہیں:

نہ نقش قرعہ برہمن نہ فال باید دید کہ ہرچہ روئے دہد آتش نے چنایت

برہمن کا معراج روحانی عالم صورت یعنی آتش افندہ ایم، اُن کے پیچھے کس در آید آنچیں جہیہ ایم، برہمن کے آب دگل کے اُس خیر نے کہ جس سے اُن کا پاک جسم بنا تھا، پیدائش کی ساعت سے موت کی آخری گھڑی تک انہیں جوش دیا، چاروں دیکھ چھ شاعر اور اٹھارہ پُران، ان کے ایمان کی جان تھے، انہوں نے انہیں سمجھا، اور اسی راستہ پر چلے گئے، کہ جس پر ان مقدس گرنختوں کے پرہنے سے پڑنا ضروری ہے، اور وہیں پہنچے کہ جہاں ان کتب کے پرہنے سے پہنچا تھا، آپ دربار و اراک کوہ کے دریائے مین سے فیضیاب ہونے سے پہلے ہی دریائے حافی میں تیر رہے تھے، وہاں پہنچ کر گہرا نہرے روحانی کے جلا دینے کا زریں موقع ملا، پھر جلا پا کر اُن کی زبانِ قلم کا جو ہر آبدار بن گئے، بے تکلف چکے تھے، اور صغی کے صغیے ذرا نشان ہوتے تھے، اور سب کی ہلک دمک بھیاں، جس کو چہ میں ان کا قلم نکل جاتا تھا، ذریبی نور نظر آتا تھا، چنانچہ ہر قسم کے مضامین اور روحانی سے ایسے منور ہوئے، کہ جس نے دیکھا سو رہ گیا، اور ایسا ہونا کبھی چاہئے تھا، وہ روحانیت کیا ہوتی، کہ جس کا اثر غیر مقلد کے دل و دماغ پر نہ ہو، ہم اس نعمت سے محروم ہیں، اگر دل گداز پا پائے، اور درجہ کے بزرگوں کا در نہ بنے، لذت آشنا ہے، برہمن کے جو ہر قلم نے ہمیں ہلاک کیا، یہ روحانی اثر برہمن ہی کی موثر تحریر سے پیدا ہو سکتا ہے، مادریہ ہلاکت اُن ہی کے

جو ہر تیغِ زبان سے رنگ لائے گی، اس نے طبیعتِ کجیو کر کے لئے ہے
 برہمن از نظم رازِ چرخِ مخفی نیست کہ ہر چہ بہت در آئینہ نگاہِ منت
 ایک مقام پر پھر پتہ دیتے ہیں ہے
 برہمن بند کسے جانہ کند در دل من خود شوم ناصح و در گوشِ جو آوازِ منم

بھائی اور اولاد
 شکستہ ہر طرف گھمائے لالہ گرفتہ بر کعبہِ عمرتِ پیالہ
 بارِ صفتِ جس بے پایاں کشتش فراوان ہیں پتہ نہ لگا، کہ آپ کے حالات
 خانہ داری کیا تھے، ایکس شاخ و برگ کے ٹھٹھے، اور وہ کیسے تھے، افسوس کہ آپ کی شادی اور
 اولاد کے متعلق بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا، لیکن جو صاحب، ایک برہمن اپنے فنِ کمال سے سلطنتِ مغلیہ
 کا میرنشی منتخب ہو، اپنی عمر کا بیشتر حصہ بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں گزارے، سالہا سال کن
 سلطنت رہا ہو، امارت و ریاست کا مالک ہو، طرح طرح کی شاہی منازلیں تعمیر کرائے، کہا جاتا
 تھا ہے، کہ وہ ضرور شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہوں گے، اور جب آپ کی سیاست
 آشرم کی زندگی پر غور کیا جاتا ہے، تو یہ نتیجہ باسانی پیدا ہوتا ہے، کہ وہ صاحبِ اولاد و سعادتمند
 تھے، اگر نہ ہوتے، سیاست آشرم میں داخل نہ ہوتے، اور جب اس معاملہ میں ان کے کلام
 سے گفتگو کی جاتی ہے، تو اُس کی دواہ اور دواہ، آپ کے اہل درداد اور صاحبِ اولاد ہوتے
 کا پتہ دیتے ہیں، اگر برکتِ الہی شامل حال رہی، تو دوسرے ایڈیشن تک آپ کی پرائیویٹ لائف
 کی واقفیت کے خزانے پُر ہو جائیں گے،

تلاش و تحقیق کا سلسلہ جاری تھا، لیکن کلیاتِ برہمن کی طباعت کی تاکید اُس سے سخت
 تھی، اس لئے وہ کتابوں کے سپرد کی گئی، کہ اسی اثنا میں میرے مغز، علم و دستِ شفیقِ کریم قلم
 ِ عظیم نشی عبد الرحیم صاحبِ سہل کراؤی نے ایک بے بہا جرنِ نہایت تلاش و محنت سے راسخ
 کی زندگی پر لکھا، اور یہ اُس وقت پہنچا کہ حبِ مندرجہ بالا فقرہ لکھا جا چکا تھا، چونکہ فضلِ الہی اب
 کا رخیر میں شامل تھا، اس لئے عین وقت پر یہ دلدوز کی پوری ہو گئی،

رائے رایان کے قابلِ بھائی حضرت بسمل پڑھتے ہیں کہ رائے صاحب کے حسبِ ذیل رقعے سے ثابت ہے کہ آپ کے دو حقیقی بھائی

رائے بھان اور اودے بھان تھے ملاحظہ ہو :-

از آنجا کہ فردِ مسلک آئینِ قدیم برہناں است، غیرِ غیرِ بود و رائے بھان و اودے بھان کہ ہر دو برادر
فیروزانہ قدم بر قدم بزرگانِ گذشتہ در فتنہ سرازیر و اربابِ جذبہ و حال کشیدہ و ایں برادرِ با بخت
..... خدمتگاری و فہر داری زاد و در عالمِ تعلق گذشتہ

اس مادی شہادت کی موجودگی میں کسی مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں یہ پتہ چلے گا
خانہ دانی روایات و حکایات پر کامل روشنی ڈالتی ہے رائے رایان شری منوجی ہمارے
تقسیم زندگی کے احکام کے متبع میں سنیاسی ہوئے اور آپ کے دو نو بھائی امورِ خانہ داری
میں مصروف ہو گئے منزلِ ہنر ”حال سے باید“ ”مغال سے باید“ جو دیوان میں درج ہے
وہ آپ نے اپنی ان ہی دونوں بھائیوں کے نام لکھی ہے برہمن اپنے بھائیوں کے حالات میں
آگاہ فرماتے ہیں :-

نمائندہ بھان راہِ برہمن آزادی در سرافنا د بہو اسے تعلق ساخت و اودے بھان بختانے قابلیت و
استعداد سرگرم نشر روزگار شد و تربیت در صحبتِ نیچہ آوارہ عاقل خان یافت چون خانِ مکر و عین جوانی
و کامرانی از بھان بے بقا و سرانے خانی بملک جاد وانی شانت اور ہماہم اودے بھان را از خفا حقیقت
بہم محبت دادند و بر نشاءِ برہمی سرخوش گردانیدند الحان بختانہ و طور اہل تعلق است

دائر الخلفہ اگرہ کے علمائی رائے رایان کے خاندان کا مشہور مدعا تو یہی ایک دنیا
پر سکے بھٹے چکا تھا چنانچہ آپ اپنے بھائی اودے بھان

کو ایک خط میں اس طرح سے سرور فرماتے ہیں :-

”اودے برادرِ قلم و دستِ خار و دارِ مخلص اگر بر وقتِ درت سرانہ از خانِ کار باب سخن را بیا“

لہٰذا سری منوجی ہمارے انسانی زندگی کے احکام میں تقسیم کی اول و پھر دوم، سوم، چہارم، پنجم، ششم، سنیاسی

دوست میداد و نشستہ بود، چٹا قوری، خلیفہ شہباز دریں مجلس حاضر بودند، اور کئی وقتا اہل و کمالات
ضرب النعل اند، سخن از ہر باب بر زبان باریت، چوں مذکور بخیان مدعا و سبیاں آمد، یاران سخن انہم
نام شمارا دوسے بھجان، ارا بر زبان آوردند، دازدوسے انصاف و بت سخن بغیر کذا، شندہ

چہار چمن کے خطوط حضرت سہیل کی رہبری سے جو نسخہ چہار چمن کی سیر ہوئی، اپنے کتب خانہ

میں تلاش کی، ذہن سمائی، کارندوں کو لکھا کہ کتب خانہ چھان مارو،
مگر انوس کہ وہ کامیاب نہ ہوئے، دل سے کہا کہ چل تو ہی تلاش کر، تمام پہنچا اور پرانے صندوق
پہلے ہی صندوق سے قلمی چہار چمن ملا، خوشی کی کیا انتہا ہو سکتی ہے، اس کے ملاحظہ کے بعد
کے خاندان کے حالات آئندہ ہو گئے، اُس میں جو تلاش کیا، وہی ملا، چمن اول ان کے حالات
ذاتی سے لگزا، اپنا بہت سے خطوط اپنے والد بزرگوار اور دونوں بھائیوں کے نام لکھے ہیں،
اور سب مضامین و ہند سے قلمبند کئے گئے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ پندت اور دوسے بھجان ابھی
طرح خاص قابلیت رکھتے تھے، آپ کو اُن سے خاص اُنس تھا، وہی زیادہ تر اُن کی
خدمت میں رہے، جو جو نکات اور ہدایات اپنے بھائیوں کو دیکھی ہیں، وہ ایک سرمایہ حیات ہے،
ان خطوط کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے رایان ہر وقت نصیحت و نیکی سے کام رکھتے تھے،
اپنی غزلیات روانہ کرتے تھے، اور ناصیحتوں اور نکاتوں کے حالات سے اطلاع دیتے تھے، جو کچھ
خود مخطوط تھے، اس لئے خوشخطوں کا خاص طور پر ذکر فرماتے ہیں

اولاد آپ کی تفریق مضامین سے یہ امر متحقی ہو چکا کہ آپ کی شادی ہو چکی تھی، اور ایک
لڑکا پندت بیچ بھجان بھی آپ کے عروج کے زمانہ میں غاصلوں سے تعلیم و تربیت
پا چکا تھا، اس کی تعلیم و تربیت کے لئے خاص انتظامات کئے گئے تھے، مگر اس صاحبزادہ کے متعلق
اس سے زیادہ کوئی مادہ نہ ملا

پٹے کی تعلیم و تربیت پٹے اپنے بھائی اور بھجان سے مشورہ دانا آدمی ہر وقت
نیکی کا کام کرتا ہے

فرزند ہندہ ایتھذا راغش محوڑ تو کیستی کہ بہ زحہ اسندہ پروری
 ذرا دیکھنا کہ فرض شناس باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں کس قدر غلطان و پیچاں ہوتا ہے
 اور یہ سچیدگی اس وجہ سے زیادہ ہو گئی تھی کہ اورنگ زیب کی نظیر نے بیوں کو باپ کا دشمن
 جان بنا دیا تھا، یہ نصیحت نارا و رنگ زیب کے اخلاق و ادب پر ادب کے تازیانے مارتا ہے
 برادر اور دوسرے بھان بھالوں پر اورنگ زیب باد اگرچہ طبع اہی شامل ہر بندہ است و حکمت بالذکر و در باب
 ہر کس ہرچہ مناسب دانستہ از پروردہ عیب بنفسہ غور کردی آورد لیکن نظیر عالم صورت پروردہ لازم آید است کہ
 تربیت پروردہ پر ہر واجب گذشتہ کہ مطلع پدر باشد، با عقل آچی بر غیر لازم است آں را بہ نسبت فرزند سے
 تیج بھان بھالوں کہ عمل آورد و آنچه لازم آید است، انشاء اللہ تعالیٰ تو فیض اذ فضل خواہ آمد از جملہ شرائط
 شرط عمدہ آست کہ معلوم دانستہ، خدا شناس ہم باہر ساند

آگے مشورہ دیتے ہیں کہ اگرچہ اس شہرِ حنتِ نظیر میں اربابِ فضل و کمال بیشمار ہیں، مگر اولاً
 عینے ملا عبدالحکیم سے فیض پایا ہے، اب اُن پر حالتِ جذبہ و درویشی غالب ہے، اُن کے فرزند
 رشید کی بھی یہی حالت ہے، ان بزرگوں کو ایسی حالت میں تیج بھان کی تعلیم و تربیت کیسے
 تکمیل دینا ایک تکلیف ہے، اُٹھاٹھاٹھو وہاں سے بہت دُور قیام رکھتے ہیں، اس لئے اس سال
 تیج بھان کا وہاں بھیجا جانا، لیکن نہیں، اُٹھا سعد اللہ اور اُن کے بیٹے کو کہاں فرصت ہے، کہ ان
 ہز دیات میں اپنا وقت صرف کریں، اس لئے یہی بہتر ہے کہ ملا خان محمد اگر مٹا مٹا ہوں، اُن سے
 تعلیم جاری کرائی جائے، اود سے بھان کو اطلاع دیتے ہیں۔

برادر اور دوسرے بھان بھالوں پر اورنگ زیب باد... انشاء اللہ تعالیٰ تو فیض اذ فضل خواہ آمد از جملہ شرائط

تعلیم فرزند سے تیج بھان است

شاگردانِ برہنہ ۲
 رائے رایان کے شاگردان کا حلقہ اس نذر کو پہنچا تھا جس قدر کہ اُن کا کلمہ
 کتب اور درہ انہیں ایسا ہی عزیز جانتے تھے، جیسا کہ جانا چاہئے، انوس
 کہ ہمیں اُن کے نام و کلام کا پتہ نہ چلا، محض صورتِ سکھ کے نام و نشان سے واقفیت ہوئی

آپ کا وہ خط جو آپ نے اپنے بیٹے کے نام لکھا ہے 'اس تحقیقات پر کسی قدر روشنی ڈالتا ہے' اس میں جہاں وہ اپنے مطالعہ کتب سے اُس کو آگاہ فرماتے ہیں وہاں لکھتے ہیں :-

"تمہاراں کہ شردع درہم سارین دیوان ہاوشوی باہر درنخو بیار بہست آوردہ" و بعد از مطالعہ

بشارت گراناد

آپ کا چیلہ فیض آپ کی طبیعت کے عین موافق تھا کسی مزید تحقیقات میں آپ کے شاگردوں کا نام اور کام بھی مل جائے گا

عام محاکمہ گاردوں اور نقادان سخن نے اپنے ممدوح کے چال چلن، عادات و خصال کا پتہ لگانے کے لئے یہ طریقہ بھی جائز سمجھا ہے کہ وکیلیں کے

ہیرے کے کلام میں کس کس اور کیسے کیسے جا زردوں کا نام آیا ہے چنانچہ اسی تقاضے پر بڑے فخر کے ساتھ یہ دعوے کیا جا رہا تھا کہ خواجہ حافظ کی زبان سے سب کا لفظ کہیں نہیں نکلا مگر حالی نے اُس کی تردید ثبوت کے ساتھ ضرور کی ہے

میں بھی شوق پیدا ہوا کہ برہمن کا پڑیا لکھ دوں کہ ہم بھی کوئی نکتہ چل کر سکیں، کیونکہ برہمن اور ہنسی اور نکتہ دانی کے بارشہا تھے، ہم نے اس بذوق تحقیق میں اُن کا تمام دیوان دیکھا وہاں کئے اور سوروں کا نوکیلا ذکر پانچ خاص جا زردوں کے سوا کہ جو اُن کی عادات اور خواص ظاہر کرتے ہیں اور کسی جا زور کا نام نہیں آیا

پہلا جا زور اُن کا پیارا بلبل ہے جس سے اُن کی گویائی کی طرف اشارہ ہے اُن سے سننے مانگنے پر جسے خوشنم برہمن لیکن پُر از لاسٹ پوٹیل زبان

دوسرا پُروانہ جو اُن کی صفت وفاداری اور قربانی و صدق عشق الہی میں اُس شمع رو پر چلا جاتا ہے اُن کی صفت دیکھئے :-

باشم روئے دوست پور پر دانہ سافیم چوں شمع سوختیم نہ آئنا نہ سافیم

۱۔ یکمل خاصخو ۵ ہر بلاظ فرمائے "تہہ پارسائی"

لیکن اُس کی دوسری صفت سے انہیں سخت دشمنی ہے۔
 نہ چو "پروانہ" بیک شعلہ ز پروانہ اُستم
 گر بر آرد ز آتش ردم و باز اُستم
 ان کا تھرا رقیں را چوت صفت "سندر" ہے ہم بیان نہیں کر سکے کہ ان کی ایسی صفت
 کس طرح ظاہر کریں، وہ خود بیان فرماتے ہیں، اور ساتھ ہی پروانہ کی صفت کی غلطی نکالتے ہیں۔
 ماچوں "سند ریم" بسوزیم کنگسیم
 موقون یک شراہ آتش چو خس نہ ایم
 پونکھی گس ہے اُس کی دو صفات ہیں، صفت ناقص سے متغیر ہیں، یہ کراہیت ملاحظہ ہو۔
 مار پڑہیں ز خوان کساں چوں گس نہ ایم
 منت پذیر ماندہ بجلیں نہ ایم
 مگر اُس کی تجسس نہ و مخفی طبیعت کو شہد کی کھجی کی طرح کہ جو صلیب تل کی عاشق ہے غسل سے
 زیادہ پیاری بچتے ہیں۔

پانچویں غیر حقیقت دنا چہرہ مٹی مور صنف ہے جو غرور و کثرت کو کاٹ کھاتی ہے، اور دنیا پر ہر جگہ
 مٹائی جاتی ہے، وہ اس دلا زاری سے ہمیشہ غلبہ رہے
 باز ابر میر مورے "منہ پائے" کے را کچر سورے میا زار

برہن کے ترک تعلقات کی بدیہی مثال
 باشائے چند جس قدر شہزاد گزرے ہیں سب کے
 دیوانوں اور شہزیوں میں بادشاہ وقت دوزا
 اور با اختیار و بار سرخ امرا کی جا و سجادہ سرانی کی جا کر اپنی عزت و غایت کا پتہ دیا گیا ہے، آپ ان کا
 تمام دیوان دیکھ جائے، ان حجابوں میں ایک شعر بھی بچھنسا ہوا نہ ملے گا۔

اولاد معنوی
 زندہ ہے، وہ انسان، جو دنیا میں نیک نشان اپنی یادگار چھوڑ گیا، خدا کے
 فضل سے برہن صاحب اولاد معنوی بھی ہیں، اور اولاد بھی سعادت مند
 وہ ایک نہیں بلکہ کئی اور ایک سے ایک بڑھ کر علی جوہر، ہر صنف سخن کا شاہ
 ہے، بے نظیر اور ایسا فیاض کہ ہر طالب و جوان اُس کے فیض عام سے
 فیضیاب ہوتا ہے۔

آپ کو آپ کا درباری علمی و ادبی انہماک کہاں فرصت دیتا تھا کہ آپ اپنے زورِ خیال کے مطابق کچھ لکھتے، طبیعت کی سحرِ پروازی دکھائے، مگر پھر بھی آپ کا نام دکھامِ فارسی چین میں سرسبز و شاداب ہے، اور اُس گلی و گزائر کی جھک سے دماغِ عالم و عالمیانِ وقت تا قیام دنیا سحر و زکھا، دیوانِ مثنوی ہفت بحر، رباعیات، فروات و ابیات، نمونہ نثر آپ ملاحظہ فرمائیں گے، ان کی شمیم مضامین روح افزا ایسے نہیں کہ آپ دل و دماغ میں جک نہ دیں، دیگر قصائیف جو بادِ جو و تلاش نہ ملیں، مگر بعض کا پتہ مل گیا، قابلِ دریافت مضمون میں اہلِ شوق اگر جستجو رکھیں گے، تو سب کچھ مل جائے گا، اور وہ ملے گا جس کا کہیں نشان نہیں،

آج تک کسی مورخ نے رائے دیان کی اولادِ مثنوی کی کوئی مکمل فرد نہیں لکھی، نہ تشریح کی، مگر حضرت بسمل کی سہی مشکور ہوئی آپ منشآتِ برہنہ کے مالک ہیں، اور کرمِ خودہ نسخہ محفوظ رکھتے ہیں، دیباچہ رائے دیان خود لکھا، اور اپنی اولادِ مثنوی کی اس میں مبنائی بھی درج کی یہاں ہم وہ دیباچہ غیر مضمون بناتے ہیں، کہ اُس سے رائے دیان کی اولادِ مثنوی کی تاریخی زندگی مسئلہ جو جاتی ہے۔

”ہر دو ایام دیوان غزلے و مثنوی بانسوخند مثل گلہ پھارچن و بدیع الانوار، مخمخہ الانوار و تحفہ الغفران مجمع الفخر“

ترجمہ: اہم، احوال جنگ سے کہیں بنیاد مندرجہ بہت گزشتہ، واقعات متفرقہ در ہر باب خصوص در امور غیر فخریہ، اگر

فعلی آں را احاطہ سے نمود، نسخہ علیحدہ ترتیب سے یافت“

اس اقتباس کی خط و خود عبارت صاف پتہ دیتی ہے، کہ اس فہرست کے علاوہ آپ کے قلمِ مہر و دستِ اور بہت کچھ لکھا، سلسلہ تلاش و شوق جاری ہو گیا، سب کچھ مل جائے گا،

”انہماکِ برہنہ میں برہنہ کی کثرت کتب فارسی میں لکھائے۔“ چند رجحان پیادہ یلا پور کے تھے، کہ جنہوں نے شاہجہان کے زمانہ میں بڑی زلفیات حاصل کیں، انجیلِ مراد جہاں کرا آپ نے سب سے پہلے میں انحال فرمایا، کچھ نسخہ کتب آپ کی تاریخ وفات سے پہلے ظاہر کرتی ہیں، ان کی تصانیفِ حبیل میں لکھتے، منشآتِ پہاچن، کارنامہ، مخمخہ الانوار، تحفہ الغفران، مجمع الفخر، ”اُس میں علی، مصنف و تخیل باور کر لیکھی، کثرت میں برہنہ کا وطن، پیادہ“ لکھا ہے، اور گلہ زخمیہ، الانوار، مجمع الفخر، چچاچن منشآت دیوان الغنائین بہن شہر کرا کر، ”سے“ اور بیان کرتا ہے کہ ”اپنے آقا کی مثنوی کے بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر بنارس چلے گئے، جہاں ۱۰۰۰ میں وفات پائی، اور ۱۰۰۰ نے اگر وہ میں اپنی رائے شوق کے لئے ایک مکان تعمیر کیا تھا، جس کا اب نشان تک نہیں ملتا، صاحب کا یہ بیان تصویر تہ اگر غلط ہے

رباعیات

بھودیان ہمارے کتب خانہ کا ہے اس کے آخر میں رقم ۳۴۰ رباعیات ہیں رائے
 سری رام صاحب کے دیوان میں ۶۰ رباعیات اور پانی گئیں حضرت سہیل
 کراؤنی نے رائے دایان کے کلام سے ۵۰ رباعیات اور ایسی نکالیں جو ہمارے ہاں نہیں بدیع الانوار
 تحفہ الانوار سے جس قدر کلام مل سکا وہ بھی ہم نے لیا اور جہاں موقع دیکھا درج کر دیا چنانچہ اب کل
 ۱۰۰ رباعیات ہو گئیں اور یہ سب درج کر دی گئیں رباعیات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ رائے بڑی
 آسانی سے قائم کی جا سکتی ہے اگر ان کا زیادہ حصہ سفلیس اثر مہارن کرنے کے بعد بمقام کاشی جی
 سرمد چٹیم بصیرت عالمیان ہوا

چہارچمن

رائے دایان نے اپنی تحریرات نشر کا ایک مختصر مجموعہ مرتب فرمایا وہ چار جہاں کا
 رائے ادب کے لحاظ سے انشا چہارچمن کہلایا میز صاحب لکھتے ہیں
 "انشا چند رجھان چہارچمنی یعنی چار حصوں پر مشتم ہے اور ہر حصے میں مختلف
 اشخاص اور ذہنوں کے نام خطوط لکھے گئے ہیں طرز عبارت خطوط اور مضامین
 خطوط تو یہی لکھتے ہی کی خاطر نہیں لکھے گئے تھے بلکہ ہر خطوط وقتاً فوقتاً لکھے جاتے رہے انہیں جمع کر دیا
 گیا ہے۔۔۔۔۔ ان مختلف خطوط سے جو حاکمان ملک اور ذہنوں کے نام لکھے گئے ہیں ظاہر ہے کہ اس
 وقت بھی ایک آزادی کے ساتھ خط و کتابت ہوتی تھی چمن مذکور میں فلسفہ اور مونیانہ نکات بھی مؤثر پڑائے
 ہیں لکھے گئے ہیں"

نشی صحیحہ احمد پتہ دیئے ہیں۔

"رائے چند رجھان نے اپنے رفقات اور تحریرات کو خود جمع کر کے ایک مجموعہ لکھن متب کیا ہے غرضی

سیل چند لکھے ہیں گویا انہوں نے انشا پردازی میں سلامی ابوالفضل کا متبع کیا ہے"

پرو فیسر آذر صاحب رائے قائم فرماتے ہیں:-

"دقیقہ چمن نہایت عمدہ سے ملاحظہ کرنا چاہئے اس میں رائے دایان کے حالات زندگی نہایت وضاحت سے

تقلید کے سگئے ہیں، چمن ازل اور دوم شاہجہان کی روزانہ مصروفیتوں کا ایک لاجواب بیان ہے اور دبا کی عام کیفیت و حالات نہایت لور تھریپ میں لکھے ہیں، چمن چہارم انداز و فصاحت کا گلزار رکھتا ہے اصطلاح و ادب کا ایک بے خزاں گلدستہ ہے۔

بہت سے مضامین اسی حصہ کلام سے لئے گئے ہیں اور یہ انتہائی اسی بے بدل ہے کہ جو ہرگز گناہ
گناہی میں نہ پڑی رہی چاہئے، **کلیات برہمن** حصہ نظم سے فراغت پانے کے بعد گھٹان نثر کے
شائع کئے جانے کا انتظام ہوگا جدواہ دن جلد دکھائیے

ہدیہ الاثر، تحفۃ الاولیاء، تحفۃ الفضل، مجمع الفقہاء، سفرنامہ کابل، سفرنامہ ایران، اور کلامہ
 نایاب ہیں، اور ممکن ہے کہ حضرت آفر کے ہاتھ لگے جائیں، اس لئے اب ان پر کچھ نہیں لکھا جاسکتا،
 افسوس کہ اب ان کا محض نام باقی ہے، اور مطالعہ نصیب نہیں ہو سکتا، ہم مہین

زودیدہ رفتی و ذکر تو بر زبان باقیست
 رائے رایان کا کلام نظم
 سعد اللہ خان وزیر اعظم کے نام پایا جاتا ہے، جس میں آپ
 لکھتے ہیں :-

مهر و دغری تازه از نظیر کیمیا اثر افضل خان مغفرت نشان گذرانیده

آپ کی اس تحریر سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آپ ہر روز نماز غزل لکھتے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ سعد اللہ خان کی وزارت ہمیں نہیں، بیس سال تک رہی، اس حساب سے آپ کی غزلیات کی تعداد ہزاروں تک پہنچنی چاہئے، مگر دیوان موجودہ میں گنتی کی غزلیات ہیں، اس سے خیال کیا جاتا ہے کہ آپ کے دیوان کی کئی جلدیں ہوں گی، اب تک کچھ چھ نہیں چلا

سعادۃت مند اولاد کی
گوشہ گیری اور تاج پوشی

خاہر سے کہچن دوم کی یہ تقریر ان کی کوئی آخری تقریر نہیں، یہ محض بادشاہ و امراء کے خطوط مرتب کرتے وقت اس کا ایک بہتیدی نوٹ ہے، ایک ایسے صاحب قلم کی تصانیف کی یہ تفصیل کہ جو آئندہ جوائی سے قبل ہی تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف و منہمک ہو گیا ہو، ہمیں تحسین مزید کے لئے ابھارتی تھی،

زمانہ کی نافذ دانی اور انقلاب سے بڑے بڑے کتب خانہ برباد ہوئے، حتیٰ کہ کتب مقدسہ کہ جو لاکھوں برس اس بے فیض عالم کو فیض پہناتی رہیں کُل آج تک دستیاب نہیں ہوئیں تو پھر رائے رایان کی کُل تصانیف کس طرح مل سکتی ہیں، آپ کا پرائیویٹ کتب خانہ لاہور و اگرہ تھا، آپ کے بعد پڈت اووے بھان آپ کا قابل بھائی تھا، اور آپ کا بیٹا پڈت بیج بھان بھی صاحب علم تھا، یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ ان ہر ڈونے آپ کی لائبریری کی ضرور حفاظت کی ہوگی، مگر اس کے آگے کا سراغ نہیں چلتا، نہ ہمیں اب اس قدر فرصت و صلت ہے کہ ہم تکلیات برہنہ کی ترتیب کا کام چھوڑ کر اس کی تلاش میں مصروف ہو جائیں، لاہور میں حضرت آذرسے ملاقات کا موقع ملا تو آپ نے فرمایا کہ رائے رایان کے کتب خانہ کی عجیب کیفیت ہوئی، کچھ حصہ کسی مالائق کے ہاتھ پڑا، جس نے دلوں میں ضائع کر دیا، پھر مجھے پتہ لگا جو خرید لایا، اس انبار میں سے ایک بیاض ملا، جس کی آخری تقریر ”بست دینچ بیا کہ روز پختیہ شہر حرم الحرام سلسلہ راجہ بکراجت“ کی ہے اس پر ایک جگہ یہ عبارت درج ہے۔

ابن بیاض بدست محمد چاچھی ام ملک کند دل مرکب شایست در حین حیات بند، کھچت، رائے بکراجت خواندن بخشیدہ

جب ہم نے اسے دیکھا تو اس میں چار قسم کی جدا جدا تصانیف طغرائے شاہجہان کا پرچم پائی گئیں، کُل مضمون نہایت خوشخط چھوٹی ”تقیق کے ۱۲۷“ اور پر لکھا دیکھا، اس کے خاتمہ پر عبارت ذیل غیر قلم کی لکھی پائی۔

”اس لئے طغرائے شاہجہان بادشاہ تصنیف رائے چند بھان برہنہ در حق و ملکیت کھچت دئے دل

ملک درشن رائے اپنے جادو رائے قوم بھگن کاؤنگو پنجاب سپیان ونگو پورہ ووز دو آبہ سندہ
پادشاہی است

جس سے معلوم ہوا کہ ان کا کتب خانہ ان کے دوست ملک پھاگ مل کی اولاد کے قبضہ
میں آیا، اس کتاب کی تحریر سے یہ نیاں کیا جاسکتا ہے کہ یہ تحریر بھی کسی اعلیٰ منشی کی لکھی ہوئی ہے
جو نہ فقط خوشخط تھا بلکہ صحیح نویس اور محسن بنے کہ اس کی کتاب رائے رابیان کی ریگریانی
ہوئی ہو

ہم نے یہ بیاض آن سے جاریتاً حاصل کیا آغاز ملاحظہ ہوا۔

”لکیر آفتاب جہاں از در سلطنت المظہر دوت واقبال یعنی ”چہرہ در درشن مبارک بادشاہ کا مکش فیضیلا
بعد از طریق لغت خاصہ مطابق قاعدہ قدیم دولت بطریق غلات کبریا جاب چہرہ در درشن مبارک در دروالمخلاف

شاہجہان آباد و مستقر الخلفہ اکبر آباد و دار السلطنت لاہور شرف برورد یاست الخ
خاتمہ اس فقرہ پر ہوا ہے۔

”وہم چہیں بنگاؤ کش بازی گرم سے نو کہ شراہ آں ستارہ دار سر آسمان سے کشد و صدا آں زمین

وزمان می پیچید

اُس تحریر سے کہ جس میں اس کا اور اُس کے مصنف کا نام درج ہے، طرز نگارش اور منہج
پر نور کرنے کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ بھی رائے رابیان کی تصنیف ہے، اس کی نسبت
کسی مورخ نے ذکر نہ کیا حالانکہ شاہجہانی عہد پر یہ بہترین کتاب ہے اور لا جواب

اس خدمت میں خدائی مدد
شامل حال تھی!!

آن شکے کہ پیش نظر بود برہنہ و نیاں کیا آدائے غزہ باہما تمام شد
غلط دیوانوں کی پریشانیوں، مضامین کی غلط جدت
آرائیاں، اصلی دیوان طے پر دود ہو گئیں، دیگر نقصانین
مشہور و مستورہ کی دستیابی زاید از امید و آرزو ہے، یہ سب کچھ صدق ارادت کا نتیجہ ہے، اس ”برہنہ“
کی تنظیم ہوتے ہی بہار ”برہنہ“ کے آراستہ کرنے کی نوید سنائی جائے گی، اور کیا تعجب ہے کہ اس کے

اشاعت پا جانے پر اطرا دنیا ملک سے آپ کی اور تصانیف مل جائیں اگر معروفیت کی موافقت کے ساتھ اوقات کی مساعدت رہی تو آپ کی اولاد معنوی تاجپوشی کا دن بھی سر پر کھڑے ہوئے، کیونکہ ساتھ کے ساتھ ان کی بھی ترتیب ہو رہی ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس کام میں برہمن کی روحانی امداد شامل ہے درہ کہاں ہم اور ہماری قابلیت اور کہاں برہمن اور ان کی گم کردہ نفسیت

جس اور وانا تھ سرکار
تصانیف برہمن پر
چا دو وانا تھ سرکار مشہور و ترخ تاریخی خدمات کے لئے ملک سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، دورِ حاضرہ کا مورخ محقق رائے رایان کی علمی خدمات سے کیونکہ محروم رہ سکتا تھا، آپ نے سلطنت مغلیہ کی ایک

مفصل تاریخ مرتب کی جہاں اس کا مآخذ گچھراو تھے، وہاں قابلِ مورخ نے رائے رایان کی تصانیف سے فائدہ اٹھا کر حسب ذیل الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے:-

”مشی چندر جہان بیر ملشی شاہجہاں کی کتاب چارچمن برہمن، شاہجہان اور آدرنگ زیب کے دربار کے دوزار کے حالات پر مشتمل دستورِ ذلتی ہے، اور خصوصاً آدرنگ زیب کے عہدِ سلطنت کے تفصیل و احاطہ سے پڑھے، اس میں سو بہات و بلائی ایسی فرتخ درج ہے کہ جس سے بڑی مدد ملی ان کے خطوط اور سوانحی وغیرہ سے بھی سببِ اطمینان حاصل ہوتی“

مسٹر عبد اللطیف مصنف تاریخ لاہور
سنہ موصوف نے لاہور کی تاریخ انگریزی میں تیار کی ہے اس کے صفحہ ۶۱ پر یہ نمبر ۱، آپ تحریر فرماتے

ہیں:-

”چندر جہان لاہور کے رہنے والے تھے، کہ جن کی لڑائی خدمات نہایت اعلیٰ میں انہوں نے اپنے تخلص کے نام سے ایک دیوان مرتب کیا ہے، الموزلحام حسب ذیل ہے:-

چشمِ تارہم زدی، بحبِ اشد آعسا، نظر
ان سوانح نگاروں کے ادوار سے بیانات کے بعد اب ہم فارسی کے تذکرہ نگاروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ذرا ان کے فرائض و فرائضِ شجری کی دیانتداری ملاحظہ ہو:-

مورخین تاریخ شعرائے فارسی اور تذکرہ بہمن

بیادارۂ امتحان عشق دہی : نشان راستی اقامتِ غیبتِ ما
جن صاحبان نے آزاد دہلوی کی آبجیات سے اپنا دماغ تیز
کیا ہے، انہیں اچھی طرح سے معلوم ہے، کہ علامہ عبدالقادر بریلوی
تغصب کی آگ سے ہر وقت جلتا رہتا تھا، آزاد دہلوی کے حال میں اس کے حال پر اس طرح سے

افسوس فرماتے ہیں:-

”نما صاحب کی تاریخ کو دیکھ کر افسوس آتا ہے، کہ جس کے باپ سے بغیر تعلیم پایا، اسی کے مذہب و اعتقاد
پر ٹوٹ کر سے بھر بھر خاک ڈالی، بات یہ ہے کہ جب ایک مطلوب پر دو طالبوں کے شوق بھڑکتے ہیں تو ایسے
ہی شرارے اُڑتے ہیں،... لیکن حق یہی ہے، کہ ان کی رد و افزودن ترقی و مدہم کی قربت نما صاحب سے
رکھی، نہ جاتی تھی، اس لئے جڑتے تھے، اور ترپتے تھے، اور جس رستے سے بچ پاتے تھے، نجات نکالتے تھے
رد سے حد دریا،“

فرشتہٴ حُصَلتِ قابلِ تعظیم آراؤں آں تیمور کے مورخوں کی، تنقیرِ ابوالفضل سے سلسلیں بالفاظِ ذیل

تذکرہ بہت کا اندازہ لگاتے ہیں:-

”ہندوستان کے مورخ آخر ان ہی بادشاہوں کی رہا کرتے تھے، بے رعایت حال لکھتے تو بچا کر رہتے کہاں
فرشتہ اس ذات کی نسبت نقطہ اتنا لکھتا ہے، کہ ابوالفضل کو رستہ میں مار ڈالا، اور دیکھنا اُس کا بیجا ہوا تھا؟
دیکھو، فقط حقیقت نویسی کے جرم میں، عبدالقادر کے گھر اور اُن کے بیٹے پر چھائی کر کے ہاتھوں کیا آف گدڑی
اور خود زندہ ہوتا تو خدا چاہنے کیا حال ہوتا؟“

گٹا مذکور کی تاریخ کی غلطی اور اُس کے خاندان کی تباہی کے حال میں آں تیمور کے مورخان کی

بے وقعتی ذہن نشین فرماتے ہیں:-

”بادشاہ کی (اس خطبہ کی) شہرت عام ہو گئی تھی، اس لئے قاسم شیش نور الحق (دولہ عبدالحق محدث دہلوی)
اور مولف تاریخِ زیدتیں مورخ جہاںگیری مہدی میں تاریخ لکھ رہے تھے، کسی نے اس ذکر سے قلم کو اتنا
نہیں کیا“

بدایونی کی تاریخ پر یہ ریمارک ہے :-

”اور یہی رشک تھا جو ہمیشہ تیراب بلکہ زہریلے الفاظ بن کر اُن کے قلم سے نکلتا تھا“... ملا صاحب

کی طبیعت ایسی واقع ہوئی تھی کہ کسی سے میل نہ لگاتی تھی، دینداری خط بہا نہ تھا،... مگر یہ بھی کہتا ہے

کہ ملا صاحب نے (اکبر کے حالات) انہیں بڑے اور بدناموں پر ترتیب دے کر دکھایا ہے

ابوالفضلِ بھٹائی کی شاعری اور قابلیت کا اہل اسلام میں جواب نہیں، مگر گمانہ کہ مرشد سے جو

لکھتا ہے آزاد اُس کا ترجمہ کرتے ہیں۔

”ٹھیک چالیس برس تک شکرگاہ، اگر سب بے ٹھیک استخوان بندی خاصی، اگر بے مزہ“ اور مراد ہے

رادے سطحیات و غزبات و کزبات میں مشہور سلیقہ رکھتا تھا، لیکن ذوقِ حقیقت و معرفت اور چاشنیِ روحانی و

عرفانی اور قبولِ خاطر خدا نہ کرے، باوجودیکہ دیوان اور مثنوی میں ۲۰ ہزار سے زیادہ شعر ہیں، مگر اُس کی بھی

ہوئی طبیعت کی طرح ایک بیت میں بھی شکر نہیں، مطرودی اور درودی کے سب سے کسی نے اُس کلام

کی ہوس نہ کی، بر خلاف اور ادنیٰ اشعاروں کے

مترسے کہ بود ز کھتہ سادہ اندہم ترکیب سوادہ

اور عجیب ترتیب ہے کہ ان چھوٹے موٹے دلچسپوں کے غزلوں میں بڑی بڑی رقیبیں تو اہوں میں خریج

کیں، اور کھوا کھوا کر دستِ آستانوں کو دور و نزدیک بھیجے، کتنی بھی دوبارہ نہ دیکھا ہے

شیر تو گھر ز حرمست مترا حومت کر گوشہ خسانہ میں بیرون بخت

ملا صاحب جو چاہیں فرمائیں، اب دونوں عالمِ آخرت میں ہیں، آپس میں سمجھ لیں گے، تم اپنی فکر کر دے

دیاں بہتار سے اعمال سے سوال ہوگا،... اتنا تو پھر بھی کہوں گا کہ غزل و مثنوی ہر کتبِ فردوس

کی دکان پر ملتی ہے

آزاد و نیک بہاد چغتائی مورخوں کا مجموعہ کے حال میں اس طرح سے رونما روتے ہیں :-

تمام مورخِ ہمن کے حال کو سبک الفاظ اور سخت عبارتوں میں ادا کرتے ہیں، لیکن اُس کی بیافت اور

ترقی کی رفتار میں قلم کو کھینچ کر تعریف کے میدان میں لاسے ہیں،... ہندوستان میں جو مورخ ہوئے

پھٹائی، ٹنگ فار تھے، اس لئے اُن کے لکھنے پر پورا اعتبار نہیں۔

ہم نے سندرہ بالا اقتباسات 'چوٹی' کے اسلامی مودعہ کی مستند تاریخ سے لئے ہیں، اور محض اس وجہ سے کہ رائے رایان کے حاسد مورعین کے مداحوں کو خود اُن ہی کے ہم قدم بزرگان سے کبھی اصلیت جتانیں، مفید دامِ نقیب غلام علی آزاد اپنی بے ثمر سر و آزاد میں اپنے نقیبِ بطنی کے تحت پر رائے رایان کا ذکر ہی قلم انداز کر گیا، محمد افضل سرفروش اپنی کلماتِ شعرا میں اپنے ایسے ہی نقیبِ برہمن کے حال پر چند سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکا، میر حسین دولت بھٹی اپنے تذکرہ حُسنی میں ہی خاک اڑاتا نظر آتا ہے،

روئے حسدِ سیاہ | مصحفِ قیاس گن زنگستانِ من بہارِ ما، جب عہدِ آلِ تیمور کے ایمانِ فردش
نقیبِ مورخوں کی بازِ اوصاف میں یہ قدرِ دینیت ہے، تو پھر ایسی حالت میں
رائے رایان کے مزید حالات کی جستجو و تحقیق کے لئے مورخینِ شہرائے تارِ کجِ فارسی کی تارِ کین تلاش کرنا،
اور اُن میں سے کسی سچے دانش کے اندراج کا خیال لانا، "کوہِ کندن دکاہ برآوردن" کا مضمون تھا،
کیونکہ انہیں شاہجہانی و آرائی اور اورنگ زیبی درباروں میں ایک ہندی شخصِ برہمن کا اپنے اعلیٰ
خدادادِ علم و عمل کی رہبری سے نقیبِ اعلیٰ پر فائز ہونا، اور مروجہ کی علمائے مہتموم ایران و توران کا اُن
ہندوستانِ برہمن کا ہر جلوت و غلوت، 'حضرتِ سفر میں اپنا طعنے اتنا دی بلند کرنا' قدرِ دانی سے مالا مال ہونا
اور با و از بلند سب کو یہ سنانا ہے

برہمن لبِ فروستہ و گرنہ در سخن گوئی اودائے تازہ و طرزِ سخن از من مژدہ سپید
کب گرا اور اپندِ خاطر ہو سکتا تھا، بلکہ وہ نقیب کے پتلے، قومی غدار، ٹنگ قوم و ملت، برہمن
کی علمیت و فضیلت پر عین لانے کے لئے مذاقِ شہنشاہی پر بھی ہر وقت زباںیں دراز کرتے رہتے تھے،
کیدر صنعتِ شہرہ چشمِ شیرخان، رومی منہ فراتہ الخیالی کی گدردِ منقص قابلِ طاعت بلند پروازی، اُلکی
عام خباثت کا اُس کے ان الفاظ میں نوحہ پڑھتی ہے،

"نقیبِ کرشنہ زادہ و دارا شکوہ، آباں بہت مستعدانِ کرد و عرصہ رد و نگار برنگ آفرینی الفاظِ آبدار صفحہ خاطر

ارباب دانش را چون شفق ہائے موسم بہار بہارِ رنگِ مشعلوں سے ماسختہ، خاطر مبارک سخن مادہ اش
فردا درودہ بود، ایں معنی خالی ازدواجِ نوردہ باشد، لایذاقی شہزادہ، ہر طرز آشنائی داشت، یا آورڈ

طالع بدیں یاد یہ رسید

پروفیسر آذر

ہمارے برادرِ محکم اسلامی روح یا اگر وہ بُرائے مانیں ہے ہندو مولوی سراج الدین صاحب
ایم اے ایم اے ادب، آؤ پڑھیں اسلامِ کلمہ لاہور نے شخص اپنے ذوقِ سخن
و سخندانی سے اُن تیر کی اُن تاریخوں پر کامل عبور کیا کہ جن کی نسبت تمہاں تھا کہ رائے رانا کا تذکرہ اُن
میں ضرور ملے گا، شوقِ تحقیق بھی ایک جنون ہے، بحالتِ بیماری و نقاہت آپ نے اپنے اُس خارستان
نقشب میں بے محابہ قدم رکھا، جہاں ہوائے ذاتیات و طمانی کلمات کی نورد و ویدگی کے اور کوئی چیز پیدا
ہی نہیں ہوتی

ہمیں اُن کی محنت و نتیجہ تحنت پر آپ کی تسکون دہی کا موقع ہی نہیں ملا، بلکہ مددِ روح کے اُس اعلیٰ ظرف
کے نقش کا امتحان بھی ہو گیا، کہ جو ہماری پہلی ہی ملاقات میں ہمارے دل پر نقش ہو ا تھا
وہ نقش ایسے ہیں کہ جو کلیاتِ برہن کی لوح پر نور محمدی کی طرح جلوہ ریز ہیں، پڑھئے
نقشِ اول - یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ غلامِ علی آزاد نے اپنی سروسازاں میں برہن
کا تذکرہ نہیں کیا، اُس کا برہن کی سی قابلِ شخصیت کے حالات ایسی ضخیم و حجم کتاب میں نہ لکھا، صرف
اس امر کی دلیل ہے کہ وہ متعجب تھا

نقشِ دوم - محمد افضل سرخوش نے اپنی کلمات الشعراء میں کہ جو سہ سہ میں مرتب کی ہے، چند بھان
کی نسبت چند سطور سے زیادہ نہیں لکھا، اور اُس کا لفظ کلام بھی حسبِ معمول نہیں دیا، اُس نے بھی اس
شاعر کے حالات لکھنے میں تعجب سے کام لیا ہے

نقشِ سوم - تمام تذکرہ نویسوں نے شیر خان کی تصنیف تذکرہ حسینی سے سزا دیا ہے، گو لفظ ہندو
نقل کی ہے، مگر اُس کا حوالہ ہم نہیں دیا

نقشِ چہارم - تذکرہ حسینی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ بزرگوار اس کا بیان سرخوش کے

بیان سے مختلف ہے، جو مجھے بادل میں معلوم ہوتا ہے، لیکن اُس نے کسی سند کا حوالہ نہیں دیا، سرخوش نے اپنا تذکرہ سیدہ میں اور حیرت میں لکھا ہے، تاریخی محکمہ خیال سے سرخوش کا بیان اُس وقت تک صحیح سمجھا جاسکتا ہے، جب تک اُس کے خلاف کوئی اور مستند بیان اُس کی ترویج نہ کرے، ہماری دفاعی نگاری کی ایمانداری کا تقاضا ہے، کہ ہم ہلایا اُس امر کے کہ اُن اشخاص نے برہنہ کی نسبت اچھا لکھا یا بُرا، صحیح لکھا یا غلط اُسے "زندگانی برہنہ" میں چکے دیں اور نقاد کی کاغذی اہل انصاف پر چھوڑ دیں،

تذکرہ حسینی کی سیاہ باطنی | برہنہ از سکہ اکبر آباد است روزے شاہزادہ (دارالشکوہ) در عین غفلت مستعدانِ مفتِ تعلیم بود، بعض بادشاہ میرسانہ کہ دیں دلا از مٹنی چند رجحان طرز مشرے سرزدہ است، اگر حکم شود، بھنور آمدہ بخاند، دریں معنی شہزادہ را ترقی اولیٰ بود، دس قدر لکھا اور پوچ خیال، بادشاہ با حصارش حکم داد، چوں حاضر شد، بادشاہ فرمود: دریں روز شامیچہ آبا از تو پسند کردہ، بچوں برہنہ اس بیت بڑا نندہ

مراد ولایت بچہ آستانہ کہ چندیں بار بلکہ رقم دہا رشتہ برہنہ آوردم
بادشاہ دیں پناہ از استماع اس بیت بر آشفست و استغین ما بر مالیدہ گفت، کہے سے تو اندک
جواب اس کا فرمیرسانہ، **افضل خان** کہ از امرائے معروف دانام اس قدر بھی نہیں جاننا کہ خان بھنور
وزیر اعظم تھے، (بجاء جوابی موصوف بود، پیش آمدہ معروض داشت، کہ حضرت شیخ سعدی از عیب دانی
پہا ر صد سال پیشتر در روایں گفتہ غیر علی، اگر بیکہ رود، چوں بیاید بنور غر باشد،

خاطر بادشاہ بشکفت و گفت، کہ اگر اس قسم جواب نئے رسد از غفلتہ امروز ہلاک سے شدم، و خاں
مذکور را انعام فرمود، شاہزادہ را سنہ نمود، اس جنس مزارعات را دیکھ بھنور نیا درو، و بہنہ را
از غفلتہ نہ بیرون کرد، بعد قن و اران شکوہ ترک روز گار و گفت، بشہر مبارک رسد، موافق آئین
خود پستش از دسبر برد، تا در سال ہزار و ہفت و سہ ہجری فنا گردید،
اس دروغبات فاش شدہ کی دروغ بانی اس سے زیادہ اونکھا ہو سکتی ہے، کہ برہنہ اس موکر

کے بے بہت عرصہ تک خود شاہجہان اور اورنگ زیب کے میر منشی رہے، جسے یہ خود مانتا ہے کہ دارالشکوہ کے قتل کے بعد ملازمت ترک کر لی، اس دروغ بانی پر جس قدر نام کیا جائے کم ہے

کلمات اشعر کی بدکلامی | چند رجحان برہنہ درست طبع داشت اشعر بطور قدماوصاف میگفت و در ہندواں غنیمت بودہ، دیوانے ترتیب دادہ، در منشی گری نیز

سلیقہ تمام داشت از پیشگاہ خلافت و جہاں بانی باو حکم شعر خوانی شد، این بیت بر خواندہ مراد لے است بجز آتش کہ چسبید بار، بکہ رستم و بارش برہنہ آوردم
شاہجہان بادشاہ دین پناہ بر آشفست و فرمود کہ بد بخت محنت کا فرزند است (تحریر واقعہ اور شاہجہان کی سخن نہی پخت افوس ہے کہ اس کلام پر کافر مطلق کا فتویٰ صادر کیا گیا) ابابیش گشت افضل خان،
بعرص رساید کہ این بیت شیخ سعدی مناسب حال این است
خبر عیال اگر بجز رود چوں بیاید ہنوز خراب شد

بادشاہ قسم کرد، دبطری دیگر منقول گشت، این راز و دوازدیوان خاص بیرون نمودند، این بیت بنام او مشہور است

ہمیں کرامت بت فائدہ مرا اسے شیخ کہ چوں خراب شود خدانہ خدا اگر دور
محمد علی ماہر روزے از و پرسید کہ این شواہد شما است گفت شاید گفتہ باشم بجا طریقت
(وقت خوب طایا)

پرو فیسیر آذر برہنہ | ان تاریخی حالات کے جمع کرنے کے بعد پرو فیسیر آذر نے چہار چہین اور دیگر معتبر ذرائع سے رملے رایان کے حالات پر ایک مضمون عبت فرمایا ہے، پاک دل کے پاک و صاف الفاظ یہ ہیں۔

”چند رجحان یہ پنجاب کے برہنہ دہرم داس کے بیٹے تھے اور لاہور پیدا ہوئے تھے جہاں انہوں نے ملا تہذیب اکویم کے تعلیم و تربیت پائی، پھر افضل خان مودت خان شیرازی کے منشی و متمدن ہو گئے، جو شاہجہان کے جلوس اول میں دزپرگس ہو گئے تھے، وہ اپنے ربی قدر دان کی وفات پر سو گئے، کے بعد

لامت شاہی میں داخل ہوئے اور دو قافلے نویں حضور مقرر ہوئے اور انہیں یہ اعزاز ملا کہ شاہجہان کے دورہ میں ساتھ رہ کر دربار شاہی کے واقعات روزانہ قلم بند کریں، عمل صالح میں انہیں اس عہد کے مشہور شاعروں اور انشادرپردازوں میں شمار کیا گیا ہے، مجھے مرآۃ الجنان سے یہ پہچانی لگا ہے کہ دودار گاہ نے اپنے بیڑی بنائے تھے، کہ جن کے ان کی شاعری کی نسبت اعلیٰ خیالات تھے، ان کے قتل کے جانے کے بعد وہ مستحق ہو کر ہارس چلے گئے، جہاں یہ سید میں انتقال فرمایا۔

چند رجھان زمار دار از سکھ اکبر آباد بود، برہمن تخلص میکرد، دغالی از دار سنگی بود، اور سرکار شاہ بلند اقبال سلطان دارا شکو و ادیان بخشی تری

آئینہ نگہ مرآۃ الجنان

داشت او بدست آویز چرب دہانی، بدولت ہزبانی رسیدہ بود، و نظم و نثر پسند خاطر شہزادہ افتاد، از تعینا تثنیٰ چہار چہن بر مطلب نویسی و سادگی عبارت دے کو ای مبدہ، و قفا میں تثنیٰ زیر پوشیدہ نیست، عجیب کہ شاہزادہ آں محبت مستعدان کہ در عرصہ روزگار رنگ آفرینی، الفاظ را بدو صفحہ خاطر باب دانش را چون شوق ہائے موسم بہار ہزار رنگ مسون سے ساختند، خاطر مبارک بچہ مادہ اش فردا در وہ بود، این معنی خانی از دود چہرہ بخودہ باشد، یا نہ باقی شہزادہ مہر طرز آشنائی داشت، یا اگر زود و طاعت بدیں پایہ رسید، گوئند نسبتہ دارا شکو را یکے از بایان شجاعت مطبوع افتاد، در دوزے در فلسفہ مذکور جمع مستعدان ہفت تعلیم بود، بر عین صاحبزادی رسیدہ، کہ دریں دلائل شہرے از چند رجھان، برہمن سرزدہ است، اگر حکم شود، بچھو رآدہ بخواند، اور دریں معنی شاہزادہ را اظہار استعداد ترقی دے، طوطا نظر بود، بادشاہ باخصارش حکم خاص نمود، چوں حاضر شد فرمود کہ دریں ایام شہرے کہ آیا از نرسند کردہ است، بخوان چند رجھان این بیت بخواند۔

مرا دے است مجھ آتش کرچیں بار، بچہ رستم و بارش برہمن آرد دم
بادشاہ مقرر شد و دیدہ از استماع آں برآشت، آستین ہارا بر مالید، و گفت کے میژانہ، کہ جواب ایں گاہ میرساند، از ازل کے عظام افضل خان کہ بخاطر جوابی موصوف بود، پیش آمدہ گفت، اگر حکم شود، از شہر استاد، جواب رسام، بادشاہ اشارہ کرد، افضل خان ایں بیت حضرت شیخ را کر از غیب، انی طے

پہار صد سال در درو سے آں مرد و دم و دود و مردوں کو مرد و دیکھتا ہے اپنی مرد و دی و شیطانی
کا خیال نہیں لاتا، گفتہ بود بخواند

فریٹے اگر لکھ رود چوں بیاہر بنو ز طرباشد

خاطر مبارک بادشاہ سلطنت، و نیکو بجا آرد، گفت و رفت فرات دین محمدی بود، کراں قسم جواب رسد
رو نہ من، دغفہ ملک سے شدم، انقل خان را انعام با فرمودہ، و شہزادہ را منع کرد کہ بار و گچہ نہیں
مؤخرات را بکھنور نیارد، و چند رکبان را غلٹی دیرون کرد، بہر حال موسم بہ بعد از قتل دارا شکوہ
ترک نہ کری، کوہہ بہتر تارس رفت و در آنجا برا و رسم نوین مشغول ہے بود، تا آنکہ فی سہو اس الف و
ثلث و سین (۳۹۷)، در آنکھہ فا خاکستر گردید، آپ اور آپ کے عید بزرگوار کو شاید آتش کوہہ فنا کی
خاکستر نہ ہوتے ہوں گے، گفت پئے لغتی کی اس وقت تلنگاری پر، راقم الحروف ابن غزل را در تمام
دیوانش انتخاب زدہ، اگر مرد و دین آنکھہ فنا کی خاک نہ ہوئی ہوتی بات حیا بھی،

اس سے آگے آپ کی غزل نمبر بطور انتخاب و رسم کی ہے، اور یہ دعوی غلط ہے کہ آپ نے
کل دیوان ملاحظہ کیا، کیونکہ نقیب و حمد اس آزادی کی کب اجازت دیتا ہے

شمع انجمن کی تابکاری | برہن چند رکبان، ز ناردار ساکن اگرہ خالی از وارستگی
بنود، دفات ۳۷۷، اس کے آگے درآۃ النجیل کی

تمام عبارت نقل کی گئی ہے، بلکہ سرقہ ہے، ایک نے جو اس مارا، اور وہی سب کا وطن بن گیا،

سرفروش کی خوش گیلیان | مکالمہ محمد افضل سرفروش با محمد علی ماہر، چوں فقیر سرفروش بہجرت
آدرنت، فرمود کہ شما پیش حکیم چہ گفتند، کہ شاگرد ماہرم، برائے شما

غوب نیست، و مرا خود فخر است، کہ چوں تو شاگرد داشتہ باشم، جسے نکر بندہ بہتند کہ مراد شعر مراد خاطر لے آندہ
شاگرد را در نظر ایشان چہ قدر و منزلت خواہ بود، شعرا شاگرد خدائے میاں ناصر علی سے فرمود، در کار طبع
ایں جوان حیران کم سنی ہائے نازہ از کجا سے آرد، برہن پسر سے مقبول فرمائیے، کہ دود و دے پیش
نواب محمد الہ خان، اس بیت از زادہ ہائے طبع خود بر خواند، سہ

زندانِ سخن گوئے سخن بُرد برہنہ زادہ از دُردِ برہنہ
 نواب خندہ کرد و دریں اثناء میر محمد علی ماہر رسید فرمود کہ بشنوید برہنہ زادہ دُردِ برہنہ چہ سہ گوید
 برہنہ بچہ از ہند دو ان پشیر بود 'دو می چندی در بھان' تخلص سے کرد 'چنانچہ گویا دوجو یا دو برادر بودند
 در کشمیر از دسے ہشاہ ماہر گفتہ بہ بنید ہر دو نام و تخلص طالب کلیم را چہ قسم کردہ ایم 'جو یا طالب گویا
 کلیم شاہ گفت 'معنی ہاش را چہ قسم گفت کردہ اید' دیوانِ غنیم و مثنوی ہائے رنگین دار و دتر مش
 علاطہ ہوری بسیار پر مضامین تازہ نگاشتنہ 'گل اورنگ در مدح شاہ اورنگ زیب گل سریدگی
 فکر ہائے دوست' چند فقرہ از ان گذشتہ معنی ایراد سے باید 'در عہد مقتضائے بادیت سنہ کمر ہا زی گنجہ
 دست گشادے' بشمیر سر را کردی 'وا از سرخ و سفید بچرخ دادی' تا از مرکب ساز سرکارش نام سیاہی
 با دام شیدہ 'با دام چو پستہ خنداں در پوست گنجیدہ' بادیت

آرد از بہر عشق شاہ دام چشم طربان سیاہی از بادام

در عہد خوشویش از بیکو یا قوت را ماسبتہ بقطعہ نویسی سے بنید 'محرران دفتر ہما نویس یا قوت را
 قطع سے نویند بر نثر ہائے خود و عوی' تصنیف یافت 'نلاش معنی یابی کردہ' از تمام نثر ملا مفسر
 علاطہ برہنہ فقرہ انتخاب کردہ 'خواجہ رحمان را کہ با خواجہ سنبل نسبتہ ہم زلفے داشت' سے گفت 'دیگر
 ہمتہ البیف است'

رأسے رابیان کے زبان و اشعار | اس صداقت کا پتہ لگانا بڑا مشکل تھا کہ راسے رابیان
 کی ایام حیات میں 'اُن کے کون کن سے اشعار زبان زد

خاص و عام تھے' مگر خود اُنکی تحریر اسکی شاہد ہے۔

چنانچہ یہ تاریخی بیان خود اُن کا قلمی ملاحظہ فرمائے:-

وایں دوسرے بہت فقیر و زبانبہاست

نظر ثانی پر مبنی چشم دل دارم حجاب علیک چشم است درویش را
چشم تار ہم زوی انجام شد آغاز غم طے شد این رہ آنچوں کا دہ پائے بر نجات

جہاں ہم نے دیگر موصوفین کی خاک اُڑتی ملاحظہ کرتے ہوئے، وہاں یہ دیکھا جانا سرت

برہنہ برہنہ پر کا باعث ہے کہ برہنہ اپنی نسبت کیا لکھتے ہیں، چنانچہ تحفہ القصص میں دیکھا گیا

خبر تاتے ہیں :-

”ازین خدمت حضور اشرف اعلیٰ در بیت شاہ دلائل طہارت اقبال ہندی نیز فارسی دان شدہ اور
ڈیوہ ارباب طبع و اہل نشاط و انتظام یافتہ دیوان غزل و مثنوی دار و خط شکستہ این ضعیف
خانی از درستی غایت رائے دایان کریم فی الدفوی کے مضمون لکھنے اور عمل کرنے میں بادشاہ میں“

دار و گنجش اہل سخن راہ برہنہ
نظم گہر و عفت دریا گریز است

اعلاط و عجوب سے کلام پاک سے

آریہ درت کے زمانہ قدیم میں تصنیف و تالیف کا اُن ہی بزرگوں کو حق حاصل تھا کہ جو عالم باعمل ہوتے
تھے اور وہ اس وقت قلم اٹھاتے تھے، حب صفہ روزگار کے نیک بندے اُن سے سبق رہبری پڑھنا
چاہتے تھے، آریہ درت کا قدیم کتب خانہ دیکھ لو کہ ہر کتاب، کتاب مقدس سمجھی جاتی ہے، ایک کتاب کا
مطالعہ دنیا بھر کے سبق دے سکتا ہے

حجیم ثنائی مولانا دوم الشمس تبریز شیخ فرید الدین عطار شیخ سعدی خواجہ حافظ امیر
خسرو وادغری وغیرہ اسلامی بزرگ بھی اپنے اپنے تاجداروں کے عہد میں اخلاق و ادب فارسی کے
بادشاہ تھے، انہوں نے جو کچھ اپنی شہرت کی آزدہی، محصول زر کی طمع، جذبات عشق مجازی کا
عجز، اندر سخی شغل کا دخل، وہ لاثانی روحیں و راصل طوطی زبان، مصلحانِ زمان تھیں، حب بربادی

یہ میر آپ نے اپنی تصانیف میں چند مقامات پر لکھا ہے، اور یہاں بھی انتخاب کیا ہے، نزاکت بیان کا فائدہ ہے

شہرہ شہر رائے ایران میں بسنے کیا کیا، اور وہاں کی مجلسوں میں اپنی گری کی داد لیتا رہا

بارغِ دنیا 'خرابی' خرابیاتِ جہاں کے کاسے اُن کی رگِ اخلاق و ادب پر شتر تارے تھے 'تو یہ کسبِ بلان
ہزار داستان اپنی اپنی منقار میں کھولتے تھے 'اور ایسے سرِ لاپتے تھے 'کہ اس ایک جہان کے دوزخ
کی زبان سے کہیں تو واہ نکلتی تھی اور کہیں آہ'

صدیاں گزر گئیں 'اور قرن گزر جائیں گے 'مگر ان کے گہائے مضامین نہ مرجھائیں گے 'نثر ہائے
فکر و ادبی ہوں گے 'بلکہ اُن کے قلم کے نظراتِ آبجیاتِ اس بارغِ کی شادابی و ناز کی قائم رکھ کر
اس کی صحیح طریقِ زندگی کا باعث ہوں گے'

تقریباً ایک صدی کے بعد دُنیا میں قیامت آجاتی ہے 'سب مرجھاتے ہیں 'اور سب پیدا ہو جاتے
ہیں 'مگر وہ کونسا سر ہے 'کہ جس میں شاعری کا سودا نہیں 'اور جس نے کوئی شعر نہیں لکھا 'مگر دین
انہیں جو بے غلط کی طرح صفحہ دُنیا سے مناسیحی 'کیونکہ وہ خود مٹنے والی ہستیاں تھیں 'جس طرح سے
آج کل کی تصانیف اگلی صبح عطاروں کی دُکانوں پر دو تین آنے سیفِ زخمت ہو کر شام تک پُرزہ
پُرزہ ہو جاتی ہیں 'اُس سے بدتر ایسے نااہل لوگوں کے نام سے سلوک ہوتا ہے 'لیکن ایک یہ نااہل
خائف ہے 'کہ جو قلم دکانِ غنہ کے قفل کا موجب ہو رہا ہے 'آج کل ایسے خود غرض نمودیوں کے ہاتھوں تحریف
تقریر کی جیٹھی پیید ہو رہی ہے 'نہ پہلے ہوئی نہ آئندہ ہو اگر یہ جلد زبان و شاعری کا خون کرتے 'تو
چنداں افسوس نہ تھا 'مگر ستم ہے کہ خیالات پر بھی یہ آفت نازل ہو گئی 'ایسے کرمقربا بزرگ اصحاب کی
شان میں خواہم حافظ فرماتے ہیں ۔

گر مسلکی ہمیں است کہ حافظ دارد داسے گرد پسِ مرد ز بود فردائے

برہنہ غیرت دلاتے ہیں ۔

لے برہنہ چرنی طعنہ کہ در معبد ما سبھ نیست کہ آں غیرت نہ نادر تو نیست

رائے رابان کا کلام 'شاعری کے جملہ عیوب و نقائص سے پاک ہے 'اور یہ وصف خدا داد
ہے 'کوشش کا اس میں دخل نہیں 'چپتی' ترکیب اور گرمی کلام ان کی شریف شاعری کی روحِ رواں
ہیں 'ایسے کلام میں جو ہر طرح کی دینی و دنیوی دونوں سے مالا مال ہو 'کسی ستم کے سقم کا نہ ہونا بھی

علمی نفسیت و زبانِ دانی کی داد ہے، آج تک اُن کے جس قدر تذکرے لکھے گئے ہیں، اور کلام کا محاکمہ کیا گیا، کسی کی قابلیت سے یہ الزام لگانے کی جرات نہیں کی، کہ اُن کے کلام میں کسی قسم کی کوئی کمی ہے، اگر ہوتی ایک کی لاکھ دکھاتے، سنیکوڑوں الزام دہرتے، اس وقت (۳۰۰ غزلوں اور ۵۶ رباعیات کا دیوان اس پیشکش کے ذریعے اہل نظر کی نذر ہوتا ہے، وہ خود ملاحظہ فرمائیں گے، کہ آپ کا کلام لنگہ جل کی طرح کیسا پاک و صاف ہے، کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی طبع گرامی کا دریائے رواں بہشتان میں زفر و کوثر بہا کرے آیا، بخشش الہی تھی، جو آپ ہی کے حصہ میں آئی تھی،

صرع ۱۔ - سخن زہر کہ بود مخمور تاں گردن (برہنہ)

بھرتی کا شعر ایک بھی نہیں

نفسیت و قابلیتِ برہنہ کا طرہ اختیار شعرائے اُردو و

فارسی کے لئے قابلِ رشک ہے، کہ وہ ہندی کو یونانی (شاعروں) کی طرح فارسی دائرہ زبان میں جو لکھتا ہے ایسا لکھتا ہے کہ کوئی اور نہیں لکھ سکتا، اس کا اشیب قلم عیب اٹھاتا ہے، تو قدیم ہندی راہرو کی طرح کم از کم ۵-۱۰ اگر آگے کا راستہ دیکھ لیتا ہے، اور حجب وہ چلتا ہے، یا تو سراپا معتقدِ بھارتی کی طرح قدم اٹھاتا ہے، یا ایک بزرگِ کامل اور ناصحِ مشفق کی طرح بڑی محبت سے تطفینِ نصائح کرتا نظر آتا ہے، وہ ہندی فلسفہ اپنا دستور العمل قرار دے کر اُس انداز سے پند و نصیحت کرتا ہے کہ اُس کا ایک جملہ بیکار نہیں، وہ اپنے شعر و بحث کے کاروبار کی تفصیل دیتے ہیں۔

ما برہنہ صحیفہ نوسینے محترم بیکاریتِ کلک محبت کا کارما

فارسی اُردو کے شعراء کے دلائلوں میں اگر کام کے شعراِ انتخاب کئے جائیں تو جس کا حجم ۱۰۰ صفحہ کا ہے، اُس میں کچھ شعر ایسے نکلیں جنہیں شولہا جاسکے، بھرتی، رعایاتِ لفظی، ضرورتِ استعمالِ مجاز و دربانِ ہندی ردیف و قافیہ نے اُن کی شاعری کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ فارسی دائرہ و شاعری ہی پر نام لگتی

۲۔ برہنہ از لبِ ہندی نثر اداں نکتہ جی سنجہ

برہنہ کی شاعری، تعلیمِ سنسکرت

زبانِ سناسی و تازی و ترکی کے دانہ

کی وجہ سے رُجھ کمال پر پہنچی ہو، کوئی وجہ نہ تھی کہ برہنہ بھی متقدمین کا تتبع نہ کرتے، وہ

کرتے اور ضرور کرتے، مگر جب اُن کی قابلیت کی ہر علم سنسکوت کے بحرے پایاں سے کافی نئی تھی، تو پھر اُن کے تمام کلام میں ایک خیالات کا ایک شعر بڑا بھی تھی، نامک تھا کیا آج تک ماٹن، جہاں بہارت کا لیداس کی کل نقائص، راج ترنگی، پرکھی راج راسمیں کوئی ایسا ایک پشلوک پاسکا کہ جو بھرنی کا ہر یا ضرورت استعمال بخارو کے لئے گہرا گیا ہو، یا رعایت لفظی کی خاطر محض الفاظ جمع کئے گئے ہوں، یا پابندی روایت قافیہ نے کہیں اظہار مطلب میں قاصر رکھا ہو، ان شعرا کی دوا دیں ان نقائص سے بھرے پڑے ہیں، ہم مسلمہ شعرائے متقدمین اور متاخرین فارسی وارو کے کلام کے یہ قصود و مسلمہ نقائص دکھاتے، مگر طوالت مانے ہوئی، حضرت حسرت مولائی یہ عام مردہ نقائص کلام برہمن میں نہ پا کر اپنی پرواز ہم سے قاصر رہ کر بڑی حیرت سے لکھتے ہیں:-

”برہمن کی خصوصیات کلام سے ایک یہ ہے کہ دو چار غزلوں کو چھوڑ کر جو ”د“ کی روایت میں شاہجہاں

بادشاہ کی مدح میں ہیں، اور کسی غزل میں ۵ سے زیادہ شعر نہیں پائے جاتے، معلوم نہیں کہ اتنے ہی شعر

کہتے تھے یا بعد میں انتخاب کر لیتے تھے“

جب حسرت نے دیوان دیکھا، تو اسے سب شعر چھوڑنے کے نظرائے ”یہ تو اُن کی سمجھ میں آ ہی نہیں تھی، تھا کہ دُنیا نے شعرائے فارسی میں کوئی شاعر ایسا بھی ہو گا کہ جس کے کلام میں بھرتی کے اشعار نہ ہوں، اِس نے وقت خیال نے ذہن رسائی رہبری سے انکار کیا، اور وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکا، کہ آیا وہ ”اسنے ہی شعر کہتے تھے، یا انتخاب کر لیتے تھے“ مگر جب بھرتی کا کوئی شعر نہ پایا، تو اُن کی تخیل نے امر متنازعہ کا تاریک پہلو لیتے ہوئے اُن سے الفاظ نیکہ میں یہ لکھوایا کہ:-

”غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے، کیونکہ ان کی غزلوں میں بھرتی کے بہت کم اشعار ہیں“

حسرت سے معقول پسند محقق کا بلا دلیل یہ لکھنا، ”مگر غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے“ باعث انوس ہے، دُنیا میں ایسا کون خود بخوار ہے، کہ جو اپنے فرزند ان معنوی کا گلا گھونٹے، اور وہ بھی ہر روز دُنیا کے عام دیوانوں میں جو رطب و یابس بھرا پڑا ہے، یہ اسی محبت پدری کا نتیجہ ہے، ورنہ اپنے کلام کی غلطیاں گزردیاں کون نہیں جانتا، اور کس کا دل نہیں چاہتا، کہ اُسے عیب و نقائص سے پاک و صاف نہ کرے

اور یوں آدب میں آویب نہ کہلائے، اگر حضرت حسرت کی خاطر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے، تو اس جو المزدی دہلند و صلی کی داد دی جانی چاہئے کہ انہوں نے برصغور رواج ملک آئیں رشتہ محبت پدیری و پیری یہ جدید طرز اختیار کی اس میں بھی ان کی جدت پائی جاتی ہے۔

اگر حضرت حسرت رائے صاحب موصوف کا گل دیوان یا انشائے چہار چینی بخورد دیکھتے تو انہیں غالباً "کافرہ حیت کرنے کا موقع ہی نہ ملتا" دیوان اور انشائے موصوف میں حسرت کے اس غالباً کی بجائے تردید ملتی ہے، آپ نے اس میں شاہ وقت 'بارغ' شہر 'اور مسجد کی تزیین میں بھی ایک شہسوی لکھی ہے، ہر معنوں کے متعلق وہاں بھی ۵-۵-۵-۵-۵ اشعار سے زیادہ نہیں لکھے، اور جو رفقات لکھے ہیں، وہ بھی آپ کی محافل طبعیت نے ۵-۵ سطروں میں ختم کر دیئے، ابو الفضل فیضی کی طرح عمر و عیار کی زینب نہیں بنائی، کیونکہ وہاں تو محض اظہار مدعا کی عرض تھی، نہ کہ فضول شکر و الفاظ و بندش محاورہ سے، اسی مدعا تو ایسی پر آپ کے خاندان کو ناز تھا، اس کا انصاف و آراہنہ و کلمات اشعار منفین کی قلم نے کیا ہے۔

مگر جہاں ضرورت بھی گئی، تو حسرت کے اس ۵ ہی پر انحصار نہیں رکھا گیا، بلکہ ۹-۱۱-۱۲-۱۳ اشعار تک غزل چینی، اب دیوان اور حسرت دونوں حاضر ہیں، حسرت نے اپنے دعویٰ کی پاسداری نہ فقط غلط بیانی سے کام لیا، بلکہ فریب اور دہوکہ بھی جائز سمجھا، غزل نمبر ۵ پر آپ نے اقتباس کلام میں بی، چوتھو اس کے سات اشعار ملتے، دو اشعار آپ نے حذف کر دیئے، کہ ۵ کی تعداد نظر آئے، اگر سالم غزل درج کر دیتے، تو ان کے غلط دعوے کی ان ہی کی تحریر سے تردید ہو جاتی، حسرت کی قول پوری اور ایمان داری پر سخت انوس کرنا چاہئے اور ہمیں سب زیادہ کہیں کہ ہمارا خیال انکی نسبت ایسا نہ تھا، معقول پسند اصحاب جو کلام کرتے ہیں، مختصر کرتے ہیں، اور چر معنی، پس برہنہ سے کب ہو سکتا تھا، کہ وہ فضول عبادت ضائع کرتے، وہ خود فرماتے ہیں غ۔

سخن زہر کہ ہو مخمسہ تو ان کروں

۱۵- لفظ گلابی شہد برہنہ در دل جہود، اگر گناہ نہ معنی، اور ایمان جو نذر است (برہنہ)

آپ کا امتیازی وصف یہی تھا کہ جو انہیں ایرانیوں، ہندی مسلمانوں سے درجہ بالا پرے کیا، دفاعی
نویں حضور، مختصر بیانی کے لئے منتخب ہوئے تھے، آپ کی اودے پور کی عرضداشتیں ملاحظہ
فرمائے کہ سطروں میں شاہنامہ ختم کر دیا، دیگر سفارشی نیزہ کی عرضداشتیں بھی دیکھنا چاہئیں کہ سوائے
طوالت کے اور کوئی بات نہیں، سب ہی تو ملاحظہ التاد رکھ کر آٹھا

فخریہ اشعار | مرا از گنج و گہرے کند خط مستغنی بدست خویش ملک گوہر افشانی کہ من دارم
فارسی دار و دوشترانے ایسے ایسے فخریہ اشعار لکھے کہ جن کا بدکلامی سے آغاز ہوا
اور جنگ و جدل پر خاتمہ، مگر یہ اندرسانی برہمن کے مذہب میں روانہ تھی کیونکہ

حقہ ایسی خود نمائی و گیر شہر کی ایک توہین ہوتی ہے، برہمن کے کلام اقدس کا دامن اس دماغ سے پاک
ہے، ان کے فخریہ اشعار ایک خاص آب رکھتے ہیں، پرہنے والا یہ جہتا ہے، کہ جو کچھ لکھا ہے، یاد کرنے کے
قابل ہے، ہم یہ سبق کیونکر جھٹکا سکتے تھے آپ بھی سنے۔

بیک نقطہ از مطلع دیوانم آفتاب بیک پر توئے ز شمع شبنم آفتاب

گرد گرد در برہمن از شوق قدسیاں گویا سنی زلف اہل بالانوشہ است

در محبت حال سے ناز و بہ قابل برہمن برہمن انشوخو گئے جا دوپ بخودہ است

رائے رایان کے کلام کی جوانی | ہر ملک کے تقریباً تمام صاحبانِ علم و ہنر یا تو اپنی ایام زندگی
میں شہرت حاصل کے موت کے بعد اپنی شہرت بھی موت کی

نذر کر چکے یا اپنی زلیست میں اپنی قدریت سے محروم رہے، ایسے بہت ہی کم ہیں، کہ جو اپنی زندگی میں
مصلوں کی رونق تھیں، اور موت کے بعد شہرت رکھتے ہوں، لیکن برہمن کے کلام کی جوانی ایسی جوانی
کہ وہ پیدائش کے وقت بھی جوان تھی، اب بھی جوان ہے، اور قیامِ فارسی تک جوان رہے گی،

سہا بایراں بے بردافسانہ ہندوستان بلبل را

برہمن را شہر آفتابی ارباشد، ہمیں باشد

رائے رایان کی شاعری کا شہرہ | جو شہرہ شاہجہانی اور دزدگ زریں درباروں کے رکنِ رکنین تھے، وہ بھی شہرت سے محروم رہے، کیونکہ

قبول عام حاصل نہ ہوا، مگر کاشی جی کے تپ پرتیسا کرنے والے سنیاسی کے نو قلم کی روشنی شجاع آفتاب کی طرح ایک جہان میں پھیل گئی، اور ایسی کہ ہر کہ و مر کے دل و دماغ نمود ہو گئے، سب کہہ اُٹھے کہ اس نور کا منبع آفتابِ عظیمِ برہمن ہے، زمانہ مذکور میں مطبع کی ایجاد نہ تھی، مگر گھر گھر خوشنویس سے دامنوں پر کتابت کیا کرتے تھے، ایک ہزار نقلیں کرتے تھے، اور اس طرح پردہ کلام پر لگا کر ہر دیار و انصاف میں پہنچ جاتا تھا، زمانہ مذکور میں آج کل کی خط و کتابت کی طرح یہ خود غرض نہ تھی، کہ چاہا باتیں اپنے مطلب کی تحریر کریں، اور بلا غامزہ لکھیں، البتہ چوڑے دستخط کر دیئے، وہ جب خط لکھتے تھے ملکی امورات پیش آمدہ واقعات سب اول درج کرتے تھے، برہمن کے کلام کی گونج زین خطوط کے ذریعے دلائق تک پہنچی، کابل اور ایران سے داد سخن، اشوق دید کے پیام لائے، آپ نے مطلوبہ کلام بھیجا، ایرانی سخن پردازوں اور محققوں نے آپ کی خوش کلامی کلام سے متلذذ ہو کر آپ کو ”بیل ہندوستان“ سمجھا، اس طرح سے جب آپ کی قابلیت کا شہرہ ملک ملک میں پھیلا، تو آپ نے مندرجہ بالا شعر لکھ کر اپنی زبان دانی پر جائزہ فرمایا،

نظم نعموں سے پر ہے | در بوستانِ عشقِ برہمنِ فسانہ گو ست
مُطربِ زمانہ ساز غزلِ خوانیٰ میں است

رائے دایان کا جن تصنیف اچھا جن کا لطف دیتا ہے، کہ جس میں چاروں اطراف کے گل و گلزار کھلے ہیں اور چاروں سمتوں کی ہوا گونج نہ رہی ہے، رائے دایان اس زمرے واقف تھے کہ وہی نظمِ ردیفی نظمِ ادب ہو سکتی ہے، کہ جس میں تال اور سر ہو اور نغمہ سے پُر ہو، قدیم برہمنہ گرنٹھ اسی ستار پر گائے گئے ہیں، آلاتِ موسیقی نے انہیں ایسا رس دیا ہے کہ ہر عابد و زائد، فاسق و فاجر و جد و کنان ہے، لکھا ہے کہ رائے دایان علمِ موسیقی کے خود مانِ سلین تھے، بوغلن جس بحر میں لکھی، اچن تزنگ سے سنی، اچھا ستم دیکھا، وہیں قلم کے کان مروڑ دیئے، یہ غذائے روح و درازن قیام کاشی جی فرخندگی سے تقسیم کرتے تھے، سادہ ہو، فیتراری سے اپنا پیٹ بھرتے تھے، ان کے کلام کی شہرت ان ہی نگاروں نے گاؤں سے قصبوں اور قصبوں سے شہروں تک پہنچائی، جس نے سنا اُسی نے لکھ لیا، ہم یہ غمہ مٹانے سے معذور

ہیں، آپ یہ شوق کر دیجیں، اگر لطف و وہالانہ ہوا تو پھر لازم دیں، اُن کا یہ سہرنے۔
 سماعِ اہلِ حُجّت و عِلمِ دگر است ہزار و جدہ آہنگ یک اصولِ کُثم
 منغلّیہ و ربار میں فتمہ و رباب لوازمِ دربار تھے، اور ہندی گائمن و دیاس کے پرہمن اذلی نامک پھسے
 رائے رلیان اس مرض سے کیونکر بے خبر رہ سکتے تھے، کیونکہ اس کے اثر سے واقف تھے۔

کس نے بنید از خراشیں جگو آچمن از ربابِ مسیدیم
 ایرانی مجالسِ علماؑ | سب شاہجہانی سفارت سہرا ہی جانِ نثار خانِ ایران گئی، تو اسے
 ہوا، کما محبِ علی اور محمد فاروق سوکتہ دان ہی تھے، ایک روز ایران میں
 اور کلامِ برہمن | اعتمادِ دولت کے مکان پر دعوتِ ہماہمی میں شریک ہوئے، اُس وقت ایران
 میں رائے رلیان کی شاعری نے کچھ جھار کھاتھا، چنانچہ علمائے ایران کی اس مجلس میں اہلِ سفارت سے
 رائے رلیان کے حالات دریافت کئے گئے، برہمن تختہ القضا میں تحریر فرماتے ہیں:-

دو ہمدردان آشنا ذکر این برہمن فارسی دان بدیلہ شہر و خطہ شکستہ کہ علّامی سعد اللہ خان مقرب
 آنحضرت السلطانی تقریبا از ہندوستان بولایت ایران محبوب جانِ نثار خان ایچی فرستادہ بودند
 بمیاں آمد و اس دو بہت فقیر در آن دیار شہر راست سے

باید بر اہلِ ہائے نمک سود و زلیقن | بودن تمام آتشِ حبیبے دود و زلیقن
 چشم تا برہم نہ دی انجسام شد آغازِ عُمسہ | سٹے شد ایں رہ آہیخساں کا داز پاسے بر نکاست
 ممکن ہے، کہ برہمن نے غزل نمبر ۱۳۳ اس سفارت کی واپسی کے بعد تحریر کی ہو، جس کا
 مقطع ہے:-

یا ایران سے برداشتہ ہندوستان بھل | برہمن را شکوافتانی اربا شد ہمیں باشد
 نصایف کا زمانہ پیمائشِ ترتیب | دیں پرانہ صربا تو جوانی چھتے دارم
 کہ جو مصلحت کیشاں مجب سربازی نیدارم

اس دیوان کی ترتیب کا زمانہ ۱۶۶۲ء کے لگ بھگ قرار دیا جاسکتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس کا

اُس وقت خیال پیدا ہوا جب اکبر کی دشا بھجانی سلطنت کا طرز بہانہ بنائی، اور دنگ زیبی آئیں جگرانی کو مغلوب و مغلوب ہو چکا تھا، محبت و اتحاد کا لڑھ پڑا جا چکا تھا، امن و اطمینان، بیم ورجائی رہی سے سود و زیاں کا خیال چھوڑ، تیر تھوں کے گھاؤں، پہاڑیوں کی گھائیوں اور کربہی دروں میں جا چھے سٹھے، اگر دیش روزگار نے صبح قیامت کی ظلمت سے جہان تیر و تار کر دیا تھا، اسباب نشاط و کامرانی نے اپنی بساط بھجانی تھی، دُنیا کی مال و دولت، قارون کے خزانہ، عمارہ میں جمع کی جا رہی تھی، اگر اِس رت و راز دین ایک طرف ماں، باپ، بھائی، بہن، قربان کے جا رہے تھے، تو دوسری طرف مقدس مقامات، سمندر منہدم ہو رہے تھے، جس سے ایک سخت طوفان پیدا ہوا، اور زلزلہ، ظلم، ارضی نے قلوب انسان کی پاش پاش کر دیئے تھے،

غرضیکہ دن اُشب تاریک ہوا تھا، اور شبِ تاریک طوفان، اس تھوڑے دُنیا کا تماشہ بہمن اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، وہ انقلابِ روزگار سے ایسا ہزار ہوا کہ تصور کرتے ہی خدا کی نظر آئی، لگتا ہے کہ خار بچھے، اور آبِ رداں کا دامن باعثِ استغنا طراز دیا، دُرا بردار اپنا بے قیل و تجربہ ہمارے تجربہ کیسے بیان فرماتے ہیں۔

ماہیت و بلند روزگاروں دیدیم ماہِ فضلِ خزانوں بہراں دیدیم
در را و طلبِ دوا سے باید تاخت ما تا خلقِ ستا ہوا راں دیدیم
شہرِ اودہ و ارا کی فرمائش، تہمتِ مکی و مالی کی ضروریات، اہل طلب کی خواہشات، غزلِ رباعی لکھنے اور ترتیب دینے کی کہاں اہلیت دیتے تھے، مگر یہ وقت کا قدردان، ہر لحظہ اپنے قلمدانِ لیانت سے فائدہ اٹھاتا، کچھ تہ کچھ فلم برداشت لکھ ہی ڈالتا تھا، بڑا نیکم کرنے اور ترتیب دینے کی کہاں فرصت تھی، جب کردہاتِ زمانہ نے فرصت دی، تو یہ وہ وقت تھا، جبکہ اورنگ زیب اپنے عہدِ جگرانی کے ۳ سال خاک و دھن میں گزار چکا تھا، اور اِس عرصہ میں جو نہ ہوا، سو ہو چکا تھا، آپ نے اپنا وہ کلام جو اپنے مربی و سرپرست شاہ بھجانی کے درجہ جگرانی اور شہزادہ داراشکوہ کی ہربانی سے شاہ بھجانی کے انترِ سلطنت اور اورنگ زیب کی ابتدائی حکومت تک اپنے قلم کے

ذریعہ کا مذکورہ پہلو ثابت کیا تھا، دیوان کی شکل میں جمع کیا، اور ضروریات دیوان کے لئے جس قدر اور غزلیوں کی جہاں جہاں ضرورت تھی، حالت حالات کی مناسبت کے زیر اثر تیار کیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا اس وقت سوائے ویرودار اور بے ثباتی دنیا اور کونسا نیا مضمون تھا، جہاں جہاں غزلیات میں کمی تھی، انہیں کاشفی جی میں مکمل کیا گیا، ردیف ہم ستر پائس زمانہ کی یادگار بنے، ایسی ہر غزل ایسے اندازہ علم کا لہر پڑھ رہی ہے

غزلیات کا جن نصف سے زیادہ فضل بہاری میں سرسبز ہو چکا تھا، ان رباعیات کا بیج دیں و اغدار سے اس وقت شمیم بنی محض ہوا، جب بیج دل جمعیت کامل کی آبیاری سے شگفتہ ہو چکا تھا، اور ان کا قلب دگر ہو رہا تھا، اسرار کی شگفتگی کے مٹے سے رہا تھا، داستان غم قلب مضطرب پر جو اثر ڈال سکتی ہے، وہ ان کے سازِ قلب روحانی پر حقانی و معارف کی مضطرب کی ایک ضرب تھی، کہ جس نے رنگِ دراحت، امیری و غلشی، دفرافندی، عروج و ثکبت اور اقبال و نفاکت کے مضامین پر ایسا صوفیانہ رنگ چڑھایا، کہ وہ کلام عالی شان عالم بالا کا پایا، اس پر انہیں خود نما ہے۔

تا بوسے بھرید بد عالم آمد از ہر دو جہاں خطِ فراغ آمد

ہر جا کہ ز عشق تذبذبے بر خاست پردانہ شد دوسرے چراغ آمد

رباعیات کے مضامین ایسے واضحانہ پہلو میں لکھے گئے ہیں، جو اس عہد کے عالمانِ مثال حکومت کے لئے چراغِ راہ تھے، وہ جن رباعیات کے شروع سے اپنے دیوان کا خاتمہ کرتے ہیں، اپنے زمانہ پیدائش کے لحاظ سے خود بخود اور رنگِ زیب کے عہدِ حکمرانی کا اشارہ کرتی ہیں۔

اسباب نشاط و کاروائی ہمہ بیچ چوں در گذشت زندگانی ہمہ بیچ

گہم کہ شدی گنج معانی ہمہ بیچ در بیچ ندانی و بدانی ہمہ بیچ

دیکھ

لے خواجہ نہ نام و نشان خواہد ماند حرفے دوسرے زبان خواہد ماند

ہر چیز کہ بہت از میاں خواہد رفت جز نام خدا کہ در میان خواہد ماند

خاتمہ دیوان کے آخری الفاظ زمانہ تکمیل و ترتیب دیوان کے متعلق ایک ایسی مادی شہادت ہے کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، لکھا ہے کہ:-
 ”در عہد دولت بادشاہ عالم گیر آفاق ستان“

برہمن نکتہ نویسی کے بادشاہ تھے، اور ایسا لکھتے تھے کہ بادشاہ بھی یہ کام نہ کر سکتے تھے، انہیں کس دعوے سے اپنی قابلیت کا دھجکا جاتے ہیں۔

بہرِ نظر لکھوں کہیں نہ حرف آئے مرکزِ کپشن مہر سے پہنچ جائے
 برہمن نے عالمگیر کی صفت تھیں دندران تو جملہ دروہان اندھے مصداق ”آفاق ستان“ لکھ کر ختم کر دی، نفاذ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ صفت کیسی مناسب حال تھی، پس اس دیوان کی تکمیل و ترتیب کا سنی جی میں ہوئی، اور یہ اس وقت ہوئی، جب کہ سوائے کچھ بنڈگی آپ کا کوئی اور شغل نہ تھا۔

قدیم بیاض اور رائے رایان زمانہ قدیم میں مکتوب اور بیاض ہر شخص تیار کیا کرتا تھا، بچے ان سے فائدہ اٹھاتے تھے، بڑے دل پہلاتے تھے، جوان

اپنے کلام کی جوانی چمکاتے تھے، زمانہ کی صفت کے ساتھ بیاضوں اور مکتوبات کا بھی شیرازہ ترتیب تر تیر ہو گیا، اب ہمارے گرجا گاہ صاحبان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ دونوں کیا بکاتے ہیں؟

اُس زمانہ میں سناہ سے سے کراؤنی، کوکانڈا، تک بھی اپنی اپنی عدا اجداد بیاض تیار کرتا تھا، جو غزل مرغوب، مطلع ہوتی تھی، یا کسی مشہور استاد کا کلام ہوتا تھا، یا کوئی ہر بان اپنے کسی ہر بان کے پاس کلام بھیجتا تھا، یا جو کلام مشہور تھا، اُسے بیاض میں درج کر لیتا تھا، اور بہت سے غزلان اپنا کلام بول رہے یا وہاں اہل سخن کے پاس بھی بھیج دیتے تھے، چنانچہ رائے رایان بھی نکتہ دان، سخن دوست، اصحاب کی خدمت میں اُن کی خواہشات کے موافق اپنا کلام اُن کی بیاضوں میں درج ہونے کے لئے بھیج کر دیتے تھے، چنانچہ غزل نمبر ۱۲۳ ”بُستے داشتہ، باشند، خبر سے داشتہ، باشند“ جو دوبار کی طرح غزل تھی، وہ ایک مشہور استاد کے پاس حسب ذیل الفاظ کے ذریعے روانہ فرماتے ہیں:-

”غزل ہزار سخن دوست، نغمۂ دان، بہتک الزماں را فوشہ شد“ اور لکھا ”غزلِ طرحی را بطونِ یاد کا درد
بیاغزینِ خود ثبت فرمائید“

ان میں بلحاظِ صنفِ سخن، شعرائے مشاہیر کا کلام محفوظ پایا جاتا ہے، ایسی بہت سی بیاغزیں قدیم کتبِ بجاو
میں اب تک محفوظ ہیں اور بڑی کار آمد ہیں۔

کلامِ رائے رایان کی فراہمی کی غرض سے ہم نے اور ہمارے دوستوں نے تین تین سو برس
کی پُرانی بیاغزیں چھان ماریں کہ کہیں کوئی غزلِ برہن کی ملے، چنانچہ بہت سی غزلیات ان
بیاغزوں سے ملیں، بیاغزِ الاشعار جو دربارِ کچھو کچھو کے جلو خانہ میں محفوظ تھے، اُس میں رائے رایان
کی غزل نمبر (۲۸۹) ”کھینے“ ”دبھینے“ ”صفینے“ ۳۰ پر ان کے نام سے درج پائی گئی، اور بھی
بہت سی غزلیات بیاغزوں میں پائی گئیں، اپنے دیوان کی غزلیات کی صحت ان سے کی گئی، جو
بیاغزیں رائے رایان کے طلعتِ شاعری کے بعد اہل ہند نے مرتب کیں، ان میں رائے رایان کا کلام
خصوصیت سے درج پایا گیا، کہا جاسکتا ہے، کہ گذشتہ تین صدی کی ایسی کوئی بیاغز نہیں جس میں
برہن کا کلام نہیں،

بطحاظِ مضامین آپ کی تصنیفات
کی
تقسیم دو وجہ کا گانہ جذبات پر مشتمل ہے

جو بادہ نشانِ علم معرفت مینائے برہن کا لطف
سے مزالیں گے، اُن کے دماغ اُن کے سرور
نقوشِ الہیاتِ حقائق و معارف، ادب و
اخلاق، اندرز و نصائح سے نوازا معلوم کر لیں گے۔

کہ دیوانِ مذکور کا جو رنگ ۲۲۲ دیں غزل تک ہے، وہ ہنرِ زادہ و اراد اور شاہجہانی دربار کی رُوح
رواں ہے، اس کے بعد وہی زبانِ انیزگی زمانہ، استمگنی، درد و غم، مایوسی، شکوہ، انسانی معذرتوں
مجبوری اور بے ثباتی، دنیا کے ناہارے دل کو توڑ کر یہ گناں ہے، جہاں اس جہنِ اول میں شکستہ دلی
کی تشبیہات، استعارات و کنایات شایخِ قلم سے سمجھوں کی طرح کھلے ہیں، دوسرے دور میں، جفا
ظلم، سنگدلی، گوشہ تہائی اور عزت کے جامِ برے درد سے پیے اور پلائے گئے ہیں، ہر شعور

اشکِ فونین بہار ہائے 'اور ہر مصرعہ شوقِ گم گشتہ کا لہر پڑھ رہا ہے' بندش الفاظِ آرا کے درد انگیز
رقت آمیز واقعات کی مرثیہ خوانی کر رہی ہے

حروف 'دلِ بریان کے محوئے ہیں' لفاظِ قطرہ فون 'اعرابِ قلبِ مضطر کی ستار پر مضرب'
مصنوع سرابِ درد و غم 'وہ ایک زخمِ خوردہ و مجروح دل ہے' کہ جو کباب بن کر حروف کی شکل میں
طشیتِ قرطاس پر پیش ہو تہائے 'جو دل ستم رسیدہ میں' وہ دیکھ کر دتے چھین مارتے ہیں 'جو ہنیم میں' وہ
درسِ عبرت حاصل کرتے ہیں 'جو نادانق ہیں' قریبی معنی سمجھ کر لطف لے رہے ہیں

ہم نے جب ایک قادرِ کلام استادِ زماں کے کلام میں روزِ دشب کے ایسے متعارف نفا سے
دیکھے تو طبع کی رودانی کی تقسیم "واہ" اور "آہ" نے کرائی 'ہم ایک دم چونک پڑے' قابض
اولِ آرا کی صحبت کا پتہ دیتی ہے 'اور قاشِ دوم گو ہر یک دانہ کے فراق میں ردی ہے'

جن اشارے سب سے اول 'محررِ راز بن کر بڑی صفائی ادبے باکی سے ہمارے دل پر پھنجر
مارا' وہ خوانیِ جلا دیہ ہیں

درد سے عجزِ بزر میں جینِ نیار
چو اشکِ پردہ در حالِ راز دارا نشت
فروغِ سبیل ز تار یک خاطر اُن مطلب
فون اُن گردہ کہ خم کر دہ قامتِ دل را
کہ ناشکستہ ولا نیم آتشکستہ نواز
بروئے آرزوئوں کر دیدہ محرمِ راز
کہ غافلند ز رازِ حقیقتِ اہلِ نیاز
بسوئے قبلہ آں روئے میکشد نماز

سہ گز تہ پیریاں جام سے بجھتے گھٹتے
کہاں نذر ز جہاں 'انتخابِ خواہم کرد

دیوانِ وِرباعیات کی منطقی تقسیم

جو اہلِ نظر دیوان اور رباعیات ایسی نظر سے دیکھیں گے کہ جس خیال سے رائے رایان نے انہیں
لکھا ہے، اُن کیلئے یہ مفید کرنا بڑا آسان ہے، کہ بہمن کے پردہ خیال کی کوئی برے سے بڑا قادرِ کلام
سبھی تقسیم نہیں کر سکتا، اور نہ ان بے تعداد منطقی مضامین کی کوئی مکمل فہرست بنا سکتا ہے، اس لئے کہا
جاسکتا ہے کہ ان ہر دو تصانیف کی منطقی صحیح تقسیم ناممکن ہے

رائے رایان کی کثرتِ وسعتِ مطالعہ

اُس نے کہ بہت کثرتِ از دست مدد، کم توان اگر زیادہ توان کردن
گورائے رایان کی زبانِ دکلام کے لحاظ کے بعد اس عنوان پر لکھنے
کی چنداں ضرورت نہ تھی، مگر یہ مصنفوں رائے رایان کا لکھا ہوا بل گیا

اس نے درج کیا جاتا ہے، ہم سے اور ہمارے قابلِ دوستوں سے تو بہت سی کتابوں کے صحیح
نام بھی نہیں پڑے تھے، پھر جانے کہ یہ کتابیں پڑھی ہوں، اس فہرست سے یہ پتہ چل گیا کہ آپ کا مذاق
سخن کس قسم کا تھا، اپنے فرزند کو لکھتے ہیں۔ کون سے احوال کی قدر کرے۔

”فرزند بلند چرخ خانہ زندگانی از آفاتِ زناں بر کنارِ اولاد، اگرچہ در عالمِ تاریکی و مشکابِ بیادِ اولاد و
اعاطقِ اصغرِ بھری تبادِ راست، اما اولادِ بھیتِ افشاحِ ابوابِ سخن بطریقِ بہت، مطالعہِ گلستانِ
بوستانِ، و آفاتِ طاعامی از جملہ ضروریاتِ است، و چون بقدرِ مشورہ ہم رسد، خواندنِ کتبِ اخلاق
مثلِ احقانِ نامری و اخلاقِ جلالی و مطالعہِ تاریخِ سلف، مثلِ صیب السرور و وقفہ العفا و وقفہ
المسلمین و تاریخِ گزیدہ و تاریخِ طبری و نظائر و اکبر و امثالِ اس ضرور کہ ہم مشابہتِ سخن میرسد
دہم اطلاع بر احوالِ جهانِ دہانیاں حاصل میگرد، و در مجامع و مجالس بسیار بکار می آید، و از دیوانہ
و دشوینہا بعضی ارسا و ان روزگار کہ این نیازمندِ دغظوانِ شبابِ مطالعہِ مذکور، اسامی و ارگراہی
آں طبقہ دالار در ذیلِ این رقبہ مرقوم میسازد، باں فرزندِ عزیز القدر فرصتِ ہرچہ تواند از انصافِ
ایں بزرگانِ مطالعہ اند، تا برکتِ و فرستے دایہ اسعداد حاصل گردد، و سررشتہ سخن بہت اُفتد
اسامی و ارکیم ثنائی، گلاروم، شمس بزرگ، شیخ فرید الدین عطار، شیخ سعدی شیرازی، خواجہ حافظ،
شیخ ادعوی، شیخ کربائی، و ملا حاجی، دیگر شعرا و فقہا و فضلا و مجتہدین مشہور و روزگار اند، مثلِ سرو فرخ،
شورائے روزگار، ملا اردکانی، حکیم قطران، سجدی، عتقوی، فردوسی، زبخی، ناصر خسرو، جمال الدین،
عبدالرزاق، کمال، اسماعیل، قاتانی، اندری، ایر خسرو، حسن دہلوی، طاعتی، کھیم فارابی، کمال محمد
عودینی، سمرقندی، عمیر بخاری، عبدالواسع خیل، فتحی الدین، سلطان، رکن صابن، فتح محمد، آوالمغ
و آزی، مسعود، مسعود سلطان، مسعود بیک، فرید الدین، امیر عثمان، مختاری، ناصر بخاری، ابن سینا

بکج سوانی 'قریه کاتب' 'ابوالعلی گنج' 'آذری' 'فکلی' 'سوادری' 'بابا لغانی' 'توابعه کرمانی' 'آسمی'
 'لاشانی' 'ماتعم دمعانی' 'نقشعلی' 'لطیف' 'المحللانی' 'ریش و طوطا' 'آفراسنجی' 'آمر دسانی' 'واضح'
 'مغیر بنیر' 'هرتزی' 'کچیراد' که چون در عنوان حال خاطر از سلاطین کتب متقدمین فی الجمله فارغ یافت 'بلع'
 سخن دوست را پس سخنان مشاخرین بهر سید تا آنکه شروع در بهر ساین در دیوانه و دشمنی را برادر ابا ام
 نسخه بسبب بدست آورده 'و بعد از مطالعه بشکر دامن داد از آن جمله اسامی لطیفه از ارباب سخن اینست
 آبی 'بلای' 'مقشتم' 'دخشی' 'خاقانی' 'نور' 'محمی' 'میدی' 'میرزا قاسم' 'کوتایب' 'امامانی' 'روزی' 'جقدانی'
 'جهانی' 'صبری' 'عقیری' 'رشتکی' 'آبانی' 'بلای' 'جیرتی' 'محمزی' 'میرداری' 'طوقی' 'میتنی' 'مشقانی' 'فطمی'
 'موی' 'زندی' 'سنتری' 'قدسی' 'حقیقی' 'حضری' 'آبایی' 'درکی' 'حضوری' 'دیری' 'دخشی' 'سردری'
 'مزدری' 'کرمی' 'ملاحی' 'دوقی' 'واهدی' 'میری' 'زمانی' 'موسیقی' 'آوردی' 'فطلی' 'مشکوی' 'روشنی'
 'حیتی' 'عنترتی' 'مکلی' 'غزنی' 'ماترقی' 'میتنی' 'شکبی' 'عیانی' 'نظری' 'دخشی' 'نظم' 'یعنی' 'میرحیدر'
 'بیتضموم' 'غیرتهدی' 'دلی' 'دشت' 'بیاضی' 'منا' 'احلوانی' 'میرزا نظام' 'و دیگر ارباب سخن و اهل طبع
 صاحب دیوان و دشمنی اند از اظهاریات لطیف اسامی آنها در این نسخه گنجایش ندارد 'و بی شک این نسخه بیست
 شکریان آشنا شود 'بشری' 'دیگر بهر ساند' 'علی' 'لش' 'اگر چه شاداب' 'راز' 'علی' 'دخشی' 'و همچنین راز
 با زبانی است 'امام' 'راز' 'شکر افغانی' 'دیاقوت' 'را' 'مکزی' 'پزی' 'کجا' 'اگر چه' 'علی' 'شکر' 'بکر' 'مکزن'
 در یکجام نظم تک ریز بوده 'مک' 'این' 'را' 'مک' 'نموده' 'اگر' 'دایان' 'نسبت' 'چون' 'خبر' 'دیوان'
 در وقت خنده شکر افغانی بخشی شکری شریز نموده 'جیت

علل را با لعل لعل تو چه نسبت باشد لعل بسیار در لعل لعل تو با کجیت

اگر چه خط سبز مشوقان لاله زار در نظر سرد و خاطر است 'اما حسن' 'خط' 'شوقیان' 'کجا' 'مان' 'مغیرین'
 قلم و جادو گاران 'شکین' 'رتم' 'به' 'حالت' 'وطرات' 'و' 'نچو' 'دارد' 'آن' 'خط' 'اگر' 'چه' 'اختیار' 'دها' 'از' 'دست'
 ی 'بر' 'دین' 'در' 'موقف' 'زدل' 'و' 'معجز' 'انتقال' 'است' 'مرا' 'این' 'خط' 'همیشه' 'بر' 'مغیر' 'وز' 'گاری' 'بانی' 'و' 'پانزار'
 بانی را با فانی چه نسبت و کدام مناسبست 'جمعی' 'که' 'قدر' 'و' 'نیت' 'گر' 'هر' 'آید' 'او' 'دولائی' 'و' 'معانی' 'شاه' 'هوا'

مغیرین اگر دو زبان چون آصف شیرین دهان کج افغان شود

وانتہ اند قلم گو ہر بار را کہ خواص بحر معانی است، پھول در میان در گہر زری و درباری دانش، ایک خط از کتب
ایں سرمایہ غافل نہ نسبتہ سرور بگ، اعتقاد و سن معلوم گاہے کہ کبیت قلم در عرصہ کاغذ جلال ہی آدم
صد جای نفوذ و ہر قدم از پای افتد و الہی باد

برہمن کے چمن میں
کسی غیر کا عمل دخل نہیں

برہمن ب فرد بستم و گر نہ در سخن گوئی
اداسے تازہ و طرز سخن از سخن پیدا

شاعروں کے ہر سوانح نگار کا یہ دعویٰ رہا ہے کہ اُن کا مثنوی اپنی
طرز کا موجد تھا، یا ایسے استاد اپنے ممدوح کو کسی مشہور شاعر کا شاگرد بنایا کرتے ہیں، لیکن اُن کا قلم اُن کے
ہاتھ سے اُن کے بیان کی جب اس طرح سے زد و کوب لگتا ہے، تو شاید انہیں شرم نہیں آتی، برہمن کی
زبان کسی کے کلام در میان سے متاثر نہیں ہوتی، اُن کا کلام ایسی ترکیبوں اور طرز بیان سے بھر پڑا ہے
کہ جو خاطر شری کے حصہ میں آ سکتا ہے، وہ اپنی طرز کے آپ موجد تھے، شعر مندرجہ عنوان ایسی ایجاد کا
پتہ دیتا ہے

سرفروش سا فاضل آپ کی جدت طرازیوں سے حیران ہو کر ناصر علی سرمنہدی کی جیرانی
کے الفاظ اس طرح لکھتا ہے :-

”در کا طبع این جو اپنے حیرانم کہ سخی ہائے تازہ از کجائے آرد، برہمن سپرے مقبول نہ کر سخن

سے کر د“ جب ناصر علی اور سرفروش آپ کی جدت طرازیوں سے حیران ہیں، پھر زیادہ اور دلائل کی کیا ضرورت ہے

شاعری پرچہ کی وجہ
غزلیات اور رباعیات کے جن جن اشعار نے ہمارے قلم و جہم میں
اپنا مکہ جھایا، اور جن سے یہ محرم دل لذت آشنا ہوا، مقابلہ کے

وقت ہم اُن پر نشان دیتے رہے، اب وہ نشانات تقاضہ طلب ہو گئے، یہ ہمارا فرض ہمیں یاد دلاتے
ہیں، کہ ہم اس منطقی تقسیم کے تحت برہمن کی شاعری کا موازنہ کریں، ”در بہ سبیل اجمال اُن پر کچھ لکھیں
چنانچہ اُن پر ایک جدا مضمون لکھا گیا، یہ دلائل و محنت اگر مشکل نہ تھی تو آسان بھی نہ تھی، کیونکہ دماغ
برہمن کی یہ ایسی بلند پرواز ہے، کہ جہاں تک ہمارا طائر خیال نہیں پہنچ سکتا، ہر شعر میں وہ وہ محمود و نکات

پہنہاں کہ جنہیں دیدہ بینا ہی دیکھ سکتا ہے اگر برہمن کا قلم ایک شعر ایک مضمون کا کہتا ہے تو عہد برآ ہونا آسان تھا مگر وہاں تو یہ حالت ہے کہ جوں جوں غور کرتے ہیں مطالبہ گونا گوں کیسار و عافوا اور بیچ و بیچ میں نظر آتا ہے کہ انسان کو محولت ہو کر خاموش ہو جانا پڑتا ہے ہم اسی صورت میں ناقابل عمل تقسیم و تفریق اہل نظر کی قوت فہم کے سپرد کرتے ہیں وہ خود دیکھ لینگے کہ کیسا مشکل کام تھا وہ مصور فطرت خود فرماتا ہے ۷ ہزار وجہ بہ آہنگ یکا اصول کلم

برہمن مادنن ہجو گل دلوے گل ایم
در حقیقت رسخن نیست سخوفانی

راستے راہیاں کی تصانیف
عہود مذکور کی صحیح تاریخ ہیں

تاریخ نگاری کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ دنیا کے نیک بندے نیکی کے نیک نتائج دیکھ کر نیکی کی راہ پر چلیں زمانہ کی کسی بد ذاتی و اخلاقی بد فعالی و بد اعمالی کے واقعہ سے جو ظاہر عروج فانی پر ختم ہوتا ہے متاثر ہو کر کسی غلط راہ پر گامزن نہ ہوں بد اشخاص بدی کے بد نتائج پر ہر خوف خدا محسوس کریں اور ہدایت پا کر آئندہ نیکی کی شاہراہ پر قدم رکھیں پس جو واقعہ تاریخ اس اصول کے تابع ہے اور تاریخ نگار ایسا نتیجہ پیدا کر سکتا ہے ہندی علم تاریخ کی رُو سے وہی تاریخ ہے اور وہی تاریخ نگار یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ہندی علم تاریخ پر کوئی جواب مضمون لکھا جائے مگر مختصر الفاظ میں یہ مضمون ظاہر کر دینے کے بعد یہ ذہن نشیں کیا جاوے گا بلزبس ضروری ہے کہ اقوام عالم کا مروجہ طریقہ تحریر تاریخ نیکیوں کا گلا گھونٹنے اور بدلوں کے شیطان کی پرورش کرنے کیلئے نسخہ بے خطا ہے جو تاریخ نگار واقعات کا صحیح نتیجہ نکالنے سے معذور رہتا ہے یا دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا ہے وہ اشجار امن و اتحاد پر نخل نفاق و غمزہ زنی و باغی و بد چلتی کا پیوند لگاتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ آج کل دنیا کے ہر باغ میں ایسے ہی باغیاں ہیں اور ایسے ہی درخت پھولے پھلے ہیں

اور ننگ یاب نے اپنے کارناموں کی تشہیر کے روکنے کے لئے جو تدا بیر اختیار کی تھیں وہ اہل سیر سے مخفی نہیں مسٹر جی لے داؤن ایچ اسے واریج ایل گیرٹ ایم لے زمانہ حال کے

مسئلہ تاریخ داں اپنی تاریخ ہند سلسلہ ۱۹۱۹ء کے انڈیشن میں صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں :-
 اورنگزیب کا تخت مذہبی منصب اُس کے بے شمار طریق عمل سے ظاہر ہو گیا تھا اس کی سیلون کی
 مسدودی شاعروں کی بربادی تاریخ مجروحوں کی بندی اور تاریخ نہ کہنے کے متعلق سخت متنازع
 احکام جاری کر دیئے تھے۔

اس تاریخ کا بھی عجیب قصہ ہے حقیقت یہ ہے کہ ہند کی تاریخ بڑی عجیب و غریب سے مسٹر
 من موہن صاحب ایم۔ اے نے ۱۹۰۵ء میں مرتب کی اور پھر عرصہ بعد یہ صاحبان اڑٹے
 اصلی مصنف کا نام اڑا دیا ان ہی الفاظ میں یہ عبارت اُس میں بھی درج ہے **علاء حسین خان**
 طباطبائی یہ راز اس طرح کھولتا ہے:-

بعد از وہ سال محرران تاریخ رازد تحریر سوانح ایام دولت خود منع داشت کہ کسی احوال اُدرانہ
 نگاشت بعض فقرات باشم علی خانی خاں اشعارے باں دارد فقیر بنابر استنباد فقرات مذکور لایقہ فی نگا
 وہی بذاجدا انقصائے وہ سال مورخاں از نظیر احوال پادشاہ عدالت گذر دیں پر در موزع نگشت ہر چند
 بجز دلیل متنی تاریخ نویسی عیوب خود را پوشیدہ نگذاشتہ فایده نہ بخشید فاش تر شد۔
 ایسے ہی اور دیگر اسلامی مورخوں نے اورنگزیب کی اس چال کی کا بھانڈا پھوڑا ہے
 بلند حوصلہ بچارے خانی خاں سے جس طرح وہ راز میں ڈر ڈر لکھا اب اسے سبب جانتے ہیں
نعمت خاں عالی نعمت زندگی سے محروم کر دیا جاتا اگر قابلیت کا واحد امانت دار نہ ہوتا سیکڑوں
 وقائع نگار عادتاً اورنگزیب کے اقعات لکھنے کی آرزو رکھتے تھے مگر سب شہید آرزو ہوئے ورنہ
 خود شہید ہوئے ایسا کہنے والا کون تھا کہ جو لکھتا اور نہ بچ رہتا مگر اُس معلم حقیقی نے اسی ہی کے ربار میں
 اپنا ایک شاگرد رشید برہمن پیدا کر دیا تھا جسے تعلیم دی گئی تھی کہ تو تعلیم میں سب کچھ لکھ اپنے دیوان
 اور کلام میں بجا بھرے دربار میں سنا مگر کسی کا نام زبان پر نہ لائے تاریخیں یاد کرنے سال سمیٹنے
 غرض رکھتے اقعات کا عطر نکال اور اُسے رمز دکھائیے سے عالم میں پھیلا بلوئے شمیم کی طرح سب کے
 دماغ معطر کر بیچنے والے سمجھ لیں گے اس نکتہ سے واقعہ سخن کی داد دیں گے یہی تاریخ
 نویسی کی علت غائی ہے۔

شہا جہان کے قید ہو جانے کے بعد سلطنت بھر میں جو طوفان آئے، مضرانک انقلابات رونما ہوئے، ہزار رتبے گناہ بند گناہ خدایتیج کے گئے، شہزادے اور شہزادیوں کو قید خانوں کے قید خانوں میں آئیں، ناروا سلوک روار کھئے گئے، بادشاہ جاز کے جیسے جی اُس کی اولاد بے رحمی سے تلوار کے گھاٹ اُتاری گئی، غرضیکہ جو کچھ ہوتا تھا، وہ ہوا، رائے رایان نے سب کچھ دیکھا، اُن کے دماغ نے عہودِ مذکور کی تاریخ لکھنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا، وہ تاریخ کی بے مثل زندگی کا باعث تھا، اور تاریخ کی ردِ برج ردا، جو شعرِ صدر کا تاریخ مضمون بنایا گیا، وہ ہمارے استدلال اور دعوے کی کھلے الفاظ میں تائید ہے، رائے رایان اپنے طرزِ خاص میں فرماتے ہیں، کہ میں تو گل ہوں، اور یہ کلام بڑے گل ہے، جو حقیقی سخن گو ہیں، اُن کا کلام کچھ معنی رکھتا ہے، میرا کلام ایسا دسیانہ جھوٹا، اس میں بڑے راز بھرے پڑے ہیں، حل کرنے کی کوشش کرو، اور حقیقت رائے رایان کے گزرا میں پھولوں کے بو کی طرح اُس عہد کے واقعات کی بو نہیں ہے، سمجھنے والے سمجھ لیں!

رائے رایان کی لائف ہم کچھ کچھ، مگر وہ بڑے گل ہمارے دماغ میں بسی ہوئی ہے، جو چین رائے رایان کی سیر کرتے وقت ہمارے دماغ میں گچھی، اس لئے ہمارا ایمان قلم اس عطرینری پر عبور ہو گیا، ہے حقیقت یہ ہے، کہ جب ہم نے رائے رایان کی فراق و ارا میں آہ و زاریاں سنیں، تو ہم سے رہا نہ گیا، ضبط کھو بیٹھے!

بہانچہ ”دل بہن اور دردِ دارا“ اور ”وزنگِ زبیر رائے رایان کی نظر میں“ دو مضمون ایسی تراش خیال کے نتائج ہیں!

برہن مابین محشر از ہم جنیم کشائیم ر اگر آید شبے آں آفتاب من بواب من
 اس صداقت، صداقت پر کسی دیگر تصدیق کی ضرورت نہیں کہ برہن دارا تھا، اور دارا
 برہن، چونکہ رائے رایان، اور دارا کی طبیعت و مقصود کے رنگ برابر تھے، اس لئے تجلیت
 مشتری و دکاندار، دونوں کے تعلقات ایسے وابستہ ہو گئے تھے، کہ ایک کو دوسرے

دل برہن

اور

درد و ارا

برہن کا دارا سے صدقِ ارادت دیکھتے تھے، کہ اگر دارا مجھے خواب میں بھی نظر آجائے، قیامت تک آنکھ نہ کھولوں، کیونکہ آنکھ کھلنے سے تصورِ راجہ ہو جاتی ہے، ”سہا سناہی“

کی جدائی نہایت شاق گذری اور ہونا بھی ایسا چاہئے تھا جب کسی اتفاقی حادثہ سے ہمارا قلم ٹوٹ جاتا ہے تو اس معمولی نقصان سے طبیعت معزوم ہو جاتی ہے پس جہاں رائے راین کا شاہجہان جدید قدردان آقا قید ہو جائے، شہزادہ سامودرج سنگلی سے قتل کر دیا جائے، اس کی نسل کا جلاوطن کئے ہاتھوں گلیہ خانہ ہو جائے تو ایسا کون احسان فراموش سنگین دل ہے کہ جو یہ درد محسوس نہ کرے ان کو کرنا چاہئے تھا اور جو دل انصاف سے متور ہو وہ ضرور کرے گا

دیوان کے ملاحظہ کے بعد ہم اس نتیجہ صحیح پر پہنچے کہ دیوان کا ابتدائی حصہ شہزادہ شہید کی صحبت میں لکھا گیا ہے، اور دوسرا حصہ خاندان مغلیہ کی اس عام تباہی و بربادی کے بعد اس دیوان سے تیز کی جانی ایمانداری کا گلا کاٹنا ہے کہ اس تقریب میں کون کون سا کلام آسکتا ہے، مضمون و تراویح خیالات سے کبھی معلوم ہوتا ہے کہ دیوان کا آخری حصہ کیا رہے کئی خدمت ملک و ملازمت، کجابت گوشہ نشینی مقام کا کشتی جی لکھا گیا، کیونکہ اس میں خصوصیت کے ساتھ بے ہوشی فلک بے ثباتی دنیا اور گوشہ نشینی و غیرہ مضامین درد کی آہ و زاریاں کی گئی ہیں، اور اس میں تقریباً سب غزلیات ایسی ہیں کہ جن میں اس تاریکی و واقعہ عبرت و بصیرت پر خون کے آنسو گرائے گئے ہیں، ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ رائے راین کی طبیعت عالی کس درجہ نیک اور احسان مند واقع ہوئی تھی، اور وہ شہزادہ دارا کی حالت زار اور واقعات مقتوی سے کیسے موثر ہوئے، اس وقت کی دنیا کی رہا انقلاب حکومت سے کیا حالت تھی، اور نیک دلوں پر شاہی خاندان کی اس پرجفا غریزی کا کیا اثر ہوا، یہ تمام کلام ان جذبات و تاثرات تاریخی پر اس وقت صاف روشنی ڈالتا ہے، اچھوٹا شب وہی گوہر مراد شہزادہ شہید بٹھرایا جائے، اور ان کی تباہی و بربادی کا سماں آنکھوں کے سامنے ہو، اور آنکھیں وہ ہوں جو رائے راین کے دارۃ گریاں کی طرح تر ہوں، وہ پھر دیکھیں گے کہ تابع بند کا یہ آہم واقعہ کیسی تسلسل بیانی اور رموز نہانی سے منکشف کیا گیا ہے، صنعت استحضام صنعت الفاظ کے لئے ہے، اگر اسے مضمون کی طرف ایجا یا جائے تو صنعت صنایع بخوبی سمجھ میں آجائے۔

من سخن در پردہ سے لگتم سحر بارتعن آفتاب من مخاطب کردہ بود آئینہ را

چو کج جذباتِ قلبی کی وقت پر صبحِ ترجمانی کی گئی ہے، اور مضمونِ تاریخی ہے، تاریخی انگشت
ملگی خدمت ہے، اس لئے آپ کے کلام سے یہ تاریخی مضمون بقدر ضرورت علیحدہ کیا جاتا ہے، جو دل
تعصبات اور تعلقات سے تعلق نہیں رکھتے، صداقتِ بیان پر ایمان لائیں گے، اور کلام
رائے رایان سے ایسے ہی اور تاریخی حالات کی واقفیت پیدا کر لیں گے، وہ ان گوہرِ انہانی
کا نشان دیتے ہیں۔

برہنہ ہرگز کے از حالِ ما اگر گشتد
اب در دہرے دل کی داستانِ غم دل پہنچاں کر سیتے فرماتے ہیں:-
و آرا کی خوزیری کا غنی طوفان چھپا نہیں رہ سکتا، کیونکہ یہ خونِ بے گناہ علانیہ کیا گیا ہے،
اور ایک دنیا اس سے متاثر ہوئی ہے۔

کجا نہیں کم این گریہ طوفانِ غنی را
کہ گرد آستینِ کم گرد آزد اس خود پیدا
برہمن و آرا کے قتل کئے جانے کے بعد ان کی عنایتیں اور اپنے عیش و عشرت یاد کر کے کہتے
ہیں کہ اب ان کا تذکرہ جانے دو، صنعتِ لطف و نشر بھی ملاحظہ ہو۔

جوانی و فضلِ عیش و ہمد کا مرانی ہا
جو لطف و آرا کی صحبت میں نصیب تھے، اب انہیں ہی یاد کر کے اپنی زندگی کے دن کاٹتے
ہیں۔

بردِ افسانہ ہمدِ شباب از دلِ غمِ غم
اے دآرا! تو بے رحمی سے ہلاک کر دیا گیا، مگر تو اطمینان رکھ کر اس ظالمِ قتل نے تیرا تذکرہ
سے کہیں نہیں دیا، کیونکہ تو نے حق کی خاطر اپنا تمام کلبہ ہتھیہ کر دیا۔
تو نے زخمِ تو اب از دمِ بھر برداشت
نیم بسمل شد زخمِ تو کر برداشت
کشتہ تیغ ترا و تبہ دیگر، فرد
زخمِ بر زخمِ پنے لذت دیگر برداشت

۱۔ یہ سالم غزل دار کا پُر درد نوہ ہے، اور دارا کے تاریخی حالات مقتوی کا صحیح مرتقہ، ”بہارِ ہنسائی“

اپنے دل محروں کو اطمینان دلاتے ہوئے کہتے ہیں 'کہ انقلاب زمانہ کسی کے اختیار میں نہیں'
دارا کی کوئی مدد نہیں کر سکتا 'خاکوش ہو جاوے

جوں روزگار در گرد اختیار نیست از فکر روزگار فراموش غنیمت است

اُسے دارا ابتر سے اس ظالمانہ دیر جہان قتل پر اگر تیرا ہمکن دیوانہ ہو گیا کیا تعجب ہے، تیرے
اخلاق و عادات یاد کر کے تیرے ماتم میں ایک دنیا دروہی ہے

برہنہ کیست کہ دیوانہ پوچھوں نہ شود عالمیہ روزگار ہوش دہے نہ گزشت

جاں نثار با وفا برہنہ اپنے دل ہی دل میں غم و غصہ سے بل کھاتے ہیں 'کہ ہائے دارا کی کا درانی
کا زمانہ ہی نہ رہا نہ وہ حکومت کرنے پایا

عائش شہزادہ انور پوچھو در دل پوچھو فصل گل گذشت از بل زمانے بنجاست

برہنہ کو ان کے غم و اندھن کی تسلی دے کہ صبر کی تلقین کرتے ہیں، لیکن وہ کہتے ہیں 'کہ میرا بیاب
دل کسی طرح تیرا نہیں پاسکتا

مرا صبر تیرے دھند غم و اندھن چھو نہ صبر نہ پر دے کہ بیاب مست

اُن کا وفادار مجروح دل دارا کے قتل پر اپنی محبت کے جذبہ سے خون کے آنسو بہاتا ہے لیکن
وہ اپنا یہ راز کسی سے بیان بھی نہیں کر سکتے تھے 'کیونکہ وہ سب تکلف ان دارا تک حرام ہو گئے تھے'

جوں زندہ خون جس گرجن محبت دہل مجرم راز مجرمانہ تر توں یافت

دارا کے واقعہ قتل کے بعد ہر جگہ اُس کا ذکر لوگوں کی زبان پر تھا، اور اس درد سے دنیا
تڑپ رہی تھی

زدنیہ دفعتی ذکر توہ زبان باقیست سنے کوہ دریں مہمچت باقیست

اُسے ظالم جفا خواہ اور ننگ زیب تو کیوں کر در فرب سے یہ داستان ظلم چھپانے کی کوشش کرتا ہے
تیرے ہاتھ اس خون بے گناہ سے رنگے ہوئے ہیں، اور تیرا دامن تار تار ہو رہا ہے 'دارا کے
فون سے تو ہرگز بری الذمہ نہیں ہو سکتا، اس شہر میں قاتل کا روزگار بخوبی حالات کھنے کی نعمت کا لاشہ ہے

از یادگارِ خونِ شہیدانِ ترا سوز
 نقشِ بر آستینِ دلگار سے بہر امت
 بے گناہ دارا پر گنہگار قرار دینے کے طرح طرح کے الزامات لگائے تھے، 'اور نہایت ہی باکی
 سے اُس بے گناہ کا خون زمین پر بہایا گیا تھا' برہمن دارا کی پاک روح سے مخاطب ہو کر کہتے
 ہیں، 'کہ اب دارا تو زندہ جاوید ہو گیا' لوگ تاقیام دنیا تیری بے گناہی کا اعتراف کریں گے۔
 ۱۲ نادر بیچ ہاک از بہمت آلودہ دامانے کہ خون بے گناہاں بر زمین جیاکئے
 دارا کے قتل پر پتھر تک رو رہے تھے، 'ابن اورنگ زیب کے دل پر مطلق اثر ہوا'
 اندر پڑا تھا کسی کی کوئی نہ ملتا تھا، 'اس لئے لوگ خاموش ہو گئے تھے کسی کا کچھ بس جھپٹا تھا
 ۱۳ اثر بنگ کند برہمن نہ در دلِ او خوش کرد و ناہائے بے تاثیر
 برہمن عیش و عشرت ترک کر کے دنیا چھوڑ بیٹھے، 'اور کچھ بنا رس میں اپنی بے کسی کو یاد کر کے
 روتے ہیں، 'کہ تیری حکومت کے انتظار میں ہیں اورنگ زیب کی خدمت کرتا رہا' 'انجام ہوا ہوا
 ۱۴ در انتظارِ زوش تو با من سہیم در کچ بے کسی بعم غیش سا ختم
 برہمن اپنے دل کی حالت بیان کرتے ہیں، 'کہ میرا دل دارا کے قتل کے صدمہ سے پتھر ہو گیا'
 اور ہمارے علم کے آواز تک نہیں نکلتی' شعر ۱۵ میں فتوے نقل کی طرف اشارہ ہے۔
 ۱۶ یک قطرہ خونِ بردن نہ چک از در دین ما مانند طفلِ غنچہ بعد ریش سا ختم
 برہمن بے قرار کا دھیان ہر وقت دارا کی تصویر کیٹن تھا اور ہر لحظہ اس گیسوؤں والے شہزادہ
 کو یاد کرتے تھے، 'اس کے سوا دوسرا کوئی خیال نہ تھا دارا کے گیسو شہرِ خوں بھونی کا جزو تھے۔
 ۱۷ در سجنہم نظرِ حجابِ روئے دارم مو جو شوقِ رنجِ سلسلہ موسے دارم
 برہمن کا دل دارا کے واقعہ قتل سے چاک چاک ہو گیا تھا، اب اُس کی یاد ہی آسائشِ دل
 سمجھتے تھے، 'وہ کہتے ہیں کہ اگر اب میں سلطنتِ مغلیہ کا دیہان کروں یا عیش و عشرت کا خیالِ دل
 میں لاؤں، 'تو دوزخ میں پڑوں' کیسا جاننا زانہ خیال ہے، 'واہ واسے
 چاک در سینہ عاشقِ بود آسائشِ دل کا زم کہ تو بس تار و فوسے دارم

برہنہ دل و جان سے دارا کے درد میں خون کے آنسو بہاتے تھے، حکم تشہیر کا ذکر کر کے
رہتے ہیں۔

دیدہ پیش از دل و دل پیش از دیدہ زود یار کوئے گذری بربر کوئے دارم
برہنہ کہتے ہیں کہ اسے اورنگ زیب میں تیری اور تیری دولت کی پروا نہیں کرتا، کیونکہ میرے دل
میں تو اس گیسوؤں کے شہزادہ (دارا) کی ہر باتوں نے گھر کر رکھا ہے۔

نشوم ہیوہ مخمون توئے باد شمسال کہ ہوا در سرازاں غایہ بوئے دارم
برہنہ دارا کی یاد میں روننا دیکھنا اپنی، اپنی حیاتِ ابدی سمجھتے تھے، کیونکہ امن و اطمینان آرام و راحت
منفقہ ہو گئے تھے۔

خشک نگردد چمنِ خاطر من کہ من از دیدہ ز آب بجوئے دارم
وہ دارا کی یاد میں آہ و زاریاں کرنا ہی زندگی کا لطف سمجھتے تھے، کیونکہ اس کے قتل سے ان کے
عیشِ حرام ہو گئے تھے۔

از خون دیدہ بود شرابے کہ داشتتم دزلخت سبز بود کبابے کہ داشتتم
شد مجرنا وسیلہ عذر گستاخ ما شستم ز آب دیدہ جابے کہ داشتتم
برہنہ اپنا دیرانِ خانہ دل اس وقت شاؤ آباد دیکھتے تھے، کہ جب اس میں دارا کی یاد ہو، لفظ
”دارو“ کی خوب واقعہ ہوا ہے۔

دارو بدار دودے تو آباد برہنہ دیران دل شکستہ خرابے کہ داشتتم
وہ اپنی کسی ریزی آرزو میں کاشی جی نہ چھوڑنے کی قسم کھا چکے تھے، کہتے ہیں کہ میں یہاں ہی
بیٹھ کر دارا کی مظلومی کی داستانیں سنوں گا، اور اسی کی یاد میں اپنی زندگی کے بقیہ دن گزار دوں گا
برگز ارخانہ بے کسب است ز دم میر عالم کنم و کیفیتم آذجا ز دم
کہتے ہیں کہ دارا کی یاد میری روح کے لئے ایک خاص خوراک ہے، اس سے میں اسے ہی یاد
کروں گا، اورنگ زیب کی بادشاہت کی مجھے پروا نہیں۔

صحبت اہل جنس نشا دیگر دارد یا مجوں گشم واز پئے دانائے دم
جو آنسو اُس کی یادیں گراؤں گا، وہی میرے لئے بے بہا موتی ہیں، دنیوی دولت کے لئے
اور نگ زیب کے دربار میں ہرگز ہرگز نہ جاؤں گا۔

در ناسنتہ بزرگان من ارزانی باد از پئے گنج گوہر تائب دریا ز دم
فراستے ہیں کہ اسے جو خالو گو میرے دل میں تو وارا کی یاد گھر کے ہوئے ہیں، میں کسی دنیوی
خواہش کے لئے تمہاری طرح سے آؤنگ زیب کا درباری نہ ہوں گا۔

برہنہ یوسف من در دل من جسا دارد من ببارا طلبہ مجو یحسا ز دم
برہنہ اُن غدار نکاح امراء کو کہ جو ذرا سے لالچ میں آؤنگ زیب سے مل گئے تھے، مخاطب کر کے
کہتے ہیں کہ اگر میرے ٹھوسے ٹھوسے کر دیئے جائیں، تب بھی میں دارا کا کوئی راز ظاہر نہ کر دوں گا۔
گز کجا دی سینہ ام حرفے نے آید بروں از زبان تادل رو دانش را گم کردہ ام
برہنہ دارا کے بے گناہ اور نادر و قتل پراس کے غم میں اپنے جسم کے ٹھوسے ٹھوسے کرنا روا سمجھتا ہے
وہ سخت رنج قرار ہے، کیونکہ وارا سا شہزادہ اُس سے علیحدہ ہو گیا، یہ شعر سراسر تارتیخ سے ملتا ہے اور اظہار
حقیقت ہے۔

دانہ دانہ اشک اگر از دیدہ ام ریزد آں بقرام گوہر بیکہ اند را گم کردہ ام
جب نامہ اور آہ و زاری سے دل بھر گیا، تو اپنی بہت کو حوصلہ دلاتے ہیں، اور کہتے ہیں، تو
میرے شامل حال رہ، بچے تو ابھی دارا کی یاد میں ہلاک ہونا ہے، اب میں ہرگز ہرگز زندہ نہ رہوں گا
اں بہن ہستے ہر اہی من کن کہ من در خم زلفش دل دیانہ را گم کردہ ام
اغلب ہے کہ دارا کے سلسلہ میں برہنہ بھی قید کر دیئے گئے ہوں، اور بوقت ہلاکت اُس سے دور
ہوں، زلفش دیوار، اپنی سزدوری ظاہر کرتا ہے، جب واقعہ قتل کی تفصیل سنی ہوگی، بچہ ذاب کھایا
ہوگا، جب ہی فرماتے ہیں کہ میں گودر افتا و دم و مفسد میں مرجا ہوں۔
دور از تو چو نقش بدیوار ماندہ ایم و ز بچ ذاب ز عجب گرفتار ماندہ ایم

اس خیال کی شہر ذیل سے پوری پوری تائید ہوتی ہے، انہیں امید ہوگی کہ مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا اور اسی سلسلہ میں دارا کا دیدار نصیب ہوگا اور ممکن ہے کہ قول و قرار بھی ہوئے ہوں، ان کو تو دیدار ہی نصیب نہ ہوا

ادھر ہونے کے بجائے جگہ بیکند منتظرِ عتہ دیدار ماندہ ایم

دارا کی مقتولی سے جو میرے عیش و عشرت پر جو ردِ ظلم ہوا ہے اس سے میری سیاسی آئینہ کی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا اور میں ہرگز نہ ہرگز اور نگذیب سے کسی خواہش کا گنجی ہو کر نہیں خوار نہ ہوں گا۔

عیش خود جو زلفِ کم نے گنیم بیہودہ پشتِ ہست خود خمِ نیکیم

انتہائی مایوسی اور درد سے لا پرا ہو کر فرماتے ہیں کہ میری آرزو میں عین موسمِ مراد میں پال ہو گئیں اب میں دنیا کی کسی معمولی سے معمولی چیز کی تمنا نہ کروں گا۔

آن مشکِ ہمزہ ایم کہ در موسمِ بہار یا نسیم و خواہشِ شبنم نے گنسیم

اس خوفی حادثہ میں اپنا ہی خون جگر پیوں گا اور اسی پر اپنی زندگی گزاروں گا پادشاہ اگر وزارت دے جب بھی قبول نہ کروں گا۔

چوں غلِ غنچہ خونِ جگرے خوریم دس لبِ تراد آبِ کوثر و زمزم نے گنیم

دارا کی یاد میں مر رہنا ہی ابدی زندگی ہے۔

ادھر گدگشتنِ استغثتِ دریں طریق خود را براہِ عشق تو ختم نے گنیم

گو میرا سب دنیوی مال و متاعِ غارت کر دیا گیا، لیکن میرا دل و دماغ وہی ہے۔

از بسِ زمانہ عیشِ یاسیم بچو خوشید دماہ تاباں نسیم

گو میں قادرِ الکلام ہوں اور بڑا زندہ دل ہوں، مگر دارا کے قتل سے پریشان ہوں، دلی کیفیت کا کیسا نقشہ کھینچا ہے۔

بس کہ طبعِ تنگستہ داریم لاجرم ہر گل پریشا نسیم

غائبِ ثنا ہی سے دنیا کا پ رہی ہے، اسلئے میں بھی خاموش ہوں اور خاموشی بہتر ہے کہ
رنگ لائے گئی ہے

بھوشی پو غنہ ساختہ..... ایم سرِ نجیم دیا بد امانیسم
دن رات دآرا کی یاد میں خون کے آنسو بہا کر اپنی زندگی ختم کر رہا ہوں، اور اسی طرح سے اپنی
جان دے دوں گا۔

ہر شب از موع گر یہ خونین قرن در یاد و قفس طوفانیم
دآرا کے سب رفیق دہوا خواہ قتل کر دیئے گئے، ایک میں ہی خون کے آنسو بہانے کے لئے بچا ہوں
کس قدر حقیقی بیان ہے۔

یادگار بہارِ ناکامی فسرہ خون بدوش خزانگیم
میرا تمام بدن خون بنے گا، کہ صدے سے خون بہا رہا ہے، کاشی جی کے ایک گوشے میں
دنیا چھوڑے پڑا ہوں۔

محبسِ تن گشتِ نظرِ غنی ماندِ درگوشہ گریبانیم
دآرا کے قتل سے میرا دل مغموم ہے، میں بڑا سنگین دل اور سخت جان ہوں کہ دم نہیں نکلتا۔
شب ہجرانِ عینِ ہر بُردیم طرہِ سنگین، دل دگراں جانیم
میری آرزو میں عینِ موسمِ مراد میں برباد ہو گئیں،

عاشقِ غنچہ صفتِ با سنے بہاراں دارم چوں گلنِ تازہ ام و حالِ پڑیاں دارم
شہرِ ذیل سے کبھی اس امر کی تائید ہوتی ہے، کہ آؤ رنگِ زیب ہانے دآرا کے رازِ آپ سے دریافت
کئے، احب ہی آپ فرماتے ہیں کہ اسے آؤ رنگِ زیب مجھے تیرے قتل کی پرداہنیں، میں کہتا ہوں کہ میں
دآرا کے راز سے واقف ہوں، مگر میں بچے ہرگز نہیں بتاؤں گا۔

گزنائی کہ دآرا تو چور ہے، چہ باک کمن این رازِ بخود دارم دہیاں دارم
سے آؤ رنگِ زیب تو مجھے قتل کی کیا دیکھی دیتا ہے؟ اب میرے پاس کیا پڑا ہے، یہ جان باقی ہے،

وہ بھی سہ سہ میں نے تو مرنا ہی ہے، آج مرا گل مرا سہ
 علم بہانی من آمدہ و مستغسلم دوسرے نیت ز جب گردام کو جہاں دارم
 بہن دارا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے دارا اطمینان رکھ، میں تیرے راز جلیا کہ دوسروں نے
 ظاہر کر دیے، ہرگز ہرگز ظاہر نہ کر دوں گا، میں تو تیرا ہندہ احسان ہوں، احسان فراموش نہیں سہ
 مرغ دل کے دُور و اندام ہوا ہے تو برباد فانی رات بیک رشتہ احسان دارم
 مجھے بھی ایک دور و زمیں قتل کر دیا جائے گا، ادھر میں قتل ہونے کے لئے تیار بیٹھا ہوں، کیونکہ
 دارا شکوہ کے قتل ہو جانے سے اب مجھے بھی کسی دنیوی شے کی ہوس نہیں رہی، سب کچھ تیرے
 ساتھ جانا رہا، صنعت اعدا بھی ملاحظہ ہو۔

ناز بزم توجہ ایک دُور و روزے بفر دے ہوئے گل و زمیں گشتن دارم
 جب شہزادہ دارا شکوہ کو گرفتار کیا جا کر زندانِ بلا میں ڈال دیا گیا، تو بہن کی رُوحِ تغیرِ غفری
 میں ملیں تو گرفتاری کی طرح تڑپنی بہن کا وہ نالہ سنئے سہ

بچو آں بسبل شوریدہ، ام از گشتن دُور کہ دل سوختہ و دیدہ گریاں دارم
 دارا کے قتل کے بعد بہن کی جو حالت تھی، وہ خود بیان فرماتے ہیں سہ
 نر شریدہ، دل آئندہ، دماغ آفرودہ من زاباب جہاں، این سردمان دارم
 دارا کے راز چھپانے کا پھر اشارہ فرماتے ہیں، کہ اگر میری آنکھیں بھی نکال دی جائیں، جب بھی
 یہ راز افشا نہیں ہو سکتے سہ

رازِ دل آئندہ، دل آئندہ، دماغ آفرودہ دُور و روزے بفر دے ہوئے گل و زمیں گشتن دارم
 کہتے ہیں کہ اے دارا میری زندگی تیرے احسانات کے بدلے میں تیرے ہاتھ فروخت ہو چکی ہے
 اب وہ تیری ہے، اگر میری ہوتی تو تیرے ساتھ ہی قتل ہو جاتا سہ
 پتہ قدرت من در گرد و امن گشتن در غ چوں گل ہوں چاک گریاں دارم
 بہن رور و کر کہتے ہیں کہ گو میں دارا کی یاد میں ملبی رہا ہوں، لیکن اس جلنے میں مجھے لطف آتا ہے

کیوں نہ آئے یہ بھی تو ایک جاں نثاری ہے نہ
 برہن در غم تو کم نواں بود ز شمع
 شعلہ در دہم آتاپ خداں دارم
 حوادث دینی و دیکھ کر جان و بدنای مناسبت معلوم ہوتا ہے نہ
 سے تو ان بدن ز آشوب حوادث بزرگ
 کشتی امید بر ساحل دریا خوش است
 میں اپنی محبت کا راز کیونچھپا سکتا ہوں، کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، اور آنکھوں سے خون کے
 آنسو جاری ہیں، اے رنگ زیبائیے اس ظلم کی داستان حقیقہ نہیں رہ سکتی نہ
 چنگ نہ خالصیت عشق را ہنساں دارم
 مرا کہ خون دل و دیدہ تا کمر است
 اُس کی محبت کے جوش میں نار نکل جاتا ہے، اور آنکھوں سے آنسوؤں کی بھڑی بندھتی ہے
 ہمیشہ عروج محبت ز سبز میو شد
 ز دامن گہرا نشان چشم ز پیداست
 لئے برہن اس رخ و غم میں کھل کھل کر جان دیدے، کیونچھ بھی خوشی کا باعث ہے، اور گہرا رات
 در خست محبت کا بھی پھیل ہے نہ

بہر دینش برہن بہا ز دیندہں ہش
 کہ از ہنابل محبت ہمیں شریداست
 جدہر جانا ہوں، یہاں ٹھہرتا ہوں، اے راز آئینہ ہی ذکر کرتا ہوں، خواہ میں کہیں چلا جاؤں، میرا
 دل تیری طرف لگا ہوا ہے نہ

از خیالت نیست خالی چاروں سوئے درد کا
 من بہر چاہے کہ با شمع ز شعلہ سوئے تو ام
 حب دار کی یادوں میں اُٹھتی ہے، آگ لگ جاتی ہے، اور سیدہ جل کر کباب ہو جاتا ہے نہ
 عشق آمد آئے برا ز درخت
 ماسینہ خود کباب کر دیم
 دارا کی یاد میں آنسو بہانے کافی نہیں، بہتر ہے کہ دریا میں گود مروں نہ
 قطرہ ہشک کہ زادیم کافی کے بود
 دامن آلودہ خود را بدیا سیریم
 اجمال بیان کا خیال رکھتے ہوئے، پھر بھی ار
 اشعار در رج ہو گئے، اسی طرح سے اگر اور
 اشعار انتخاب کئے جائیں، تو تقریباً نصف دیوان یاد آرا سے تھرا نکلیں، ہم خاتمہ پر اس قدر ادا ادا

کرنا چاہتے ہیں کہ قتل داراشکوہ سے قبل جس قدر آپ کا کلام ہے، وہ چہار چمن میں ماحصل وقوع اکثر درج ہے، ان غزلیات میں سے ایک غزل بھی اُس مجروح میں نہیں، کیونکہ اُس وقت ترقیب دیوان کا خیال نہ تھا، بلکہ میں طبع نے موزونی دکھائی، وہ بحر گہوار بنائی، یا جو طرح ہوئی، اس پر خام فرسائی فرمائی، ہم نے بہن کے موٹے موٹے سے اور بچتے درج کر دیئے، اہل نظر اگر اس نظر سے دیوان کا ملاحظہ فرمائیں گے، تو جو کلام اس درج میں مبتلا ہے، خود ہل اٹھنے کا،

اورنگ زیب اور اس کی حکومت
اسباب نشاد و کادانی ہم بیچ
تیرم کشیدی گنج معانی ہم بیچ
جور تہ اورنگ زیب اور اس کی طرز حکومت پر رائے رایان

نے پڑا ہے، وہ بھی ان کی تاریخی زبان سے سننے کے قابل ہے، پس مندرجہ بالا رباعی پر غور کیجئے،
فرماتے ہیں کہ اسے اورنگ زیب تیرا اور تیرے ہم شرب لوگوں کا اسباب عیش مرنے کے بعد خاک میں مل جائے گا، یہ مانا کہ بچو کو سب کچھ مل گیا، لیکن یہ سب بیچ ہے، تو محض نادان ہے، جو لوگ دنیا کے مال و دولت کی خاطر سب کچھ کر گزرتے ہیں، وہ سخت گمراہ ہیں، اس پر اس طرح نتیجہ نکالتے ہیں، (رباعی)

لے خواجہ نام و نشان خواہد
حرفے دوسر زبان خواہد بود

ہر چیز کہ ہست از میان خواہد رفت
جز نام خدا کہ در میان خواہد بود

لے اورنگ زیب تیرا نام و نشان مٹ جائے گا، اور لوگ تیرے نام اور کام پر لعنت بھیجیں گے، دولت دنیا ساتھ نہیں جاتی، محض اعمال نیک یا دگار رہتے ہیں، اورنگ زیب کا طولانی عہد حکومت اور اس کا انجام چار سطروں میں ختم کر دیا ہے، معجزہ ہے،

اس طرح رائے رایان نے اورنگ زیب کی حکومت کا بڑے موثر و محققانہ اور نامحاندہ پیرایہ میں خاک کھینچ دیا ہے، ہم نہیں چاہتے تھے کہ یہ کلام اپنے دعوے کے اثبات میں لکھتے، مگر مترنموں کی نظر میں یہ دعوے بلا دلیل سمجھا جاتا، اگر اس تاریخی کلام سے استفادہ نہ اٹھایا جاتا، اور میں اس سے کام نہ لیتا،

مکتبہ برہمن کے ادبی نکتے، نکتہ دان ہی سمجھ سکتے ہیں، اس میں جو عالمگیر کو جس صفت سے متصف کیا گیا ہے، وہ اُس کے عہد کی جہل پالیسی کا جامع بیان ہے، اور جب رابعی مندرجہ بالا کے بعد اس صفت کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے، جیسا کہ محقق کا فرض ہے کہ نقادی سے کام لے، تو یہ اُس کی صفت نہیں سمجھی جاسکتی ہے، بلکہ جو تلخ ہے، کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ دنیا میں جو ہے، سب جاتا رہے گا، محض خدا کا نام باقی رہے گا، تیری آفاق ستانی کا اسے بادشاہ (خواجہ) بھی انجام ہوگا۔

برہمن کا راکھ حب الوطنی
اپنے وطنی بھائیوں کیلئے صحیح تعلیم دے

در سینہ جزو ہوائے وطن نیست برہمن
ہر چند دل بزم زمکا تن آشتا است
آریہ ورت سری بہاراج پر پختی راج کی سلطنت
چھوڑنے کے بعد آریہ ورت نہ رہا تھا، مذہب، حکومت، قومیت، اعتقادات، رسم و رواج، بہادری و جرات، غیرت و خودداری، خورد و نوش، طرز لباس، بول چال اور نوشت و خواند پر اسلامی حکومت کا پیرہ تھا، اس کا اثر آریہ ورت کے طوں و عرض میں یکساں پیمانے پر تھا، جو پیرہ دار کی بے خبری سے ذرا بھی خبردار ہوا، ہاتھ پاؤں پھیلاتے ہی سرتن سے جدا ہوا، اور گتہ مینا رہنا۔

سینکڑوں نہیں کر درڑوں دید پانٹھی، پکاری، برہمن مرغان، ناسخ کی طرح اپنے آشیانوں سے صہبہ دام کئے جا کر قبض کاہل میں ڈال دیئے گئے تھے، جس طرح آج کل ہر ہندی دوسلمان کا خیال ”دولایت“ کی ضمیر آتے ہی لندن کی سیر کرنے لگ جاتا ہے، اُس زمانہ میں ”دولایت“ کا بل سمجھا جاتا تھا، اور اگر وہاں کسی کا سرکاری خدمت کے لئے جانے کا اتفاق ہو جاتا تھا، تو بڑا فخر سمجھا جاتا تھا، اسی بنا پر فاتح کا مذہب بھی بعض بے غیرت خود غرض حلقوں میں اپنی کامیابی کا خیال سمجھا جاتا تھا، جو یہ افتخار ناپسند کرتا تھا، وہ آج کل کی طرح اُس کے خلاف زبان تک نہ بلا سکتا تھا۔

مگر پرہیت و جلال در بار مغلیہ میں جو صاحب کمال اپنے ذاتی مذہبی رعب و داب دھغالی باہر لگے

لباس فاخرہ پہنے سید سلطنت ہوا مرنی و خود داری پر جلوس فرما نظر آتے تھے 'وہ برہن ہئے' کہ جس کا ظلم آہنی اپنے عقاید و فرائض مذہبی کی زور پر ہے ورنہ شمشیر بکفت تھا'

وہ ان اختلافات اعتقادات و خیالات کی زد نگاہ میں شمال

خدا را ہندی اور مسلمان سمجھیں

سے جذب اور شرقت سے عجب تک اپنی طاقت ضمیر کے بھر دہم پر مذہبی دلی تلوار چکنا، محلے آوروں کے غلط اعتقادات کے گئے کاٹا نظر آتا ہے، نہ تلوار کی گردش نہیں آتا ہے نہ سلی بھائی میں بل، وہ قلب شکر میں کھڑا ہو کر فاتحانہ الفاظ میں اعلان کرتا ہے 'اُس تختی کے بھر دہم پر جو خدا نے عالم نے اُسے بخشا تھا کہ ہم ہی حقیقت شعار ہیں' وہ اُس بیشہ اعتقاد میں سید سپر ہو کر شیر کی طرح کرتا ہے 'اُس کی صفائی اتنی سب دیکھتے ہیں' وہ یگانہ دیکھنے سے جدا ہو کر خیرہ الفاظ میں استا ہے کہ

گو میں اسلامی مذہب و دین کا ہر کامل ہوں، مگر میرے سینہ میں تو سوائے آریہ دت کے اور کسی کا خیال
نہیں۔"

کوئی غائب، کوئی نر، کوئی خوف اور کوئی ہراس اُسے مرعوب نہیں کر سکتا، یہی وہ جذبہ ہے کہ جو ہر مذہب و ملت کے انسان کو انسان بناتا ہے، اور ہندوستان میں آج کل اسی کی ضرورت ہے بے دینی کے زور پر آپس میں لڑتے رہتے ہیں، مگر دینداری عقائد، شاہجہانی اور اورنگ زیبی درباروں میں ایسے ایسے خیالات و اعتقادات کے علاوہ اظہارات اسلامی حکومت کے نام نہاد مذہبی عالمگیر جو رجحان کی قلعی کھولتے ہیں، خواہ مردہ و زندہ اسلامی مورخ ان مظالم کے اقرار ہی کریں، خواہ دیگر مذاہب کے غیر تعلق سوانح نگاران کی تفصیلات جھاپیں، مگر جس طرح رائے دلیان اظہار حق سے باز نہیں رہے، وہ تاریخی نگہ خیال جو دیوان شریف پڑھ کر قائم ہوا ہے، اُسی طرح سے ہمارا قلم حقیقت رقم قلب بند کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اس فلاں جگہ نے اس سلسلہ حقیقت کا بڑی دیانتداری کے ساتھ پوسٹ مارٹم کیا ہے، مقررہ نصوص کو سمجھنا چاہئے کہ اہل اسلام و دفا پر سب کچھ قربان کر ڈالتے ہیں، اگر وفا کی ان کے کسی دربار میں ناقد درانی نہ تھی تو وہ مذہبی پاسداری کا دربار تھا، رایان لائے نے

یہ نکتہ اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا، اور اُن کی طبیعت واقعی ایک سچی ہندی کی سی طبیعت واقع ہوئی تھی، انہوں نے ایک حقیقی ہندی کے طرح مسلمانوں سے محبت کی، اپنے مذہب کے عقیدے پر پڑے، لیکن اُن کے مذہب کی تحقیر و مذمت نہ کی، یہی وہ راز ہے کہ جو عہد اسلام کے بعض اراے ہندی کے اعزاز و اکرام کا باعث ہوا، جس بد تمیز نے اپنے مذہب پر عامل نہ ہو کر مسلمانوں کے مذہب پر حملہ کیا، طوفان چلایا، اس کا برادر پر نظر آیا، مذہب کے دعویدار متعصب مسلمانوں نے اُسے جہاد سنایا، خدمتِ دین سمجھ لیا، انگریزوں نے یہ مضمون اُن کی تحریرات سے اڑایا، شہرت کے پرنگ کر ملکوں میں پھیلایا، یاروں کو یہ مضمون پسند آیا، دراصل اس کے سوا اور کچھ نہیں، حقیقت سے سب دور ہیں، ہمارے بد خیال ہندی بھائی ہمیں واقعات کا تابعدار سمجھ کر اس اظہارِ حقیقت کے لئے معاف فرمائیں گے۔

رائے دیاں کا مذہبی و فخریہ کلام

کہ ہر جا درمیاں آید سخن 'خوفائے مابا شد' ہم نے یہ عنوان خصوصیت سے منتخب کیا ہے تاکہ شاہجہان

اور اورنگ زیبی دربار دہلی مذہبی و علمی آزادی پر قطعی بحث ہو سکے، کیونکہ متعصب و مفسد ہندو یہ عہود ہر طرح سے نالائق سمجھتے ہیں، ہمارے اسلامی بھائی واقفیت پیدا کریں، اور ہندی اپنی غلطی کا ازالہ، منطقی طبعانہ کا خیال اگر اس روش پر پلو سے کا فور نہ ہو، تو انہیں اس مہتد کے بعد ہر دوسرے ذہن نشین کرنا چاہئیں، ہم یہاں خصوصیت سے ان ہر دوسروں کے دُور و دُور اسٹار سنانا چاہتے ہیں، جسے مزید روشنی و تحقیق ہو، دیوان اور دیگر کلام دیکھ لے، 'اول مذہبی رنگ ملاحظہ ہو'۔

مرا بخال و خط او خیال سودا نیست کہ من معاطہ باز لطف فرستگن دارم

دیگر

برہنہ از ہر دوش نمازت ز صافدلی دے کے بر صفائی برہنہاں زسد یہ رنگ ایسا نہیں جو بد رنگ حضرات کی نکتہ چینی سے پاک ہو، فخریہ کلام اس سے بھی زیادہ بیلا

سے لکھا گیا ہے 'میں سے'

برہمن لب فرو بہم درگنہ در سخن گوئی اواسے تازہ و طرز سخن از من شود سپیدا

یک نفقہ ز مطلع دیوانم آفتاب دیگر
یک پر توے ز شمع شبستانم آفتاب دیگر

گفتی ست از گی غزل تازہ برہمن
ابن طسرح تازہ طرز گدام دکلام کیست

مصحح سخن ز عالم بالا دگر فرد آمد

اُس دربار میں کہ جس میں ایرانِ توران کے منتخب علماء تشریف رکھتے ہوں، محمد جان قدسی، ملا میرزا ہوری، افضل خان شیرازہ، طائب، کلیم، عبد اللطیف، ابوسعید وغیرہ، ازیب محفل ہوں، برہمن کا ہونا یہ فخر یہ کلام پر ہونا زمانہ مذکور کی علمی آزادی پر جو روشنی ڈالتا ہے، اُس کے دیکھنے کے لئے آئینہ آتش یا خور دین کی ضرورت نہیں، بلکہ فیکڈی کی ضرورت ہے

رائے راین کے کلام سے

مغربی مورخ ہی نہیں بلکہ اسلامی مورخ، اسلامی بادشاہوں کے ہندوؤں پر جو رد و جبر کے بڑے سخت الزام لگاتے ہیں، اور آج تک ہم سب اسی خیال کے پیرو ہیں، تعلیم میں جو تباہی

پڑھائی جاتی ہیں، بچپن میں اُن کھلبِ فلاد کے الفاظ ہمارے لوحِ دل پر نقش ہو جاتے ہیں، اور پھر اگر ایک ہندو شیطان بد زبان سے کوئی شریف مسلمان ملتا ہے، تو اُس کی گفتگو سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ہندو قوم شیطان ہے، اور اگر ایک متعصب مسلمان سے ایک شریف دل بند کا واسطہ پڑتا ہے، تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ تمام مسلمان ہی ایسے متعصب ہیں، دراصل دنیا کا کل ہند مذہبِ دلت کے نفس پر در شیطان منش، اکینہ لوگوں نے بگاڑ دیا، اور مذہبی خاصیت پیدا کرادی، اور نہ ہمیں ہی نہیں بلکہ اقوامِ عالم کے ہر شریف مزاج کو یہ تسلیم کر لینا پڑے گا، کہ شرافتِ عروالت، بیافت و حماقت، نیک دلی و مثرارت، کسی خاص قوم کا حصہ نہیں، بلکہ یہ تو اُن نامراد افراد کا حصہ ہے، جو ہر قوم

ملت میں بکثرت پائے جاتے ہیں،

مغربی مورخ جو تاریخیں لکھتے ہیں، ایک خاص پالیسی کی پٹری نظر ہوتی ہے، مگر افسوس ہے
اُن اسلامی مورخین پر کہ جنہوں نے سیاست پسند شاہانِ زمانہ اسلامی حکمرانوں کے سیاسی کانٹے
اپنے مذہبی رنگ میں رنگ کر انہیں درود و مطعون کیا، یہ مٹانے شاہانِ اسلام کی پالیسی کیا سمجھ
سکتے تھے، اگر کسی وجہ سے کسی ہندو کو دار پر کھینچا گیا، یا کوئی مندر گر آیا گیا، اس حقیقت کی
اصلی وجہ نہ سمجھ کر یا دانستہ چھپا کر استحصاں کا کارنامہ بنا دیا، ورنہ اگر اسلامی حکومت ہند میں
کے جان و مال کی ایسی دشمن ہوتی، تو تو نو صدی تک ہندی آباد و زندہ رہتے، نہ اسلامی
حکومت قائم و بحال رہتی۔

ہمیں ابتداء سے ایسی تحقیق و تدقیق کا شوق ہے، ہم نے اس ضروری سوال کے حل
کرنے کیلئے اپنی کوششیں ابتداء سے جاری رکھیں، لیکن ہم کسی خاص نتیجہ پر نہ پہنچ سکے، جب
ہم نے کلامِ برہمن پڑھا، اور اس کی مذہبی پاسداری، بیباکی اور فخرِ کلامِ پیغمبر کیا، تو وہ نصف صدی
کی الجھن آج ایک منٹ میں حل ہو گئی، خواہ متعصب ہندو مسلمانوں کا طرفدار سمجھیں، خواہ اسلامی
ہم نشینی کا ہم پر الزام لگائیں، خواہ مشرقی اتحاد کا دیوانہ سمجھیں، مگر ہم سچی بات کہے بغیر نہیں
رہ سکتے۔

برہمن ذات سے برہمن تھے، اور اُن کے قول و فعل پختہ خیال ہندیوں کی قدیم روایات
کے عین مطابق تھے، وہ راجہ لاؤٹول کی طرح دہرم کرم کے پورے پابند تھے، یعنی ہون کی
آگ روشن کر کے پوجا پات کرتے تھے، پھر مندر لگاتے تھے، گڑا پہنتے تھے، صبح و شام کی پوجا
اکثر اوقات مندروں میں کی جاتی تھی، اور یہ ہندوستان کی تاریخ میں اُس متعصب حکمران کا عہد
تھا جسے اورنگ زیب کہا جاتا ہے، وہ اُس دربارِ اعظم کا میرنشی تھا، اپنی قابلیت کی روانی
جب سرکاری فرایض سے ختم ہوتے ہوئے نہ دیکھتا تھا، تو اپنے ہندی قلم سے مندروں کے ناؤں
کی طرح ایسی سریر کاٹتا تھا کہ جس کی آج کل کی عہدِ حکومت دگورنٹ قیصر یہ کہے متعصب مسلمان

بات نہیں لاسکتے، اُس زمانہ کا ذکر ہی کیا ہے

یہ جدید خیال قلمبند کرنے کے بعد ضرورت نہ تھی کہ اسلامی حکومت کی عام طور سے ہندویوں پر جبر و جور کی روایتیں پُر اذمبائے قراردادی جاتیں، خواہ وہ زبانِ زود خاص و عام ہیں، اور مغربی و اسلامی مورخوں نے لکھی ہیں، مگر ہمارے ہندی بھائیوں کی اس اشارے سے تسلی نہ ہوگی، اس لئے ہم تو صحیح تحریر کے طور پر لکھتے ہیں کہ اگر اسلامی سلطنت کے عام طور پر ایسے ہی جبر و جور لئے تو برہمن سا پختہ خیال ہندی نہ کبھی ایسے عروج پہنچتا، نہ کاشی جی میں جا کر اپنے آخری ایام زندگی امن و آسائش سے گزارتا، بلکہ وہ ایک معمولی ہندی تاجر اور اُس کا سردار پرچہ نظر آتا،

اس باکمال بھڑانِ محتاطانہ نے اپنے قلم سے ایسا کام لیا، کہ آج کل بھی کوئی ہندی کام میں لانے کی جرات نہیں کر سکتا، اس کا مختصر دیوانِ فخریہ شاعری اور مذہبی رنگ سے بھرا ہے اور لطف یہ ہے کہ جب وہ کوئی غزل یا رباعی یا گزلی اور تخریر تحریر کرتا تھا تو ہندوستان کے طول و عرض سے نکل کر نقل و دفعِ ایران و کابل تک پہنچ جاتی تھی، چنانچہ وہ اس پر جائز فخر کرتے تھے۔

بایراں سے بردافنا، ہندستانِ سبیل
برہمن را شکوافتا فی اربابند ہمیں باشد

اور جملہ محافل و مجالس میں اُن کی تخریر بڑے شوق و ادب سے پڑھی جاتی تھی، اگر اُس زمانہ کے اہل اسلام اس قدر متعصب اور نگدل ہوتے تو اُن کا کلام آج ہمیں نہ ملتا، نہ ملکِ سخن میں ان کی اس قدر شہرت ہوتی، پس یہ ماننا پڑے گا کہ اسلامی حکومت عام طور پر ہندیوں کیلئے باعثِ زحمت نہ تھی، بلکہ خالص طور پر قابلِ رحمت تھی،

مسلمان بلج اوصاف
آج کل یہ ہر جگہ دیکھا جاتا ہے کہ مسلمان ہندیوں کے
ننگسار ہیں، اور ہندی مسلمانوں کے یار و فادار، چونکہ
خاص ہندیوں سے برتر ہیں، ہندی قوم کی فضیلت و برتری اُن کی خود مغرضی اور نفس
پروری نے تباہ کر دی تھی، اُس لئے مسلمانوں کے مقابل میں کہ جو ایک نئی روح لے کر کھلے تھے، زیر
ہو گئے، اب بھی مسلمانوں میں ایسی خوبیاں باقی جاتی ہیں، جو مجموعی طور پر ہندی کھو بیٹھے،

اُمرا کی مدح

لب تشہ در پئے شراب اندمہ برائش آرزو کباب اندمہ
ارباب جہاں نمود بے بود ہمہ در بند زیاں در پئے سودمہ
قصیدہ یا مدح کے باب میں ہم موقع پر ذکر کریں گے، یہاں موقع ہے، اس بحث کا کہ۔

قصیدہ خوانی

آہ کیا بہترین نے دزدائے عہد کی شان میں قصیدے کہے؟
ب۔ اگر کوئی قصیدہ کہا تو کیا دراصل یہ وہی قصیدہ ہے، جسے شرارے فارسی نے محض دین
ایمان فردوسی کا محض نیا، اور اسے اپنے اند دیا و مال و جاہ کا ذریعہ ٹھہرایا؟
عمری سانفونگو، جدت طراز فضا کے عالم میں اسیل بچڑے کی طرح بڑا اچھلا کودا اور
شاعری کا خاتمہ محض قصائد پر کیا، وہ خوشاند کے لئے ایسا بے قرار تھا کہ لعنت پر دو قصائد لکھ کر
جھٹ خانخانان کی مدح سرائی شروع کر دی۔ اکبر اعظم یاد آئے امیر المومنین، پھر لغت
لکھی اور پھر پے در پے خانخانان ابوالفتح کی قصیدہ خوانی شروع ہو گئی، اکبر اور سلیم کی مدح
ہے قصائد میں اس طرح ختم کی نہ اصلیت کا شائبہ، نہ حقیقت کا پرتو ایک وصف با ڈم مہدوین کی ذات
ہو یا نہیں جاتا ہے، کلیات میں یہ ہم قصائد ہیں، جن میں سے ہر اطلاقی قصائد امرائے با اختیار و دوزار
ذی اقتدار کی مدح میں لکھ کر اپنی نفسی و فنی اور بوالہوسی کا نشان چھوڑا،

برہنہ ایک غریب بکس ہندی تھا، اور دربار کا جو رنگ تھا وہ ظاہر ہے، اگر وہ دولت وال
کی خاطر اپنی صغیر اسی طرح گذر کر تا مصفا کف نہ تھا، مگر وہ تو اصلیت کا شید تھا، اسے ناجائز خوشاند
اور بے جا بھوسے کوئی واسطہ ہی نہ تھا، شاہجہان کی شان میں جو نین قصائد لکھے، وہ آپ پڑھیں گے
مگر ان قصائد کے سوا اس تمام کلام میں کسی ایز و زین کے آگے ایک معمولی نظرسے بھی نہ جھکا
تو علامی افضل خان شیرازی کی فضیلت کے آگے، اور اسی قدر کہ جس قدر فضیلت اجازت دیتی
تھی، شوکی تجربہ شستر سے کی جاتی ہے، خیالات کا محرک کہ شاعر کا مقصد ہے، صدا کی اس کا زیور ہے
خیالات اس کی رنگینی، انحصار اس کا حسن، صداقت اس کی روح، اب آپ دیکھیے کہ فاضل فاضل

کے کس طرح مخاطب ہوتا ہے

رباعی

علامہ روزگار دانا ہے جہاں زبان میر ذوقِ اربابِ کمالات جہاں

دستورِ وزیرِ اعظم ہندوستان عنوانِ صحیفہ خودِ افضلِ خاں

ہم اس کی تشریح کچھ کر طاقت کم کرنا نہیں چاہتے

بلکہ وہ بالعموم اپنا تازہ کلام اربابِ فہم و فراست کے پاس نہر کا بھیجا کرتے تھے اور لکھا کرتے تھے

کہ آپ اسے اپنے بیاض میں بطریقِ یادگار درج کیجئے

ما دے بے عیش نگہِ ازیم حالِ خوشی را

ساعزے گز نہ باشد بزمِ روحانیِ کفیم

شاہجہانی مجالسِ مشاعرہ

جب ہم مغلیہ سلطنت کے عروج کی داستانیں پڑھتے ہیں تو دلِ بلیوں اُچھل پڑتا ہے شاہی باؤں

اور شاہی تقریبوں پر علم و فضل کے دریا بہتے تھے اور اُن پر موتی بچھا درہوتے تھے ہر رکنِ سلطنت

کے آستانہ پر مجلس ہائے رنگین منعقد ہوتی تھیں 'فاضل اور اہل علم' نووارد و اصنی اُن محفلوں میں علی قدر

دراتِ غرّت و توقیر پاتے تھے شاہجہانی صنف کے اُلتے ہی زمانہ اُٹ گیا نہ وہ اہل علم رہے نہ وہ

مجلسیں اُس زمانہ کی یادیں برہمن کا روزِ نابری ہئے اور حالات پڑھ کر ہمیں بھی رون آتا ہے

ہو اسے گلشنِ وصلِ توچوں سبِ آید چو طغیٰ غنچہ نواں جاگِ صمدِ قبا کوں

رائے راپان مجلسِ مشاعرہ منعقد فرماتے ہیں 'ارب سے داخل ہوئے اور لطف لیجئے۔

'دُرِ ایام کو کمرین برہمنانِ عقیدت کیس در خدمتِ بختِ بد اللہ دران' علامہ روزگار 'فہم و فراست' دار

الفضل خان کسبِ سعادت سے نمود و دروارا بخلائے کبر آجا مجلسِ رنگین و صحبتِ دلشیں درخانہ معرفت

آگاہ خواجہ محمد سادق منعقد سے شد دویا دارن صاحبِ سخن از ہر طرف جمع آمدہ 'ہنگامہ سخن را گرم میداشت'

دفاعتِ بلاغت و ترتیبِ نکاتِ سیداکر از متراشہ شور و درکار بود و ملا تھمید و ملا جلالی و ملا دہلوی و ملا علی

۱۔ غزلِ نہر شے داشتہ باشد برے داشتہ باشد میرزا بدیع الزمان کو لکھ کر بھیجی تھی

دیر تر ان دلا تھیں دلا تھیں لطفِ عشق از اجارِ این مجلس بودند در مہرِ مہرِ دہرِ مہرِ این عزیزان صاحب
 سخن، مجرمِ گشتہ، گری، ہنگامِ سخن، یکو دند و گاہے کہ این نیازمند از اشغالِ فرصتِ یافت، پیرویِ صحبتِ این
 طبع و لاکشیدہ، اشعار و در بیانِ می آرد اس نصیحتِ پُر آکسائی کا مرقعِ ملاحظہ، اچھل کی خود بخائی
 خان و الاشان ملتفت خان کی بزمِ مشاعرہ کا ذکر رائے رایان

سے پینے۔

بزمِ نگین

در آئے کہ اس نتیجہ و دمان دولت و اقبال و در کتب خانہ مشغول کسب کمال بودند در غفران
 شاد ہنگامِ سخن دانی را گرم داشتہ، غزلے کی طرح سے کر دہ، کترین بندگان در مہرِ مہرِ تہذیبِ بافتن
 دوست و پذیرِ فرخ چند ارض بزمِ نگین میند

تحقیقات سے پتہ لگتا ہے کہ غزلیات از نمبر ۳۱ لغایت ۴۹ رائے رایان
 کی طرح پرکھی ہوئی ہیں

بادِ مبار، در پانود، میندادند، صحر اگر فہ است، برسے برداشتہ باشد، حجاب سے باید
 سر نوشت، ہمیں سود کی روایت کی غزلیات ملاحظہ ہوں

دستِ خوان برہنہ پر ظرافت و محو

ہے زانگو نہ توان بیت برہنہ کہ غبار سے
 بر آئینہ خاطر مہماں نہ نشیند

کے چٹارے حرام سمجھے گئے

شعراے قدیم و جدید فارسی و اردو ملکِ ظرافت و چاشنی
 ہو حلال سمجھے ہوئے تھے، سخندان، سخن فہم اگر ان ہر دو بہتوں سے کسی شاعر کا کلام پاک پاتے ہیں
 تو کہتے ہیں کہ کلام بے مزہ ہے، زبان چٹارے نہیں بھرتی، بلکہ ایسے بڑے بڑے تذکرہ نگار شاعری کا
 ایک وصف قرار دیتے ہیں، زاہد و عابد، شیخ و ناصح، فارسی و اردو کے شاعرانِ رند و مشرب نے
 کچھ ہیں، کہ ہر مجلس میں اُن سے ہوت و پزار ہوتے ہیں، بڑے بڑے ہاں کے
 اپنے اپنے دیوانوں میں ان سے دست و گریبان ہیں، اور ایسے کہ علیحدہ

مگر اس صاحبِ کمال 'نیک سیرت' خوشحصال کے دستِ خوانِ زبانِ دکلام پر نہ نظرِ افت اور بلابلِ آبجو حرام کجے گئے ہیں 'وہ ان حلالی و حرامی مجالس میں گرم صحبت ہوتے ہوئے بھی اپنا دامنِ شاعری ان زہر آلود کانٹوں سے بچاتے رہنے 'وہ باری تعلقات 'مذہبی خصوصیات و جذبات' اور گچڑا مہب کی تالیفات و تصنیفات اور دعوے 'سخن' نے سنیکڑوں رنج و ملال پہنچا کر آمادہٴ پیکار کیا گیا اور روزِ فکر و راہِ رہی مستقل مزاجی اور مسلکِ برہنہ کی کوآپ کی طبعیت نے تمام عمر میں ایک شعر بھی ایسا موزون نہ کیا۔

ہم اُس زمانہ کی صحبتوں کا نمونہ ادب و تہذیب اس لئے دکھانا چاہتے ہیں کہ شاعری کے پاک دامن سے یہ غلیظ و بہہ ہمیشہ کے لئے دُہل جائے۔

ہم نے ہر چند رائے رایان کے کلامِ نظم و نثر پر تنقیدی نظر داری، مگر اُن کا جوہرِ اہمیت کہیں بھی ماند نہ پایا، 'ایک موقعہ اس اظہارِ خیال کے لئے انہیں ملا، اپنی صفائیِ باطن و سلوکِ ظاہر کا اس طرح سے جلوہ دکھاتے ہیں، اکھل کے بھی دینا سبق لیں۔

”اِس برہن و فاکشِ حقیقت اندیش کہ در دستِ محبتِ بہن گرفتہ و فدا و اخلاص اِ
مطالعہ نمودہ، حاصل و دو چراغ و غیوہٴ صحبتِ بزرگاں را منحصر در صفائیِ باطن و سلوکِ ظاہر
والستہ، بہ آشتا و بگجانہ، دو دوست و دشمن، طرح مارا انداختہ، عالمِ کثرت را بحکم وحدت
مشابہ نمودہ، غیر سے را در میاں ندیدہ، و غیر از حق ندانستہ، با وجودِ بتائیں و تحائفِ اطوار
اہلِ روزگار، با بر فرد سے از افرادِ انسانی از راہِ یکجائی در آمدہ تفاوت و اختلاف نمودہ، ہر چند
کہ اظہارِ ایں مراتبِ خالی از خود فرد یعنی نیست، لیکن چون مقامِ نفسِ الامریست، بے اختیار
آنچہ در دل است، بر زبانِ قلم سے آید، بگوئی محبتِ یونش اُفتادہ، کہ بر صغیرِ خاطر آن
و متورقہٴ اہمیت از جانبِ دیالِ داس برہن پُر سرور سے بجا ملے نشستہ، انظر بر
محبت و التفانے کہ اُن قاعدہ دایِ سخن فہم را با دُکودہ کو قوع و طرغِ غیوہٴ غایتِ بعیدہ و بدیع
نمودہ، و اندیشہٴ ناک گشت کہ خلافِ توقع از طریقِ چوں ظہور آید اگر در عالمِ معنی

اُردو اُسے کہ تحقیق عدم و فاقہ منسوب باشند، بطور آمدہ، ہمیں دوستانِ دیگر را اُردو چو آمدید و
چہ توقع و اگر کرد، عالم صورت کہ خواب و خیال پیش نیست، اُردو سفاہتے یا خلافتِ قاعدہ بالفعل
آمدہ، آلِ خود کیست کہ خالی طہنیت ندارد، نادانِ مستحقِ نصیحت و تربیت است، یہ مطلوبِ عتاب
و مہرِ زشت، چون فقیر اُردو از دوستانِ کیرنگ میرانست، 'ایں ہما اُردو سے دوستیہائے بغیرِ شفا
فضولی نمود، یقین کہ بعد ازین با نزارع ہر بانی با و قدر دانی با، جو ہر المہیت و فحوت خود را،
بد دوست و دشمن ظاہر نہ اندر ساخت، دراضی رہی بخوابد شد کہ شد کہین و کہ درت سر بریا لکشد
و دود آں بد باغ اہلِ محبت رسد، ایامِ دوستی بکام باد،'

جو نقشِ ایسے رنگِ کچھنگی میں رنگا ہوا ہو، اُس کی زبان سے کلماتِ غلط و درشت آؤں گشت

مصری سے نمک کا ذائقہ پیدا ہوا ہے

مگر بخلاتِ اس کے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، شاعرانِ اُردو و فارسی
کے لئے روزِ پیدائشِ شاعری ہی سے سچ و مدت، طراف و چشمک

غزلائے دلپذیر ہی، فردوسی کہ جس نے، ۷۰ سال کی عمر تک، اُمیدِ نعام شاہناہ کھا، اپنی ناکامی
اور محمود کی بد بھمدی و وعدہ غلطی پر ایسا بگڑا کہ زمین سے آسمان تک آگ لگا دی، اور ستم یہ
کہ وہی نظارہ سب کے لئے باعثِ تقلید ہو گیا، وہ جہاں آغازِ شاہنامہ میں وعدہ نعام لینے
کے بعد محمود کی نسبت یہ لکھا ہے۔

- | | | |
|-----|---|---|
| (۱) | جہاں آفریں تا ہبہاں آفرید | چون شہر یار سے سیارہ پہ پہ |
| | ہذا نے حبیب سے دنیا پیدا کی ہے | ایسا کوئی بادشاہ نہیں پیدا ہوا |
| (۲) | بیاراست رُوئے زمین را بہ داد | ہر داخت زان "تاج" بر سر ہنسا د |
| | اُس نے زمین کو انصاف کے ساتھ آراستہ کیا | اور حبیب اس کام سے غافل ہوا تو ہر تاج کھا |
| (۳) | جہاں دار محمد و شاہ بزرگ | ہر آشخور آروہیے میش و گرگ |
| | شاہ محمود بڑا بادشاہ | بھیرا در بھیرے کو ایک گھاٹ پانی پاتا ہے |

(۴) زکتم شیرت پیش دریا سے چین
 برد شیر پاراں کند آفرس

کشتیبر سے دریا سے بیلین ہنگ
سب بادشاہ افسر کی تعریف کرتے ہیں

(۵) به بزم اندرون آسمان وفاست
بر بزم اندرون متسینمردم اثر وفاست

وہ مجلس میں دفن کا آسمان ہے اور لڑائی میں غمخوار ارشد ہے

(۴) لریخت بدخواه باختم او چو دینار خواست بر چشم او

اِس کے غصہ کے سانسے دشمن کا سر ایسا غوار ہے کہ گھبرا اسکی نظر میں پناہ دے لیا ہے

محمود کی بڑھسہی سے ایسا بگاڑ کہ مندرجہ بالا تاریخیں سطور مشک نہ ہونے پائی تھیں، حسب ذیل مزید اختلافی واقعہ لکھنے پر آمادہ ہو گیا اور طالع طبعیتوں نے اسے شاہناہ کے شروع میں دیا

(۱) هر آنی ششبر که در بنزد زمینار بود نیز فیک اهل بخود خوار بود

عقل مند کے نزدیک بھڑت اہوتا ہے

کہ سید خضر دینہ مستی مباد جواں مرد راتنگدستی مباد

ہذا اگر سے کہ کمیونہ دولت مند نہ ہو اور سبھی کو تنگ دستی نہ ہو

(۳) اگر شاہ را شاہ بوٹو سے پیدر
سیر رہنما دے مرا تاج زر

کہ بادشاہ کا باپ کوئی بادشاہ ہوتا
تو میرے سر پہ سونے کا تاج رکھتا

(۵) اگر مادی شاہ با تو بندے
 مرا سیم و زر تا بخرانم بندے

مگر بادشاہ کی ماں سبکیم ہوتی تو میرے پاس سپرد اور شرفیایں بیشمار ہوتیں

۱۷۔ دریائے چین کی خوب کئی مغزافیناؤں واقفیت کے اظہار میں کمال کر دیا کشمیر اور تبت کے درمیانی کوہی چوہہ
چوہہ سے دراز کی تعریف کراچی واقعی بڑی بات ہے، ہوا جیسے کسی کو نصیب نہیں ہوتی، اور اس قافیہ

یہ آپ کی فادرکھائی کی بھی داد دینی چاہئے، اس کی شاعری ایسی ہی مضامینات سے بھری ہوئی ہے
 سلف عیار خوشنمادی سے آسمان پر تو بہت چڑھا یا اور قول و قرار پر قائم رہنے کے لئے اسے وہاں کا تپا بسایا
 گلزار کج رنگ پر بھی جھوٹا نکلا، جو کہ مسلمانوں کے لئے ایک نکتۂ احتساب ہے۔

- (۵) چواند ربتارش بزرگی جو د
چونکو اُس کے خاندان میں بزرگی نہ تھی
- (۶) پستار زادہ نیاید بکار
لوٹھی کا بچہ کام نہیں آتا
- (۷) درخت کے تلخت ویرا سرشت
وہ درخت کہ اس کی پیدائش کر دی
- (۸) دراز جوئی غلہ میں بہنگام آب
پانی کے وقت بہشت کی مٹی سے
- (۹) سراخچام گوہر بکار آورد
آزونی کام ہوگا (آخر اہلی اپنا کام کرے گا)
- (۱۰) اگر تو شوئی زندان گشت گر
اگر تو اُس کی انگلی کے پاس جائے گا
- (۱۱) زبگوہراں بدینا نند عجب
پڑھلوں سے برائی تعجب کی بات نہیں
- (۱۲) بنا پاک زادہ مدارید اُمید
بداصل سے مت امید رکھو
- (۱۳) زبداصل چٹم بھی داشتن
بداصل سے بہتری کی امید رکھنی
- (۱۴) جہاندارا گر پاک نامی بد سے
بادشاہ (مخبر) اگر پاک اور نامی ہوتا
- (۱۵) سنا لم بدرگاہ یزدان پاک
من (زدوی) پاک خدا کی درگاہ میں
- یسا راست نام بزرگان شوند
بزرگوں کی تاریخ دشمن سکا
- اگر چہ دار و پیر شہر یار
اگر چہ باپ بد دشاہ ہو
- گوش در نشانے بباغ بہشت
گرو اُس کو باغ بہشت میں بوئے گا
- بہنچ آہنگین ریزی و شہد ناب
اُسکی بڑی شہد فاضل کو گراؤ گا
- ہماں میوہ تلخ بار آورد
گروا میوہ دہی پھل لادے گا
- از و جز سیما ہی نیابی در
اُس سے سوائے سیما ہی کے اور کچھ نہ پائے گا
- نشانید متردں سیما ہی از شب
رات سے سیما ہی دور نہیں کر سکتے
- کہ زنجی بشتن نگر و سفید
کیونکہ زنجی صاف کرنے سے سفید نہ ہوگا
- بود خاک در دیدہ اُبنا شتن
آنکھوں میں مٹی ڈالتا ہے
- دریں راہ دانش گرامی بد سے
اس عقل کے راستے میں بزرگ ہوتا
- فتانہ بر سر پرانہ خاک
سر پر رکھ ڈالتا ہوا دونوں کا

(۱۶) کہ یارب روانش بالتش لبسوز دل بندہ مستحق برنسروز
 کہ اسے خدا کی روح کو فروغ کی آگ میں جلایو مستحق بندہ کا دل خوش کر یو
 یہ وہ الزامات ہیں کہ جو دنیا میں ایک گنہگار سے گنہگار پر بھی نہیں لگ سکتی، تحریر کردہ ہجے کے
 ۱۰۵ اشعار میں کہ جو اس خوشامدی کے نئے میں خاک چھونکتے ہیں، اگر طبیعت نیک پائی ہوتی، تو نہ
 ایسی مدح ہی ہوتی نہ ایسی ہجو، اگر ہوتی جائز محمود کے افعال کی نسبت لکھنا ہمارا کام نہیں،
 وہ ایسی ایسی تعلیقات سے میر نہ ہو کر ایک مسلمان ہوتا ہوا، اُس شاہ کی نسبت کہ جسے
 خلیفہ بغداد نے ائین الکتبہ یحییٰ الدولہ کا لقب دے کر مذہبِ اسلام کا امانتدار و پاسدار
 اور اُمتِ محمدی کی توانائی و قوت، منزلت و شرف کا حقدار قرار دیا تھا، خاتمہ ہجو میں اپنی تہذیب
 و اخلاق کا ایسا فائنچہ پر ہتا ہے، کہ جس پر مسلمانوں ہی کو نہیں، بلکہ اقوامِ عالم کو اُس کے نوچر
 رونا چاہئے۔

بنالم بدر گاہ یزدان پاک ————— فشانندہ برسر پر آگندہ خاک
 میں پاک خدا کی درگاہ میں ————— سر پر راکھ ڈالتا ہوا روؤں کا
 کہ یارب روانش بالتش لبسوز دل بندہ مستحق برنسروز
 کہ اسے خدا اس کی مدح کو فروغ میں جلایو جس سے مستحق بندہ کا دل خوش ہو جائے
 کون نہیں سمجھتا اور کون نہیں جانتا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ انسان کو اس دُنیا سے عذاریں
 بڑے بڑے سفاکوں، ظالموں، جابروں، شیطانوں، بد باطنوں، ایذا رسانوں، دغا بازوں،
 بد بھدوں، نالائقوں اور مشریوں جو روزِ واسطہ پڑتا ہے، مگر انسان سب کچھ دیکھتا اور سمجھتا ہے
 اسی اصولِ عامہ کی بنا پر یہ یقین کر لینا پڑے گا کہ اسے صاحبِ کوشا، جہانی، در اور رنگ نے یہی
 عہد میں اپنے مذہب و طبع اور ہم شرف کے خلاف کیا کیا دھڑاش و دوسوز اشتعال آمیز
 منظر دیکھنے پڑتے ہوں گے، مگر ان کی متین عناصر مستقل و متحل قلم کے فرقِ مبارک پر ایک شکن
 تک نہیں آیا، جب کہ یہ صبر و کونِ خفی خان، نعمت خان، حضرت مجدد الف ثانی

بھی زیادہ عرصہ تک اٹھتا نہ کر سکے

دھرم آسمان تخت اشتعال پر بھی
انتقام پر آمادہ نہیں ہوتا

سوانی رُقیۃ انتقام انتخاب کرتا ہے جو طبائع تہذیب و اخلاق کے صنفی سے منجی ہوئی ہوتی ہیں
اُن کا طریقہ انتقام اعمال کا موجب ہونا ہے اور جو غیر تہذیب و اخلاق کا تربیت یافتہ ہوتے
ہیں، اُن سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں، کہ جن سے فارسی وارو کے دیوان بھرے
پڑے ہیں

اس سیدنگ کے سلسلہ میں ”برہنہ کے عقائد مذہبی“ کی عمرخی پڑ ہی جانی فرید لکھ
کا باعث ہو سکتی ہے

مدح اور ذم سے بدتر ایک شیطان نقص ہے وہ ہر دو
شیطانوں کا تعصب

اعراض ذاتی سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ جذبہ شیطیت ہے
جن کے سرچڑھا مغر کا شیطان بنا کر چھوڑا اُن سے کچھ حاصل ہوتا ہے اس کا عامل لعنت
و نفسدین کے گڑھے میں گرتا ہے جس پر نامتسام نام لعنت و لعن کے پتھر پڑتے رہتے
ہیں اس نقص تلہی سے خدا سب کو بچائے مگر جو انہیں بچے اُن کی حالت دیکھیے تاکہ سب
خبردار رہیں امیر دام تعصب امیر کھنوسی خدا پر الزام لگاتا ہے ذرا اس ذیل کی ذلت ملاحظہ ہو
خانی کو بھی خوش آئی اپنے غلہ کی ذلت صدقہ کار زنی لکھا تھا تقدیر برہنہ میں

اگر اپنی خانقاہوں مسجدوں و نیکیوں اور مزاروں کے صدقہ خواروں پر نظر ہو تو ایسا
برگزہ ہرگز بکواس نہ کرتا خاک بدنش تراب علی شاہ کا کوری کی خاک اُڑتی دیکھیے
گائے کو بوجھ تو چھوڑا باندہ کر
یہ سب سہیہ برہنہ کی ذلت میں

جراتِ بھیا کی بھیا کی ملاحظہ فرمائیے

بھلا کر اس گھسندی رام و کرشن کو لگا بس یاد کرنے بچستن کو
اگر اس شیطاں کا دل شیطنت سے خالی ہوتا، تو یہ لکھ سکتا تھا کہ رام و کرشن کا
پجاری بننے کی تعظیم کرنا تھا، اور یہ واجبِ تعظیم ہیں، ہم ہندو ہوتے ہوئے ان بزرگوں
کی دل سے تعظیم کرتے ہیں، اور جو انہیں نظر حقارت سے دیکھتا ہے، وہ خود حقیقتاً برہمن
ایسے خیالات شیطانی سے دور رہنے کے لئے انہوں اور بیروں کو سمجھاتے ہیں۔

برہمن شیشہ دل سخت زاکت وارد

چوتھمندر دگر بارے آید راست

ہندویں کے قدیم لٹریچر میں طرح | ہم نے ہندی دہرم کی سسٹیم کو تشکیل دیکھی ہے
پندرہ توں چارویں سے جو اور مذمت کے مترادف
اور دم کے الفاظ ہی نہیں | الفاظ دریافت کئے، جو اب ملا کر ان کا لٹریچر ان الفاظ

کے ہم معنی الفاظ بتلانے سے معذور ہے، ہمارے ہاں ایسا کوئی لفظ نہیں کہ ان کے
اردو فارسی کے محل استعمال کا حق ادا کر سکے،

نتیجہ نکلا کہ ہندویں کا لٹریچر غیر ایجادِ الفاظ مذمت و تہو، 'حالیہ مرد و عہد علم تاریخ کی
طرح محروم ہے' اس کی وجہ محض یہ ہے کہ بانیاں و مصلحان نے جسے ادہرم سمجھا، کہ کسی فائدہ
و نقصان ذاتی کی بنا پر کسی کی مدح و مذمت کی جائے، اسی لئے یہ الفاظ سنسکرت میں
نہیں کیا اچھی تعلیم ہے، مگر یہ نہ سمجھا جاسکے، کہ بد نفس بندوں کی برائی، اور نیک نفس لوگوں
کی حوصلہ افزائی نہ ہوتی تھی،

اس دہرم کی رُوسے نیک بندے تعزیت و ستائش کے مستحق سمجھے جاتے تھے، اور بد
اصلاح و تربیت کے 'پنیہ آگن' کے عام چال چلن، برتوارہ، عادات و فضائل سے اخذ کیا جاتا تھا،
فرقہ اور مل کی تمیز نہ تھی، نہ عرض ذاتی کا دخل

ہر مذہب کا یہی حقیقی اصول ہونا چاہئے کہ نیکوں کی تعریف کی جا کر اُن کے حوصلے بڑھائے جائیں، اور بدوں کو بدی سے ہٹا کر نیک کے راستہ پر لایا جائے، چنانچہ اس اصول کی پیروی میں ہندی گرتھ بھرے پڑے ہیں، ہندوستان کے آخری ریشی دور اسلامی کے گوہر آباد مرہٹوں کی تلخی داس جی ہیں، آپ نے اصلاحی شان میں بدوں کی مذمت کی ہے، یہ نصیحت عام ہے، اور اوصاف و افعال انسانی کی شرح ہے، مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کسی خاص شخص کی جو لکھی ہے، ہم رائے رایان کے قدیم عمل کی پیروی پر ریشی ڈالتے ہوئے یہاں یہ دکھانا چاہتے ہیں، کہ گو سوامی جی کا یہ پہلو ہی کیسا شاندار ہے۔

بہوڑ بند کھل گئے سست بہارے جے بھوکاج داسے ہنے اوبان ارے

آب پھر میں نیک دلی کے ساتھ بذات فرقہ کی تعظیم کرتا ہوں، جو بلاد بھلائی کے بدلے برائی کرتے ہیں، جو تلخ ایسی کا نام ہے

پرست مان لایو جن کیر سے آج ہرے کہہ بکھا دلیر سے

یہ فرقہ عزیز کی تھیک کو اپنی عزت سمجھتا ہے، دوسرے کے گھر پر باد بونے میں اپنی خوشی اور آباد ہونے میں رنج محسوس کرتا ہے، یعنی یہ غیر کس نفع کو اپنا نقصان، اور پرانے نقصان کو اپنا فائدہ تصور کرتے ہیں

ہری ہریش راکیش را ہوئے پراکاج بہٹ سہس با ہوئے

جہاں کہیں حد و فساد کے گیت گائے جائیں، اگر وہاں ان میں سے کوئی بچے جائے تو غل ڈالتے ہیں، اور دوسروں کا کام بگاڑنے کے لئے سہمرا ہو ہیں

جی پردو کھ کہہ کہہ سہا کھی پرست گہرت جنگی من نا کھی

یہ فرقہ غیروں کی خطا ہزار آنکھوں سے دیکھتا ہے، اور دوسری کے صفات بگاڑنے کے لئے لکھی کی لکھی کر کھی لکھی ناپاک کر کے آپ پر جاتی ہے، اسی طرح یہ فرقہ دوسروں کے کام بگاڑنے میں مرنے سے بھی نہیں ڈرتا، تن من دھن سب قربان کر دیتا ہے

بیچ کر شاد و خوش نہی شیشا اگھ اڈگن دہن دہنی و ہنیشا
اس فرد کی تیری اگھ غنہ افغی کی مانند ہے بدسل و سرے کا کام بگاڑے میں اتہائی طاقت صرف کرتے ہیں

اودے کیتو تم ہیت سب ہی کے مگنہ کرن سم سو دت نیکی
اس فرد کی طاقت کیتو کے طور پر ہونے کی مانند ہے، تاکہ وہ کبھ کرن کی طرح
سوتے ہی رہیں

پراکاج لگتن پری ہین جی ہم اُپ کر کھی دل گرہین
دوسروں کا کام بگاڑنے کے لئے یہ شریر اپنا بشری بی دان کر دیتے ہیں، جس طرح
سے سردی اور لاکھیتی کو برباد کر کے فوج بھی گل جاتے ہیں،

بندون کھل حس شیش سر دھکسا سہن بدن بر نہیں پر دوشا
میں ان لوگوں کو شیش کی مانند جان کر ان کی تعظیم کرتا ہوں، جو دوسروں کے عیوب پر
مزے سے بیان کرتے ہیں، (شیش جی ہزار مزے سے رام گن گاتے ہیں، یہ ان کے خلاف دوسروں
کے عیب ہزار زبان سے بیان کرتے ہیں)

چی پر لون پر تھو راج سمانا پراگھ سہین نہیں دوش کا نا
میں انہیں پر تھو راج مان کر ان کی اس لئے تعظیم کرتا ہوں کہ وہ دوسرے
کے عیب دس ہزار کانوں سے سنتے ہیں، اور ادھر پر تھو کی طرف اشارہ ہے
کہ جس نے حمد و ثنا سننے کا بردش ہزار کانوں سے مانگا تھا، یعنی دوسرے
کے عیب بڑے غور سے سنتے ہیں،

ہو ر شکر سم بنوں یہی منت حیرانیک بہت جیہی
پھر میں انہیں اندر کے برابر مان کر شکر کرتا ہوں، دیوتاؤں کو اچھی فوج ہمیشہ
پیاری بنے، اور انہیں اچھی شراب،

بچن بچر بھی سدا پیارا سہس نین پر دوش نہارا
جیسے اندر کو بچر پیار ہے ایسے ہی ان لوگوں کو اپنی زبان کا بچر عزیز ہے اندر
دیر تا دل کا بچا رہنے اور یہ لوگ عزیزوں کے عیوب دس ہزار آنکھوں سے دیکھتے
رہتے ہیں

اُداسین گریست ریت شکتِ خبر ہیں کھل ریت
جانو پانی گیٹ جو ریش بھٹی کر دس تپیو ست
یہ فرقہ سب سے الگ رہتا ہے اگر سب کا دشمن ہے میں پاؤں اور دونوں ہاتھ جوڑ کر
انہیں تسلیم کرتا ہوں

میں اپنی دیشی کہیں نہوڑا تپے بچ اور نہ لا دہن بھوڑا
میں نے اچھی طرف سے اس فرقہ سے الگ عرض کی ہے لیکن وہ بھول کر کبھی اس پر پوز
نہ کریں گے یعنی وہ یہ عرض سن کر کبھی اپنی برائیوں سے باز نہ آئیں گے اور دوسروں کو
ہفتان پہنچانے سے نہ کریں گے جس طرح ہے

پائیس پائیہ آتی اُلوڑا کا ہوئی زرا کیکہ کہنوں کے لگا کا
کو کیکہ کھلا کر بڑی محبت سے بالا جانے تو کبھی غلا خٹ کھانا نہ چھوڑے گا
مبندوں شکتِ اسجن چرنا دیکھ پر دلا دے بچ کچھ نہرنا
میں نیک اور بہ انشخاص کے ذہنوں میں جھک کر کہتا ہوں کہ یہ دونوں تکلیف دہ ہیں
لیکن کچھ فرق بھی ہے

بچہ رست ایک پر ان ہر لہر میں طبت ایک دامن دیکھ دینہیں
نیک الگ ہوتے وقت جان نکال لیتے ہیں اور بہ ملاقات کے وقت نقصان پہنچاتے ہیں
او بچہن ایک رنگ نیک نامیں جسٹج جوک جھی گن بلگا ہیں
نیک اور بہ دونوں کو لپٹی ہو کر کی طرح دنیا میں ایک ساتھ جہم لیتے ہیں، لیکن دونوں

کے خواص الگ الگ ہیں
گن اُدکن جانت سب کوئی جو بھی بہاؤ نیک ہتی مٹوئی
حاصل کلام یہ کہ نئی اور بدی کو سب کوئی جاننا ہے، لیکن جو کام جسے اچھا معلوم
ہوتا ہے، وہی وہ کام کرتا ہے

برہمن اور علمائے وقت
زمینہ ان سخن گوئی سخن بُرد
برہمن زادہ از ہردو برہمن

شاہجہانی دور، اکبری فضل و کمال کے ہر طرح سے خاتمہ کا تھا، اس وقت بھی اکبری سلطنت
کے نام پر بارہا پمضاحت و بلاغت، شعرائے فصیح بیان مہند کی لکھیوں کی طرح ہندوستان کے
دارالحکومت کی طرف کچھ چلے آتے تھے، محمد جان قدسی مہندی، طالب کلیم، میرا لہی، ملا امی، میر بخشی،
شیخ عبد المجید لاہوری، شاگرد ابوالفضل، ملا شمسید، ملا عنبر، ملا جلالی، عبدالرحیم، ملا حسینی،
ملا عبد اللطیف، میر زمان، وغیرہ وغیرہ کا طنطہ اُستاد دی بلند تھا، اور ہر ذات بذات خود مسلم
و فضل کی جہان بختی، کوئی ایرانی تھا، اور کوئی ہندی، مگر فضیلتِ علمی میں سبے لطیف و
بے عدیل

برہمن اپنی خداداد ذہانت و لیاقت کی روشنی میں آسمانِ شہرت پر آفتاب کی طرح
چمکتا تھا، گو علامہ افضل خان شیرازی دُرِ اعظم شاہجہانِ علمیت و فضیلت کا آفتاب تھا،
مگر برہمن کی قابلیت کا قائل تھا، ایسے دربار میں ایک ہندی نژاد خصوصاً برہمن ذات کا
اپنے فضیلت کے پردوں سے اُڑنا، اُن کی سبے لطیف قابلیت کی ناقابلِ تردید ثبوت ہے، برہمن
اگر حساب و ہندسہ، کارگزاری و ایمان داری کے زور پر اس دربار کا رکن ہوتا، تو کچھ مضائقہ
نہ تھا، چیزِ زبان میں زبان دانوں کا ناطقہ بند کر دینا، اس کی معراجِ ترقی کا باعث ہوا
ہم نے ”برہمن کی شاعری“ کی نمائندگی کاہ میں برہمن کے فخریہ کلام کے کچھ نمونے بھی سجائے

میں 'ان کے چروں نے انصاف پسند آستانہ کے قلوب پر گو گہرے زخم لگائے، گو ان سے خون نہیں نکلا، بلکہ اس کے بجائے صدائے واہ نکلی، اگر آستانہ زمان برہمن کی فضیلت علمی و عملی کے قائل نہ ہوتے، تو اس کا کلام آگ کی نذر ہوتا، اور وہ دار کی، آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا، کہ حب درباری مشاعرے میں شاہجہان، برہمن کی گرمی کلام سے آتش زیر پا ہو کر اس کے قتل کے لئے حکم دیا چاہتا تھا، تو علامی مرحوم کے دل میں برہمن کی فضیلت نے اسی وقت جوش مارا، اور وہ منہ سے قتل سے محفوظ رہ گیا،

برہمن منہ سلطنت کے دار الخلافہ کے منیارِ فضیلت پر کھڑا ہو کر اپنی صحبت زبان افوی کلام اور فضیلت کے زور پر دنیا بھر کے فاضلوں کو حیلج دیتا ہے، دعوے ملاحظہ ہو، کہ جس کا کوئی جواب نہیں دے سکا،

جز وہ برہمن خوش سخن تازہ ادائے طبع کہ گنہ سیر درہن تازہ زینے
برہمن اپنی نگہ دانی پر ناز کرتا ہوا، بڑے بڑے عالی وقار شرانے نامہ دار کی مقدیرِ علم و سخن کی قدر و قیمت کا حسب ذیل الفاظ میں اندازہ کرتا ہے،
برہمن از سخن پنداشت، مقدیرِ بخند انان گواہ حال من کا فیت طبع محنت و ان من
رائے ران کی شعرائے مشاہیر آپ کی تصانیف سے آپ کی طبیعت کی معرفت اور ملاقاتوں کا حال بخوبی روشن ہے، مصرع
گنہ ہم جنس با ہم جنس پرواز سے ملاقاتیں

وہ جہاں جاتے ہیں، اور جس سے ملے دیکھے جاتے ہیں، وہاں سخن فہم دہکتے دان در دہش ہی آتے ہیں، چند مشہور ملاقاتوں کا تاریخی حال تاریخ کی جان ہے، لہذا اسے بھی اسی قالب میں ڈالا جاتا ہے،

قطرہ ہی سرسبز ہی سے ملاقات کا حال تحفہ الصفا میں ظاہر فرماتے ہیں:-
"قرن صد سال باقدائے ادیل عہدِ حضرت صاحبِ قرانی در قید حیات بود، برہمن عقیدت

کیش جریسے سخن است 'در صحرای بلقاٹ اور سیدہ' صحبت زنگین داشت 'یا و صحتہا قدیم
مجلس فاختان نمود' اشتہار خود را بمیان آورد 'و از طبقہ اُمراء حضرت عرش منزست
بر اہم خال طبع رساد فطرت بلند داشت"
ملا تمسیر لا ہوئی کے پاس بھی کہن کی 'الشا' مشہور ہے 'حالت نزع میں ملاقات کے لئے
گئے فرماتے ہیں:-

"از حوادثِ روزگار و در عین جوانی ازیں سرے فانی بہ عالم جاودانی شتافت اور بہ کام
نزع آن مسافر بقایاں خوشہ چیں نغمین اور باپ سخن بر فاقٹ ملا محمد صالح لکھی بڑھت
آں عنایک بگشت نصاحت رسیدہ بود 'بر مزد دلایا حرف بزد' بعد از لحظہ از خویش
رفت"

ازمانے گوش کن بقول سعدی چہ سعدی بلبلِ فرخندہ منقار
برہمن و سعدی اسلامی بزرگوں کے نام اور کام صحیح مذاق فارسی خوان طبقہ
سے پوشیدہ نہیں 'شیخ سعدی کا وجود انسانی فطرت و سہبود کا منبع تھا 'جو گفتگو ادب
و اخلاق سے ملو 'جو بات جامِ آجیات دنیا میں ایسے ہی مفسفوں کا پیدا ہونا چاہئے
مندرجہ بالا شعر برہمن برہمن کی عقیدتِ سعدی کا پتہ دیتا ہے 'اُس وقت کی نظر
میں فارسی وغیرہ کے ہزار علماء و فضلا رکھتے 'مگر اس نکتہ رس نگاہ نے ایک سعدی ہی انتخاب
کیا 'یہ انتخاب بھی برہمن کے ادب و اخلاق اور ان کے رجحانِ طبع کا پتہ دیتا ہے
صوفی برہمن در محبت ہوس جام و سہو نواں کرد تا بود و غنِ جسگرے بگو نواں کرد
عمر خیام کی شہرت زندگی 'اُس وقت تک برابر دراز ہوتی چلی جا چکی
اور جب تک کہ محفلوں میں دُختِ رزرقص گنوں رہے گی 'بہاں اُس کا
شرابی عمر خیام دور 'وہیں عمر خیام موجود مغرب کا ہر شخص بخل میں بوتل رکھتا ہے پھر
وہ عمر خیام کا سا بادہ نوش کو نکو فراموش کرتا 'کیونکہ اس نے تو اپنی عادات کے تقاضے پر اُس

میٹھانہ میں دین و دنیا فر دخت کر کے اپنی دستار و تباہی سچ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، اور اس نیکام
عام کی شہرت و سادھی کا پورا پورا انتظام کر دیا تھا، کیونکہ اس نے اپنا چٹھانہ ران دنگا دنگ کی بوتلوں
سے ایسا سجا یا تھا کہ یہ سلیقہ آج تک اہل مغرب بھی نہیں پاسکے،

حضرت مولائی دعوے کرتے ہیں کہ ”برہمن کی رُباعیات میں عمر خیام کا رنگ ہے
مگر میں حضرت سے ساتی تھا و پر سخت تعجب ہے کہ اس نے نزم اور شراب کو ایک ہی پیالہ میں
کس طرح بھرا، اور کس پیمانہ سے سمجھ میں نہیں آتا کہ برہمن کی رُباعیات عمر خیام کی رُباعیات
سے کیوں تشبیہ دی گئی، جبکہ ایک کا فردا نگی اور دوسری کا فانی ہے، ہمارے خیال میں
عمر خیام کی محض شہرت ہی تشبیہ نامنص و بیان منتضا دے کا باعث ہوئی،

ہم نے محاکمہ شاعری برہمن کی دور میں ”شعرائے فارسی و اردو کی ثوابات نشینی اور برہمن
کا ہیکٹ،“ کا بورڈ لگا کر شاعروں کی شراب نوشی اور صوفیانہ حالتوں کا بڑے ہوش و حواس
سے معائنہ طبع کیا ہے، اس بزم میں اپنی ہم مشرب جماعت کے ماتھے عمر خیام بھی محو غل ہیں، وہ
محض ملاحظہ کرنے کے قابل ہے، کیونکہ دل کھول کر مزہ چکھا یا ہے، اسلئے یہاں ضروری نہیں،
کہ ان ہر دے کے جام پیش کئے جائیں، سرور کا اندازہ طبعیتیں خود کر لیں گی، اگر کوئی صاحب
اپنی ہم مذہبی کے جوش میں کشیدہ خاطر ہوں تو انہیں ہماری لیٹ جانی کے آبِ خشک کے دو گھونٹ
سے اپنی منگی دور کرنا چاہئے اور کہہ دیتے،

زبانِ برہمن و رائے رایان کی نغمہ سرائی کے بعد فارسی و اردو کے جس قدر مشہور شعراء
ہوئے تقریباً سب کے گوش آشنا ہوئے، سب ہی نے آپ کے کلام
کلامِ شعرائے اردو و زبان سے مزایا اور اپنا کلام آپ کی ایجادات سے گرایا، ایسا مضمون

ہے کہ جس پر جبہ اگانہ مضمون کی ضرورت ہے، مگر چند تراکیب مضامین برہمن دل پر لکھی گئیں
کہ لکھے بغیر باہنیں جاتا، انصاف اہل انصاف کے ہاتھ ہی بہن فرماتے ہیں۔

۱۔ نہ صاحبِ زرو نے اہل دولت و جاہم کمالِ عزتِ من اس کے بندہ شاہم

غالب نے ایسا سر ڈکھا کر فوٹے مضمون رونے لگی، آپ اپنا روزنامہ اس طرح روٹے

ہیں۔

(۱) یہ کیا شرف ہے کم کر ظفر کا غلام ہوں مانا کہ جاہ و حشمت و ثروت نہیں مجھے

(۲) بقدرِ حاجت خود ہر کیے طلبگارِ راست (برہنہ) جہانیاں ہمہ ما شند و جہاں محتاج

غالب اپنی حاجت برائے مضمون 'مضمونِ برہنہ' سے کرتے ہیں۔

(۳) کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند کس کی حاجت روا کرے کوئی

(۴) چشم تو تیغِ عنسفرہ چو یہ کید گر زند (ہیں) اندل بروں زندہ میانِ جگر زند

غالب برہنہ کا تیرا پنے ترکش سے چلاتے ہیں

(۵) دل سے تری نگاہ جھجک اڑ گئی و دوز کو اک ادا میں رضا مندر کر گئی

ہر ایک شاعر نے برہنہ کے کلام سے سرفہ کیا ہے، یہ موازنہ باعثِ طرائف ہے اور انصاف

کا خا ہاں ہے سرفہ کی چند روایتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) تو دادی خطِ آزادی بے سر و سمن ہم (برہنہ) گرفتِ خطِ عہد بندگی از قمری من ہم

(۲) سر و سمن بھی بندہ آزاد اسی کا ہے (زندہ بھئی) جس رشکِ گل کا لالہ و امی غلام ہے

(۳) چنہ سے باید بخش زلفِ پریشان دیدن (برہنہ) صورتِ کفر و آئینہ امیاں دیدن

(۴) دیکھا میں کے منہ پر زلفِ سیاہ غم کے یہ خنوتِ رائے کیا زیب دی ہے کفر نے اسلام کے تئیں

(۵) جو ہر چہ نیست محبتِ نیکان تراجہ سود (برہنہ) چو رنگ ہم تر از دے گوہر نشہ

(۶) اہل کو صحبتِ نا اہل سے نقصان نہیں (راجہ بھائی) یعنی ہم پر تر از د میں ہے ذہنی سر کا

(۷) گلِ رویش چو یادِ میکرویم (برہنہ) انشیک خود را گلابِ سیدیم

(۸) گوشتی ہے گلاب کی صورت «ختر» او گلِ تیرے ہناتے سے

(۹) آتشِ حکمہ، سیدہ ما بر سرِ جوش است (برہنہ) تارِ مرہ برودیدہ ماضعہ فردش است

(۱۰) سمجھ کے تازہ گرفتار گرم جوش مجھے دلاں ہی ہے نگاہِ احسب فردش مجھے

(۹) ہرگز بشیم طس صبح نے رسد (برہن) گونئی بہر تیرہ دلاں آفتاب نیست

(۹) تیرہ دل کی بزم میں جام شراب آتا نہیں (نیم کھڑی) جاہِ ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہیں

(۱۰) با عشق ز دور رس چہ کند غفل دور بین (برہن) بافتاب حاجت زور چراغ نیست

آگے اُن کے فُورغ پانا نسیم، سورج کو چراغ ہے دکھانا

(۱۱) تاب ہجران کے لئے آرد (برہن) مگر اُن کس کو آہ نہیں جگر است

پتھر کی اگر کہوتوں ہوں نسیم، فلاو جگر کہوتوں میں ہوں

(۱۲) کجا درین کند نیم ناں زمن چو ہلال (برہن) کسے کو قرض تمامی بافتاب وہ

قرضِ خور کو دیکھ کر نکلیں رکھ ہمیں صبح نسیم، تا دہان شام پہنچتا ہے رازقِ ناں صبح

ہر چند بے بگِ خار ہ سازم (برہن) با سنگ دلاں چہ چارم سازم

ہر چند جو اگلے اہل فن تھے الخ نسیم

پندت دیا شکر صاحبِ کلامِ نظم اردو کے بادشاہ ہیں کیونکہ نظمِ اردو میں کلنِ نسیم

سے بہتر آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، آپ کا حق تھا کہ اپنے بھائی (برہن) کی جدتِ آمیز ترکیبیں

خوبی کے ساتھ استعمال میں لائیں، اور انہیں زبانِ اردو کی بحصال میں ڈال کر ملکِ باندانی

میں رائج و مروج کریں، چند دلچسپ مثالیں اس لئے یہیں لکھیں گی ہیں

فارسی زبان کے اشعار کا مقابلہ ایک طویل عمل ہے، اور ہر ایک کی سمجھ سے باہر اس لئے

محض ایک ہی شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے، برہن اپنا حساب دل ساتے میں ہے

(۱۳) نادان اگر ذلعل دی در حساب نیست تو دل شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

ابو سنہ مجروح ہر درجہ عشق است کجا بخاطر من بگذر دُعبار کے

برہن کا کیر کمرِ حقیقی شاعر کے لئے یہ از بس ضروری ہے، کہ اُس کی زندگی و چال چلن

دنوی آلودگیوں سے قطعاً پاک ہے، کیونکہ شاعر حقیقہً ایک ریفاہ مر ہے، اگر اُس کی خوات خود

ریفاہ سے خالی و بیلن ہو، تو اُس کے کام کا اثر انسانی مراحلِ زندگی کی رہبری سے بے اثر ہوگا

۱۔ کہ نہ ہر اہلِ دگر بریدی جو در لاطمِ اہلِ شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ لا علم

انسان کے لئے نہ روپیہ، نہ اختیار، نہ ہوشیاری، نہ شہرت، نہ آزادی، بلکہ نہ لیاقتِ علی ایسی ضروری
 ہے، جیسی کہ نیک چلنی، اُس نے دُنیا داروں کو بچا، آزادیِ حصولِ زر سے بیزاد کرنا ہے، اختیارات
 کا جائز استعمال کھانا ہے، ہوشیاری سے نیک کام بتلانے میں، وہ آزادی کے ثمر فیاض راستہ پر
 چلاتا ہے، مذاقِ سلیم پیدا کرتا ہے، یہ نفسِ اُسی وقت تعویذِ جان بن سکتی ہیں، کہ اُن پر نیک چلنی
 کا متر پھونکا جائے، ورنہ اپنے ناقص چلن کے خلاف ایسے اچھے خیالات کی تلقین کرنا، سوداے
 پریشانی ہے، وہ شاعر جو غرورِ شراب پیتا ہے، دوسروں کو ٹیپس کا مشرب نہیں پلا سکتا، اور اُنھیں
 یہی شاعری ہے، رائے ایلان کی لائف اور شاعری لکھنے کے بعد، یہ ضروری نہ تھا، کہ آپ کے
 چال چلن کا کوئی خاص ہیڈنگ قائم کیا جاتا، مگر میں اس میں دکھانا ہے، کہ برہنہ کے کلام
 کی قبولیت اور اُس کے اثر کا کیا راز ہے،

اس کی زبانِ مستم سے ایک لفظ ادا ہوتا ہے، دماغِ رفتہ نشگفتہ ہو جاتا ہے، جس طرح
 آفتاب کے طلوع ہوتے ہی تاریکی دُور ہو جاتی ہے، اُسی طرح اس کا شرپرستہ ہی لذتِ نہانی
 حاصل ہوتی ہے، طبعیتِ کثافت سے پاک ہو جاتی ہے،

اُس کے کام اور کلام سے پایا جاتا ہے، کہ وہ قانع اور صابر تھا، دُنیا کی ہر طرح کی برائیوں
 سے اُس کا امن پاک تھا، لذتِ روحانی سے اُس کا ذائقہ کام و دہاں متلذذ تھا، جامہٴ دین
 چاک کرنے پر تیار تھا، کیونکہ خود داری اور غیرت نے اُس کے دل و دماغ پر بڑی شجاعت
 کے ساتھ قبضہ پار کھا تھا، دماغِ فیض اور کردارِ زانہ کے اجتماع نے اُس کے دلِ صافی پر
 خاص اثر کیا، اور شہزادہ وار انسکوکہ کے واقعہ قتل کے بعد اس گردشِ گردوں کی ہرزہ گردی
 نے راہی کے شٹھ کاٹھ کی ہنڈیا سمجھائے اور اُس کا انجام وہی ہے، کہ جو ہر دانشمند نیک چلن
 کے ہاتھ میں ہے، وہ تارکِ لُذنیہ ہو کر کاشی جی چلے گئے، اور اپنی بقیہ عمر عبادت و ریاضات
 میں صرف کی کہ جو اُن کے لئے موزون کھتی،

لکھا ہے کہ وہ جب کاشی جی قیام رکھتے تھے، تو منہی کرن گھاٹ کے کنارہ ایک

خض کی گٹیا میں رہتے تھے، صبح اٹھ کر کے جب بھجن پاٹ سے فارغ ہو جاتے تھے، تو قلم و دوات
 لے کر دریا کے پار چلے جاتے تھے، اور آدھی رات کے بعد واپس آکر کچھ کندھوں لکھا کر پھر عبادت
 میں مصروف ہو جاتے تھے، پہلی میں شاہجہان بادشاہ کی بادشاہت میں بادشاہی کے زے
 لستے تھے، وہاں کنوڑ دل کے بادشاہ بن کر دونوں جہانوں کی بادشاہت فرماتے تھے، انہی کو
 سلام نہ پیام نہ آؤ، ہو کالین نہ آؤ، ہو کا دین، چنانچہ خود فرماتے ہیں:۔

تراز گردیش گردوں ہرزہ گرد چہ پاک اگر کنوڑ دل آرمیدہ بنیشینی
 یہ شعر عہدِ مذکور کی ہرزہ گردی اور اپنی گوشہ نشینی کی سچی تاریخ بیان کرتا ہے

خاکسار بہارِ سنائی

کلیاتِ برہنہ

نقادی فہرستِ سخنِ برہنہ

(بہارِ بزمِ نشر)

جو اہلِ نشر رائے راہیان | گو ہم اپنی بے بضاعتی علم سے رائے راہیان کے اقسامِ مخموری پر
مفصل و جامع مضمون نہیں لکھ سکے، مگر تاہم جس قدر لکھا جانا ضروری

تھا، لکھا گیا، اگر کوئی صاحبِ ہمت ہو گا یہ کی وہ پوری کرے گا،
عظیمہ الہی کا یہ قاعدہ لکھتے ہیں، کہ اگر کسی کو کسی خاص علمِ دین کا ماہر بنانا ہے، تو دوسرے
علوم سے بے بہرہ، مگر مستثنیات ہر جگہ ہیں، صدیوں بعدِ دنیا میں ایک ایسا شخص بھی پیدا کیا جاتا ہے،
کہ ہمہ دان ہو، اسی طرح سے جو صاحبِ قلم، نظم لکھ سکتا ہے، نثر کے میدان میں رہ جاتا ہے، اور جو
نثر کا شہسوار ہے، وہ عرصہٴ نظم میں آجائے، نثر ان کی اقلیمِ اول قلم و نظم ہے، اور اقلیمِ دوم نثر،
وہ باغ ہے، اور یہ صحرا، دونوں میں جو فرق ہے، ظاہر ہے، جس قدر شعر اگزرے ہیں، اُن کی نثر کا پتہ
نہیں، اور کس طرح ہو، جبکہ وہ لکھ ہی نہیں سکے، دنیا نے ایک مسعدی پیدا کیا، جو نظم و نثر دونوں
لکھ سکتا تھا،

برہنہ دراصل قلم و نثر کے شہنشاہ تھے، مگر طبیعت کی موزونی اور صحتوں کی یکجائی نے
نظم لکھنے کے لئے آمادہ کیا، اس پر ایسا لکھا کہ جیسا حق تھا، اور اس قدر لکھا کہ دوسرا لکھ نہیں
سکا، گو آپ کی تمام تصانیف نثر میں نہیں ملیں، مگر جس قدر ملیں، اُن کا تقاضا ہے، کہ مجموعہ
کلامِ نثر یعنی بہارِ بزمِ نشر کا انتظار نہ کرتے ہوئے، یہاں آپ کے کلامِ نثر کے بھی چند

غونے پیش کئے جائیں اور دکھلایا جائے کہ اگر اہل سخن کچھ لکھتے ہیں تو اس طرح لکھتے ہیں، ورنہ خاموش رہتے ہیں، بہرہنہ نقیض معنی کج تو اذ دید کہ دیدہ آنکے کہ بے لہر است

رائے ایان کے کام و کلام کی خوبی

برہر زبان برزواں بگذر و سخن

آئیں اہل سخن میں ادا کست

انکے تفہیم و ضبط مراتب سخن پر ہے

ہے اگر اس کی ہر جہں زبان سے نکلتے ہی ادنیٰ دالوں پر بازاروں میں فروخت ہو کر پوڑیاں باندھ

کے کام آتی ہے یا زبان کو نکلتی ہے لہذا میں اڑ جاتی ہے اگر بازار نقادوں میں آتی ہے

ناقض سمجھی جاتی ہے اور کچھ قدر وقت نہیں پڑتی، درحقیقت ”کلام“ وہی ہے کہ جس میں

کلام نہ ہو، اور مقبول عام ہو، مگر یقیناً حکیم عفا رکھتی ہے

ضبط مراتب سخن پر اہل سخن و درکار ادنیٰ عطار و دو کا مذاک بھی لکھنے سے نہیں چوکے، لیکن

حقیقت یہ ہے کہ اس مغلطہ اور دقیق مضمون پر کوئی بھی حادی نہ ہوا، باقی جو کچھ ہے لاف و

گداز سے زیادہ وقت نہیں رکھتا

میر حسن نے بھی اپنی مثنوی میں جیسے اُس کے ممدوح سحر البیان لقب دیتے ہیں اور

جو ادب اردو میں بے مثل بیان کی جاتی ہو، تو تعریف سخن کی شرفی سے ”سخن“ کی تعریف کرنا

چاہی ہے، ملاحظہ ہو۔

در تعریف سخن

- (۱) چاہے مجھ کو ساقی نثار لب سخن کہ مفتوح ہو جس سے باب سخن
- (۲) سخن کی مجھے نگر و نرات ہے سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
- (۳) سخن کے طلب گار میں غفلت سخن سے ہے نام نکویاں بسند
- (۴) سخن کی کریں تدر و مردان کار سخن نام اُن کا رکھے برتدر
- (۵) سخن سے وہی شخص رکھے تہن کام جنہیں چاہے ساتھ نیکی کے نام

- (۶) سخن سے سلف کی سہلائی رہے زبانِ تسلیم سے بڑائی رہے
(۷) کہاں رستم دگیو دافر اسباب سخن سے رہی یادِ یقینِ خواب
(۸) سخن کا مسلہ یاد دیتے رہے جو امر سدا مول لیتے رہے
(۹) سخن کا سدا گرم بازار ہے سخنِ سخن اس کا خریدار ہے
(۱۰) رہے جب تلک داستانِ سخن الہی رہیں متدروانِ سخن
- سخنور اور سخندان انصاف پسند اصحاب بھی میر صاحب کے بد نظریں اشعار پر ہنسنے کے بعد نتیجہ ہرگز نہیں نکال سکتے کہ میر صاحب نے دنیا کی معلومات میں کوئی اضافہ کیا اور شخص سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے سخن کی کیا تعریف کی؟

تہہ اشعار و عانیہ ہے، سوائے شراب اور باب کی قافیہ پیمائی کے کوئی مطلب نہیں، دوسرا شعر اپنی مصروفیات و مشاغل پر لکھا ہے، اور کیا بات ہے، "کا مفہوم ادا نہیں ہو سکا" ہاں "رات" کا قافیہ درست ہے، زبانِ بازاری ہے، ایسا ہی یہ نیک کلام، تیسرا شعر، ادنیٰ خیالات کا مرجع ہے، کیونکہ عقلمند "سخن" تو کیا، "دنیا" فانی کی کسی شے کے طلبگار نہیں ہوتے، بلکہ وہ تو دنیا کی ہر شے کے ترک کرنے میں عقلمندی ظاہر فرماتے ہیں، دوسرا مصراع اصولِ عام کے خلاف واقعہ ہوا ہے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ سخنور نیک ہو، کیونکہ نیک اور چرچہ ہے، اور سخنوری اور چیز اس میں نیکوں و مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، چوتھا شعر، میر صاحب کی غرض و قیامت ہے، اور حکمرانِ دقت کی خوشا بد ہے جا، برائے حصولِ زر، اور یہی خواہشِ شہر کو ذلیل و رسوا کرتی ہے،

پانچویں شعر، کا مفہوم تیسرے شعر میں آچکا، محض تکرار بیان ہے، اور وہ بھی بے لطفی کا، چھٹا شعر بھی اصولِ سخن کے تحت خلاف واقعہ ہوا ہے، کیونکہ سخن سے سہلائی ہی قائم نہیں رہتی، بلکہ بڑائی بھی قائم رہتی ہے، جیسا کہ فردوسی کی سخنوری کی بدولت رستم کی سہلائی کے ساتھ شہزاد کی بڑائی کی یاد قائم ہو گئی، یا حسن حسینؑ کی نیکی کے ساتھ

شعرِ فیروز بیلی کی بدی دلوں پر نقش پا گئی، تیر صاحبِ فردوسی خیال میں رکھ کر لکھتے ہیں، اگر فردوسی کی وجہ سے سلف (گزشتہ) کی بھلائی رہی، کس قدر ناقص و نامکمل بیان ہے، وہ اپنا مہنوم اپنی کمزوری زبان سے ادا نہیں کر سکے، محض لفظ ”سلف“ بمعنی انسان یا زمانہ کہیں نہیں آیا، تاہم فیکہ سلف کے ساتھ ”بزرگان“ یا ”زمانہ“ کے الفاظ ایذا دہنے کے جائیں، یہ معنی پیدا نہیں ہو سکتے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ یہ شعر سخن کی توفیق میں شمار ہو سکتا ہے، یہ تو مکرر سخن ہے، نہ کہ سخن کی توفیق، بہتر ہوتا کہ اس شعر کے اعتبار پر سُرخی، مضمون، ”توفیقِ سخن“ کی بجائے ”مکرر سخن“ لکھتے۔

ساتواں شعر چھٹے شعر کی شرح ہے، اور فردوسی کے تاریخی بیان کی زبردست تردید، اس شعر کا بھی جو سُرخی مضمون سے تعلق ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔
آٹھویں شعر میں لفظ ”یار“ کی تہنڈی کھپت میر صاحب ہی کا حصہ ہے، اس شعر کے ہر دو مصرعے اُن کے غلط دعوے کی صیح شہادت ہے، دراصل وہ ایسی توفیقِ سخن لکھ کر حکمرانِ وقت کو اپنی مالی امداد پر ابھارنا چاہتے تھے، فردوسی کی سخنوری کا مقیدہ پڑے جانے کے بعد آپ کے لگے شعر میں واقعات کے خلاف سُر یا غلط دعوے باندھنا، کہ ”سخن کی ہمیشہ فائدہ ہوئی ہے“ اور سخنوروں کو مال مال کیا گیا، دروغ گرد حافظہ نداشت کا مضمون ہے، لیکن ہم غیبِ سمجھے ہیں کہ یہ حافظہ کا قصور نہیں، تیر صاحب خوب جانتے تھے کہ بیچارہ فردوسی تیس سال محنتِ شاق کے بعد مایوس و نامراد رہا، اُن قدر دانی و بد عہدی کا شکار ہوا، سخن کا صلہ ملنا اور عہود کا جواہر سخن مول لینا تو درست اور قابلِ قرار ہے بھی، انکراف کیا گیا، میر صاحب اگر سخنور ہوتے تو ایسی فاش غلطی نہ کھاتے۔

بدوز و طمع دیدہ ہوشمند برآہ طمع مرغِ ناپاہی بہ بند
لڑاں شعر سخن کی بدترین مٹی پلید کئے جہانے کی شہادت دیتا ہے، کہ جس کی بنیاد

اور نگ زیب کی خوابی کے بعد نام نہاد مخموروں نے ڈالی، یہ شرواقتات کے خلاف لکھا گیا ہے، اور غرض وہی ہے، آٹھویں شعر کا پہلا مصرع اور اُس کے دوسرے مصرعہ میں اجتماع ضدین ہے، اب آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں، کہ کیا یہ تعریف سخن میں داخل ہو سکتا ہے؟

دوسرا شعر بھی وہی اپنی خواہش زر کا اظہار ہے، اور کچھ نہیں، دوسرے مصرعہ میں ”جب تنگ کا جواب نہ آنے سے آپ کی کمروری بیان ظاہر ہے، اور محض لفظ ”دہیں“ لکھے جانے سے آپ کا مفہوم ظاہر نہیں ہوتا، تا دقتیکہ اس میں الفاظ ”موجود“ یا ”قائم“ یا ”پیدا“ اضافہ نہ کئے جائیں، آپ کا تعریف سخن پر نہیں، بلکہ قرعہ سخن پر دشا اشار کا یہ مقصد پڑھنے کے بعد اگلی سطروں میں شاد و وقت کی تعریف کر کے وزیر کی سخاوت کا مبالغہ آمیز ذکر کرنا آپ کی غرض غایت کا پتہ دیتا ہے، ایسے ہی آپ کی تثنوی ہزار ضروری الفاظ ایزاد کئے جانے کی ضرورت رکھتی ہے اب ہم میر صاحب کے ”تعریف سخن“ کے موازنہ کے لئے رائے رابیان کے کلام نثر سے چند سطریں سخن کی تعریف میں اقتباس کرتے ہیں، اس کا فیصلہ اہل انسان کے ہاتھ ہے۔

اگرچہ سخن از ہر جنس در بیان است، اما سخن کے در آن سخن نیا نہ

بسیار کیاب و کمتر بر زبان است، سخن جہاں است کہ اہل عرفان

ضبط طرابت سخن برہنہ

گوئند، اقلی سخن این طائفہ آہست کہ سخن نگود اگر گوئی چاہ گو کہ از باب حال گفتہ اند، اگرچہ غرض اصلی سلوک و درنہین است و کیفیت آئی ازیں و قال و در آخر حال واضح دیگر دو، اما و ہول ہاں مقام عروج باں درجہ، پاس طرابت سخن از شراط است و ضبط سخن از واجبات و عالم از سخن پرست و سخن و در عالم فراوان سخورداں ہر یک سخن بقد حالی ہو کہ گفتہ گشتہ اند و کچھ نہ وقت را بہ مخموری و سخن دانی گرم داشتہ، و بہ طرف چراغ دانش افزوختہ، و سخن ہمیں گفتگو تمام نشود، سخن در سخن بسیار است، نہ بہ سخن داخل سخن است، و نہ بہ زبان آدہ گفتگو باشد، خالی از منہ، علم با دون و لاف از حقیقت زدند، از دانش بود، علم خاص را علامت، دیگر دایں نشا کہ بخی بلند تر باطن آں را کہ از حقانہ حقیقت جام صحت و اند، بہ نشاء ادبی مرفون گرویدند، و ہوشیار آید سائنہ، وہ کہ نہ نافرہ ہے کہ جو طرابت سخن کے اظہار سے خالی ہے

علم و عمل پر فلسفیانہ بحث علم و عمل پر ابتدا سے بحث ہوتی چلی آئی ہے اور انجام کار سب نے یہی کہا جو ہمیں نے کہا ہے

”کوئی بے رشتہ نہ مارے آید راست“ ”کار کن کار کہ گفتار نے آید راست“

رائے رایان نے اس مضمون پر ایسی جامع فلسفیانہ بحث کی ہے کہ سننے سمجھنے اور عمل کرنے سے قفل کھتی ہے، اگر اہل دنیا یہ راہ سمجھ لیں، دنیا کمالیں اور دین کی راہ لیں، اس لئے ہم اپنے گمراہ بھائیوں کی خاطر رائے رایان کی عملی مشعل روشن کرتے ہیں، اسے رہروان راہ عمل و علم موڑ کی رفتار سے نہیں، بلکہ میل گاڑی کی رفتار سے یہ منزل تکسٹن طے کیجئے، اور سفر کی بہار کے کھٹ لے بغیر منزل پر پہنچنے کا نام نہ لیجئے

”فرقہ برائے رشتہ اند کہ علم عمل گرا یہ، ہماں علم بکار آید، دھانڈ میگزین کہ ماں علم خواجہ کہ بعد از عمل حاصل شدہ باشد ہر دور را نظر بر مطلب است، اما آنچه از باب سلوک گوئند اس است کہ اول علم بعد از عمل عمل و پس از عمل عوض حال و استقامت و علم مطلوب بہر رسانیدن است، من خودی آن مسلم کہ بعد از عمل حاصل شدہ باشد، جمع دیگر گوئند کہ عمل بادر گو علم مباد، و بعضی برائے اند کہ علم بے عمل حاصل نشود، مباد باشد کہ سادہ زندگی بعض مہمیت خاص بے تعب کسب از کتاب ریاضت ہے مطلب برود، و سراز مقامے برادر، اگرچہ کرم اور اسباب در کار نیست، آما بقصد آسائے حکم ذاتش درست اسی را در حصول مطالب و فعل تمام است“

رائے رایان کی عمر شریف و گرامی جو دانشمند اپنی عمر گرامی کی قدر پہچانتا ہے، اور کوئی خطہ بجا رہنیں کھوتا، اس کی عمر ”عمر گرامی“ کہلاتی

ہے، ورنہ دنیا کے بھار دے مثل دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں، کہ کسی طرح دن تمام ہوا اور رات ختم ہو، کیونکہ ان سے دن رات انہیں کٹے، اس لئے رایان ان کے مثل بھاری کے لئے یہ نکتہ ذہن نشین کرتے ہیں :-

”آدی اگر بداند کہ ہر روز جمع میکند و چہ خرچ نماید، بجزت فرد فرد، و بہ ندامت در ماند، نفدت

بے عرصہ دے بدل عمر شریف است کہ روئیاں صرف میثود، و حرم دلاؤ ملی چندان است کہ
در تجارت روزگار سراپا خود را بیاورد و مطلع کا سوار رہ باز آرد

دیگر

”بحکم عقل و در اندیش آنت کہ پرستہ نظر باصل کیفیت حال داشتہ اخلاصہ اوقات را مصروف
پنجیں کسب کمال باید نمود“ دیگر گرامی را عزیز دانستہ ہر نشتہ کہ بہت در پاس رات بقا آنت
برہمن جو وقت کا قدر دان تھا اُس کی زبان سے نصیحت آنت
مذمت تصنیع اوقات کی مذمت بھی ضرور پیدا چاہئے۔

”آئے عزیز عمر عزیز لیکر کوتاہ لبر آمد درہ بکاسے بزد“ و غیر از مذمت و تحذیر تا صفحہ ۱۸۱ گشت
حیف از تصنیع وقت کہ عین وجود عین یافتہ است اہر کہ دریں یافت یافت اہر کہ نیافت نیافت
و ہاں غلطی است بر آوی زاد خدا غریب ہجرت ہجرت کند فواب جنت کاب قدر دان علامۃ العصر
والکہ دران افضل خان را اگر حرفے از مقام نادانی بگوشت حقیقت پوش ایشان میریدہ آن
محققانے ایں دو مصرعہ کہ از طبقہ ناقص ایں نیازند سرزد و عمل سے فرمودند

بیت

صغیرے عند لب از جا بردا بل محبت را کہ حرفے گفت نادانی بدل و نا زندان
روزے ایں ضعیف شکستہ دل در خدمت آن مرحوم دانش رہنگار سخن را گرم داشتہ ایں معنی را
در میاں داشت کہ تصنیع اوقات مذید تراست از مغافرت روح زیرا کہ ایں بریدن است
از خالق و ایں رسیدن است از خالق

بیت

گجست از ہر باز بچ حرفے کہ پند سے گیر و صاحب پوش
لذات غفران پناہ را بچہ دستار ایں سخن کہ ناخن بردہاے آتش میندہ حالی و گر گوس شدہ بافتہ
اشک بند است کہ فوج وقت طبع و حاصل صفائی باطن است از بختہ از حاسے بجاے شغل گردیدہ از

انہیں اپنا چند درجوں کو لبیک کہ دفترِ سیاہ و عمر با کونناہ شد سخن بجائے ز سید مصراع

ہزار سنہ نوشتہ پیش از اس باقیست

طریق اعتدال پر موثر تقریر | اعتدال کے سب گیت گاتے ہیں، لیکن حبیبِ عمل کا دقت آتا ہے، افراط و تفریط کے گڑھے میں گر جاتے

ہیں، رائے رایان اس غار سے اس طرح نکلتے ہیں، وہ اپنے بھائی اودے بھائی عقل جیتے ہیں۔

”دل و دانا و گوش شنوا، چشم بنیاد تن توانا نصیب باد، کمال دانائی آنست کہ در شب و فراز

و خور و زکا و بختناست عقل و در بین راہ باید رفت، و با وجود خرد و درست معرفت بجز بقدر و

تادانی خرد باید بود، و بنیادی چشم عبارت از آنست کہ نزد سبے برد و زکار را باید ہ

یقین طوطا نموده، الغریب این عروس پر نقش و نگار از جاننا شد و گوش شنوا مراد از آنست

کہ مراد علیٰ بزرگوں و پند اسباب خرد را گوش ہوش جادادہ، از طریق اعتدال تجاوز

نہاید نمود، و تن توانا محض از برائے اس مطلوب است کہ خطے در ادکان و جود دہا نیاید و

سلاحی طبع و در شئی مزاج و تازگی و ما رخ باعث ظهور کار ہائے خگون گردد“

ایں باب از مندا با وجود عدم خرد و آگاہی محض میں صحبت بزرگانِ پاس این مراتب دانستہ

بر کشتہ اعتدال را از دست نیندہد باشد کہ برود پر ایام سراز مقامے بر آورد“

رائے رایان کی ترک آمد | رائے رایان کی تحریر کا اثر محض اس وجہ سے ہوتا ہے، کہ آپ جو لکھتے ہیں، اپنے عمل اور تجربہ سے

لکھتے ہیں، وہ محض لکچر انہیں، بلکہ عامل ہیں، اور سخی کے ساتھ، وہ دنیا داروں کو دھوکے سے اس طرح بجاتے ہیں۔

”خوشا شاہبا زان بیدار مغز کہ گھٹان تنہا بمشام استغنائش ز بیدہ، و نسیم

بوستانِ تعلق بر حدائقِ امالی شان نور زیدہ، ہمیشہ در گھن کی رنگی و بہارستان،

کیک جیتی با تنقائش جادوائی زندگانی کنند و چو مرغِ بیان و پادمان کشیدہ، و رعالم

کڑت مٹانے جلوہ وحدت نماید، چوں رہوئے وادئے اخصاص قدم براہ گذارد، او غمزد
وصافی عقیدت یعنی طریق اُودشود، و نفس پائے رہنمائے اُد گرد، چراغ شب تار و دہر رود گرد
چشم دور بین آست، و آفتاب صبح دولت و کاروائی، دل خرد گزین مراد و چشم شب تشنگان غلظین
جلوہ آب و ہر د آب در زیدہ کوتاہ نظران سرب نماید

رائے رایان کی تدبیر و تقدیر | اگر آدمی تدبیر میں رہ کر تقدیر پر شاکر ہو، تو آدمی بن جائے
اور دنیوی تشکرات و آلام سے نجات پا جائے، یہ طریقہ کیا

رائے رایان سے سنئے :-

”چوں تہرہ اختیار و رششدہ بر تقدیر است، پس ہر نقشے کہ بر تہ حال بنفید، بر رخ بود“
اس لئے رایان کا معراج دینی و دنیوی صورت و معنی اُن کے
عجز اور فرد تنی کا ثمرہ ہے، کہ جو اُن کی ہر ایک گفتگو اور تقریر

کا طرہ امتیاز ہے، آپ کی کل لسانیف و کھیلچے، نمود و نمائش، نقلی و عوامی، عز و درخوت،
کا شائستگی نہیں، دین و دُنیا کے فتح کرنے کے لئے وہ یہی وعظ فرماتے ہیں، ذرا وہ الفاظ
سنئے کہ جو اُن کی تحریرات کا جزو اعظم ہیں :-

”ترجمہ شکستہ رقم گردانید باصلاح ہر راند، کتب سعادت سے نمود، ایں نیاز مند کہ از بند ہائے
زمینت کہ وہ، ایں ذرہ بے مقدار، قلم شکستہ قلم، نظریہ بہت بشیر بریں مور بصیف بود، باصلاح حقیقہ
مجلس سامی و رآید، اُستعدا اصلاح نماید، غزل کو در اُلی از طبع اقص سرزدہ بودہ ایں است،
باصلاح منت بریں نیاز مند گذاردند، زخم پذیر ملک نیاز گشت، ایں حقیقہ، و حیرہ و حیرہ“

رائے رایان کا نظارہ گلشن صبح | دور حکومتِ غربی، شاہ شہر کی ذرہ نازدلیوں سے
یترہ و تارہ ہے، اور یہی باعث ادوار ہے، اس

دولت بیدار کا دیدار وہی بیدار بخت دیکھتا ہے، جو صبح صبح وقت پیدا ہوتا ہے، لئے خفہ بخت
ہندو لو! اٹھو! دیکھو رائے رایان تمہیں کن مینے سروں سے جگاتے ہیں، اُسے کہ نظارہ گلشن صبح

کی بہار کوٹوا۔

پیش آتا کچھ شہنشاہِ بزرِ اعظم زمین و زمان را در گیرد، و در نزدِ مرغِ بحر ہر دہائے ادبِ خالِ نالِ خند
بہ سیمِ دلکشا سے دراطِ عطرِ آفتابِ گلشنِ صبحِ سرازیرِ خوابِ برداشتِ نفاذِ رگی، دینِ گلستانِ پُر رنگ
دوبلایند، خوشحالِ کسے کہ مرشدِ وقت را در دستِ داشتہ، پاسِ این دولتِ یارِ بارِ دادِ دہر

دمِ حال را نا پائدار تر از ماضی و المستدم را پس شمارد

شبِ ماہِ رائے رایان | شبِ ماہِ دُنیا میں اگر کسی کو پیاری نہیں، تو دُہ چور میں، مگر ہمارا
اُن سیاہِ دلوں سے خطاب نہیں، مخاطب کرتے ہیں، ہم اُن روشن
دلوں کو جو نوزانی رات کا لطف اُنھانا جانتے ہیں رائے رایان سے بڑھ کر ان راتوں کے لطف کا
مزہ لوگوں نے کم لیا ہوگا، اس کی کیفیت رائے رایان سے سُنتے :-

”شبِ چہار دم ماہِ است، او این شب را در بلیایِ و ایامِ منزلی دیکھا است اما عالمِ افروز
در کمالِ دریں شب بہر سادہ، و دمِ مساواتِ بصبحِ نوزانی تمامِ میزند، بازارِ چراغِ کہ رونی
معمور و دگر است، در پیشِ روشنیِ این شبِ کاسر است، و آفتابِ تیر کہ ظلمتِ زوایِ آئینہ
جہاں است، فردیغِ جادوئی نہیں شبِ و ام سے گیرد، و جمعی ہنشا ہنِ ہالِ ابو و دلسبران
ماہر سے بگردشِ جامِ گردشِ فلکِ را بکامِ خود میدانند، و جمیعِ بغوغِ خاطرِ نوزانی صحبت
روحانی داشتہ، مطالباتِ صوری و معنی را در آئینہ ضمیرِ مشاہدِ میثابید، کہ با اتفاقِ یکدگر
در حرمِ یک رنگی تماشا سے این شبِ نوزانی نمایاں دیدہ برچہرہ معصومِ کشاید، یقین کہ قدم
در راہِ خواہند گذشت، و نظرِ براہِ خواہند داشت“

رائے رایان کی شبِ باران | ہند یوں کے پٹھردہ دل اب اس قابل بھی نہیں ہے
کہ کیفیاتِ قدرت سے خطِ آئینہ سکیں، جو نظارے

جذباتِ انسانی کو حرکت میں لاتے تھے، اب وہی نظارے، بہنیں پریشان اور بے چین
کئے ڈالتے ہیں، یہ اندر دگی دُور کرنے کے لئے نسخہ رائے رایان قابلِ استعمال ہے اور

نثر ابویں کے لئے مخصوصیت ہے

”نبی از شہبائے شہر یزداد الہی کہ چشمِ فلک چوں دیدہ مشاقاں گہر ریز درخشاں بود و صدائے
 مدد و صاعقہ فروزش ابر و باران، و نوازے ترخانِ حین دلہائے افروزہ را بکیش در سے آورد
 از غایتِ خلعت و نہایتِ تیرگی آفتابِ جہاں افروز را و صبح را گم کردہ، و در کوچِ شب
 میگشت، بیا و صحبتِ گرامی آں آفتابِ صبحِ محبت و خورشیدِ خاور و مودتِ صبحِ آسا چاک
 گریباں زد“

کلماتِ پیر

تقادی تقدیریں برہن

برعن کی شاعری پر ایک منصفانہ برداشت محکمہ

۵ اشعار آبدار بر زمین و گوهر است

پُرکرم از جو ابر معنی

از منہ قدیم و جدید کی شاعری

فاسکد بہار عام شاعروں کی طرح شاعری پر کوئی مزار داستان یا گلدستہ لکھنا نہیں چاہتا، مگر اس قدر ضرور لکھنا چاہتا ہے کہ حقیقی شاعری وہی ہے، جو انسان اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر کھجے، بلبلان بہن چھپاتے ہیں، کہ وہ چند الفاظ ہیں، کہ جن سے بے حس ہستی بھی محرکات ہو جائے، یا لفظوں کی ترتیب ہی ایسی ہو کہ صفحے بھی آن کی تشریح نہ کر سکیں، شاعری ایک ساز ہے کہ نفسا طبعی، کہ جو فلاد، تگرہ پر بھی اپنا سکھ جما دیتی ہے، بلقان عرب اطلا عدیہ ہیں، اشعار کا مزار جن شرفا گرد خدا، نذناصل فارسی

کار لائل لکھتا ہے، کہ ”شاعری ایک موسیقانہ خیال ہے“ جہاں سن کے نزدیک
وقت متحدہ کے توسل سے انبساط اور حقیقت کو ملا دینا ہی شاعری ہے، ”سفیت گیسٹ لکھتا ہے“
کہ ”اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ شاعری کیا چیز ہے؟ میں کہوں گا کہ میں نہیں جانتا، اگر مجھ سے
پوچھو تو مجھے معلوم ہے“ شیلی شہرے کرتا ہے، کہ ”شاعری میں وقت متحدہ کا انکشاف ہے“
گر سبکین کا بیان دل پر چڑھتا ہے، وہ پتہ دیتا ہے، کہ ”شاعری انسانی قلوب کے لئے
ان امور میں تسکین دہ ہوتی ہے، جن کا فطرت نے کوئی انسداد نہیں کیا“

دراصل حقیقی شاعری ہماری نگاہوں میں وہ تجلی پیدا کرتی ہے کہ جس سے ہم حقیقی حسن
کی جلوہ افروزیوں سے لذت اندوز ہوتے ہیں، اور روحانی انکشافات کے دروازے ہمارے
آگے کھل جاتے ہیں، وہی حقیقی شاعر ہے کہ جس کے قلم میں مشاہدات کے اندر اک کی قربت ہو، اور
ایسی طاقت رکھتا ہو کہ اپنے مشاہدات اور محسوسات جذبات اور کیفیات ایسی دل آویزی سے بیان
کرے کہ ہمارے دل و دماغ میں تصویر کھینچ جائے، اور ہمارے جذبات مشتعل ہو جائیں شاعری
دراصل جذبات کے مشتعل کرنے کے لئے رشیوں نے وضع کی تھی، اور اس کی ابتدا وہی سے
ہوتی ہے، کہ کلامِ ربّانی طبائعِ انسانی جلد از جلد قبول کر لیں، اور اپنے حافظہ میں محفوظ رکھیں،
کیسا پاکیزہ خیال تھا!

شاعری دراصل ایک آگ تھی، کہ جس سے ہوتوں کی آگ سلگانی جاتی تھی، نتیجہ یہ ہوتا
تھا کہ جس سے مجرب صحت تباہ کن جراثیم تباہ دہا مال کئے جا کر پاک دھات مطلع پیدا ہو جاتا
تھا، ابر رحمت نزد فرماتا تھا، دل و دماغ آوازہ کئے جاتے تھے، اور بچھے ہوئے دل تنگ
کئے جاتے تھے، اس کے روحانیت کی دلی پذیر غذا کچائی جاتی تھی، گلاب وہی آگ انگریزی
تہذیب یافتہ شہروں کی طرح غلاطت جلائے جانے کے کام آتی ہے، جس سے فوفاک
جراثیم پیدا ہوتے ہیں، مطلع زہر آلود ہو جاتا ہے، بارش رک جاتی ہے، دل و دماغ پراگندہ
ہو جاتے ہیں، اور نگہنی پڑ مردگی میں تبدیل ہو کر ایک عام غرابی ابروی بھیلی ہے، ابتدا یہ

اور انتہا پر سے غریبہ اس شاعری سے بڑھ کر اب اور کوئی مغرباً اخلاق لکھ نہیں
 سے طوطی شکر فردش دکان زمان من
 مکتب نیک چش نکو افتائی منست

خصوصیات کلام برہمن

برہمن کی شاعری پر تنقیدی نظر دالنا حقیقتاً کچھ آسان کام نہیں، اُن کا لوگ
 طریقیان یعنی مذہبی شنف، خوبی سخن، رموز الہی، اسرار مخفی، وحی، جدت طرازی، بلند پروازی،
 جہم رسا، رعبت فکر، عظمت تخیل، معلومات، پتہ کی باتیں اور صنائی و چیزیں ہیں، کہ جن کا مصنف
 کی منشائے موافق سمجھتا، اور اپنے الفاظ کے ذریعہ بیان کرنا، ہماری استعداد سے بالا رہے،
 غالب اسلامی حکومت کے چراغ گل ہو جانے پر بھی کہا کرتا تھا، کہ ”ہندوستان
 کی دہامی کتابیں دھو میں دھوپ مقدس، دیوان غالب، لیکن حقیقت کے مقابل میں شربی
 کی یہ ایک کج اس ہے، دھوپ مقدس کی ایک بچہ بھی اُس کے خاندان نے نہ سنی ہوگی، اُس کے
 یہ دعوے ایک حماقت کا مزہ چکھا دیتے، اگر وہ اپنے دیوان کو قرآن شریف کا ہم پل ٹھہراتا،
 فتویٰ کا فرقرار دے کر حماقت کا مزہ چکھا دیتے، اُس نے دعویٰ دراصل یہی کیا ہے، مگر کیا یہ
 میں دھوپ مقدس کو نہ سمجھا سکتا ہے، اور کون سمجھ سکتا ہے“

لیکن ہم کلام برہمن کی نسبت کہ وہ فارسی زبان میں ہندوؤں کا ایک شاعر ہے
 کہہ سکتے ہیں، اور اس میں وہ سب راز و نکات پنہاں ہیں کہ جو اُن کے شاعروں میں قطعاً
 کئے گئے ہیں، پھر تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ شخص ہے، کہ جو برہمن کے کلام کے مطالعہ کے
 وقت محسوس نہ کرے کہ ان خیالات کے قلمبند کرنے والا حقیقی ماہر نہیں، جسے شاعری
 پر پیشہ کی طرف سے خصوصیت سے مطلقاً کئی گئی تھی، اور اس لئے کہ وہ ہندی فلسفہ فارسی
 زبان میں وقت کے تقاضے پر بیان کرے، جیسے کہ سنسکرت کا چرچا کم ہو جانے پر طبیعت اس جی
 نے سبھا میں رامائن پرچی

برہمن کی شریں بیانی، مذاق سلیم، درخشاں لافٹ نے ایسی ولادیز بنا دی تھی کہ اقلیم سخن کی

کوئی فارسی نظم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، برہنہ کا ہیبت و انبساط، رنج و غم، انسانی زندگی کی کردہات اور اُن کا علاج ایسا صریح الفہم ہے، کہ اپنے ذہن کے موافق ایک کند ذہن بھی یہ اثرات محسوس کرتا ہے، اور ذہن بھی اس میں مجروح دمسکون و نرکتسکین دینے کی طاقت بھری ہے، وہ میدان سے انسان بنا سکتی ہے۔

کلیات پڑھ لینے کے بعد ہر شخص اس حقیقت کا قائل ہو جائے گا، کہ برہنہ کا کلام فطرت کے ہر ملکِ راز سے پُر ہے، برہنہ کے قوتِ خیالی کی پرواز، طرزِ بیان کی بے غلیظت و صحتِ نظر، عالمگیر مہمِ ردی، انسانی اغوت اور جوہرِ تاثیر نے انہیں اُس درجہ پہنچایا ہے کہ جہاں آج تک کوئی نہیں پہنچ سکا، اُن کے کلام میں شاعرانہ تخیل کی عظیم الشان پُر شکوہ جگہیں ایسی ہیں کہ جو ہمیں اپنے خیال کی مدد سے اصلی راستہ پر لے جا کر فلکِ مقیمین پر چھوڑ دیتی ہیں، جہاں ہم زمیں و آسمان کی سب چیزیں دیکھ سکتے ہیں، اُن کے خیالات اس قدر شریف و لطیف اور نازک ہیں کہ انہیں کوئی دوسرا برہنہ ہی قلمبند کر سکتا ہے، برہنہ عابد و پارِ ساتھے اسلئے اُن کے کلام میں عامیہ خیالات و محاورات حکمِ عفا رکھتے ہیں۔

غزلوں میں بلند پروازی، شوکتِ الفاظ، نازک خیالی، نازکی، ہندس، اصفائی کلام، صحتِ زبان، چستیِ ترکیب، خوبیِ محاورہ و خیالاتِ اعلیٰ، اُن کی زبان کے زیرِ بارِ احسان ہیں، اور صفتِ عامِ نثری نے انہیں ایسا آسان کر دیا کہ ایک معمولی تعلیم یافتہ کی زبان سے آہ اور دوا نکال لیے میں، جاو کا اثر رکھتے ہیں، چستِ ہندس، جسبتِ ترکیب، مسبتِ تن اُن کے کلام کی خوبی ہو گئی ہے، الفاظ کا شکوہ، بیان کی روانی، معانی کی بلندی، خیالات کی وسعت اور مختصر بیانی کی کیفیتِ جامِ گنگا جل ہے، کہ خیال کرنے، دیکھنے اور پڑھنے سے سرورِ ابدی پیدا ہوتا ہے جس سے ہر انسان مجذول ہو کر بے خود ہو جاتا ہے، وہ با کمال، یہ رازِ خصوصیت سے سمجھا ہوا تھا، کہ اداسے مطلب کے لئے اصفائی بیان، خوبیِ محاورہ اور اصولِ زبانِ قربان نہ کر دینے چاہئیں۔

لے شکر کیا ہے؟ ”آہ“ ”واہ“ ”اے“ جس سے بردن کی بھڑائی ہے چوٹ (دراورد ہوی)

یہ سادات اُسے ہی نصیب ہو سکتی ہیں، کہ ہر طرح کے علوم و فنون پر قادر ہو، اور خدا کی جناب سے یہ سادات عطا ہوئی ہو، اور ان کی زندگی ہر طرح کی دنیوی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو،

برہمن جس حقیقت کا پجاری ہے، اور دراصل زندگی کا مثنوی وہ فطرتِ انسانی کے دقیق اور متعلق ترین مسائل کا اس طرح انکشاف کرتا ہے، کہ کوئی دوسرا کہہ ہی نہیں سکتا، آپ بزمِ سخن میں اُس وقت نغمہ زار ہوئے، جبکہ اسلامی بلکہ فارسی کے عروج کا آفتاب نصفِ انہما پر چھا، ہندوؤں کا مذہب و علم تباہ و برباد ہو چکا تھا، ملک میں ہر طرف اور ہر طرح پریشانی کا راج تھا، سخت ضرورت تھی کہ ہندی فلسفہ فارسی زبان میں ظاہر کیا جاتا،

ان کی شاعری کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مطالعہ کے بعد ہر ایک شخص کو یہ احساس ہوتا ہے کہ برہمن اُس کے جذبات سے بڑھ کر اُس کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے، آپ کی طبیعت میں بے ثباتی و متزلزلت کا دعاء، بھوری، منوروی اور تسلیم و رضا کے جذبات عالی قدر شہزادہ و آرا کے ظالمانہ قتل کے بعد پیدا ہوئے، انسانی رنج و غمی کا احساس، ہمدردی و محبت کا سینا عجیب پر مثنوی و دل کش الفاظ میں اظہار کرنا، ارد گرد کے واقعات نے سکھایا، درحقیقت وہ ایسا تصور ہے کہ جس کی قلم کی ایک گروہش ایک خاص مثنوی و اثر رکھتی ہے،

عربی و طالبِ غزلیات کے انوری و خاقانی قصائد کے اور ابوالفضل و نغمہ پوری نثر کے بادشاہ شمار کئے جا رہے ہیں، مگر کلیاتِ برہنہ کے آفتاب کے طلوع ہوتے ہی ان کے اصنافِ سخن کا نور ایسا درخشان ہوگا کہ سب لوگ اپنے اپنے گھر کے مٹی کے چراغ گل کر دیں گے،

حسرتِ ہوامانی تسلیم کرتے ہیں کہ۔

”ان کی زبان نہایت شستہ معلوم ہوتی ہے اور بندشِ صامت، مطلبِ باطل عام فہم، ترکیب

درست ہوتی ہے، اور لہجہ بعض مقامات پر نہایت خوب“

میرزا سلطان احمد جو نہ ہی رنگ میں بُری طرح سے رنگے ہوئے ہیں، بڑی حیرت

سے لکھے ہیں کہ :-

”ہم جانتے ہیں کہ بدلت چند بھان نے سلسلہ رفات جو غزل لکھی ہیں، وہ بھی ہندو ناطقین کریں، ناکہ پرگ کے کہ مسلمانوں کی حکومت میں ہی ہونے فارسی اور عربی کے پڑھنے میں کس قدر ہمت اور شوق دکھایا، ناظرین یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ کون عہد کے ہندو شاعری میں کتنا شوق اور مذاق رکھتے تھے، اور ان کا ذہن بھی ہر زمانہ میں کیسے کیسے پاکیزہ اور لطیف ہونے دکھاتا رہا“ (دماغ اور سال زمانہ)

یہ خصوصیات، کلام برہمن میں کیوں تھیں؟

برہمن ازلیب ہندی نژاد اداں نگہ مسیگر
زبان فارسی و تازی و ترکی سنے دانہ
سنگوت کے جس فی مشہور دیکھتہ رنگد رے یا غیر معروف ہیں، وہ جیب کوئی کبت یا دودیا نظم کرتے تھے، تو اپنا مطلب غبی بیان، طاقت زبان، لطافت محاورہ، اور اصول لسان کے زور پر بیان کرتے تھے، یہ نہ تھا کہ محارو کے استعمال کے لئے مطلب ضبط ہو گیا، ہندش الفاظ سے معنی کی رُوح قبض ہو گئی، شوکت الفاظ مضمون ہی دبا بیٹھا، تقریباً تمام شولے فارسی و اردو اسی ضبط سے خطی دیکھے جاتے ہیں، پس برہمن کی خصوصیت محض ان کی سنگوت کی تعلیم کے تقاضے پر تھی، یا خاندان پاک کے ورثہ تعلیم تربیت پر اور یہی ان کی خصوصیات کا راز ہے اور اس کا کاشف آپ کا مندرجہ بالا شعر ذرا اُسے اس بھر پڑھئے

شعرائے اسلامی اور ہندی
اگر ان کی شاعری میں کوئی وصف نہ ہوتا، تو ایسا کون

اضافہ ہند تھا کہ جو ہندیوں کی شاعری کو مسلمانوں کی شاعری کے برابر تسلیم کرتا، ان کا یہ حقیقت قبول کر لینا بڑا عنایت ہے، امید تو یہ تھی کہ غنی اعتراضوں سے خاک میں ملائے، اب کلیات کے اس شان سے چھپنے کے بعد یہ امید قائم رکھنی چاہئے، حسرت موہانی کن دے الفاظ میں ہندیوں کی شاعری کی برتری کا

۱۔ ہندیوں کے عربی پڑھنے کے شوق کا یہ ان غزلیات سے تو پایا نہیں جاتا، آپ دُور از خیال نتائج بچانے کے لئے شائق ہیں، مگر غرض اس کے کیا مال نہیں ہوتی؟

”بہا رسانی“

اقبال کرتے ہیں۔

”حضورِ حق تعالیٰ، دیوارِ آسمان کے علاوہ ہر جہت کے ”مقیم“ ہر لکھی، شہرام واس جیا کرنا دی
لجھی زدن بھن، مومن بلے شہرت کا بھی فارسی کام شہرت ہند میں دینی مسلمان کے مقابل میں آقا
کے کام سے کم نہیں، اور پیغمبرِ رحمت کے تو اکثر اشعار، تمیز، فطرتِ اکبر کے اشعار کے ساتھ
بابری کا دعویٰ کرتے ہیں، ”دعاؤ از اردو سے نکلی“

نظر بشا پرستی، چشمِ دل دارم حجابِ علیک چشمِ است مرومیں را
قادر الکلامی جب شہرے فارسی وار دوسے اپنی نادانیت اور سقموں پر نفا وان فن کے
اعتراضات جائز نہ تھے، تو ان کی زبانیں اپنی قادر الکلامی کا دبا کوسے کر بند کر دی گئیں، مگر حقیقت
یہ قادر الکلامی نہیں، بلکہ خامی زبان ہے، یہ ہندی شاعر جو حقیقتِ اصل شاعری اپنی
ماں کے پیٹ سے لے کر نکلا تھا، قادر الکلامی اُسے سمجھتا ہے، کہ وہ معنی میں جنہیں پہلے شعراء
ہلاک کر چکے تھے، اپنی قادر الکلامی کے جادو سے ان میں جان پیدا کرے اور جو بات دل میں
ہے، تحریر میں لاکر اُس کا لطف و دہلا کر دے، ان کا دیوان موجود ہے، ہر منزلِ آپ کی
قادر الکلامی کی شاہد ہے۔

برسمن لبِ فردستم، دگر نہ دین گونی ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا
طرزِ سخن شاعری کا ہر سخن نے دعویٰ کیا، اور زبان جاتے رہنے پر بھی شخصِ دعویٰ کر گیا
مگر لہذا کلام ان کی زبان کی دھجیاں اڑا دیتا، اور جو ہی ایک سچا نفا دے، نقضی سے کلام
پکھت ہے، تو فوراً کہہ دیتا ہے کہ زبانِ خواب کی ہے۔

دُنیا نے شاعری میں ایک طرزِ سخن ہی ایسی چننے، کہ جس نے کلام ہر جملہ میں مقبول
ہوتا ہے، خدا یہ قبول عام ہر ایک کو بخشنے، اور برہمن سے بڑھ کر طرزِ سخن کی داد دیں،
مہیش مرد بود زیر آسمان محتاج
برہمن حقیقت اندیش کی حقیقت نگاری | شہرِ بربِ حوادثِ ہاں و آں محتاج

شاعری کا ہر انسان دعوے کرتا ہے، مگر سخن گفتن دیکر جاس سفتن است، کاما مل ہے اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے، حقیقت نگاری بھی شاعری کا ایک جوہر ہے، برہمن کے نعتی سخن میں یہ جوہر جگہ جگہ ہے، ایک جگہ سے یہاں بھی آنکھیں روشن کیجئے۔
زندگانی خود ماندہ آدمی غم سر بفر بہیدہ در سود و زیان مستان

چر نسبت است دابا تو در خندانی
ہمیں تدر کر دافہم نکہتے توام

برہمن کی شاعری کے صنائع و بدائع

فلسفہ اور شاعری برابر کا درجہ رکھتے ہیں، اور حقیقت حقیقی شاعر وہی ہے، کہ جو شاعری کا مینا فلسفہ کے مینار کے برابر کھڑا کر دے، شاعری دوا جزا پر منقسم ہے۔

الف۔ مادہ یعنی کیا کہنا چاہئے؟

ب۔ صورت یعنی کیونکر کہنا چاہئے؟

جذبات کا صحیح طور پر ادراک کرنا شاعری کا طرہ امتیاز ہے، یہ ضروری ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ ایسے اثر میں ڈوبا ہوا ہو کہ سننے والوں پر خاص اثر پیدا کرے،

صنائع و بدائع شاعری کی توجہ رواں ہے، جس شاعر کے کلام میں یہ نہیں وہ بیان کلام ہے، اس سے نہ کہنے والا لطف اٹھا سکتا ہے، نہ سننے والا، اور آج کل بوجہ بے علمی ایسی ہی شاعری صورت پکڑ رہی ہے،

بدائع سے کلام میں خوبی پیدا ہوتی ہے، اور یہ اس وقت ہوگی کہ زبان، علم بیان یعنی علم تشبیہ، استعارہ مجاز کے صفات سے آراستہ ہو، ایسی علم کا نام صنائع اور بدائع ہے، اس کی دو اقسام ہیں:-

اول:- صنائع معنوی

دوم:- صنائع لفظی، اگر یہ ہر دو اقسام شاعری میں خوبی کے ساتھ کام میں آئیں تو کلام میں ایسا حسن پیدا ہوتا ہے کہ ہر کس و نا کس کی زبان سے آہ اور آواہ کا خارج نہیں

میتا ہے، صنائع و بدائع کا نوہ حالی نے پڑا، کہ خود خالی تھا، جس زمانہ سے بہمن کی شاعری گزر رہی تھی، وہ صنائع و بدائع کا عبرتناک انجام تھا، دراصل اہل علم سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ شاعری اور انشا پڑوسی کا رشتہ پڑھ رہے تھے، 'مہالہ ایہام اور مرآۃ النظر وغیرہ مصنفوں کا جو شاعری کی جان سمجھی جاتی ہیں، بیدروی کے استعمال نے گلا گھونٹ دیا تھا، رعایا تہ لفظی اور صنائع و بدائع کے غلط استعمال کے بد نما و داغ جو نظم و نثر کے دامنوں پر لگائے گئے تھے، وہ اس دور کی مابہ الامتیاز خوبیاں تھیں، شاعر و انشا پر دار اسے ہی سمجھا جاتا تھا، کہ جو اس طرح میں اپنے قلم سے ان ہر دو کا نوہ لکھے،

صنائع و بدائع بہمن کی زبان کی روانی بے تکلفی، اور خوبی بیان کے تابع فرمان تھے، حبیب اس کا قلم ایک شعر لکھتا تھا، صنائع و بدائع خود بخود جمع ہو جاتے تھے، ان مصنفوں نے زیر فرمان ہو کر صنوف شاعری کا ایک عالم ایجاد پیدا کر دیا، کلام کا ہر نمونہ ایک ایسا مریض زیر ہے، کہ اس کے رُوبرو دوسرے کا تمام گنجینہ بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا، چٹن شاعری اس لئے نہیں چمکا یا گیا کہ وہ قلمی رزم میں اپنے حریفوں سے بازی لیا جائے، یا کہیں پیچھے رہ جائیں، اُن کی شاعری میں ان مصنفوں نے اس طرح سے حصہ لیا ہے، کہ وہ اُن کی زبان کا لہجہ معلوم ہوتی ہیں، ہر شعر صنائع و بدائع کی ایک محکم تصویر ہے، سادگی، صفائی اور جستجی میں جان پڑ گئی، جس سے اُن کی شاعری مہرت جان بن کر باقی قصیدیں مذہب، بے جانوں کے قلوب تڑپا رہی ہے، بہمن کی شاعری کے اصلی جواہر ان ہی پیچ و پیر پیچ مصنفوں کو چمکاتے، اُنہیں ایسے مقام پر لے جاتے ہیں، کہ جہاں وہ موجود فن کی حیثیت سے بیٹھے نظر آتے ہیں، ہم بعض چند ضروری مصنفوں کی مثالیں، چرباغ راہ بنانا چاہتے ہیں، تاکہ روایان راہ شاعری فارسی وار و دین سے اپنی آنکھیں روشن کر سکیں، اور اپنے دل و دماغ میں نور پہنچائیں،

برہنہ کا ایک ایک شعر ضائع و بدائع کا مختلف الگوں مجسم ہے
 جن میں سے بعض بیت ایسے ہیں، کہ ضائع و بدائع کا جامع ہیں

اگر اس کا ایک شعر چند ضائع و بدائع کے ثبوت میں لکھا جاتا کافی تھا، مگر اس حالت میں طرز
 کلام کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا، محاکمہ میں جو جو شعر جس جس صفت کی مثال میں دیا گیا ہے، اگر ضائع
 نظر غور فرمائیں گے، تو اس صفت کے علاوہ کلام کی اور خوبیاں بھی پائیں گے۔

اس محاکمے میں جو جو اشعار بطور نظیر تھیں، وہ برخلاف عام رواج آپ کے
 گل دیوان سے انتخاب نہیں کیے گئے، کیونکہ محنت زیادہ تھی، اور نتیجہ بحث، نہ ہمیں اپنے طرز
 انتخاب سے برہنہ کے تراویں خیال کا محض منتخب شاندار پہلو دکھانا منظور تھا، بلکہ انتخاب
 اس طرح کیا گیا ہے، کہ دیوان سامنے رکھ لیا، اور جو شعر جس جس معنوم کا پایا، اسے
 چن لیا، کہ اس سے بہتر طرز کلام کا اندازہ اور بیان کا نمونہ اور کسی طرح نہ ہو سکتا تھا،
 اور یہ خاص التزام رکھا گیا ہے، کہ کلیات میں کسی دیگر شاعر کے کلام سے کوئی مد و مضمون
 نہیں لی گئی، اس طرح سے برہنہ کے کلام شریف کا بہت سا حصہ اس قرعہ اندازی کے
 انتخاب میں آگیا اور یہ ٹھیک ایسا ہی ہوا ہے

من ز قراں مغز را برداشتم استخوان میشی نکال انداختم

صفت طباق یا تضاد سب سے اعلیٰ صفت ہے، اس کے فرع صفت
 طباق ہے، یہ دو لفظ جتنے معنی مختلف ہوں ایک جگہ

جمع ہونے سے بن جاتی ہے، برہنہ کے ہاں دیوان بھرا ہوا ہے، ایک دو دیکھئے۔

عیب کم گیر اگر اہل خطا بسیارند	ابن ہمد قابل عفو نہ جو بخشد و یکست
ہرگز بجا کہ پاسے کار سے میرسد	آں سر کہ خاکسار زان نقش پا نشست
پریشاں کا کھٹ جھپٹ لہائے نا باشد	پریشانی بہر جائے کہ باشد جاگما باشد
تبسمش تنگدانش شود بجانب غیر	دلے تنگ بدل خستہ و کباب دہ

تو در طریقی محبت کی آمدی صمد ہار و گزہ راشی راہ زبنا باشد
صفت طباق سلیبی یہ صفت 'صفت طباق کی دوسری قسم ہے جہاں دخول
 ایک مصدر کے آجائیں پہلا مثبت ہو، دوسرا منفی، تو یہ

صفت کلام میں پیدا ہو جاتی ہے۔
 چوں آفتاب چہاں گشتی گشتی سیر فراغ اگر طلبی سایہ کھاہ طلب
صفت مقابلہ (تو معنی باز یادہ جو مستفاد نہ ہوں، ایک جگہ ہوں، اُس کے بعد دو
 ایسے لفظ ہوں، کہ وہ علی الترتیب پہلے دونوں الفاظ کی ضد ہوں
 دیہ مقابلہ تین اور چار معنوں میں بھی ہو سکتا ہے) ہونے سے کلام میں صفت مقابلہ پیدا ہو جاتی
 ہے برہن کے کلام کی یہ صفت دیکھنے کے قابل ہے جس سے دیوان بہرہ پرورد دیکھے اور
 لطف اُڑائے۔

صفت مراعات النظیر یہ صفت ایسے الفاظ کے جمع ہو جانے سے کہ جو آپس میں
 ہم نسبت رکھتے ہوں، پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ وہی
 صفت ہے کہ جس سے نااہلوں نے فارسی وارڈو شاعری کے نازک کل دپرے توڑ دیئے
 قدمائے فارس نے اس صفت کا استعمال نہایت خوبی کے ساتھ کیا، جب ضرورت نے
 دیوانہ بنایا، جھٹکھو کر کھائی، شعرائے متاخرین کے سر پر اس صفت کا بھوت ہوا ہو گیا
 کیونکہ انہوں نے اسے سرمایہ کمالات چھا، میرزا امانت لکھنوی نے یہ پیانی صفت ایسی لیل
 کی کہ کلام سے نفرت ہو گئی، اس پر بھی اس صفت کے یہ پیغمبر بھیجے جاتے ہیں، دراصل
 شاعری کی صنعتیں آمد میں لطف دیتی ہیں، جہاں آدروئے زور مارا آسمان سے
 زمین پر آن گرا، مولوی محمد حسین آزاد دہلوی کی زبان نے یہ صفت عالم بالا سے
 پانی بچی، اُن کے کلام کا قبول عام اسی راز میں نہیں ہے، نظم میں نڈت دیا، شکرست
 گلزار، سیم نے اس صفت کا آگے کے لئے خاکہ کر دیا، اب اتہزال ہی ابتداء ہے

اس صنعت کا جلوس ایران سے چلا، اور لکھنؤ کی سرزمین میں آکر دفن ہو گیا،
 چونکہ رائے صاحب آمد سخن کے سرمایہ دار تھے، اس لئے اُن کا خزانہ اس دولتِ
 مالِ مال ہے، نقادی نے اُن کا نقدِ سخن محکِ خالص پر رکھا، اس لئے کوئی کھوٹ یا مشتبہ نہ رہا
 اُن کے خزانے میں داخل نہ ہونے پایا، ہم اس خزانے کے کھید برادر ہیں، آپ کو اس کا
 نظارہ دکھانا چاہتے ہیں۔

زُلفِ مشکینش پریشان کرد تہلِ رانجناک	ظہرِ اوصد گرہ بر طرہ شمشاد بست
زبس کہ دو ختم دپارہ ساختم صمد بار	ز چاک سینہ من در دلی رفوگرہ است
بر دلی مجروح ناحی زن کہ در بزم فراق	اصتیاج ساز جنگ نالہ مقرب نیست
بر تہنِ این غزل تازہ را دیگر نیکے است	مگر خیال لبش بر دلی کسب گزشت
عاشقِ بسینہ زخم خورد و چو بر گشت گل	چوں لالہ روشناس محبت بدایع نیست
قابلِ صید نہ در نہ پیر سو کہ نہ وی	دآنہ و دام دریں مہلا انداختہ اند
دل من و آغ ازاں لالہ ہزارے دارد	وز گل داغ دریں باغ بہارے دارد
خلوت آں باشد کہ در کثرت بدست آید ترا	مردِ دانا در میانِ عالیشان نیست
دل صاحبِ دلاں آئینہ من باشد	در آں آئینہ سپید صورتِ برمد ما باشد
کے دارد از بہارِ عشقِ سامانے کہ من دام	شو گل و آغ آذین چاکِ گریبانے کہ من دام
میں بعد از زلفہاے ہند خواہ کنیسم	بلذتِ گرمش رغبتِ گناہ کنیسم
مُرعِ دل کے رَوَد از دام ہوائے تو بر دل	غریبِ راستہ بیکِ رستہ احسانِ دم
با صد زبانِ بختی نمو بود	با بیچِ کتابِ لُف تو چوں شاد ساختم

کلام کا اس طرح سے دوسری شے کے ساتھ تمام کرنا ہے
صنعتِ تشابہِ لاطراف کہ جو ابتدا کے ساتھ نسبت رکھتی ہو، ایسے ہی کلام کا نام صنعت

ہے، برہمن کی یہ صنعت دیکھنے کے قابل ہے۔

زنگ سرخ تو آب وہ چہرہ گل است زلف کج تو آب وہ شرحِ سفیل است
 مارا زلفیں گریہ بہار سے بد امنست وز آتشِ ہفتہ شرار سے بد امنست
 مرا زلفِ دل و زبانِ مو کا قیست تجھے زلفِ یارِ مستِ غم کا قیست
 اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ کلامِ اول کو کسی فائدہ کی خاطر رد اور
 باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف متوجہ ہوں :-
 برفش کے تاہم و نسبتِ جہدِ سفیل را کو اینچا پیچ دیگر باید دتا ہے دگر باید

یہ ایک لفظ کے دو معنی ہونے سے پیدا ہوتی ہے 'ایک معنی مراد ہوں'
 اور دوسرے نہ ہوں، لیکن مقدم اور موخر الفاظ سے راسبت ہوا کہتے
 ہیں کہ قدما کے کلام میں یہ صنعت نہیں پائی جاتی، سلطانِ ساو جی اس صنعت کا آدم
 ہے، لیکن غلو کی زیادتی سے اولادِ بد صورت پیدا ہوتی، خواجہ حافظ نے اسے ہیبت کم برتا
 ہے، مگر اچھا برتا، لیکن حق یہ ہے کہ برہمن نے اس صنعت کے دہم سے اپنے کلام کے ایسے پر
 لگائے کہ وہ زمین سے عالم بالا پر جا پہنچا، برہمن کا کلام بے ساختگی اور بے تکلفی کا مرہون
 احسان ہے، اس لئے اُن کی زبان سراپا شہ ہے یہ صنعتِ مضمون بندی کی اعلیٰ صنعت
 خیال کی جاتی ہے، بیانِ برہمن کی خوبصورتی دیکھئے :-

ہرگز کجام کس ندب جو سہ مراد ایں دو روزگارِ نام کجام کیست
 در میانِ تنگش بدلاں اُفتادہ اند زلفِ خود را تابِ کمزورہ کہارا نشینست
 عالمِ نام گشت دشتِ علمِ آدمِ تمام حرفے کلفت و حجت دانا تمام شد
 فروغِ صبحِ سعادت بود ضیاب کسے کہ تا حقیقہ بشبہائے تار سے بندد
 جزایں قدر کہ کُند مال پریشانی برفش نسبتِ بادِ صبا فہمیدم

یہ صنعت جمع اور تفریق کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے پیدا
 ہو جاتی ہے، برہمن اس حساب سے سب سے بڑی لے لیتے،
صنعتِ جمع و تفریق

پر طرقتی صل سمجھنے کے قابل ہے

ماہیم و سرسائیہ دیوار برہمن کچھ الم و مسکن ماس نگر گشت
عن چو پست و بلند است برہمن چو عجب کہ خام و پختہ دیدن نخل نور سید ہما
بارج و زلف نام خوش محمد شائے ہستا بنیائے خوش آغاز سے آجائے ہست

صنعت عکس و تبدیل | حب الفاظ مقدم آجانے کے بعد موز آئیں تو صنعت کلام میں
پیدا ہو جاتی ہے چند عکس آثار سے ہوتے ہیں :-

سرکشہ نگاہ و تعاقب پسند است چشمے کہ آشنائے ادائے تعاقب است
شکست زلف تو در ہر ممکن بخش و تاب دل شکستہ دلائل ہزار بار شکست
دل کے تلخ بھائے خود مینہ گم گجا است ابقدر دلائل کہ از ہائے بجائے رفت است
کسے کہ دل بہ خم تار زلف او چھپید دریں خیال چو گوشت و مومبو چھپید
آہوئے چشم تو چشم آہوئے را خیسرہ کرد آہوئے فہید تو من فہید آہوئے تو ام
شاید میں نفس نفس واپس بود غفلت را احتیاطا نفس نفس مکن
گرا ز تو جھارت نیاید گہ از من آئین جہت از تو خوش و وصل از من
گہدہ عازر نہ ہر کہ عکس طلبست چو مدعا است بہ از رنگ مدعا کردن
زردے خود و آئینہ بیند زردے آئینہ پیش روئے او گجا باشد و جوہ آئینہ

مقبولہ | کسی بات کے نامکن درجہ پر پہنچ جانے سے کلام میں جو فنی پیدا
صنعت عکس و تبدیل | ہوتی ہے او یہی صنعت ہے اس کا کمال سبب خیال ہی خیال
میں لاسکتے ہیں، برہمن کے تخیلات پر غور کیجئے :-

بے خیال سر زلف او گوشت بدن تمام عمر چو زلفم بیچ و تاب گوشت
کسے کہ دل گم تار زلف او چھپید دریں خیال چو گوشت و مومبو چھپید
زلف گھائے شیریں آنچہ بفر باد می آید لہجہ اگر آہستہ گوتم سنگ در فریاد می آید

تا پاسے نہادیم برہنہ برہنہ عشق کو نین با نذرہ یک گام گرفتیم
صنعتِ مذہبِ الکلامی | یہ صنعت سمجھنے کے لئے علم منطق کا جاننا ضروری ہے جو
 یہ بطور دس کے نتیجہ مطلوب حاصل ہو جانے سے

بن جاتی ہے برہنہ کا دیوان بھرا پڑا ہے

صنعتِ حسنِ تغلیس | اس کی اصلیت یہ ہے کہ ایک چیز کسی چیز کی علت فرض کر لیں
 جو حقیقتاً اُس کی علت نہ ہو، یہ صنعت تغلیس کی بلندی پر دازی

سے پیدا ہوتی ہے، شاعر فرمے ہیں، کہ جس کی قوت تغلیس ایسے تمام تک پہنچ جائے کہ جہاں تک
 کسی اور کا خیال نہ پہنچ سکے، اس صنعت میں اُس وقت ایک خاص لطافت پیدا ہو جاتی
 ہے جب وہ وصف بھی جس کی علت بیان کرنی ہے تغلیس پہنچی ہو، یہ صفت کلام برہنہ
 کی مایہ حسن ہے۔

بنیادِ درست طلب کن کر آفتاب آفاق را بدیدہ بنیا گرفتہ است
صنعتِ لف و نشر مرتب | (لٹیا اور پھیلانا) یہ صنعت پہلے چند چیزیں (لف و نشر میں)
 مذکور ہونے، بعد اُس کے منوبات (نشر) بیان ہونے سے

پیدا ہو جاتی ہے، اعلیٰ قسم وہ ہے کہ ایک کلام میں کئی لف و نشر جمع ہوں
 نقادان سخن نے فردوسی کے کلام میں ”لف و نشر“ کی صنعت میں اشعار مندرجہ
 ذیل بے نظیر بیان کئے ہیں۔

بروز برز آں یلاں از جہنم پشیر و خجستہ برگزد دست
 دریدہ جبرئیل نکست و بیست یلاں را شروینہ و پاد دست
 گر جب ان اشعار پر غور کیا جاتا ہے، تو لف و نشر کا اس سے بہتر استعمال اور
 کہیں نہیں پایا جاتا اگر اسے صنعت سمجھا جائے، تو کوئی کچھ بھلا جائے
 اول، تو یہ لف و نشر غیر مرتب ہے، اور یہ صنعت دنیائے ہے، اور یہ بھی غلط ہے

دوسرے، مصنفوں کے شوقِ استعمال نے مضمون کی غریبی زائل کر دی کہ صریح بناوٹ پائی جاتی ہے، کیونکہ جب ایک جسم پر بیشتر خجراور گرز اپنا کام تمام کر چکے، تو پھر کند کی کہاں دست درازی ہو سکتی ہے؟ اور ضرورت بھی کیا ہے؟

میسرے، شماریں گوتینوں شعروں میں چار چار چیزیں شمار کر دی گئیں، مگر بیشتر نہیں رہیں بچاؤ کا، کیونکہ ”گرز“ کی چوٹ کہیں پڑی ہی نہیں تھکن خالی پڑا رہا کند کو اور ”پا“ ”دست“ ”پڑا ایک لف“ کے لئے ”دولت“ سے بچت لطف ہے

چوتھے، اگر یہ تاویل کی جائے کہ ”لف“ ”سوم یعنی گرز“ ”دولت“ ”پا“ پر پڑتا ہے اور لف چہارم ”کند“ ”لش چہارم“ ”دست“ کو قابو میں لاتا ہے، تو ہمیں اس نہایت مذموم و غلط تاویل کے لئے یہ لکھنا پڑتا ہے کہ گرز کا جائے استعمال ”سر“ ہے، نہ کہ ”پا“ اور اگر کوئی یہ تاویل کرے، کہ یہ ایک ایک چیز ایک ایک انسان کے لئے استعمال کی گئی تھی، تو پھر اس کا کیا جواب ہے کہ گرز بلا ضرورت کیوں بچایا گیا،

پانچویں، جب گرز کا استعمال ہوا ہی نہیں، تو ”نکست“ بھی غیر متوجہ رہا، اور صبرا کی جبرگم ہو گئی، دنیا کی سب سے اُدل مشہور کردہ لف و لشر کی یہ حالت ہے

جذبات اور اثرات سے مالا مال ہے، اور جس قدر زخم اور وسیع

بھاشا کی شاعری

وجہ یہ ہے، کہ جیسا عاشق اس زبان کو شاعری کا ملاؤ، وہ کسی اور زبان کو مضیّب نہیں ہوا، کیونکہ جس قوی کو ہلاک کرنے کے لئے اس سے زیادہ سرچ اثر کوئی چیز نہیں، نہ جس لطیف کی طرف سے اظہارِ عشق ہو

”جن طرح اردو میں شاعروں کی بھرا رہے، اُس سے کچھ کم بھاشیں بھی ہیں، لیکن مستند اور مشہور صرف چند ہیں، کسی داس، سورواس، کالیہ اس کو شخص جانتا

۱۔ جذبات بھاشا نیا دھرم خان نیاز، مختصری صفحہ ۲۳، (کہ جو اپنے مضیّب قوی کے لئے ملک بھر میں بہ نام ہے)

ہے اور واقعی امر یہ ہے کہ یہ لوگ جذبات الوہیت کے اظہار میں بے مثل گذرے ہیں۔
..... بہ لحاظ انداز بیان، تشبیہات و استعارات، خیالات و جذبات بہ زبان کسب قدر
عمیق ہے، 'لیسے سخت متعصب کی زبان سے بھاشا کی شاعری کی داد اصلیت کا زد ہے'

دنیا نے شاعری میں جس خوبی و عمدگی کے ساتھ صنعتوں کا استعمال بھاشا کی
شاعری میں کیا گیا ہے وہ ہر زبان کے ہر مخدعان کو دیکھنا اور سیکھنا چاہئے۔ صنعت
لفظ و لٹری کے استعمال کا بے نظیر و لا جواب وہاں اس زبان کی خوبی کا پتہ دیتا ہے۔
ای ہا ہی نہ سحر سے سویت، شام زنت مار، جیوت ارت، جھک جھک پرت جیوت، شپت اکبا
ترتیب کی خوبی کے ساتھ اثر دیکھئے، حقیقت کا آئینہ ایسا ہوتا ہے 'جہ لفظ میں'

یہی جذبات حقیقی اور حیات و جدائی طرز بیان اور جدت کلام کلام برہنہ میں
پائے جاتے ہیں، آپ کے اشعار کی خوبی بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے
اُس کا نصف و لٹری دیکھئے۔

در پہاڑ سے کہ خزاں دست و گریبان باشد لب خندہ چکند دیدہ گر باں پایہ
دگر یہ چشم برہمن سیاہ گشت و سفید کہ داشت پیش نظر شام تا سحر کاغذ
پیش تاب زلف و روتے او کا باشد قرار شاد در ہمیشہ آئینہ سے آئینہ نگ

یہ کلام کی ان صنعتوں کی خوبی کا نام ہے، جو ترتیب الفاظ سے نکلتی
صنعت لفظی ہیں، برہنہ کا کلام صنائع لفظی کا مخزن ہے، اور ایسا دلا دیر ہے
کہ خیال کی پرداز جوں جوں بلند ہوئی پٹی جاتی ہے، یہ خوبیاں نمایاں نظر آتی ہیں دیکھئے
اور لطف لیجئے، چند بھی جاتی ہیں

تجنیس خطی وہ ہے کہ دونوں لفظ لکھنے میں ہم شکل ہوں کلام برہنہ
کی یہ صورت دیدہ مینا سے دیکھئے۔

صنعت تجنیس خطی

تو دادی خطِ آزادی برائے سردوسن ہم گرفتاری خطِ عہدہ بندی از قمریٰ من ہم
عاشقِ مشوکِ شہسہ ایام سے شوی بدنامِ خاص و عام بایں نامِ مینوبی
صنعتِ سیاقِ الاعداد اپنی اس صنعت کے استعمال پر اپنا کمالِ قابلیت ظاہر کیا

کرتے تھے اور یہ شعر میں پڑھا کرتے تھے اسے
ایک دو تین چار پانچ چھ سات نو دس ہوئے بس انشائیں
اگر اس صنعت کی یہی خوبی ہے کہ جو اس شعر میں مکمل نمایاں ہے، تو ہمیں لامحالہ
ماننا پڑے گا کہ شوقِ استعمالِ صنعت نے شاعروں کا تمام دقت بیکار کھو دیا یہ اس بات
کا ثبوت ہے کہ شوقِ استعمالِ صنعت نے بیان اور زبان کی دھجیاں اڑائیں
حالی اس صنعت کے متعلق یہ رائے قائم کرتا ہے کہ تمام دوا میں دیکھنے کے بعد
حسب ذیل ایک شعر انتخاب کیا ہے۔

یہ جو چشمِ پُر آب ہیں دونو ایک خانہ خراب ہیں دونو
یہ شعر حالی کے عشقِ مجازی کے رچاؤ کا بہتہ دیتا ہے اور یہ آنکھیں تو گریہ و زاری کا
عمل کر کے بٹے بٹے عالموں کو نجات دلا دیتی ہیں پھر یہ خانہ خراب کس طرح ہوئیں یہ خانہ آباد ہیں
اور جبکہ پہلے مصرع میں لفظ "دونو" آگیا تھا، دوسرے مصرع میں نکرارہ کو مکرر مر خطا ہے
اعداد کا مذکور جس خوبی کے ساتھ تسلیم کھنوی نے کیا ہے، اردو شاعری میں کم ہوتا ملاحظہ ہو۔
وڈ ہاتھ میں چاروں لمبے نوٹے پچھ میں پچھنے تو چھپکے چھوٹے
برہمن کو ان شعرا کی طرح صنعتوں کے استعمال کا جنوں نہ تھا، وہ مطلب ادا کرتا
تھا، اور اس کے ساتھ صنائع و بدائع خود بخود پیدا ہوتی چلی جاتی تھیں، اور ایسی
کہ جواب نہیں، یہ مذکور سینے آ۔
تاہم توجہ ایک دو تہ روزہ بفرور نہ ہوائے گل و نے شوقِ گلستان دارم

ہاں دام کن از باد صبا کیست دُور سے کاے در کوئے طلب فکر تامل بند راہ
دو عالم را کتاب قدرت با ویک ورق پیدا بود ز آں کیسے قی یک نقطہ عشق و تنہا بہمن
یک کمال اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے فقط سنئے :-

فی البیدیہ در زئے عشق چہ بھان بہمن ہنشی پھاگ مل سبگل در کوچہ لاہور
سے گزشتہ ناگاہ یک عتوہ پری رخسار کہ در لطافت حسن بے نظیر بود روئے از غرغہ محجہ پاستنا
غور شیدہ در خشتاں بدر آورد و نظر ہنشی پھاگ مل بر آفتاد بدیگفت :-

پھاگ مل :- ماہر روئے دیدم اندر غرغہ
رائے چہ رہبان :- شوخ چہنئے در بائے طرغہ
پھاگ مل :- موحجے باشد کہ زود با کسند
رائے چہ بھان :- عطیہ یا حسدہ یا کسرفہ

منقول از بیاض ہنشی پھاگ مل مقبوضہ سرائفہ لکھپت رائے ولد ملک روشن رائے
پس جادو رائے قوم سبگل قانوں گونگوشکر پور و سورود والہ بندہ بادشاہی مقبوضہ حال مولوی
سراج الدین صاحب آذر ایم رائے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

حذف حرف عطف شاعری حروفینہ عطف کے بغیر نامکن ہے جس کی زبان ایسے
کلام لکھنے پر قادر ہے اس کی اہل زبان بھی قدر فرماتے ہیں
صاحب گلزار نسیم اس صفت کے بادشاہ ہیں :-

خالق نے دیئے تھے چار سرزد وانا عالم و کی آخر دمنہ
گھوڑا جوڑا الفتہ تویلی جو جوئے چاہے پھرتے لی
پتا پھل گوند چھال لکڑی اُس پیڑ سے سے کے راہ پڑی

نواب میرزا شوق لکھنوی نے اپنی زبان اپنے مخصوص گندہ مذاق سے ایسی پلید
بنادی ہے کہ اُس کا ذکر کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے اُس کی معروفیت عشق و محبت کے

مُحَرَّبِ اخلاقِ حیا سوزِ لڑچٹکِ محمّد و ربّی، زُباں کا ناجائز استعمال اس بُڑھ کو شاید ہی کئی مکی
شاعری میں ملے، اہم اس کے مُش اور گندہ بازاروں سے بچ بچ کر اس کے دُش و شر و درج
کرتے ہیں، زبان کی خوبی اور مضمون کا ذمّہ دونوں معلوم ہو جائیں گے۔

ناک میں نیم کا فقط تیکا شوخی چالاکي، مقتضاس کا

سین پر دونوں چھتیاں اُنزل اُوچی پھلکی، کڑی، کڑاری گول

اس کا کلام ایسا مُش تھا کہ دربارِ واجد علی شاہ بھی وجد میں آتا تھا، مگر مہذب گور
نے ملکِ تہذیب پر بڑا احسان کیا، کہ اس کی اشاعت منع فراروی گئی، اردو شاعری کا نام
بدنام ہے، برہنہ برخلاف معمول دیگر شعرا ایسے حسن و زناد سے بڑے گھبراتے ہیں، انہیں جب
ہی لطف آتا ہے، جبکہ وہ ایسے سخت ستم سے اپنا کلام پاک پاتے ہیں، یہ لطف دیکھئے۔

بر شو ریدہ، دل آزر دہ، دماغِ اندر دہ من از اسبابِ جہاں، این بر مسلمان اُرم

ز صدر می در آید نادر دازدہ، دل عاشق نگارے چلکے، شوئے بتِ ناہر بانِ من

بہر کس گر چہ تو اس دافسا جاں شیریں ا بیارِ گلِ عذارِ شند خوئے، لے ذالِ دادن

دیدم منے، ماہِ بُخشبِ شکرِ مینے کا فر بچ، عشوہ فرو شے، مینے

زبانِ فارسی میں اصناف ہی ایک ایسی چیز ہے، کہ جو طوالتِ مضمون
کی دشمن ہے، اس کا استعمال جائز، اگر شکل نہیں، تو آسان بھی

نہیں، یہ غریب برہنہ کے کلام کا خاص جوہر ہے، جو ہری کلام دیکھ کر اس لطافت سے پورا لطف
اُٹھائیں گے، نمونہ بیان یہاں بھی دیا جاتا ہے،

لبِ عسلِ بیتانِ اصلِ علیلِ در درما باشد سے رنگیں نشاط افزا، بود طبعِ خزینے را

صُحبتِ صافی بہا داں را صفائی دگر است صیقیلِ زنگِ ہوا سے نفسِ شیطانی دروست

دماغِ حسنتِ پر مغاسِ مناسد را کہ حسامِ خونِ بکر لہ نہ سب، نہ گرد دارد

کلام کی صنعتوں کی کثرت

مزید تشریح کے احتراز کا باہوئی

معنوی و لفظی کی ہر صنعت کے متعلق بسبیل اجمال کچھ لکھیں اور کلام برہمن سے اسکی توضیح کریں اپنا پچھنے والا کلام کے وقت جا بجا نشانات کر دیئے تھے، اور علم بدیع کی تقریباً جملہ صنعتوں کے متعلق بے شمار اشعار شمار میں آگئے تھے،

اب جب ہم نے اس ارادہ کی تکمیل کے لئے وہ اشعار جمع کئے تو ایک ہزار اشعار اپنی داد کے خواہاں تھے، طوالت نے ارادہ پست کیا، پھر یہ مشورہ دیا کہ اگر ہر صنعت کے متعلق محض دو دو اشعار لکھ دیئے جائیں، کام ہلکا ہو جائے، ہم نے علم صنائع معنوی کی کل صنعتیں شمار کیں، ۳۵ بڑی صنعتیں نکلیں، جن میں سے بعض بعض کی تین تین چار چار صنعتیں ہیں، گویا تنوع کے قریب صنعتیں ہیں، ایسی ہی صنائع لفظی کی ۱۰ کے قریب صنعتیں ہیں، بقول برہمن کہنا پڑتا ہے کہ برہمن در دکان گتہ سنجان کے بہا دارد

متابع راگیاں و جنس ارزانے کمن دارم

پس صنائع معنوی اور لفظی کی معمولی صنعتیں ۱۰ کے قریب ہیں، اگر ان کی مثال میں دو دو اشعار درج کئے جائیں، تو ۴۰ اشعار بھر بھی انتخاب کرنا پڑیں گے، یہ صورت بھی باعث طوالت دیکھی، ہمدردوں نے مشورہ دیا، کہ جب آپ تمام کلام چھاپ رہے ہیں، تو محاکر میں اگر اس طرح صنعتوں پر بحث کی گئی، تمام کلام ادھر آجائے گا، چند ضروری ضروری صنعتوں کے متعلق روشنی ڈالئے اور دیگر تمام کام اہل سخن کے لئے وقف کیجئے، جسے شوق ہوگا، خود دیکھ لے گا، یہ مشورہ کو مخفّر تھا، مگر طوالت کا دشمن چونکہ زندگی اور محاکر کی طوالت نے اس مشورہ کی تائید کی، اس لئے ہم نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، مگر جس قدر لکھا جا چکا تھا اسے رہنے دیا،

برہمن کا کلام حد سے زیادہ مخفّر ہے، اور وہ عادتاً مخفّر تحریر کے عاشق ہیں، اس لئے انکی طبیعت کے موافق یہ کام ہوا،

مگر ہم یہاں اس قدر ضرور عرض کریں گے، کہ ممالک ایران و توران اور بالخصوص ہندوستان میں ان کے کلام کے صنائع و بدائع پر ضرور غور کیا جائے تاکہ زبانِ فارسی دائرہ میں صنائع و بدائع کے صحیح استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا ہو، اور ان صنعتوں سے وہیں تک کام لیں جہاں تک کہ مطلب میں طوالت نہ ہو، اور مضمون میں پیچ نہ پڑے، اگر وقت نے مساعدت کی تو علمِ صنائع و بدائع پر جو مضمون تیار ہیں، ان میں ارادہ پورا کیا جائیگا۔

تشیہات و استعارات
اور
فارسی کا اندازِ قدیم

دیندار آچاریوں اور گوروں کی تعلیم تربیت حاصل کی، یہ ہر دو سعادت مندرجہ اشارہ و کنایہ پر کام کرتے تھے، اور تشبیہ پر جان دیتے تھے، وہ ان پر ہر بان، یہ ان پر قربان، ان کا فرض تھا کہ گھیرے گھیرے، ادق سے ادق اور خشک سے خشک مضامین معمولی اور ادنیٰ فہم و فراست کے دماغوں میں ایسے اثر سے پہنچائیں، کہ دنیا بھر کی جہالت و طاقت اگر مقابلہ میں آئے پیچھے دکھائے، چنانچہ گوروں برس تک یہ اس کے نتیجے سے فیض اٹھاتے رہتے خوب پھولے اور بڑھے۔ شاعرانہ فارسی ابتداً اسی عقیدے کے مقلد تھے ”وہاں چھوٹے چھوٹے فقرے اصل مطلب ادا کرتے ہیں، سادہ عبارتیں، استعارہ تشبیہ اور مبالغہ کی رنگ آمیزی سے پاک ہیں، مراد و فقرہ یا مراد و لفظ کا نام نہیں، جو ہیں مطلب کی باتیں ہیں، رو کی نے زیادہ بات نہ لگایا، سنہ ۱۲۸۰ھ

”سنہ ۱۲۸۰ھ اور اصل فارسی زندہ اس کی زبانِ ایران کے رشتے ایک دادا کی دلاوا ہیں“... اب ایرانی بہن کی داستان سنو... کتب مذکورہ دونوں زبانوں کا لفظی اتفاق ہی نہیں ثابت کرتی، بلکہ ان کے اتحاد و اعتقاد بھی سہادت دیتی ہیں، جو چار ہون ہندوؤں میں ہیں، وہی ایران میں تھے، اہرام آسمانی کی عظمت و اوج بھی، حیوانات بے آزار کا ماننا، و عظیم تھا، شاعر کا منہ دونوں میں کیسا تھا، آتش، آب، خاک، باد، ابر، بجلی، اگرچہ ہوا، و غیرہ واسطہ کے نے ایک ایک نے پڑا، مانا ہوا تھا، اس کے آگے کوہی آزاد و مروج کہ جو ایک ہوتا قابلِ سہتی تھی، اپنی سخنانِ پارس میں اس طرح اترتا فرماتے ہیں،
۱۲۸۰ھ دیکھو صفحہ ۲۲۸

۱۲۸۰ھ - سخندان فارسی باز داؤد بیلوی

میں بہت سی اصلیت سے ہمارا اپنی طرف اٹھایا، سنہ ۱۹۵۵ء میں قاضی حمید ابلو بخو نے مقاماتِ حمیدی اُس عہد کی یادگار چھوڑی، متواتر مترادف الفاظ، مثل لغات، اُس برصغیر کی اُلٹ پھیر، محاورہ مفقود ہو گیا، زبان کو فارسی سے واسطہ ڈرا، عربی لفظوں کی یہ بہتات ہے گویا کھیتان عرب سے آئی ہے، اُنھی سنہ ۱۹۵۵ء میں علاؤ الدین نے اُس عہد کی فارسی کی یاد دہانچ جہاں کشتا میں چھوڑی، عبارتوں کو پڑھو، الفاظ بہت آگے ہیں مگر یہ حالت ہے، گویا پلاؤ میں نمک کوٹ کر ڈالا ہے، کسی نوالہ میں ٹھیک کسی میں کنکر سا، سنہ میں آگیا، اور کوئی بالکل پھیکا، فقروں کی انتخاں بندی ہے، سنہ ۱۹۵۵ء میں استعارہ اور تشبیہ کی نگارگری اور خیالاتِ بہاری، گلِ ابلبل، الغمہ، حین، گلشن، سبز، شبنم، نئے، اجام، فراچی، دینہ، وغیرہ سے کاغذی شے نظر آتے ہیں، مگر... اندر کچھ نہیں اور حقیقت میں لفظوں کی بہار تھی، اور محسنوں کی خزاں سنہ ۱۹۵۹ء میں عبداللہ و قسٹ نے بڑا زور مارا، مگر فقط لفظی اور لغت بازی ہے، عربی، فارسی، ترکی لفظوں کا حشر برپا ہے، استعارہ اور تشبیہ کی اس قدر بہتات کہ مطلب گم ہو گیا، عبارت کو متعین کیا، اور ہر فقرہ پر اُس کا ہم معنی فقرہ اور سوار کیا، افسوس بھی یہیں سے شروع ہوتا ہے، کہ فقرے طولانی ہو گئے، صانع و بدائع، تشبیہ و استعارہ میں الجھکر پیچ و پریچ ہو گئے، لغات کی بہتات لفظوں کے مبالغے اصلیت حال پر پردہ ہو گئے، زبان و واقعیت میں اپنا پیچ ہو گئی، وہ چھوٹے چھوٹے فقرے، کلام کا اختصار، بے تکلفی، سادگی اور حقیقت نگاری کا نصف ایسا گیا، کہ آج تک ملک کی زبان اس تصور سے ملکوں میں بدنام ہے، امیر خسرو دہلوی کے صفحے کے صفحہ دیکھو، فقط لفظوں کی چٹاں نہیں ہے، اُسے سر کا دو تو کچھ بھی نہیں، اس کے بعد اعجازِ خسروی پڑھے، اول سے آخر تک ایہام، مراعاتِ لفظی

لغویہ :- جس کے الفاظ کے لئے خاص خاص طریقے تھے یا دہائی کے دور سے تھے، جس کو دہائی اصطلاح میں گاتھا کہتے تھے یہ دہائی لفظ ہے جس کے نام پر یہاں گیتا جی کتاب ہے، کیونکہ اس میں دہائی کے گیت ہیں، دہائی میں اس پر ایران میں پہلے اسلام کے نام سے وہ صدر گذر رہا تھا، جو کہ یہاں دہ سو برس ہو گا، مگر اس سے اس کی حیثیت بالکل بدل گئی تھی، یہاں جہاں جہاں اسی حالت کے ساتھ پہنچی، کہ عربی اور ترکی الفاظ اور بہت سی لفظی اور ترکیبی تہذیبوں کے سبب سے اُس کی صورت پہچانی جاتی تھی، (راہِ حیات آزاد مرحوم)

طباق، تضاد وغیرہ وغیرہ صنائع و بدائع میں گفت بازی اور جگت بازی کا مہینہ برس رہا ہے اس دہواں دہار میں تاریکی آگاہی، اخلاقی تاثر، علمی مسائل، مذہبی ہدایت کچھ نظر نہیں آتی لفظوں ہی لفظوں میں ساری دنیا تمام ہے، خزانہ این السبائے سخن ہی سمجھنے سے چلے جاتے ہیں، صفو صنف و دو دو صنف جگت بازی کر کے آدھی سطر کا م کی آتی ہے، روضۃ الصفیر اخوند شاہ نے سنہ ۹۲۰ء کے اندر لکھی، وہ بھی اسی انداز میں ہے، حبیب السیر مرغبات الدین نے اُن ہی دلوں و رُتب کی، طول کلام اس قدر ہے کہ اکثر جگہ صفحہ کی خاک چھان کر تطلب کی دود باتیں نکلتی ہیں، پھر قلم کتاب اپنی کی سنگت میں آتی، ہر رفتہ ایک لمبا چوڑا خط، عاشق کی طرف سے معذرت کے نام ہے، مضمون مطلب کچھ نہیں، طول کلام اور فطرت استعاروں کے پیچ در پیچ ہیں، باقی خرو عافیت ہے سہارے ہم کے ہوا پر رنگ پڑا ہے، انداز نہ کوئے الیاد و قی و شوق پھیلا یا کہ تمام تحریریں تبتیہ اور استعارہ میں مسلسل ہو گئیں، کوئی ناجرا، کوئی معطر، کوئی دراست نہ رہی، کہ اس سے خالی ہو، ایسے رنگیں بیانی، نازک خیالی، معنی آفرین کہنے لگے، زلف زلف ساہ نویسی اور سلاست عبارت زبان سے گم ہو گئی، بلکہ اصلیت نگاری اور مطلب نویسی کی طاقت اس میں نہ رہی، اور زبان پر یہ دروغ لگ گیا، کہ مبالغہ اور بناوٹ فارسی زبان کا جوہر ہے، ان بیچاروں کی زبان میں کھوڑی جی متیں، ضعیف، بلکہ اپانج ہو گئیں۔

ہم کہاں تک فارسی زبان کی تدبیری خرابی کا بیان کریں، جوں جوں یہ اپوں سے نکلتی گئی، دور ہوتی چلی گئی، غرضیکہ بجائے مدح، ذم کا پہلو نکل آیا، بقصد و کشف، غرابت اور غیر معتدل نڈت پیدا کی، جنہوں نے شاعری کے اصلی جوہر کو خاک میں ملا دیا، یہ بھی اپنا دامن شرافت و اصلیت چاک کر کے تبدیل اور بازیاری بن گئے، اور لطف یہ کہ آج کل کے اہل سخن اپنی بد مذاتی سے اسے کمال سمجھتے ہیں۔

سخن چو طوطی شکر زبان توں گفتن و گز نہت بے دروازیاں پلنہن
کہ بہمن کی مادری زبان اپنی کھچڑی ہوئی بہمن سے مغلیہ دربار میں ملی غرابت و اجنبیت

اس ملاقات کے وقت ڈوب ہوئے، دلوں کے پردے کھل گئے، اور دل سے نکل کر ہوئے،
دلوں نے مل کر اپنا اصلی رنگ رُوپ، بول چال، اختیار کیا، آپ کے دماغ میں رشیان
حقیقت نگار، قدسیانِ اصلیت کھٹاؤ اور بہمنانِ فرخندہ شہار کے اشتادِ حقیقۂ آفتابِ علم کے نور سے
نور پینچا آتے تھے اُن کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا، نہ ضرورت کہ اپنا ہی گھر اُس دولت سے لانا
تھا، جو معنوں کا تھا اُس کی نوعیت کے لحاظ سے اُسی زلیور سے آراء کیا، کہ جو اُس کے جسم پر
موزوں تھا، یہ آہ تھی کہ اور وہ بے ضرورت تھی، نہ کہ ضرورتاً، ہمارے ناواقف علماء کے
نزدیک گو یہ استعارات و تشبیہات جو ہر زبان کے نام سے پکڑے جائیں گی، مگر یہ دراصل
اس کا طرہ امتیاز ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ پچھل شاعری ہے، اور اس انداز میں کسی کا رنگ
جنا اگر ناممکن نہیں تو دُشوار ضرور ہے، پس اس جادوگری اور جربانی کے چند طلسمات و
شہداتِ ملاحظہ ہوں، اور پھر ان کا کلام بھی اسی نظر سے دیکھا جائے۔

مہرۂ خاک نشینم کہ در راہ نیاز	پرامید نفس باد صبا کہ نہ شدم
جو ہر جوئیست محبتِ نکاح ترا جو بود	چونک ہم ترا زدے گوہرِ نشتہ
چشمِ دل با صورتِ منی مقابلِ مسکینم	در پسِ دیوارِ گر با منہ جو سودا میںِ در
دارم دل شکستہ کہ بر آتشِ فراق	چوں توبروئے شعله بعدِ پنج و تابِ خفت
سرش بکند گردوں فروئے آید	کسے کہ از خشنِ خاک راہ بہر اجوت
نوبہار آمد، بھی گشتاں خواہم نشت	بچو گلِ شادابِ برآبِ دامنِ خواہم نشت
عبارتِ راہِ تفسیقِ گردِ دشتاں زرد	شکِ جو بادِ نسیمِ اندرِ مردمِ آزاد
کسیکِ خونِ جگرِ جو غنچہ نوشِ کُند	کشدہ سرِ بگرباںِ دُناںِ خوشِ کُند
جو لالہ دارِ غمِ عشقِ برجیں دارم	چو گلِ زلختِ جگرِ غلِ در آستیں دارم
از لبِ بس زمانہ عریانیسم	بچو غورِ شیدِ دماہِ تابانیسم
در خیالِ با سرِ کئے ایشہائے فراق	بچو ابریرہِ بایں چشمِ گریاںِ داشت

بچشم اہل خسرو مرد از ہنر خالی بود چو شارب خزائن دینہ از اثر خالی

عذائے سخن کی جدت آمیز ترکیبیں

برہن کی نازک خیالی، ظہور استعارے، نئی نئی تشبیہیں، خوشنما و جدید ترکیبیں، لفظوں کی عمدت و اشیں، جواب نہیں رکھتیں، اُس وقت کے علماء نے اُن کی فکر کو ظہوری کے نثر سے تشبیہ دی تھی نیز ظہوری سب نے پڑھی ہوئی، مگر جدت کا جو لطف آپ نے نظم میں پیدا کیا، وہ اُن کے کلام میں دیکھنے کو کیا مجال یہ جدت طرازی، طبع نازک پر سخت گزرتے، چند ہدیہ طبعیتوں کو ابھارنے کے لئے دکھائی جاتی ہیں۔

عجب نہ باشد اگر بائند رافت کار کہ بہت درجن شغل آشیانہ ما
 سر بر زند زجیب خزاں زہب بار ما آخر شو دشمن گُل انطفار ما
 فروغ دل ز نفیض بادہ روشن شود پیدا دماغ رقص از سیر گُل دگن شود پیدا
 ہوائے فصل گُل دو موسم بہار آہست گُل نشاط بہار مان میگسار آہست
 آشکدہ مینہ مار بر سر جوش است تار مرثیہ بردیدہ ماشعلہ فردش است
 حاصل ایام عمر با پیشانی بس است عذر خواہم جرم ناقصیر نادانی بس است
 ساقی بزم محبت بسکہ سخی ناز نقد پوش از دل ما بردو ساعہ چاشت
 کدام دل کو زبان دیدہ تما نیست کدام دیدہ کو سخن گشتہ تما نیست
 سوئے حاجت شیر شکر کاری نیست بغافل نگہ مصلحت آمیز بس است
 بگر فزاری ماسلسلہ در سلسلہ چیت تار موئے زمر زینل آدی ز بس است
 آکس کہ میر چشم ہمدستی دعا است ادل در قبول بروئے اثر زند

در میان جامہ دیبا کجا آید بدست

اُس فراغتہاے کہ در دلی گداز فہمیدہ ایم

تازگی خیالات

برہن نظم تو از عالم بالا آید گہر افتاد بر وقت و شریا امروزی
جب ہم برہن کے کلام کا نمونہ اس شریخی پر دیتے ہیں تو قریب البہم
صفت کی تشریح بے سود بھی جائے گی یہ تازگی ایسی نہیں کہ دماغ تروتازہ نہ کر دے تازہ
دل ہو کر سرور لیجے پہلے دلوں سے لیں لیجے سے

گفتی تازگی غزل تازہ برہن ایں طرح تازہ طرز کہ ام کلام کلیت

نکشا چو در صحن جن بند مہ را بوسے دگر افزودیم باد صبا را

جو غبار خط کہ بر آئینہ رویش نشست ہامغص کے مہیہ اند بود و دود آئینہ را

خیال مونس کے جلوہ کہ چوں غور شد غرور طلبت شہائے انتظار شکست

عجب کم گیر اگر اہل خطا بسیار اند ایں ہمہ قابل عفو نہ جو بخشہ یکیت

منم کہ باخترہ یا بستم اشک آہگر زیر و گرنہ شعلہ باین تار ستن آساں منیت

بر سر آدگاں ماند گل و آہ شگفت خار صحرائے محبت نہ خواہد گذشت

تا در بکنج فود کہند سنبل خفتش مارا بد در در گس مستش ایام غنیت

نئے دامن آواز بے زلف کیست در شانہ کو در غم نرم امروزی بوسے شانہ ذواحن

فصیح سے بار و ازیں بزم برہن کہ روشن بر تہم ہر سر موناظن دگیا باشتہ

دل چو خواست جمعیت آسنا گردو صبا کھایت نفی تو در میاں آورد

برہن دار سخن نازکست از طبع مہتاب
این ہمہ نازک ادائی از کجا دانستہ است

بینظیر نازک ادائی اور نگہ ادائی

شاعر دس کے دیوانوں میں عامیانه مذاق یا عشق مجازی کی ادب شانہ بے پکار کے مواد کی غنائیں
کم ہوتے ہیں اور کیتے دسے جو تاریخی وقت رکھتے ہیں ان کے خیال ہی میں نہیں آتے انہیں علم
ہوتا ہے کہ اورنگ زیب حکومت نے یہ درس نکتہ نگاری غیب سکھایا، وقائع نعمت خان علی
ایسے ہی نکتوں سے بھرا پڑا ہے اس سے زیادہ کلام برہن دہ راز لکھتے ہیں اور فرض جو رہے ہیں

جو کہتا ہے 'اود دیتا ہے' خدا معلوم اُس وقت اس نکتہ نگاری پر کیا رائے قائم ہوئی ہوگی، مگر اب قریہ تاریخی نکات مشتملہ تجرید کشافات کچھ جانتے ہیں، نکتہ دان اصحاب اُن کے ہر کلام پر غور کریں،

ترکیب کی خوبی پر جستِ بندش

رشتہ نظم مسلسل تا قریہ سے بند

پہلیں اور برگہ کا بیج سب نے دیکھا ہوگا، کہ اُس کی کیا شکل ہے، اور کیا مقدار، مگر اُس بے حقیقت بیج میں کر دروں میں پانی، لاکھوں میں کوڑی، ہزاروں میں پتے، اور سینکڑوں میں ٹہری نہیں ہوتے، بلکہ اُن سب کے کامل خط و خال اور خواص بھی یکساں ہوتے ہیں، وہ کسی کو نظر نہیں آتے لیکن عمر پانے اور اپنی کڑا حاصل کرنے پر وہ دانہ کہ جو دنیا میں کم سے کم شخصیت رکھتا ہے، ایکڑوں زمین گھیر لیتا ہے، اور اُس کی اولاد مقصورِ فطرت کے ہاتھوں وہی نقش و نگار حاصل کرتی ہے کہ جو اُس کے دانہ دانہ میں نہیں بھٹی،

ٹھیک اسی طرح شاعری نہیں بلکہ ہر حیوان و انسان اپنی ماں کے پیٹ لپٹے اپنے عادات و خواص سے کر پیدا ہوتا ہے، جن کا خون شاعری کی صنائع و بدائع اور علوم بیان و معنی میں گردش کرتا ہے، اُس شاعر کے کلام میں سب محاسن شاعری پائے جاتے ہیں، حافظ شیرازی شیخ سعدی اور ملا روم کسی استاد نے نہ سکھائے نہ پڑھائے، نہ بنائے، وہ ایسے ہی ختم تھے، انہوں نے سرسبز و شاداب ہونے پر دنیا بھر میں ادب و اخلاق کے گلزار کھیلانے، معائب شاعری کی خزاں نہ دیکھی،

بہمن بھی شاعر پیدا ہوا تھا، تو پھر اُس کی شاعری کس طرح مریضِ نظر نہ آئی، اُسکی یہ خوبی جب استادوں کی سمجھ میں آئی، اُسٹا و تسلیم کیا،

شاعری کی جان بلکہ روحِ رواں ترکیب کی خوبی، بندش کی چستی ہی ہے، اور یہ ایسی فردی ہے، کہ جیسے کسی انسان کے لئے خوبصورتی یا کسی پھول کے لئے دل آویزی، اگر نہیں، کچھ نہیں، آپ کا کلام، چہیتی ترکیب، شوکتِ الفاظ، بلند پروازی، نازک خیالی اور تاثیر کا ایک

سحر ہے احسرت موبانی اپنے قابلا دلجو میں تسلیم کرتے ہیں کہ "دوسری اور چوتھی ترکیب نہایت خوب
ہے" آپ نے کل دیوان سے دس شعر منتخب کر کے یہ عام نتیجہ پیدا کیا ہے "میرزا صاحب ان کی
تحریر کو "فارسی زبان کا پاکیزہ و لطیف نمونہ" قرار دیتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ قرار داد "بدش
الفاظ کے تغاضیر پر مبنی" ان کی زبان ایک ایسی مٹھین ہے کہ جس میں صنعت شاعری کے
تمام کل دھڑسے گھڑسے گھڑائے چلا پائے بے تکلف دسے تڑو دنگے چلے آ رہے ہیں، جو
ایک خاص صورت پیدا کر رہے ہیں، اور اس ترتیب سے کہ اگر ایک پڑھ اور ہر آدمی کر دیں،
صنعت بیکار ہو جائے، گو یہ خدا داد صفت دیوان کے ہر شعر میں موجود ہے، مگر ہمارا فرض ہمیں مجبور
کرتا ہے کہ ہمارے علم برہمن میں ان کی سب اشیائے مصنوعات سجائی جائیں، آپ میرے کچھ سے
دسے لب تو تک ریز در شکو باری شیکھ زلف تو اندازہ گرفتاری

پرواز خیال کے دلچسپ مقامے سماع اہل محبت از عالم درگراست

ہزار و صد باہنگ یک اصول کسٹم

برہمن کی زبان و قلم کی قادر الکلامی اور تخیلات گوناگوں کی خیال آفرینی کے سحر نے اپنے دلکش
نقوش کے زور پر راگ راگینیوں کے رنگ میں ایک مضمون بیسیوں طرح سے اپنے سامعین کو سنایا
جس کی ہر گستاخ اور تائید ایک نئی آن دیوان کھتی ہے، ان کا منظر اب قلم جس مضمون کی جس تار پر
پڑتا ہے، حال سے قال میں لے آتا ہے، اور انسان بے خود ہو کر اس وقت تک ہوش میں نہیں آتا،
جب تک کہ ان کا کوئی دوسرا نغمہ کام نہ کرے

برہمن نے عجیب جگہ "عمر گرامی" "سراسر فانی" "کو شہ نشینی" "خاموشی" "حقائق و معارف"
"فلسفہ و تقویٰ" "حکمت و اخلاق" "صفائی باطن و عاقل و جاہل" راستی "خاموشی و صداقت"
وغیرہ وغیرہ موضوع خاص پر نئی ترکیب نئے الفاظ اور نئے انداز سے مضمون لکھ کر ہمارے
حافظ نے محفوظ رکھے، ہمارے خط وافر کا باعث ہوئے، ہم چاہتے ہیں کہ ان سے اہل سخن بھی
محفوظ ہوں :-

ہائی پویش برہمن کے کلام کے لئے جو

ہر نفس بُوئے محبت آید اگر گفتار ما
میتوان فہمید از گفتار ما مقدار ما
ما برہنہ محبت نہیں محبت ہم
بکجا رہیت کلک محبت نگار ما
ہمیشہ آب گہر با گہر بود و مہ ساز
نشد ز دیدہ ما در آب دیدہ ما
ہر شب گہر افشاں شود از گوشہ مرنگاں
بر دامن مسپارہ ما چشم تر ما
آئینہ گشت سینہ ما از فروغ عشق
شد جلوہ گاہ صورت معنی ہنسان ما
از آب و تاب عشق چوں آئینہ صاف شد
اُن کہ نہ دیکھتہ سفالے کہ داشتیم
انسانی ہستی دانے سے تشبیہ دی گئی ہے اور زمانہ بچی سے یہ مضمون مختلف پروازدن
میں اس طرح سے ضبط نظر میں لایا گیا ہے

چوں دانہ عاقبت بجز از حال خود نیافت
ہر کس کہ خانہ در ہزاریں آسیا گرفت
زیر گردش ہائے گرد مہر کرد و آشتیان
خوشیقت را داہن آسیا دانستہ است
بچہ کس از گردش گردوں سے تہید بر دہن
ہر یکے چوں دانہ زیر آسیا خواہد گذشت
بغفلت زیر گردش طے گردوں آمدی گزیدہ
بائنے کہ غافل دانہ زیر آسیا باشد
چوں دانہ ہر کرد و در دہن شد بروں طے آید
عرض کہ گردش میں آسیا فہمیدیم
آسیا سے چرخ میگردید و روز و شب
خوشیقت را داہن آسیا فہمیدہ ام
بلاو عشق قدم نہ برہنہ از سر صدق
کہ ہر دامن روہ عشق را ریا گھر است
ز روستے صدق برہنہ قدم براہ ہنہ
(دیگر) کہ ہر دامن روہ عاشقی ریا گھنہ
ما سر زلف آویدہ است آرد
(دیگر) دل پریشاں ترا ز صبا شدہ است
دل در پئے بر نسیم گردد
تا برے تو از دم صبا یافت
گر گناہ ہے تو ہمیں کیسی دیکھنی است
(دیگر) برہنہ قابل عفو است گناہ ہے کہ تراست
نادانی ما گناہ ما بود
در دستبر خود حساب کردیم

۱۔ یہ تشبیہ گیری نے دی ہے، چلی چکی دیکھ کے دہپے کیرا دو تو وہ پانی میں آن کے ثابت رہا نہ ہو
(بہارِ سنائی)

- (۸) کردم بے خیال تو در دیدہ ہماں ریزو بجائے ایشک ہدا نام آفتاب
تا بیچ دتاب زلف تو داریم در خیال صد جہاز ہم گشتہ بود گفت گشتہ ما
- (۹) خیال زلف تو تا در دل برہن ماند ز سینہ تا زباں را و گفتگو گرہ است
بے خیال سر زلف او گذشت بدل تمام عمر میں زلفم پر بیچ دتاب گذشت
- (۱۰) گچا بہاں کھم این گریہ طوفان خویش را کہ گرد آتشیں گم کرد از دامن شود پیرا
چگونہ گریہ خویش نہاں توان کردن کہ ریزد از ترہ و از ہستیں بدوں آید
- (۱۱) تا گند تاب و ہندل پیشانی خویش برہن خاکس سر کوسے تو بر سر و داشت
برہن زین کہ سے گم سجدہ سے کسم خاک بنیاد ہندل پیشانی من است
- (۱۲) آں آتش ہفتہ کہ در سینہ داشتیم (۱) چندان بلند شد کہ دل آفتاب سوخت
اگر زمینہ کسم آہ آسمان سوزد (۲) ہفتہ آتش ویرینہ زیر آہ من است
- (۱۳) ز موج حادثہ نیر دل سیافتم کنار (۱) بر کسے آب رداں عمر چوں جہاں گشت
ایں شوزیل حادثہ بردگار (۲) لے آنکہ خانہ بسبب دیدار گرفتہ
- (۱۴) سے توان بودن ز آشوب حادثہ بر کنار (۳) کشتی امید ما بر ساحل حیا فوٹش است
(۳) منزل عشق دراز است پر از خواب بار (۱) کار بے دیدہ میدانے آید راست
ز نمودر صبح قیامت مگر شود بیدار (۲) گوش ہر کہ صدا سے جس نے آید
صبح محشر گراں پروہ بر آید بیرون (۳) ورنہ زین خواب گراں کسیت کہ بیدار شود
- (۱۵) از محبت دل شود معمور چوں گردد خواب (۱) اسے دل شود دیدہ دیرانی کہ کبادی ہوا
قرار عاشق نسکین بود در اضطراب دل (۲) بایں شویہ ہرگز دادنی ایمن نے سازد
- (۱۶) برہن زکنا ہاں من زین پسند (۱) بگریہ بردہ دھت جواب خواہم کرد
چو دوزختر برہن حساب پیش آرند (۲) باپ دیدہ بشویم نامہ اعمال

- (۱۷) کسے برآپ رواں برہنہ فُشدا بہن (۱) اساس برہنہ است نصیرِ دین را
برہنہ برآپ رواں افگند طرح خاندرا (۲) اسے برہنہ ہر دلی درد ہر بے بنیاد است
(۱۸) بدتہما غمرہ اش برہنہ فرزند ز دناخن (۱) اشارتہائے ابرو پر دلی دیوانہ دناخن
دناخن غمرہ اش دردیدہ بنیاد دناخن (۲) بارود ماہ من ابراہیم تو صد جلا زند دناخن
(۱۹) ہزار حدیث گنہ نامہ سیاہ مست (۱) گنہ زہر کہ بود داخل گناہ مست
صفائی حُسنِ عمل نیست در جریدہ ما (۲) مگر عین گنہ نامہ راسیہ کینم
(۲۰) دیدہ ز خونِ جگر خون بہائے بلبل را کہ گلِ گوشت و ستارِ سمن آساں نیست
تحقیقِ خون بہائے طبسلاں دہ پس آنگہ سیر کن در صحنِ گلزار
(۲۱) بس کہ طبع شکستہ داریم (۱) لاجرم بچو گل پریشانیسم
بخوشی چو خنجرِ ساختہ ایم (۲) سہرِ عظیم و پادِ امانیسم
عاشقِ محوِ صفتِ بائے بمان دارم چوں گلِ تازہ ام و جان پریشان دارم

جو صورتِ محال پیش آئے، الفاظ کے ذریعہ صریح قلمبند کر دینا، معاملہ
معاملہ بندی کہلاتا ہے، گویہ بات ظاہر آسان معلوم ہوتی ہے، مگر اس سے
زیادہ مشکل کام کوئی نہیں، دیدہ بنیا اور دلی بیداری اس کا نقشہ کھینچ سکتا ہے، کیونکہ قوتِ حُسن
اُن ہی کے قبضہ میں آئی ہے، برہنہ کی صورت ملاحظہ ہو۔

دارم دل شکستہ کہ بر آتشِ فراق چو موبدے شعلہ بصدِ بچِ قلاب بوخت
گر معشوقہ مراد رسم یادِ مازِ مسائے آید
لقابِ ابرِ رخ و روزِ دگر گاہِ آفتاب من نظرِ بچاںشِ بنیرِ گرد و حجاب من
اشاعری، مصوری سے زیادہ مشکل ہے، مقصودِ ماقبات
احساسات یا انسانی جذبات اور محسوساتِ ظاہری کی تصویر کھینچنا ہے، شاعر غیر
مادی اشیاء اور غیر محسوسات کا نقشہ آوارتا ہے، مصور کا کمالِ مصوری یہ ہے، کہ ہر چیز کا مکمل

عکس اُتار دے، شاعر کا کمال یہ ہے کہ انسانی جذبات و احساسات کا نقشہ کھینچ دے، مقصود اُنھیں
کے احساسات سے کمال پیدا کرنا ہے، شاعر دلی احساس سے اپنا کمال فن دکھاتا ہے یہی
حقیقی شاعری ہے، اور جس کی زبان و قلم میں پائز ہے، وہی شاعر ہے، جس طرح سے دُنیا
میں گانا اور رونا جلنے کا سبب دعوئی کرتے ہیں، اُسی طرح سے ہر انسان چار لفظ پڑھ کر شاعر
کا مدعی بن جاتا ہے، اور بعض اُن پڑھ بھی شاعر کہلاتے ہیں، جو شاعر نہیں ہوتا، اُس کا کلام
اُس کی قلم و زبان سے نکلتے ہی اُن کے نام و نشان کی طرح صفحہ دُنیا سے محو ہو جاتا ہے، مگر جو
انسان انسانی جذبات بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اُسے دسب اہل قدرت بھی محو نہیں
کر سکتا،

برہمن کی زبان 'شاعری کج جذبات و احساسات بیان کرنے کے لئے متعارف قرار دیا جانے لگتی ہے' اُس کا طائر خیال جذبات و احساسات کے ناقابلِ گذر جھگڑوں 'گھائیوں' 'بلندیوں' 'نشیوں' اور 'مُحسول بھلیاں' میں بے تردد داخل ہو کر اور کُل حُرادے کو اس طرح سے واپس آجانا ہے کہ 'دوسرا جنوں میں بھی نہیں آسکتا' وہ جب بلند اُڑتا ہے تو فلکِ مفتین کی خبر لاتا ہے اور جب پائے نکر میں غوطہ لگاتا ہے تو تختِ الثریٰ سے گوہرِ شاہِ ہوا زکال لاتا ہے، اُس کی فہم و لودارک اور قوت پر دانے زمین و آسمان ایک کر رکھے ہیں، 'وہ ایسی طاقت رکھتا ہے کہ ایک خیال آجانے کے بعد جب چہرِ چاند کرنا ہے تو پہلے سے زیادہ کر دک اور دمک ہوئی ہے جس سے زمین و آسمان گرج اُٹھتے ہیں، اور سکون و مفلوجِ قلب پھر ک اُٹھتے ہیں، بلند خیالِ مبالغے سوچنے کے سوجھ بوجھ رہ جاتے ہیں کہ کہاں سے کہاں جا پہنچا' اُس کی ہر پرواز نیا لطف رکھتی ہے اور نئی خوشبو سُنگھاتی ہے، اس پروازِ خیال کے چند مناظر ہم نے کبھی دیکھے ہیں آپ بھی اپنا جذبہ دل پورا کیجئے۔

(۱) آرائش بنگا، ایام جنون ست

(۱۶) صورت مخزن عیار غم از دل بر دل برد
 مارا همیشه گوش برآورد از طبل است

چہ آتش است کہ در دیدہ تر افتاد دست کہ جائے اشک انام نگو افتاد دست
بر آتش غم تو دلم ہوں کباب سوخت و ز اشک گرم مردم شیم در آب سوخت
گر ترا از دم تنگ نمکدائے هست لخت لخت جسگر سوختہ بر پائے هست
من و مودائے خیال خطوائے کز تراست من و دیوانگی حسن و جمالے کز تراست
بگذشت عمر و گرم تن نفس ہنوز این مرغ پر شکستہاں در قفس ہنوز

نقیم اعلیٰ توب مضامین چند باید بخش زلف پریشاں دیدن
صورت کفر در آئینہ ایساں دیدن

ان صلت و بدائع پر لکھنے کے بعد اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ برہمن کا علم اخلاق و ادب کس قدر ہے! اور ان اسباق میں وہ کیا کیسے دیتے ہیں؟ آیا اس دیوان میں کل قبیل کا رونا رو دیا ہے، یا کوئی جو اہر اخلاق پر دیا ہے یا محض وقت ہی کھیا ہے، یا اسے سگارت لگا ہے؟ ہمارے سامنے اس دنیائے خدا کے لئے جس قدر نیکی کا نیک سرمایہ ہے، اور جس کا ہمیں علم ہے، ہم اسے اس ترازو میں تول سکتے ہیں، صاحب اخلاق و ادب اپنی وسعت معلوم کے تقاضے پر اس میں سے بہت کچھ پاسکتے ہیں، اگر چہ ان کے گوناگون مضامین کی صحیح منطقی تقسیم کا کام ناممکن ہے، تاہم جو اشارے جس مضمون پر دیکھے گئے، تقسیم منطقی کے سپرد ہوتے اور وہ ہمارے ارادہ کی تمکیل کے لئے کافی ہیں، ہم نے داغ میں ڈال دی، اس نظر مکمل فرمائیں گے،

برہمن کا بیان و کلام رمز و ادا برہم زبان بر مزدادا بگذر و سخنی
ایساں اہل سخن اس ادا کست برہمن
اور معسر سے چر ہے رمز و ادا اور معر گو ایسی صنعتیں ہیں، جو کلام کا لطف بڑھاتی
ہیں، مگر حقیقتاً یہ بڑی کار آمد ہیں، جو بیان کے صاف ہو، وہ بالعموم نقصان دہ ہوتا ہے، مگر جو لطف
رمز و ادا لکنا یہ اور معر میں بیان کیا جائے، وہ یہ فقط آفات سے محفوظ رکھتا ہے، بلکہ کلام میں

خوبی پیدا کرتا ہے، برہن اپنے ایمان و اعتماد سے جس راستہ سے گذر رہا تھا، وہ ظاہر ہے، اُس کی زبان صدقہ بیان کے لئے ضروری ہوا کہ وہ اپنا کلام رزقِ ادا کا گناہ اور معصیہ کے پردوں میں بیان کرے، چنانچہ ہم اپنے ناظرین اور شائقینِ کلام برہن کی خدمت میں بادبِ التماس کرتے ہیں، کہ وہ تحریرِ برہن ذرا سمجھ کر پڑھیں، اور خوب بخود کریں، طرح طرح کے معنوم کا اکتفا ہوگا، وہ غریب و اذرا ہر زمانے میں، کُتبِ نوکِ شاعری کا دم بھرتے ہیں، اور یہی شاعرِ فردو اور اُس کے شکیلہ بنے پھرتے ہیں، لیکن باوصف اس سخی حکومت میں سب کچھ کھ گیا، اور کسی نے کچھ نہ سمجھا، ملاحظہ ہو مکالمہ ترغوشِ ذہانِ صریحی سرسندی و ماہر برہن خود ایسا فرماتے ہیں :-

مٹنے کے لعلِ لبینِ شبیرہ میا داشت ہزار طرزِ سخن در سخن با میا داشت

از گنگوئے جہاں لبِ بند و فانی باش کہ کارِ ما تو در عملِ ایں معریت
و میا و میا فیہا سب کہتے ہیں کہ دُنیا ناپائیدار ہے، اور دولتِ دُنیا سے زیادہ فانی، سب

مانتے ہیں، مگر سب پائیداری کے سامان بناتے ہیں، سب سے معنوم ہوتا ہے، کہ کہنے کے لئے دُنیا ناپائیدار ہے، مگر عمل کرنے کے لئے نہیں، اس میں جو کوئی لکھتا ہے،

دُنیا میں جو پیدا ہوا، وہ تمام ازل کی تقسیم کے موافق اپنا حصہ ضرور پائے گا، خواہ بُرا مانے، خواہ خوش ہو،

اگر یہ خیال دُنیا میں ذہن نشین ہو جائے، کہ دُنیا اور اس کی دولت دونوں پائیدار ہیں تو ایسے ہر انسان کو فرصتِ روحانی حاصل ہوتی ہے، اور وہ دُنیا کے تمام مصائب و کالیات سے نجات پالیتا ہے، پس دُنیا میں رہ کر اُسے فانی بھجائی معراجِ کمال ہے، ورنہ تعلقات کی کثرت، موجبِ حسرت و افسوس ہوتی ہے، انسان کھل کھل کر اپنی جان و دنیا ہے، اور دوسرے کی سے لیتا ہے،

برہن شروع سے قدیم تقسیمِ زندگی کے منازل اور مراحل پر کمر بستہ تھے، اور آخرش سب مراحل زندگی بڑی بڑی خوبی و عمدگی سے طے کئے، کیونکہ ایسی قدیم طرزِ تقسیمِ زندگی میں

دُنیا و ماضیا بھی لطف دیتے ہیں، برہنہ کا آپدیش ہماری رہبری کا باعث ہو سکتا ہے، کہ
عالم با عمل تھا ہے

ہر کہ اسبابِ نفسانی را فراہم سے کند را و ریش است تیر خطا دانہ است
کاروانِ گدشت با نگہ از دوائے برنجاست عالمی کم گزشت و از جائے سد آبِ برنجاست
ہرگز کامِ کس نہ بد جبرِ عسے فراد ایں و در و در و گار نہ نامِ کام کیست
با دایعِ عشقِ سازِ برہنہ کی چند گاہ الفبتِ بیانِ پند و دلے غنیمت است
بجز دنیا رست و رزیلِ عاود شایار تکیہ بر گدہ بر آسِ رواں نتوان کرو
ز بے شباتیِ قہر زمانہ دانستم کہ نقشِ ہمیدہ بردے آبِ خواہم کرو
دُنیا چہ بود کہ نہ سزلے و خرابے خواہے و خیاہے و حجابے و سراہے

چہاالت
برہنہ ہر کہ ہوسے یافت از مغرولِ نانا لبیکِ خارہ سازد لبیکِ باکودنِ مینا سازد
خدا کریم یاقوتِ سب کو بخشنے اور چہاالت کا وجود اس دُنیا سے نابود کر دے اور نہ
کم و زکم ہندوستان پر تو یہ ہر مانی ضرور فرمائے، گو اس فضلِ درکم کی تقسیمِ اعلیٰ اسے یہاں کی
آبادی ایک فیصد ہی بھی نہ رہے گی، اگر وہ ایک لاکھ پر بھاری ہوگا، برہنہ کا آئینہ دلِ ابنِ پیچش
سے چلنا چور ہے، اور برہنہ ہی پر کیا موقوف ہے، ہر عقلمند کا دلِ صافی اُن سے نفور ہے، اس سلسلہ
میں اول سری بھرتری ہری سے کچھ سن لیجئے۔

”پہاڑوں اور نول میں نگلی جانوروں کے ہر امار سے، اسے پھرتا اچھا گرجاں کے ساتھ بہشت میں
بھی رہنا ہوتا ہے“

ہر چند بہنگِ خارہ سازم بانگِ دلاں چہ چارہ سازم
باناکسانِ سنگدلاں حُسنِ احتلاط باشد بر دے سنگِ ندونِ آگینہ را

علم ہے عمل
بروزِ حشر گراؤ برہنہ سوالِ کند ز عظیم بنے عملِ خوشین جواب دہد
برہنہ کی یہ پرستخانے کہ میرِ عملِ علم کوئی چیز نہیں، اس سلسلہ پر سب کا اتفاق

ہے مگر اس سے اتنا قلبی کوئی نہیں کرتا، عملِ علم کے ہاتھوں اس نے نالائقی ہے، کہ وہ جان بوجھ غفلت کرتا ہے، برہمن سمجھتا ہے :-

دلم رنخہ علم و عمل ادب آموخت چہ باشد ابد و اند کے زبان گستاخ

پرستہ دل آزادہ را کہہ نہ ربا ط کہ نہ ابد حسن عمل میرسد براہ و مرا ط

دل آزاری | آزار اسے سرور سے منہ پائے کے را ایک سرور سے منہ پائے

نسل سے ہے، روحانیت ان جانداروں کی دشمن جان ہے، جہاں یہ بڑی ان کی اولاد بھی، اس میں جہاں روحانیت کا دور ہوگا، وہاں جہالت کا خاندان کا فتنہ ہوگا، اس کا گناہ بھی گناہ ہے، مگر جذبہ انتقام اس شرارت سے باز نہیں رہتا، مسلمانوں کے قدیم بزرگ شعلی جیسے خدائی بند

اگر دنیائیں پھر پیدا ہو جائیں، تو ایک کثیر حصہ اس دوشاخ سے نکل جائے، جہاں پہلے ہندی، ساپ، بچھو وغیرہ موزی جانوروں کو مارنا بھی پاب تھا، اب اپنے بھائیوں کی دل آزاری میں لطف پاتے ہیں، اے گاندھی تو اپنی جیو آہنسا کی دنیائیں پھیلے، کہ اس میں سب کا بھلا ہے، آپ نے

دیکھو کہ برہمن کس درد سے بیداروں کو بیداروں سے روکتے ہیں؟

اَلْوَالِغَرْمِیْ یَا لَبْدَہُ صِلْکِی | مابہرین مشکلات روزگار آسان کشم

ہر شخص زبود آثار آسانی در دست

دنیا میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے، کہ جو اپنے حوصلہ کے پردوں سے اڑ کر دشمنوں سے بچ کر ملک لالہ

پر پہنچ جائے، شیر مقابل میں آئے، اس پر بھی جھپٹ پڑے، اگر دریائے بے پایاں راستے میں حائل

ہو، فرشِ قالمین سمجھ کر عبور کر جائے، غرضیکہ جو خیالات بہت خیالی سے پیدا ہوں ان کا دشمن ہو،

مصلحانِ قوم، رفیقا، رمان ملک، شعرائے زماں اور بادیاں دین، ارادے کے پورے

اور حوصلہ کے بادشاہ ہوئے، ایک نے لاکھ کے قلوب پر فتح پائی، برہمن نے بھی اپنے حوصلہ کے زور

سے اپنا یہ من با حسن الوجہ پورا کیا اس کے کلام میں ایسی شجاعت، بلند خیالی، عالی ظرفی اور بلند وصلی بھری ہے کہ جو فاضلانِ ملک میں بھی نہیں پائی جاتی اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اس نے اپنے دل و دماغ کی ملک سے دنیوی فاضلانِ اعظم کے قلب پر فتح پائی تھی

ہم نہیں چاہتے کہ ایسے عالی خیالات ادب پاک جذبات اس کے دیوان میں ہوتے ہیں ہم نے اپنے ملک کے فوجانوں کے قلب میں یہ جذبہ پھونکنا ہے اس لئے چند منتر پڑھے جاسکتے ہیں، اور اس کے ساتھ یہی اُن کا وعظ ہے کہ انسان کو ہمیشہ شگفتہ رہنا چاہیے، شگفتگی غنچہ دل پر مردود کر دیتی ہے۔

وجودِ مردم دانا بود ہمیشہ بہار	چو غنچہ تنگ مباش لذتیں شگفتہ ریاض
عاقبت از منزل مقصود سے باید نشان	ہر کہ در را محبت، بگوشتش پاشست
در را عشق یک قدم از خویش پیش باش	مشورہ را صدائے جس احتیاج نیست
بلانوشاں حذر کر گنہ از ہرچ پیش آید	کہ خوں اندر مذاق تلخاں شیر مسگرود
در موعکہ عشق در آید چو برہن	ہر کس کہ لبیدلں جگر سے داشتہ باشد
خدا اگر دل سنگین بود مرا چہ زبانی	کہ من متقابل آں جان آہنیں دارم
ز چو پردان بیک شملہ ز پر دازانستم	گر بر آند ز آتش روم دہا زانستم

جہنم | مہین کو بھتی فوٹیش دیا فرازند (برہن) کہ بال ہمت پر دان میرسد بچراغ
جو | دُنیا میں جو کامل اور مست بناد مہتیاں ہیں، ناکام ہیں، کیونکہ کام سے بھرتی

ہیں، وہ اپنی مستی اور کمالی سے ترواد اور جستجو چھوڑ دیتے ہیں اور جب کوئی معترض ہوتا ہے تو ایسے زہنی خدا بند سے کہہ دیتے ہیں، کہ جو خدا کی مرضی ہوگی تمہارا ہمارے ترواد اور جستجو سے کیا ہو سکتا ہے، اس اعتقاد کے رستار آغاز آفرینش سے چلے آتے ہیں، دید مقدس نے ایسے نئے کردہ کو تشبیہ کمال سے سمجھا یا کہ اسے غلط عقیدہ کے لوگوں نے ہمیں یہ نہیں سمجھا یا کہ تم اپنے حواسِ خمسہ سے بھی کام لینا چھوڑ دو، ایسی حالت میں تم عواموں سے بدتر ہو جاؤ گے، تم دیکھو

کہ تلوں میں تلی ہے، اگر جب تک اُسے تیر اور جست سے کالانہ جائے، کل نہیں سکتا، نہیں ہوگا نہیں
تیر و جاری رکھو اور نتیجہ میرے ہاتھ میں ہے، ”شرح برہن“ سے سن لو۔

ماہوں میں سپندیم، سو زیم، بشکفتیم، مرقف یک شراہ آتش چرخِ نسیم

برہن گو نہ کام دل بدستِ یہ تغافل کن، خجالی ناامیدی نیز ہے بخشہ شریانہ

کارِ امر و زہد و فراہِ گلزار، کارِ ارد و زہد و سنگِ حسابِ بیار، نواں غور و غم و وعدہٴ فردا و ارد
ہندی، آوازِ اعزیز اور ماہِ پرِ علمِ سیاحت نے زور دیا ہے، اگر جب کام کرنا

ہے، غرا کر لینا چاہئے، یہ پتھیری، ڈیویری، کار و بار سے نکل کر مذہبی فرائض میں داخل ہو چکا ہوتی،
صبح اٹھنے کا وقت، اجکل دشا جائے کا وقت، سندھیا آپنا کا وقت، کار و بار کا وقت، اکھانے
کا وقت، مغرب کے مشب و روز کے چومیں گئے، ”انسانی ضروریات کے پردہ گرام کی زنجیروں سے
ایسے مضبوط بندھے ہوئے تھے، کہ انہیں شاہ سے گرا تک توڑنے کی کوئی کوشش و جرأت
نہ کرتا تھا، نادانوں نے جب انہیں توڑا، تو خود بھی اٹاک، ہو کر تباہی اسکے خار میں جا پڑے۔“

اب وقت کی قدر کا وقت، گیا، صبح کی سندھیا توں تو خوابِ شیرینی کی نذر ہو گئی، اگر کرتے
کبھی میں تو دشِ بچے کے بعد، عرض کیے نہ کافی پراچین، غلط طور پر، ”ان آئین“ پھر وقت پر کام
کون کرے؟

برہن ایک بچے برہن تھے، ”اُن کا نیم آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت کی طرح بے ضل
تھا، ”وہ وقت پر کام کرنے کے لئے بڑا زور دیتے ہیں“

دے زوایاں گراں، لٹواں شدنِ بیدار، وگرنہ تازہ چشمِ آفتاب گراشت

برہن امر و زہدِ حسنِ عملِ داری بسیار، کشتہٴ امر و زہدِ حاصلِ فردا و شست

نظرِ امر و زہدِ دانتنِ حاصلِ فردا، علمِ امر و زہدِ مرنےٴ فردا سے ماہا شد

تمام عشرِ بامید وعدہٴ باشمِ شاد، گر اعتمادِ بہرِ زہدِ گراں کر دین
یاسِ و امید، یاسِ انسان کی دشمن اور امید دوست ہے، ”یاس و یاسِ دین سے دشمن ہے بچے

اور دوست سے لئے رہنے کی ہدایات کی ہیں، اگر کوئی ہفت اقلیم کا بادشاہ ہے، مالی جنگی طاقتوں کا مالک ہے، دانشمند اور دروزہ اصلاح کار ہیں، ادب باط اور اتحاد ملک پر ہیں، اگر یمن آتش ہو جائے، دم بھریں کام تمام ہو جائے، امیر ادنیٰ غلام کو بادشاہ بناتی ہے، گدڑی کے سر پر تاج شہنشاہی کا سایہ کرتی ہے، منازل دینی کے طے کرنے کے لئے یہی، ایک زاد راہ ہے، یہ جس کے پاس ہے، کبھی بادشاہ ہے، ہم برحق کی نفرت و عنف و جبر و اعتدال پر ہے، اور ہر کس و نا کس کے کار آمد ہے

گر شاعر محبت مرے داشتہ باشد
نخن دل من نیز برے داشتہ باشد
بجز مصیبت خاموش اگر باشم روا باشد
کہ پیدایش دوزخ زبانی انصافان
و دنیا میں مذہب کا ظہور ازل سے ہے، اور ایک رہے گا، اگر جب ان میں کڑوری و اسق ہو جاتی ہے، طوفان بے تیزی کے بادل اٹھتے ہیں، صدور شک کی بجلیاں گرتی ہیں، نا کامی اور یا موسیٰ گلا گھونٹتی ہے،

اچھے برے کی تیز بینی رہتی، اشخاص نامراد و ناکام اپنی خامی مذہب سے اپنی اصلیت پر اتر آتے ہیں، ان پر یہ آتش سوزاں اپنا فونی اثر ڈالتی ہے، چونکہ یہ بلا آسمان سے آتی ہے، اور دانہ اُن کی نقیل کرتا ہے، اس لئے ایسے مبتلائے بلا، آسمان و زمین ہی کے درپے ہو جاتے ہیں، اور اپنی ضعیفہ الامتقادی کی خوب خاک اڑاتے ہیں، اہل زمانہ اپنا شامیانہ زیرِ فلک تانے شی کی آڑ میں نکا کھیلے ہیں، ایسا نکا کھیلے گا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن اپنے مجنوں سے مخاطب ہو کر وہ وہ بے لفظ سنا تا ہے، جیسے کوئی دوسرا زبان پر ہی نہیں لے سکتا اپنے گناہوں کا کفارہ کرنے کے لئے کھائے زبان پاک اُلا آتش شکوہ شکایت سے آودہ کرتے ہیں

بد مذاق اور متعصب حضرات، جب اپنے مدد ورج کی زبان سے اپنے مذہب کے خلاف کوئی ایسا کلمہ گزرتا ہے، تو یہ تاویل کرتے ہیں کہ، شاعری قید مذہب سے آزاد

ہے، اس نالائقِ طرزِ حمایت نے شاعروں کو مذہب کی مٹی پیدا کرنے کی اجازتِ عام دی، جب علمائے مذہب ایسے یادہ گوہے دین لوگوں کی بیٹھ بٹھکھیں، تو وہ کیوں دن رات ایسا دلچسپ نہیں کھیلیں، جب اپنی ہی گڑی اتار لی، تو دوسرے کی دستِ فضیلت پر ہاتھ دراز کرتے ہوئے کوئی شرم ماننے لگتی، کیا کوئی سعدی، حافظ، عطار و م کے کلام سے ایسے بے دینی کے کلمے کاں سکتا ہے، معاذ اللہ ذرا عمر خیام کا لشکرہ ملاحظہ ہو کہ جس پر سب علما، عمر خیام کی شاعری کی داؤد ختم کر دینا چاہتے ہیں،

ابرین سے مرا شکستی رتی برہن و عیش را پسیتی رتی

بر خاک بچتی تے ناب ارا خاکم بدین گز تو مستی رتی

مولوی ولی اللہ نے اپنی بیجا تاویلات سے کام لیتے ہوئے، عمر خیام کی رباعیت کے معنی کچھ کے کچھ کر دیئے، مندرجہ بالا رباعی کا ترجمہ بھی تبدیل کر دیا، اور رباعی کا مخاطب محاسب قرار دیا، مگر ان کا ایمان اس تحریف سے کاتب اٹھا، خوفِ خدا غالب آیا، حالت ملاحظہ ہو:-

”لیکن یہ ترجمہ کون سے بچے کے لے کیا گیا ہے، عام طور پر اس رباعی میں خطاب خدا کی طرف

ہی کجوا جاتا ہے، اور خاکم بدین سے اس خیال (تاویل) کا خیال نفس کوڑے بچنے کے لئے اب تک

ہیں چھوڑا، بجائے صداقت خیال اسی لئے استعمال کیا گیا ہے، اکی اور بھی تاویل ہوتی ہے یوں

بھی دور دراز کی تاویل نہ کی جاوے، تو رباعی کے الفاظ اور ترکیب اسی خیال کی موید ہیں“

ایمانداری کا نمونہ ملاحظہ ہو، انھوں نے گناہ سے لذت اسی کا نام ہے، بولعقب سے پیدا ہوتا ہے، اور اس کی ان کے ہاں کمی نہیں،

عمر خیام کی ہدربانی نے جو کلمہ کھرا دیا، کیا اس سے بڑھ کر کسی ہے دین کی زبان سے کلمہ کفر نکل سکتا ہے، برہن ایسے بڑیوں کو سمجھاتا ہے،

لئے مرغ پر شکستہ نغاں و دقش کن

برہن جس دیوتا کے اعتقاد و مذہب کا بچا رہی ہے، اُس کے دہرم میں ایسی بے ہمتی کے کلمات کہاں مل سکتے ہیں، دوستوں نے کہا کہ کسی شاعر کی شاعری کا محاکمہ اُس وقت تک چرچا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس شاعر کے طرزِ شکوہ و شکایتِ زمانہ کے رنگ نہ دکھائے جائیں، ہم نے اپنی پہچان سے کہ ایسے ہی حالات کے زیرِ شاگردی تعلیم و تربیت پائی تھی، تعلیم و تربیت برہن پر نظرِ تجسس شروع سے آخر تک ماری، مگر وہاں ایک کلمہ بھی اُن کے قلم کا نہ پایا، اپنی محنت و محرومی اُن سے بیان کی، وہ خاموش رہے، جب کلام پر دوسری نظر پڑی، تو یہ راز کھلا کہ پختہ اعتقاد، خوش بنیاد، صابر و عابد کی زبان پر یہ کلمات آ ہی نہیں سکتے، وہ ترک خواہشات کا دلدادہ، مددِ معائے دینی کا محروم، انقست تھا جس کو کوئی نا جائز خواہش ہی پیدا نہیں ہوتی، ”شکوہ و فلک“ اور ”شکایتِ زمانہ“ کی آلائش سے اُس کی زبان پاک ہو گئی، طوطا ہوتی، اب بد مذاق خواہ ان کی محرومی بیان سمجھیں، یا خوش مذاق غریب کلام، ہم یہ نونہ کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

منصف غدو بدون از آشوب ارد گرد کنار در درامطلوب الفاضل ست اما کرامت
اس کے برخلاف اُن کا کلام کا مینار ”انسانی معذوری“ ”تقدیر و تدبیر کی لفظی“
”اقبال معصیت“ ”عجز و نیاز“ ”گریہ و زاری“ ”تسلیم و رضا“ کی مختلف قسم کی شراہوں سے
بھرا پڑا ہے، اب ہم ہر ایک کا مزہ چکھاتے ہیں، اور ساتھ ہی اپنے گزشتہ دور زندگی کے
امحاطِ شکوہ و شکایتِ مذمت کے ساتھ واپس لیتے ہیں، کہ جو اس لکھنا و قلم کے کبھی لکھے برہن
خوب لکھتا ہے۔

فلک کنہ کچی، اہل روزگار درست کہ جہو طعن و حسیند و آسمان استاد

برہن حاصل تدبیر تو باشد معلوم
کرم اوست کہ تدبیر خطا و درست

تدبیر و تدبیر کی قسموں کا فیصلہ

”تدبیر کرد اور تقدیر پرشاکر ہو“ ٹھیک ہے، اور فتح کی نشانی ”تقدیر پرشاکر ہو اور

تہ میرے کرد، بد نصیبی اور ناکامی کی دلیل ہے، برہمن نے یہ سیکھنا چاہا ہے، شہر مند بھٹوان
کا لطف لینے کے بعد اشعارِ ذیل پڑھے۔

ہی ز نقدِ خُردش ہمیشہ باشد درست کسے کہ دیدہ چو شے امید یاز کند

چو باشد کار ہا در پردہ تقدیر چوں دانا بچے آرائش و کاکچہ تہ سیر سگر دو

کجا عالم تقدیر پے تو آنے برو کہ ماندہ بخل در کجاست تہ سیر

نہ فکر شیخ نہ تہ سیر برہمن ماند کہ اصل مصلحت کار در ارادہ اوست

انسانی معذوری

جب شاہجہان سادھی شان بادشاہ ایک آن کی آن میں اپنے بیٹے

کے ہاتھوں زندانِ بلا میں ڈال دیا گیا، شاہی نعل گھر کے ماکوں و محافظوں نے تہ تیغ کر دی

تو جو اصحابِ مغلیہ سلطنت کے جاہِ جلال سے واقف تھے، انسانی معذوری و مجبوری کے قائل ہو گئے

برہمن نے سب کچھ دیکھا، اور ہم نے سنا، ہواڑ سننے سے ہو سکتا ہے، تو ظاہر ہے، مگر جو اثر

دیکھنے کا ہو سکتا ہے، اُسے برہمن سادھی ہوش تو کیا، ادنیٰ و اعلیٰ دماغِ محسوس کرنا ہو گا، عجیب

برہمن کا محبوب و مددِ درخ و یحیدر، حقدارِ سلطنت شہزادہ داراشکوہ برہمن ہاتھی پر درازِ انحطاط

کے بازاروں میں تہ تیغ کیا گیا، اور جلاوطنی نے مسور کی دال بھی کھانے کی جہلت نہ دی، تو کیا

سوائے اور رنگِ زیب کے دل کے کوئی ایسا دل ہے، کہ جو انسانی مجبوری کا تماشا دیکھ کر نہ

کاتال نہ ہو جائے، برہمن نے اس سلسلہِ فردیہ میں تہ کی باتیں لکھی ہیں، آپ ایک دوسرے

اور سمجھتے۔

دل چو غرضید ہم عمر بہاں گردی کرد جائے محفوظ تر از سایہ دیوارِ یافت

دل بے رفت پے کام بجائے زسید لعل بسیادے لعل شکر باریافت

خود براہ تو بسیافت کارِ ساخت کہ ایں معاذ را اختیار دانا نیست

صحبتِ جمع ہم چرخ کجا کہ در است

کار ہا بر سر زلف تو خدا آرد راست

صبر استقلال عیش از ہنوشیوں ماکس نگرہ است گل گر بنو گلخن ماکس نگرہ است صبر و استقلال آفات کے دشمن اور قلب کی راحت ہیں، جو چاہئے، آزما

دیکھئے، ان کے بغیر گزارہ نہیں، جہاں یہ نہیں، اطمینان و سکون نہیں، جہاں اطمینان و سکون نہیں، وہاں زندگی نہیں، یہ سائنس کی قطعہ میں پانے کے قابل ہیں، برہنہ سبقت پڑھاتے ہیں، مائند نسیم از در و دیوار در آیم در راہ طلب امن ماکس نگرہ است گنج زر گر بنو دہست باقی باد دامن پر گھر و چشم گر بریز بس است

سلامت دی قدم دلیرینہ در سراسر بے ثباتی و کہ استقامت خس مشکل است در روبرو مطالعہ فطرت اس امر کا تحقیقی ہے، کہ جو کام ہماری سمجھ میں آئے، ہم اُس سے

سبق حاصل کریں، آفتاب کی تہذیب اعتدال پر ہے، ماہتاب کی درخشانی معتدل ہے، عجب ہماری غلطیوں سے نظام فلکی میں فرق پڑ جاتا ہے، تبارشیں اعتدال چھوڑ دیتی ہیں، خط و دوا نمودار ہوتے ہیں، اور تمام عالم میں عالمگیر تباہی و بربادی کا منظر نظر آتا ہے، سائنس سے جو انسان اعتدال سے تجاوز کرتا ہے، اُس کا شمار ہوتا ہے، اُس کی خرابی اثر لاسے بغیر نہیں رہتی، برہنہ نے ہزاروں اعتدال صبح رکھنے کے لئے بڑا در دیا ہے۔

قدم زاندا زہ بیرون از بے مطلق آفتہ کہ دامان تحمل آشتائے پائے ما باشد گرفتہ پیر پناں جام ہی کلفت کلفت کہ اس قدر جہاں انتخاب خواہم کرد

راستی راستی نیست از بیک و ارد و نمود راست گویم کہ راستی دیگر است راستی ہر قوم و ملت میں تعین کی گئی ہے، اور ایسے پارسانی کے درجہ تک

پہنچا دیا گیا ہے، مگر دروغ نیانی کے حملوں نے اس کا دامن تار تار کر رکھا ہے، کون ہے کہ جو راستی کا دعویٰ کرے، یہ جنس ایمان کی جاں ہے، اور مادی ترقیات کی آنکھوں میں خاد کی طرح کھسکتی ہے، یہ منزل سخت کشن ہے، اور ایسی بے ڈھنگی کہ قدم قدم پر پھو کہے، مگر پھر بھی آفات کی دشمن اور دلی تقویت کی دوست ہے، اور اس کا انجام فتح ہے،

برہمن نے دس کی بدولت پر جہاں درباروں میں فتح پائی اسکا نام فتح من لیجئے۔
 سرگردوں پر دہ آئے سرور آزادی کرناست راستی را جملہ شاگرد آستانہ دی کرناست
 ماہرین ہرچہ بد کہ دیکھ بدالستہ ایم عذر میخوایم اگر از اخطائے رفتہ است

وہاں ہر چند یاد دہی ہے چور و حبس را دود عاشق ہمیشہ در رو ہر دو فار دود
 جنس "دفا" اگر اداں ہے نگر نایاب ہر و نیوی بندہ اس کا موٹن ہو سکتا ہے
 مگر ہر شخص اس کا دعویدار ہوتا ہوا اس سے امید ہے اس کا آغاز ظلم اور انجام فتنہ
 ہے دفا عزت و آبرو کی نگہبان ہی نہیں بلکہ اس کی نمائش باعث افزائش و آسائش دل ہے
 سپہ دفا سے سلطنت ملک تو میں تباہ ہو جاتی ہیں برہمن نے نام لہا ہوا کے دعوت
 داروں کی سیوفانیاں ہی نہیں دیکھیں بلکہ انکی نگہبانی کیجیں اور بھرے دربار میں اپنے کلمہ گو اپنے ہم قوم
 اپنے آقا اپنے ولی نعمت اپنے ظل سبحانی کے خلاف ان لوگوں نے بے دفا کی اگر جیشوں
 سے ٹک کھا رہے تھے اور بعض وہ کم ظرف تھے کہ جو بگڑیاں جراتے ہوا تے سلطنت کے ستون
 بنے ہوئے تھے

برہمن نے اپنے نقیبوں میں اس جنس کی دکان داری پر بڑا درد دیا ہے جو کہ یہ
 گرانی جنس زمانہ سے مفقود ہو رہی ہے اس نے برہمن دسبھکر کا اشارہ ذیل سکے ذریعہ
 اس کی خریداری پر مائل کرتا ہے کہ مایہ انسانیت ہے وہ

دفا ہے عہد تو از بواہوس سکے آید کہ حفظ شعلہ زدا مان جنس آید
 دنا ہوارے دسبھ گز رکن کہ آسان بگزداند مرد ہوار

سخاوت آئیں کہ بدادہ گشت جو رسد کو وقت تو خوش کہ کیسی یافت
 غیرات اور سخاوت ایک ہی بات ہے سچی کی یہ صفت سخاوت کیلانی ہے
 اور ہر سطحی سچی کہا جاتا ہے سخاوت کا فیض اب عقیقہ بخشش اور خیر ہے نامزد کرتا ہے
 سخاوت اور غیرات کی وہی تعریف کر سکتا ہے کہ جو اس عطیہ کا بی کا شنی ہوتا ہے برہمن

خود ذات کے برہنہ تھے، مگر حقیقتہً وہ اصلی برہنہ تھے، کہ جن خدمات سے زیادہ معاوضہ کے روادار نہیں، اس لئے ان کے تمام کلام میں بارہف تلاش اس کی متعلق ہمیں ایک شعر بلا جو پیشانی پر درج کر دیا گیا،

صلح علی | تو در ہر جا دلے ہر کس بجا خوش ہویم، تو کو کہہ جویدیش و در غانہ برہنہ ہم
اس فضیلت کی دستا فضیلت ان بندگانِ خاص کے سر مبارک پر بند ہوتی ہے کہ جو دربارِ ولایت میں داخل ہو کر سب جگہ اُسی کا جلوہ دیکھتے ہیں، اپنے کو اچھا دوسرے کو بُرا نہیں سمجھتے، اور یہ جب ہی سمجھا جائے گا، جب خدا ایک سمجھا جائے گا، وحدتِ وجود کے قائل جب اس در پر چڑھ کر لیں گے، تو یہ دُور کی چھوڑ کر، وحدت کی معنوی رنگت میں لگے جائیں گے، پھر ان کے بیان و کلام سے لگا کر اہل اور زہد کے چہ پھوٹ نکلیں گے، خدا اس حبِ مہربان کے کشتِ قلب سیراب کرے، خصوصاً ہندوستان کے جہاں مسلمانوں میں مسلمان، کافر سمجھے جاتے ہیں، اور ہندوؤں میں ہندو ٹیچہ اور اچھوت

برہنہ تین سو برس پہلے نسلِ آدم کے جھگڑا لہو افزا کو کھاتے ہیں۔

در حقیقت نیست، چوں لگائی در روزگار، ما بخود گنگاں را آتشا ہمیدہ ایم

ایں جانہ در کس کس سبھ و زار، عشق است گذشتن ز سر نہ ہٹ سینہ

حدیث عشق از گفتار مکر است مستغنی، برہنہ در حجت کفر اشدّ دقتِ طرائف با

خود داری | بچشمِ ہست من نشا رو خدا کیست، دریں چمن بجز اس نسبت بہا کیست
آج کل دُنیا میں اگر کوئی رحمت باعثِ رحمت ہے، تو دیانت داری اور راستی

کی طرح ایک خود داری بھی ہے، زمانہ سلف میں یو بھی ایک جو ہر انسانی سمجھا جاتا تھا، آج کل باعثِ ننگ ہے، خود داری کے معنی یہ ہیں، کہ کسی کی توہین و تمسخر کی جائے، دل آزادی و لغتِ ظاہر ہو، خود داری دوسری شکل میں مہر کا دیوتا ہے، کہ جس پر سب عزتیں سمیٹ ہو جاتی ہیں، خود پر پڑا، ہفتہ بھر کا بھوکا، نامک پر نامک رکھے، دولت و عروج عاجزی و لحاجت

پرلات مارتا ہے، دُنیا کے اربابِ غرض دُنوی خواہشاتِ فانی کے لئے تڑپ رہے ہیں،
اگر وہ ایسی جستجو کریں گے جو ان کی آبرو دہری کا باعثِ بھرام ہے، پس اس سے بچنے کیلئے
جو شخص بے قرار رہتا ہے، وہ ”خود دار“ کہلاتا ہے، اور اُس کی عادتِ صفتِ ”خود داری“
سے متصف ہوتی ہے۔

اِس کی ماضیت اولادِ دُعا ہے، جب وہ اُنہیں علاج کر دیتی ہے، تو پھر برہن
خود دار ہو کر بڑے لطف سے دن کا نئی ہے، خود داری کا درجہ منازلِ انسانی میں بڑا
بلند ہے، اِسی وجہ سے بہت کم دسائی ہوتی ہے، برہن چوٹی پر پہنچ کر خواہشاتِ دُنیا ترک کر کے
اپنی جنس کے جھوٹے ٹھیکے افراد کو نیرزد اور آوازیں دے دیکر صحیح راستہ بتاتے ہیں، مگر ایک اہل دُنیا
ہیں کہ کان پر آواز نہیں دہرتے، بلکہ اُن سے بے غیرتی وجہ شرمی کے وہ وہ افعال سرزد
ہوتے ہیں، کہ خود داری اِس ملک سے رخصت ہو کر دہر کا دھیان نہیں کرتی، اسے سوائے
فانی کے فانی تر بند و آزار برہن کی آواز پر کان لگا دے۔

از ہر ایں دَآنِ کشمِ مست کے	آپ من آب دیدہ پس دناغِ آفتاب
دلِ مجازِ روزِ بلند و پست جہاں	کہ زو اہلِ خودِ صانعِ رو کا گئے است
چو مردِ آزاد و باہتِ مستی	بزر و ورِ فلکِ پست را دوتا کند
نازمِ لبیرِ چشمی بہت کہ چشمِ من	ہرگز بروئے شاید اُمیدِ لاند
آبے کہ آبر و بیز و در گلو مریز	آبازِ دو دیدہ پر دے آبر و مریز
ماریزہ چہنِ خوانِ کساں چوں گس نیم	مستِ پیرِ پائیدہ چہنِ کس نیم

چوں غبارِ را و بقیہِ دیم در عالمِ ولیک
زنگ از آئینہ تاریکِ ہا میریم

برہن انہوس پہنچ سبکی داری
زمن و در حرفِ قناعتِ شیدہ نشینی

قناعت

خواہش کہو یا آرزو نہ کاہو یا تمنا غرضیکہ اس خاندان کے سب افراد انسان کے
دشمنِ مادرِ اُم ہیں، دشمنوں سے ترکِ تعلقات ہی حفظِ آبرو کا باعث ہو سکتا، اِس محکوم خاندان کے

جو نہ لگتا ہے، منہ کی کھاتا ہے، یہ مریج کی طرح چور ہے میں، مگر جان لیو اور عزت کے گاہک،
جاہلوں نے ان سے ناتہ بڑھا، انہوں نے یہ سعادۂ مندی دکھائی کہ انہیں ہی ہلاک کیا اور
خود بھی قعرِ حشرات میں جا پڑے، دانشمند بھوکے مرتے ہیں، مگر ان سے بات نہیں کرتے، سمجھنا
نہیں ملتا، اپنے تفرّد کے احاطہ میں گھسنے نہیں دیتے، خود داری، طامع، چڑھیوں
کی طرح دیکے دے دے کہ ہنر خیال سے دُور کر دیتی ہے، اور محض اس لئے کہ کہیں انکی
صحبت سے قلبِ صافی داغدار نہ ہو جائے، ان کے چھوٹے سے غنچہ دل چھوٹی سوس کی طرح
پڑھو نہ ہو جائے، جو موجود ہے، اُسی پر صبر ہے، دست درازی ان کے مذہب میں روا نہیں
اسی عمل کا نام قناعت ہے، یہ دولت ہر ایک کے حصّہ میں نہیں آتی، جو اس کے دشمن ہوتے
ہیں، وہ سخت جان کنی کے بعد ان کی جان لیتی ہے، پھر خدا روں میں گل کھلاتی ہے، یہ وہ
آفتنازی ہے کہ عہد یوں کا سراپا یوں میں باور کی طرح بھٹک سے اڑ جاتا ہے، آتش باز بھی
لفغان اٹھاتا ہے، تماشیاں بھی خالی نہیں رہتے، مگر جو قانع مزاج اپنے گھر میں بعد کو اس
خظناک آفتنازی کا تماشا نہ دیکھتا ہے، وہ ہر حالت میں نفع میں رہتا ہے، برہنہ اس منافع
کا واحد مالک ہے، اور اس کا مال خانہ اسبابِ ترکب، نقل و قناعت سے بھر پڑا ہے، سیر
سے دل محفوظ کیجئے۔

کیا ست قناعت کہ چو آید عیصل	آنچہ زین فلکِ نواں یافت ز زنونِ طاقت
من عاشقِ مژا، موسِ احتیاج نیست	مربغِ ربیدہ را بقضِ احتیاج نیست
ز اسبابِ قناعت کارِ خویش آسان کن	کہ چوں مشکل شود آسانے اربا شد میں
براہِ آرزو کامِ دلم ہرگز نہ شد حاصل	ز اسبابِ قناعت فکرِ سامانے دگر باید
بدستِ فقر قیاداد آید و بر باد	گئے کہ پاسے بدایان آرزو چسبید
آن طبلِ شکستہ ز با ہم کہ در چمن	آسودہ ام بہرِ بزمِ شبت گیند و غلش
از جانیروں و دلِ آسودہ خاطر آن	ایں ملک را بہرِ شمعِ نخل گرفتہ است

ترکِ تنہا

مدعا ہر یکے در حاصل ہر دعاست و ما برہن ترک آن امد عاصیہ ام
یہ عالی خاندان، خاندانِ قناعت سے انتساب رکھتا ہے، مگر درجہ میں
بڑا ہے، کیونکہ اس سے نسبت ہو جانے پر فخری و روانہ آپ سے آپ کھل جائے ہیں، جہاں
مصائب و مشکلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور انسان گن ہو کر اُس کی لذت سے متلذذ ہوتا رہتا ہے
برہن نے یہ لذت اٹھائی اُس کا کٹھن بیان کیے۔

کوین را بخلوت دل رہے دہ آزادہ کہ ترکِ تنہا گرفتار است
با من از مدعا گو کہ مرا مدعا ترک مدعا شدہ است
اہلِ دانش بر مرکب مدعا پیچیدہ اند ہر کہ دانایان مدعا فراہنگداشت
دل حاصل مدعا سے مایاقت صمد چیز ترک مدعا یافت
فارغ نشستی زالم ہائے روزگار تا یک دو گام دور تر اند عاشرت
مقام عشق بلند است برہن از مشرق براہ ترک تعلق یابن مقام رسید

کسفری

اندر سان ہیچ مداسیم، یکپس رہن ہر کس قلم گرفت، اما خوبتر نوشت
کون ہے کہ جو فنا ہونے والے دنیوی سرمایہ پر ناز نہیں کرتا، یہ سرمایہ خواہ
لیاقت کا ہو، خواہ جہالت کا، ناز سب کے حصے میں آیا ہے، مگر یہ خود فخری انسان کو مردود
ہمادیتی ہے، کیونکہ درگاہِ خداوندی میں مقبول نہیں، قربان جائیں اُن اعلیٰ ہستیوں کے، کہ
جو کامل و اکمل، فاضل اہل، بے عیقل و بے نظیر ہو کر کبھی اپنے آپ کو حقیقت ہیچ سمجھے ہوئے
ہیں، اسی صفت کا نام "کسفری" ہے۔

برہن مغیبہ سی پر جلالِ سلطنت کا دیوانِ نظم اور بیڑی تھا، ایہوں کا مالک فقیر سخن کما حفظ
اور قلم کا دہی تھا، مناشیر قضا، شاعر کا محرز و مجرہ ہندوستان سے نکل کر ایران، توران کا بن
اور دیگر وادیوں میں اُس کی لیاقت کا سک جابری تھا، جب ایرانی خصوصاً شیرازی زبان
فارسی کے لئے برہن کی زبان سے سینے تھکے، استاذ دانتے تھے، مگر اللہ رے فاکساری اور

واہ رے کس فہمی کہ ہر ادنیٰ کو اعلیٰ سمجھ کر مخاطب کیا، اسی انکسار نے ہفتِ اقلیم کا شاہِ سخن بنایا
چہا چہیں کلبِ نظیر گزار کھلا کر اپنی اس عادت کا کس طرح اعادہ فرماتے ہیں۔
"اس مندرقہ قلم شکستہ رقم گردید کہ سپندار باب سخن گرد و با صلاح ملت بریں بنادند
گزارند"

یہ وہ وصف ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دیتا ہے، اس سخن دانِ کامل کا یہ کمال دیکھنے اور
عمل کرنے کے قابل ہے۔

لغات از ہنر خود، بھنونی نواں زد جز ہے ہنری حبیبیت بہمن ہنر ما
سخن چو پست بلند است بہمن چو عجبب کہ خام و پختہ و بختی از سر سیدہ ما
بر نیار فرد و کن بجا کساری عشق ہمیں قدر سبب احترام خواہد شد

اخفا سے ازلہ | بحفظ رازِ محبت، نخستیں شرط است، تا کہ ہرچہ در دولت افتاد و زبان نژدہ
راز کا چھپانا، ہر مذہب و ملل میں ضروری ہی نہیں، بلکہ جائز قرار دیا گیا

ہے، اسی لئے ہندی رشیوں نے اپنے ہنر ہی مسائلِ شیعہ آباد کی طرح پردہ اخفا میں رکھے،
اور ہمیں اس خیال کی پوری فہمی سے قریبی کام سے کہ جو اس کا اہل ہے، نااہل اگر دیکھنے
کے لئے بھی ناقد لگا تاہے، تو قلم کر لیتا ہے، ناواقفوں نے یہ فہمی بھی ہر مذہب و ملت میں جہالت
بنا ہے، حالانکہ فطرتِ حق دیتی ہے کہ ہر قسمی چیز پر دے کے اندر چاہئے، آنکھ کا دل اور
دماغ کیسے کیسے پر دوز کے اندر محفوظ ہیں، راز کے پوائنتِ دل و دماغ ہیں، ناقد پائوں
کئے، سرزن سے جہد ہونے، آنکھیں کاٹنے جانے اور حتم کا قیمہ قیمہ ہو جانے پر بھی یہ ایوانات
مسما نہیں ہوتے، لوحِ دل ایسے خطا میں لکھی گئی ہے، کہ جو آنکھ پر وہ راز میں ہے جسے
کوئی بڑے سے برا فیصلہ و حبث پڑھ نہیں سکتا، پس جب فطرت ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے، کہ راز
چھپانے چاہئیں، تو پھر ہر حالت میں ان کا چھپانا ہی جائز ہے، انکشاف راز دشمنوں کو قتل
خواریزموں اور تباہیوں کا راز دے، پس ہر عقلمند کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ راز

چھپائے، برہمن کے مشورے خاموشی سے سنتے تھے

باصبا گر را در دل گفتیم، عیب مانگن در میان آشنائی، ماجرا سے رفتہ است

ادبِ عشق چو آموزگار، ما گر دد سخت شرط محبت، بھفظ راز کند

عاشق آنست کہ پویندہ بود در ازویش تنگ عفت اگر چاک گریاں داری

رازِ عشق است کہ در سینہ نہاں باید داشت با کسے مصلحت راز نہاں نواں کرد

کشیہ سرگریاں پائے درد امن چو طفلِ منجھ خوشند مردم دانا
خاموشی برہنہ نے خاموشی پر بڑا زور دیا ہے، اور بار بار یہ بھیجا ہے، کہ کوئی سننے

بچنے والا نہیں، نہ کوئی فریاد رس ہے، نہ ہمیں اختیار ہے، منجھ کی طرح خاموش رہ
 یہ ہمارا نہیں جو مذکور کے واقعات اور حالات کے بھی عین مطابق تھی، اور یہی وہ راز
 ہے، کہ جس سے ہر انسان شر سے محفوظ رہ سکتا ہے، برہنہ نے زمانہ کی منتہائے استعداد
 قابلیت دیکھ کر ان حقائق و معارف اور حالات و واقعات کا انکشاف مناسب نہ سمجھا،
 جنہیں ان کی چشم بصیرت نے دیکھا، عقائد متہین راز سمجھاتے ہیں۔

زہر چہ ہست زبانِ عرب فصیح تر است بحرِ آں خاموشی کہ انفع از عوب است

سخن ز عشق گوردنہ اول از سرِ عیش بضبط راز محبت بیار حوصلہ را

چو در عشق رسد خواہش دو اکفر است دریں محالہ اظہار مدعا کفر است

بگفتے کہ چو سوسنِ خوشن باید بود نہ عند لیب دانی پُر راز اکفر است

رازِ دل چوں پسین آلودہ توان کر فاش بچو بگ لالہ درد دل داغِ پنهانی بس است

در سینہ خود، رازِ عشق برہنہ چوں منجھ بصد پردہ، ہفتیم و گفتیم

نظرِ نقوش پائے ہر دو این اہ می بندم، کہ شاید رفتہ رفتہ نقوش پائے زمینوں
رہسہ کامل

زمانہ قدیم میں ساک در بہر کی ہر کام میں ضرورت پڑتی تھی، حب ہی
 کامیابی ہوتی تھی، آج کل خود بہر ہی رہبری نہیں کر سکتے ہیں، رہبر کے بغیر منزل

مقصود پر پہنچنا ناممکن ہے اور نہ ہر کلاما اُس سے بھی زیادہ ناممکن، 'آدیت' کی دقت میں اُس سے ہر نرم خالی پڑی ہے۔

بزمِ بے شمع است در نہ باہر از ان لالہ شوق	برہنہ میں ہر سرگرم کو کترا پردانہ نیست
نورِ غمراہِ حقیقت ز مردِ عارف کن	چو پے برہنہ بی آشنائے راہِ طلب
برہنہ از ہر سوئے دزدِ نسیم نشاں	خوش آن کے کہ نسیم شمالِ بہرِ اوست
علیٰ بنِ تیرگی طسجِ براغفصولِ کُتم	ہر کچھ مُرشدِ کامل دھندلِ قبولِ کُتم
برہنہ از اثرِے عجبِ خدا طلباں	چو عیشہا کہ نہ در گوشہِ قبولِ کُتم
مرا بر اثرِ راہِ رواں کامِ نہا تویم	گائے دیر کو پیش بودِ قافِ لازم
قدمِ کشیدہ گدشتہ بچکانِ طسیرین	ز ظریفِ امِ برہنہ ہنوز ماندہ راہ

چستانِ حیات | حدیثِ عشقِ برہنہ سہرنے آید ہزار نسخہ نوشتہ پیشِ اس باقیست ہم کہاں سے آئے کیوں آئے کیا کرنا ہے کیا جاننا ہے کہاں جانا

ہے، اور کیا انجام ہے، یہ وہ لائیلِ سوالات ہیں کہ جن کے حل کرنے میں دیدِ تہذیب و استقامتِ انجیل اور قرآن بھی بے زبان ہیں، یہ فلاسفہ دنیا بھر کے فلاسفہ دینا در محل نہ کر سکے، جب قدیم و جدید سائنس، اپنی برقی روشنی اس طرف لے گئی، 'آدیت' کے اندھیرے میں غائب ہو گئی، عقلیں بے عقل ہو گئیں، اور آخر میں سب نے لاعلمی ظاہر کی،

عفتِ آبِ سما، حقیقتِ ازلی مستورہ کو کون بے ستر کر سکتا ہے، جو اُس کا بَرقع اُتارنے کی کوشش کرے، خود خود بزمِ مارا مارا پھرے، حرمِ اسرار کا حرم کون چاک کرے اور اسِ مدبر کے حرمِ راز کو ہینکا کون ٹوٹے کرے، اس پر وہ کے اندر کیا ایسا معشوقِ رنگاری ادا ہے خاص سے جو تماشا ہے، گدڑہ سے آفتاب کو حرکت دیتا ہے، شاہ کو گداسے قد کو میں ہچکا تپا ہے، چھوٹی کو ہاتھی پر سوار کرتا ہے، کز در کو طاقتور پر فتح دلاتا ہے، مگر نہ خود نظر آتا ہے، نہ کوئی دیکھ سکتا ہے، وہ انسان کو جو اپنی خوش قسمتی، جہنمی، کسوف و خوفِ بادشاہ

شنگ سالی اتھو دو باکے اسباب عقل، علم طبیعیات و سائنس کی مدد سے جان گیا، تیر کی ایک
 زد سے تمام پتے چھپنی کر دیئے، تر کش چلا کر تیر واپس بلایا، 'زمین و آسمان پر راستے بنائے،'
 'نوشہ تقدیر پڑھا،' اس دریا سے حقیقت کا ایک قطرہ بھی حاصل نہ کر سکا، ہر چند علم و فضل سکادیب
 کشف و کرامات کے کا شف، راز و رسانی کے راز دار، اپنی اپنی فہم و دانش کے شمع جلاتے
 رہے، مگر اس ظلمات کا راستہ نہ پایا، جنہوں نے کچھ سراغ چلایا، پہلے اپنے آپ کو کھو یا تب
 کچھ پایا، اور پھر ان کا پتہ نہ پایا، 'مصرع' آں را کہ خیر شد، خیرش باز نیامد
 برہمن کا تن بدن، 'برہمنہ مذہب کی اُس عالم ایجاد کی کھٹی میں گھٹلا تھا، کہ جو خصوصیت
 سے اُس کے نے تیار کی گئی تھی، اُس نے جہی نکات بیان کئے، کہ جو پھول و علوم نے نذر آتش
 خود نمائی کر دیئے تھے، 'برہمن نے پراچین گرنٹھ اُسی نظر سے دیکھے، کہ جس نیت و غرض سے وہ
 کچھ کئے تھے، 'رشی دہن منی آریہ ورت کے عالمان آفتاب صفت میں ذرہ سے زیادہ حقیقت
 نہ رکھتے تھے، وہ یہ جہان اس طرح حل فرماتے ہیں :-

”اے انسان تو کمزور و ناتواں ہے، اے فز و ذہ خاک از دتھی اھتار کر، جیسا کہ تجھے ہونا
 چاہئے، کیا تو اپنے خیالات کا واسطی تک بلند کرنے کا خواہشمند ہے، کیا تو اپنے سامنے ہر جگہ حاضر
 و ناظر ہستی دیکھنا چاہتا ہے، اپنی حالت پر غور کر، سب پتہ لگ جائیگا“

قدیم رشیوں کے جو یہی خیالات ہیں، کہ جو برہمن نے اپنے گیتوں میں گائے ہیں، اور
 جن سے اپنے کلام گرامر ہے، آریہ آریہ سمجھتے ہیں، عیسائی عیسائی، اور مسلمان مسلمان، کیونکہ
 آپ نے مودت کی مناسبت کے لحاظ سے انہیں ایسے رنگ میں رنگا، کہ سفیدی میں سفیدی نظر
 آئے، اور تاریکی میں تاریکی، برہمن نے اس طرح ہر در رنگ کا نسخہ مختلف اجزا کی ترکیب سے اپنے
 تجزیہ و تحلیل کا ظاہر فرمایا ہے، جو ایک سے ایک بڑھ کر تیر بہ دہن ہے، چند نئے امانت و اطمان
 کے پیروں کے جاتے ہیں، جو استعمال کرنے کے قابل ہے :-

”فاج قلب سکندر اعظم“ و بہار سنائی

ز آبِ رنگِ جہاںِ حیاتِ پرہیزِ حاصل بماند نشہ لبِ آنکس کہ بر گلاب نشست
بنائے قصرِ جہاںِ اثباتِ محکمِ نیست بجز اساسِ صحبت کہ در بہیا و است
در میانِ چار دیواریں نفسِ مرغِ نفس چہرے دارم کہ چوں سے آید و چوں میرود
حاصلِ عمرِ گرامیِ جملہ خوابِ غفلتِ است ہر چہ با امانہ سے آید بالسنوں میرود
فغان کہ عمر بسر رفت و ما نہ ہمیں یلم زہست بود و جہاںِ مدعا نہ ہمیں یلم
گذشت عمر و دل از آرزو شد خالی سخن نماند و لب از گفتگو شد خالی
ہزار دستہ از گشتن جہاں بردند ہنوز ایمین از رنگِ برون شد خالی
ہمیشہ گئی بیخاںہ جہاں باقیست ہزار اجسام شکست و سبب شد خالی

سے را و سخت و شیشہ عمرِ گرامی نازک است
صحبتِ یسار و دھارہ تا کجا خواہد گذشت

برہمن کی عمرِ گرامی

از منہ قدیم و جدید کے شعرائے فارسی وارد و بالعموم فکرِ مہاش
اور کئی متاد کے ہاتھوں زندگی سے بیزار رہے ہیں اور یہ

دیگر شعرا کی عمرِ پائدار

ہزار ی تو بنوی تعلقِ داری اور اُس کی ناکامیابی کی وجہ سے بھی سخت و مژدور و غر و جاہ کا
دشمن تھا، اُن کا رفیقِ حال تھا، اُس نے انہوں نے اپنے کلام میں عام طور پر انسانی عمر کی قیمت
خاک میں ملائی، اور اُسے حجابِ دہال بکھیر سر حزن و دلال بکھیرا یا ہے، جو اُن کے حالاتِ زندگی
کے عین مطابق تھا، ان میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں سے

فکرِ معاش، عشقِ بے تاس، یادِ فلک اتنی سی عمر میں کوئی کیا کیا کجا کرے
زندگی سے بیزار سر دہکتے ہیں سے

سرِ قہارِ دازتم شوئے کہ با یا د بود تھوہ کوتاہ گشت ورنہ دردِ ہر سیرا بود

گوہرِ بہمن ہندی فلسفہ کا قائل و عامل تھا، وہ جانتا تھا کہ انسانی بچی پڑی ریاضتوں
اور عبادتوں سے ملتا ہے، اُس کے ہر نفس کی قدر کی جانی چاہئے، وہ انسانی عمر کی بڑی قدر کرتا ہے

اور اس کو بڑی منزلت دیتا ہے، اسی وجہ سے اُس کا قلم جیسے ٹکڑا کھنچا جاتا ہے، ”عمر گرائی“
یا ”عمر گرائیہ“ یا ”عمر گزری“ یا ”عمر گزریہ“ سے اُسے عزت دیتا ہے، آپ دیوان شریف میں کیلا
لفظ ”عمر“ شاید ہی پائیں گے، عمر کی یہ فضیلت ملاحظہ ہو، ”خدا کرے کہ آپ بھی اس کی قدر
ایسی ہی کریں، وہ لفظ کا قدر دان آپ کو سمجھاتا ہے۔“

حساب عمر بہر تیر یا صواب گذشت
فخاں کو عمر گرائی بے حساب گذشت
بلکہ تیریدہ خافش مشورہ عشر دراز
کہ اس میں طرزِ عربی تمام خواہند
مزارید گوشتم و سببہ من
کہ تیر عمر ز کف میر دو گن الفاظ
برہمن در شمار عمر سنیر
اکثر بے حساب مسدیم

اعزازِ ناصح^۲ از کہ تو بے برہمن میر سے ناصح نہ کہ حساب کنی بے حساب سے آید
فارسی وار و دغور ابتدا سے عابد و زاہد ناصح و محنت بخش و برہمن کے دشمن

جان رہے ہیں، اور ایسے محنت کہ دین پاک کے لباسِ فاخرہ کی بھی دھجیاں اڑا دیں، اور
ایسی مقرر اعلیٰ سخن سے کہ جس کا تراش تراش سب کو بھایا، اور ہر ایک بے دریغ استقبال
میں لایا، اس دیوانہ پن سے نہ تو عابد کا بال بیک ہو، نہ زاہد کا، اگر اپنی نفسیں تباہ و برباد
کر لیں، یہ علت اپنا کلام گمانے اور جدت بیان دکھانے کے لئے کی گئی تھی، بد مذاق اہل
سخن ان کے دم میں آئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بزرگوں کا ادب و احترام اڑ گیا، استادوں
کا اعزاز و اقتدار جاتا رہا، بے ادبی، بد نصیبی کے مترادف بن گئے، دراصل ملکی اور اہل ان
دہر و ان راہ بے ادبی کے اشتغالِ افکار کا نتیجہ ہے، ان پر پے لکھوں نے اپنے ترکہ اور
وراثت کے زور پر اپنی بد نصیبی کے جوکارنا سے لکھے ہیں، آمینہ سفلوں کو ہر دار کرنے کیلئے
انہیں یہاں نقل کرنا فائدے سے خالی نہیں، نقل کرتے کرتے بابت

سعدی سب سے زیادہ داغظوں کے دشمن ہیں۔

گنجی اسے کہ لعنت کنی و طعنہ کنی تو برکنار سے ماؤ خدا و درویش قاب

واعظ بطنہ گفت کہ دوستے تمہاں نہیں (اعلم) اے بے قیودیدہ بنیاد برائے حقیقت
مگر خیام واعظ کو اندہ بانہا تھے ہیں

آسے خواجہ یکے کام روا کُن مارا دم در کُن و در کا بر خدا کُن مارا
مارا دست رویم لیک تو کج سے بنی رو چارہ دیدہ کُن ریا کُن مارا

از سر بالین من بر خیزانے نادان طبیب (اعلم) درد مندے عشق ادا و بخرد دیدار نیست

زادہ شراب پیئے سے کافر ہوا میں کُن روا علم کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان پُگیا

حضرت ناصح گز آئیں دیدہ دل فرس راہ رنجا کوئی تجھ کو یہ تو چھما دو کہ سمجھا میں گئے کیا

حالی بیمار سے ناصح کو داترہ انسانیت سے کجی خارج کرتے ہیں

ہم نہ تھے آگاہ واعظ زشت خوئی موزی آدمی تجھ کو سمجھ کر پاس آ بیٹھے تھے ہم

رند خراب حال کو زادہ چھبیر تو دلاہم تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی بھیر تو

زادہ شکر کہ ہے سوز طبعی میں ہشتالہ اقبال خشک ہے اُس کو غریقِ مہیا کر دیں

گر برہمن کی جدت طبع نے ان بے ادب بے نصیبوں سے دن رات شہت رسکتے

ہوئے سبھی اس کا حقیقی داعی رات دریافت کیا اور اسی پر سزا اختیار کیا فارسی شاعری

مغز شہر خیال میں پہنچے کے لئے یہ نیاز تہ پئے کہ جس کا آغاز شاعری سے ۳۵۰ سال تک کسی

نے خیال بھی نہ کیا تھا نہ سراغ چھلایا تھا یہ جدید روحانی رات دیکھنے کے قابل ہے بجز نازن

ہمارے ہمراہ چلے فرما دیکھنے کی زحمت فرمائے اور جدت بیان کا ذرا ناسے

دش نیگفت بہن پر نٹھان از سر گلف کایں نہ آل مست خراب ست کہ شیار بود

پنونا صبح کند در دل عاشق اوشے ست راضیت ہنسا نے آیدار ست

نہید ناصح اگر سرگراں شوم چو عجب کہ کار میں بھر فیان دیگر اُفتاد ست

کوہ روز دنا صبح با جا نہ صد چاک ما یادگار چاک نا کا می فرسے بہت

ملکہ فارسی نظم کا آغاز سہ سے کیا جاتا ہے مجھ اقل اقل مدد کی ستر غ چلا اور اسی شان میں
فرزلی اور قہر سے آگے ستر غ چلا پیدائش برہنہ ہے "بہارِ سنائی"

جمیعتِ خاطر

رازِ گردشِ گردن ہرزہ گر دھبہ پاک اگر کبشور دل آرمیدہ نشینی
دل کا قائم رکھنا یہی ہے کہ جمیع خواہشات ترک کر دی جائیں، جہاں
جمیعتِ خاطر کی طغرائی ہے، دنیا کی سبائیا اُس کے تابع فرمان ہیں، اور تو اور احکم الحاکمین
بھی اُس سے مانوس ہے، ہر طرح کی جمیعتِ خاطر انسانی فرحت و انبساط کا پیام لاتی ہے
مگر جمیعتِ قلب خدائی، درد و افسہ کھول دیتی ہے، برہن کے آگے یہ درد و افسہ کھلے جو دکھا
وہ سناتے ہیں۔

در گونہ خوں چو عتقا فتادہ ام دیگر مرا بصحت کس احتیاج نیست
ہر شوکر زوی سنگِ تعلق برہ آید روناں ہم کس در کش دیکر دُشدہ نشین
شاید کہ بیابی اثرے توئے میانش دم در کش دبار کیر از موندہ نشین
خواہی کہ گئی از روشن سسرتاش یک لحظہ بر تہن سیر جو شتر نشین

برہن بے صفائی دل انگو دھکام دل حاصل

صفائی باطن

وہاگر صدق باطن نیست بے تاثیر میگرد

برہن کا کلام اگر کہیں مبالغہ سے ملو ہو اسے 'تزوہ' صفائی باطن' کا خیال ہے، اور سچ تو یہ
ہے کہ اس مرکب کے بغیر فلک کی سیر بھی نہیں ہو سکتی، نہ عالم بالا کی زبان بھی جاسکتی ہے، یہ
رہنوشی جانے کے لئے مبالغہ سے جس قدر کام لیا جاتا تھا، اگر ہم کسی معمولی کپڑے پر بھی کوئی صوفیانہ
رنگ چڑھانا چاہیں، وہ اس وقت تک نہیں چڑھ سکتا، جب تک کہ متفرق مصالحت سے اسکی
ظاہری و باطنی کثافتیں دور نہ کر لیں، پھر انسان کے باطن پر جب تک اسے پاک و صاف نہ
کریں، روحانی رنگ کیونکر چڑھ سکتا ہے؟

برہن نے اپنا ظاہر و باطن نیک افعال و اعمال سے پاک و منزہ بنالیا تھا، اُس پر
آسانی سے رنگ چڑھا، اور اُسے لطف آگیا، وہ دوسروں کو بھی محروم رکھنا نہیں چاہتا

۱۔ یہ نام نزل جمیعتِ خاطر پر ہے، اور خطبے نے تو برہن کی جمیعتِ خاطر کا لفظ اختیار کیا ہے۔

اس لئے وہ ایسے نئے عہد حیات لکھتا ہے کہ جس سے ہر وہ جہاں ایک نظر آتے ہیں پسند
لگتے ہیں بھی درج کئے جاتے ہیں کہ آج کل باطن کی صفائی کی سخت ضرورت ہے۔

دنگن کے سینہ بدہ را و کینہ را از نقش کینہ سادہ بچکر اسینہ را
گر شوی در پئے تدبیر صفائی باطن بچکر آئینہ شود صاف صفائے کونست

محبت صافی نہاں اے صفائی دیگر است صیقل زنگ ہوائے نقش شیطانی در دست
صفائی سینہ طلب برہنہ کہ درو عشق رونڈ براثر ہر دو ان صاف ہنداد

سینہ بے کینہ ہوں آئینہ وارم پر زہر گر رسد دروے خیال کینہ سے آئینہ نگ
حسن عمل از ترہ دلیہا نتواں یافت باید دل صافی و صفائی سقینے

شب بیداری شہرگی دراز لڑاں کر دیکھن شاید تواس رسید پئے کار روان صبح
شراب، کباب، فراق و ہجر، وصل و جدائی، شکوہ، شکایت زمانہ اور وجود

نہ نہ کنگر بل وغیرہ مضامین سے دیوان کے دیوان بھرے پڑے ہیں، اور بھرے پڑے رہنے
چاہئے تھے، کیونکہ جو ظرافت میں ہوتا ہے، وہی غریب آتا ہے، اُن کے ممدوح دُور اندھیاں
تاویلات سے اُن کے دوسرے معنی پہنانے کی سعی نہ کام کرتے ہیں،

گر جو پرمغیاں اپنے سیکدہ میں رُوحانیت کے خم بھر کر رکھتا ہے، اُس کے ہاں یا شیاہ
کیونہ عوام بھی جانتیں، اُس عشرت کہہ کا ساقی رُوحانیت کے پیگ بلا اخذ قیمت دلا بخیر و ادھر
ہر وقت ہر ایک پلانے کے لئے بے قرار رہتا ہے، برہنہ کا مخانا اس کا کلام ہے، دیوان اُس کا
ساقی ہے، اب وہ ”شب بیداری“ کا جام پیش کرتا ہے کہ جس سے معراج رُوحانی کا راستہ
ملا ہے، آپ بھی راتوں کو جاگ کر اس راستہ کی راہ لیجئے، کہ انسانی منزل مقصد یہی ہے۔

سرازد و ریچھ صبح اُٹید کر دُجروں کسے کہ دامن شہاے انتظار گرفت

برہنہ زندہ و لاں شب بھری آندہ بیکیس بیج بجز دیدہ بیدار نیافت

فردین صبح سعادت بود نصیب کسے کہ دایر چشم شہاے تار سے سب درو

عجز و نیاز

زروئے عجز بہ بر زمیں جبین میناز کہ مانگتہ دلائیم جو شکستہ نواز
عجز اور نیاز کے کون معنی نہیں سمجھتا، اور کون نہیں جانتا کہ بام ترقی پہنچنے
کے لئے زید بے خطر ہے، مگر عجز اور خود نمائی، عاجزی کب کئے جیتے ہیں، صاحب غضب جوہ
ہستیاں ہیں، جو اپنے عروج و جاہ میں عجز و نیاز اور فروتنی کو اپنا دستور العمل بنائے ہوئے
ہیں، اسلامی نماز غضب کے عجز و نیاز کی تقریر ہے، حضرت محمد صاحب نے اس خود پسند
انسان پر اسے فرعن قرار دیا تھا اگر آپ بھی کسی نہ کسی طرح سے یہ عجز و نیاز اپنا فرض قرار دیں
تو پھر زندگی کا ٹھٹھ دیکھیں، برہمن نے جو کچھ پایا، اسی عمل سے پایا، اس کا عمل پسند
سہن ہے، یاد کیجئے، درندہ اسیشیانی کا کوئی علاج نہ ہو گا۔

درگاہ ذات رہ نہر عقل دورین جو عجز و جہت تحقیق درگاہ کبریا
بجائے خواب کین برید و حسارینہ کہ عجز و جہت شے عالمیت درگاہ دارد
علاج رنگ گنہہ عقلیشا نیست ذکر دہائے خطا بعد ازین پشیاں باطن
حاصل عمر از جہاں نقد گناہ آورده ایم نماند اعمال سرتا پاسیہ آورده ایم
شد بخیر و سیلہ عدد رنگار شستیم ز آب دیہ حسابے کہ داشتیم
اسے خطا پوشش مازما بگذر کہ ز ما حسرت و خطا نے آید

۱۔ حسرت ہوائی، الفاظ کی لطافت اور بیان کی روانی، کے ثبوت میں، اس غزل کے جس کے، اشعار
ہیں، اپنی سخن پر دردی کے جذبہ میں، مشغول کر کے رکھتے ہیں۔

دوستے! انگریزی مذاق یا انہی کے بقول مذاق مذاق کے لوگ اس بیان عشق و محبت کو قبول نہیں کریں گے، اور کہیں گے کہ ہم
مفید شاعری کے دلدادہ ہیں، ہم تو حسرت کو آجنگہ لیدری سمجھتے تھے، اس بیان سے طبع غیب بھی کھینچا ہے، کا تمام
عقل حقیقی عشق میں ڈوبی ہوئی ہے، آپ اپنی سخن جنہی سے، عشق و محبت، تجاویز کی طرف لگے، ہمیں تو اس حسرت
کی سخن جنہی بھی سبب ہو جائے، یہ شعر نور ملاحظہ ہو، اور حسرت کی کامل معنی جنہی کو معلوم ہو، کہ کسی شعر میں الفاظ عشق و محبت
آجائے سے وہ تمام شہرہ و عشق و محبت کا مصادیہ ہو سکتا ہے، اور مذاق مذاق کے گڑبڑا قرار دیا جاسکتا ہے، یہ جام
عشق و محبت، صرف اہل مذاق کے عشق کا جام نہیں، بلکہ یہ تو برہمن صافی باطن اور زاہد و عابد کے عشق حقیقی کے جام ہیں، اگر
اوج ناکہ داندہ و خود شریک فرماتے ہیں۔

گوشت نیست کہ بے زمرہ عشق بود ہر طرف صبر کہ دوسر کر آرائی بہت

گرہ زاری
 نہ سید رنگہ بردگر کہ صفت آید
 مدار از گہر اشک چشم تر خالی
 شائستہ میں لکھا ہے کہ :-

”رونا نہایت، دھوم مفل ہے، کسی وقت خواہ کیسا ہی رنج و ملال ہو آنکھوں میں آنسو اور دل پہ غبار نہ آنا پائے، مگر وہ فکر رونا اگر نہ دیا جائے، تو انسانیت قائم نہیں رہتی، وہ مقامات اول دنیا دو ملوین بیان کئے گئے ہیں، یعنی انوارات میں اُس وقت رونا چاہئے کہ جب کوئی عزیز محبوب گھر مر جائے، اور یہ ہم سے رست پوچھو کہ کیوں رونا چاہئے وہ حدس کے اجاروں کے پاس جاؤ، اور اُن سے پوچھو، دوسرا مقام پریشور کی حضور میں پرامتھا کے بعد دونوں وقت گزرائے کا ہے، اور دل کے جوان ہر وقت ان پر اپنے آنسو گرائے گا، جو اہر پائے گا“

برہمن بھی اس شائستہ کا دل سے عامل ہے، اُس نے قتل و داراشکوہ پر خون کے آنسو گرائے ہیں، خدا کی درگاہ میں اوروہ نذرانہ نکات یہ آنسو ہی قرار دیتا ہے، ہینک جب دُشیا میں نکت و عذر و ظلم و نڈی خود سری و خود دہائی پیدا ہو جاتی تھے، تو ایسے موقع پر حاکم حقیقی کی گاہ میں رونا نہایت جگہ و بنوی اصلح کا موجب ہو سکتا ہے، برہمن کا دیوان اس گرہ زاری سے بھر پورا ہے، اور اُس کے نتائج ایسے ایسے آریز میان فرماتے ہیں، کہ ہر شخص کا روتنے کو دل چاہتا ہے، ضرورت مٹتی کہ برہمن اس عہد میں شائستہ کے اس حکم کی تعمیل میں ٹٹے پر رور دیتا، برہمن کی گرہ زاری سنئے، نگرا دل ایک کر یہ طائر و دم کے فلسفہ پر غور کیجئے :-

تاناہر دابر کے خستہ و چین (دھڑک) تاکر یہ طھنسل کے جوشد لین	چشم ہزار چہ ترنگاں دیداروں
بار بار آتاپ و اں احتیاج نیست	ہمیشہ در مسدب ویدہ قتراہ اشکم
برد و شب گہر آبدار سے بند	چور و جہر برہمن حساب پیش آزند
باب دیدہ و لٹو نہ نامہ اعمال	عبارت مصیبت آئینہ دل تیرہ سپ دارد
مگر اشک نہ امت شمساز و زنگہ عیسا	سینہ بریاں ابدہ گریاں حاصل باہر دلیں
مگر نہ اسبابہ تھن تھنکے تر میخو استم	

حاصل گرہائے نسیم شبہ تا محمد فتح باب مہدیم
 گریہ اری سے صالائی نامک ہے کہ کے کہ از نہ دگر یو است وصل ترا
 بقدر مہد خطے بر دے آب کشید

برہمن کا فلسفہ ”گریہ و زاری“ کو محض گناہ کا کفارہ سمجھتا ہے، اور اس میں یہ اثر مطلق نہیں پاتا،
 کہ وہ صال باری نصیب ہو، اس کا نسخہ اودھنے جو دیوان میں ہر جگہ موجود ہے،

میشو و صاف اگر اشک کے است یزد دگر ہر کہ بر آئینہ میں بھارے دارو
اقبال معصیت انسان کی یہ عادت چلی ہے، کہ وہ اپنے عیوب و گناہوں سے واقف ہونے

پر کبھی دوسروں کو واقف ہونے سے روکتا ہے، بلکہ حتی الوسع ان کی واقفیت پر بھی پردہ ڈالنے
 چاہتا ہے، یہ پردے سنیکڑوں طرح سے ڈالے جاتے ہیں، کہیں دہر سالہ دوسرائے بنائی جاتی
 ہیں، کہیں مسجد و مندر استہان کیا جاتا ہے، کہیں تحریر و تقریر سے اپنے دہشے دہوئے جاتے ہیں،
 کہیں دستوں آشناؤں سے امداد لی جاتی ہے، کہیں بے طرح دولت و بربادی جاتی ہے، غرضیکہ
 ان لمیزوں میں وہ دولت حرام منافع کی جاتی ہے کہ جس کیسے یہ سب فریب رہے جاتے ہیں،
 یہ پردہ انسانوں ہی سے نہیں کیا جاتا، بلکہ حقیقی محرم راز کو بھی دھوکا دیا جاتا ہے، غدر گناہ و دتر
 از گناہ کبھی نہی رکھتا ہے،

گر یہ گتہ نہیں، جہاں سیاہی میں مہندی، دن کے بعد رات، سردی کے بعد گرمی، سختی
 کے بعد نرمی لازمی ہے، وہاں دُنیا میں جھوٹے بڑے سب طرح کے پائے جاتے ہیں، اور ایسے
 دل بھی ہیں، کہ جو عالم کُل کی جناب میں اپنے گناہوں کی معافی کے لئے التجا نہیں کرتے،
 بلکہ بھین دینگی نماز و سلام میں بھی اقبال معصیت کے مُقبل نظر آتے ہیں، اور عام دُنیا داروں
 کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کر کے اپنی اوصالت کا بھوت دیتے ہیں، ایسا انسان ایسے ہی صفات
 کی وجہ سے عام انسانوں میں امتیاز کیا جاتا ہے،

دُنیا میں وہ کون انسان ہے، کہ جس کی بھی آئین دین و دُنیا کی خلاف ورزی نہ کی ہو اور

تھپانکی کوشش میں غلطی و پچاں نہ رہا ہو اگر انسان اُسے ہی کہا جاسکتا ہے کہ ہوائے گناہ کا
کفارہ کرے اور آئینہ مجتنب رہے، برہنہ بادِ صفت بے عیب و بے خطا ہونے کے اقبال
معصیت پر خاص زور دیتے ہیں، مطلب یہ کہ خود غنائی جو اُس زمانہ کا طرہ امتیاز تھا وہ وہیں طریقہ معجز و نیاز
کی تفصیل کبیر ہے، یہ اقبال کندن بنائے کیلئے اکبر چاہتی ہی اس بحر کا اثر ڈالنا چاہتا ہوں کہ سب

بھائی مل کر اپنی زندگی امن و چین سے گذاریں، برہنہ کا پیش سب بھائی سنیں۔
پُر از حدیث گناہ نامہ سیاہ نیست گنہ گار کہ بود داخل گناہ نیست
مارا نظر بد زہر تلخ عین نیست از کردہ گر حساب بخوای جواب نیست
برہنہ روشن است بارِ گناہ بندہ روشناس عصیانِ سیم
حاصل عراز جہاں نغمہ گناہ آورده ایم نامہ اعمال ستر پا سیاہ آورده ایم
بغیر معصیت خاموش گر باشم روا باشد کہ پیدا میشو د از بے زبانی افعالِ من

از نیک و بد برین بحرِ برہنہ کہ در بہاں وانا کہے کہ در بے اہلِ رضا رُو
تسلیم و رضا انسان خواہ اُس کی دینوی و جاہلیت شاہ سے گذر کر پیغمبرِ اوقاتِ کمپا
جائے ہر حالت میں مجبور و معذور رہے، جوانی اور نادانی اکثر فرعونے کر دیتی ہے کہ جو کچھ ہوں اس
ہی ہوں، مگر جب انسان حوادثِ زمانہ کی زد میں آکر حفاظت سے ناامید ہو جاتا ہے تو جست
پٹ تسلیم و رضا پر اظہارِ دلے آتا ہے، جو نفلتہ ہیں اُس سرائے فانی کی مہمانی کی وقعت سمجھ
ہوئے ہیں، عروج میں بھی "تسلیم و رضا" کے قائل رہ کر سبے جا اثرات سے باز
رہتے ہیں، شکست پر صبر فرماتے ہیں

برہنہ ابتدا سے "تسلیم و رضا" کا قائل تھا، اُس کا تسلیم و رضا کے دیوتا کے قدموں
پر ہمیشہ چھکار رہتا تھا، یدِ اہانت کا پھل تھا، کہ وہ اس طرح سے دینوی عروج و دہو طیں کیاں
سرسبز و لفظ آریا، یہ سچہ دیکھنے کے قابل ہے۔
تمام شکوم از احسان ہے نہایت نیست کجا گذار بود بر زبان من گلہ را

برہمن سے بنو آساں برہما و تسلیم
 ایں ہمدرد ہر تدبیر محالے کہ تراست
 سرمایہ ماہیت بے غیر از دم تسلیم
 گر را بہت خطر سے داشتہ باشد
صبح خیزی
 اے برہمن درجن پیش از صبح باید رسید را
 بسیار است صبح از پیش از خواب گذشت
 ہندویں نے آغاز آفرینش ہی سے حقائق و معارف کے پردے اٹھانے
 کی کوشش کی، ظلمت کا پہلا پردہ خواب صبح تھا جس کی تاریکی ظلمت دے روز میں صبح کے
 نزدیک تک ظلمت پھیلاتی تھی اور قلب تیرہ دنار کہ دینی بھٹی، ریشیوں نے یہ پردہ اٹھایا اور صبح کے
 چار بجے تک اسکی زندگی محدود کر دی
 صبح خیزی را ابراہیمی سے فیضیاب کرتی ہے، برہمن ریشیوں کی تسلیم سے علی طور پر اپنا
 آئینہ دل متور کر چکے تھے، لیکن کس انداز سے اہل دنیا کو اس خواب گراں سے سبیدار
 کرتے ہیں۔

شد آفتاب بلوہ فروزاں و ما خواب
 ہر روز مانو نہ روز قیامت است
 اے سب خواب خواب کن در زمان صبح
 یک صبح کن بہ بدتر است حسان صبح
 ما صبح را ز کف ہر دو عالم نسید ایم
 باشد جهان طغیان و گرد و جہان صبح
 کشند از ان طلب چنان شب گرد
 کہ یہ ملک بھر پیش از آفتاب نرسند
 بیداری ما و مستند و در کبر صبح
 ما دین صبحی از بہر تمام کر فلتیم

توصیف سنا
 امر ذرہ در ہوا سے نووار دہر بیان
 بر مرغ در جہاں تو و انفسہ نوا
 علم انبیاء کے عامل اور حقائق و معارف کے کامل سے تعصبات و تباہی کھٹنے
 کی جو امید ہو سکتی ہے، برہمن اُن سب سے بازنایا گیا، مضمون عام ہے، کوئی پیچیدہ خصوصیت
 نہیں، مگر برہمن کے نظم نے جو طرز اختیار کی ہے، وہ خاص ہے، یہ لطیف و لیران سے نظائری سے جمالی

۱۔ برہمن صبح کی کیا قدر و منزلت بیان کرنا ہے، بلکہ کبھی کبھی وقت بہ شرابی حرکت عام سمجھی طلب کرتے ہیں کہ رات کا
 خمار آ رہا ہے صبح است وہ بڑے کرنگ زینم
 دین غیبت نام و رنگ برسنگ زینم
 در زلف دراز و از دامن چنگ زینم

ہوگا اگر توصیفِ دُش سے ہم کیوں خالی رہیں، آپ صورتِ تصویر بن کر دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف منہ کر کے آنکھیں بند کر لے ہیں اور یہ بڑھتے ہیں سہ

اُسے عقلِ بین پر تو ذاتِ تو جوں سُہا دسے چشمِ بر کمالِ صفاتِ تو نسبتِ بلا

در حضرتِ جلالِ تو کس را مجالِ نیست باشد گدا لے کوئے تو ہم شاہِ دہم گدا

در باد گاہِ لطافتِ تو جہاں سوالِ نیست ایں جہاںِ اصیتِ ساجِ با ظہارِ مدعا

وصفِ وجود اکٹس عشقِ پو افروختہ ہم کیسا ندو حسنِ چوں جلوہ کُندہ والہ و فرزانہ بکیت وحدتِ وجود کے پرستار کی نظر میں ہندو ملیچہ، انسان و چوٹی، بیکاد و یکادہ، مینچا

و خرابات، مندر و مسجد، اگر جہاں گور و دارہ، دیر و حرم، دوزخ و بہشت، نزار و تلیح اور صلیبِ لُٹان

سب برابر ہیں، اُس کے نزدیکِ ابدان کی امتیاز نزار دہا ہے، کیونکہ وہ اُس کا جلوہ ہر مقامِ نازا ہے،

اور سب جگہ کیساں دیکھتا ہے، پھر وہ کیسے بڑا کہے، اور کیسے اچھا کہے، اُسے تو سب کیساں نظر آتے

ہیں، یہ مذہبِ حقیقی مذہبِ ہے، اور سب بزرگ اسے ہی پاتے کی کوشش کرتے ہیں،

یہ دُعا ظہرِ قوم میں پایا جاتا ہے، مگر عاملِ شادی کوئی ہے، اگر ہوتے یہ فساد نہ ہوتے، نہ

اگر جیسا ہی جیتے، نہ مست و نہ ہم ہوتے، نہ سہو میں مست گدھ ہوتیں، نہ بھائی بھائی کو ذلیل سمجھتا، نہ قومیت

کی تلوار و دھوری کے گلے آتا، یہ سبق بڑا پیرا اسبق ہے، سب سے بڑا، مگر سب سے بھلا دیا،

صوفیاءِ سلام اس کے شفیق ہیں، اور اس کے بیان میں بڑا سہاؤ کیا ہے،

یکم غزلِ نوری اس قومی دلی آزارِ تفریق کے مٹانے کے لئے لکھتے ہیں۔

سب دریا ہم گزراست دیا جملہ دیندار کی، لیکن گوہر سے یاد رکھو آں ایں باشد

خواجہ حافظ، یہ تفریقِ دس شعر میں دور کرتے ہیں سہ

در عشقِ خالقاہ و خرابات فرقِ نیست ہر جا کہ ہست پر تو سے دے جیبِ ہست

آئینہ کارِ صومعہ را جملہ سنے دہند نا توں دیر در رہب نامِ صلیبِ ہست

مشہدی بھی مسجد و مندر ایک ہی تلاتے ہیں، مگر ڈر ڈر کر سہ

چراغ بت کردہ شمع خافہ کیے ست اگرچہ دیدہ دو آمد دے گاؤ کیست

امیر خسر و کا طرزیان بھی ملاحظہ ہو۔

کاؤر شتم مسکائی را در کار نیست ہر گہ بن ناگشتہ حاجت زمانیت
عُرفی اس مندر کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں۔

حرم پویاں ادے رائے پرستند فقیہاں و فترے رائے پرستند

ادان دعویٰ بیشخ در برہمن ماند کہ ہر یک دادے رائے پرستند

برائنگن پردہ نامعلوم گردد کہ یاراں دیگرے رائے پرستند

عمر خیام بھی کہتا ہے، مگر وہ تو دن رات، موسم بہار، الب، جو، سبزہ زار، قین چار، عشق

حوری شراد اور جام شراب کے بغیر بات نہیں کرتا، جو کچھ کہتا ہے، اُسی خیال میں کہتا ہے۔

فصل گل و طرفہ جو بہار و لمب کشت باکیست دوشہ تازہ صبحتے حور شرشت

پیش آفدم کہ بادہ لوشان صبورح آسودہ نہ مسجد اندوشت مرغ و کشت

برہمن کا مسئلہ وحدت وجود

بانی خانہ دے خانہ دہت خانہ کیست

خانہ بسیار دے صاحب ہر خانہ کیست

برہمن نے وحدت وجود کے دیوتا پر اپنے کجلیہ صبح سے موئی کچھا دے کہے ہیں، 'وہ ہر دانہ ادانہ'

کیک دانہ ہے، یہ گوہر ہے بہا، اُس کے دیوان کیسا کے ہر مغز میں لونیوں کی طرح جڑے ہیں اگر صوفیان

اسلام توحید کے عاشق ہیں، تو برہمن اُس کا والا و شید اندھ سب برہمنان کے منازل کی آخری منزل

بھی یہی ہے، توحید پر اسلامی شوالے بہت کچھ لکھا، وحدت وجود کے خوش موضع پوچھائے، برہمن نے اپنے

پیکر خیال کی انداد سے آسمان سے نارسے توڑے، روزمرہ کی باتیں، دن رات کے جھگڑے، جگہ جگہ کے

نقصینے، مذہبی تفرقے، اور کشت خون اس کا خون جگہ پنی رہے تھے، اُس کے قلم نے وہ مینا کاری کی

اور ایسا رنگ و روغن چڑھایا کہ وحدت وجود کا دیوتا سانسے نظر آیا، اور وہ سچا یا کہ دوسرا نہیں

سچا سکتا، ایسا نرم لکھا کہ سنگین دلوں پر نقش ہو گیا، ایسا سخت لکھا کہ سنگین دل موم بن گئے،

جو شہر تاجِ مضمون بنا گیا ہے، اُس کے غزلی بیان کی رشتہ مندوں، مسجدوں اور گرجاؤں کے میناروں سے بھی زیادہ بلند ہے، اور ہونا بھی چاہئے تھی، شہزادہ داراشکوہ ان وحدت پرستوں کے عینِ مذکر کے آگے یہ شہر پڑتا ہوا قتل کیا گیا ہے

کفرِ اسلام در رہش پریاں دھندہ لاشربک نہ گویاں
یہ فتویٰ قتل اس لئے صادر کیا گیا تھا کہ اُس نے کفرِ اسلام، براہِ توام قرار دیئے تھے
جو شروع سے بعید تھا، اسی گناہ پر درویش اور ریش شاہِ سرمد، حقیقت کیلین، محمد سچا جا کر دیندار
کے مہر بردار نے شہید کر لیا، برہنہ کا یہ شعر اُس کے لئے بھی قابلِ دار تھا، مگر اور رنگِ زیب کی
غزلی تو اور برہنہ کی روحانی سیف کے آگے گند ہو گئی

وہ وحدتِ وجود کے نشان ہر مکان میں پاتا ہے جس سے شیخِ برہنہ عابد و سمرست
رجہ میں آتا ہے، اس سیکرہ روحانی کے چند جام ہم بھی پلاتے ہیں، طبعیوں پہلے ہی جام میں
سرد ہو جائیں گی

گل کے خار کے، شاخ کے، تاک کیسیت نزدِ اربابِ خرد و جسِ دغاشاک کیسیت
دوسرا جام اس کے بھی زیادہ سرد رکھتا ہے

اے عالمِ فانیت در روزِ ذہ کیسیت نقشِ بسیار دے دیدہ بیندہ کیسیت
ہر صدمہ کو ہر بوجِ خود شے دار د پیشِ اربابِ نظر کو ہر تابندہ کیسیت
کا فرم گر سر نو سے بفادہ ست گیم رشتہ زلف تو بارشتہ ز ناز کیسیت

تصوف کی پیمائی کو تہ اندیشانِ محضے پیشِ کم پیچیدہ اند مردِ عارفِ نظر بر اندکِ بسیاریت
مسلمان شاعروں نے شاعری کی مقاصد اپنے مذہب کی خوب دھمیاں
اُڑائی ہیں، اور صوفی اُن سب سے بڑھ کر ہیں، کیونکہ قابلِ سمجھدار مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے
کہ "سب آلِ تصوف فینہ مذہب سے بالکل آزاد ہیں"

۱۔ دیکھ اس شہر کا ترجمہ ہے۔ ۲۔ دنیا فانی پر سبز کو پہچان۔

چونکہ اسلام میں فرقہ صوفیہ اپنے صوفیانہ کلام و عقائد کی وجہ سے ایک نیک خیال فرقہ سمجھا جاتا ہے، اس لئے ہر زمانہ میں اہل تصوف کی قدردانیت ہوئی، مگر شاہانِ وقت ہمیشہ صوفیوں کے دشمن جان رہے، تصوف کے باریک مسائل ایسے دل آویز ہیں کہ ہر شخص جیب منگتا ہے، وجد میں آ جاتا ہے، مگر ان پر عمل کرنا اگر ناممکن نہیں تو شرارِ ضرر رہے، اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہندوستان میں بجائے عملِ فعلِ سراسر زبانی جمع خرچ سے گھر پورا کیا جاتا ہے اگر تصوف سے طبیعت رنگی جائے، تو انسانی معارجِ کمال کی انتہا ہو جائے، ہم ان اہل تصوف کا خاکہ اُڑانا نہیں چاہتے، کہ جن کے فعلِ سراسر کفر و ضلالت کے تھے، جس طرح نئے مسلمانوں کے در کتاب و مسلمانانِ درگور، کسی بزرگ نے کہہ کر حقیقتِ ادا فرمایا ہے، دُنیا کا چلن ٹھیک اس طرح ہے۔

مگر ایک برہمن تھا کہ جو درپردہ اس سے تصوف کے عملی سبق پڑھ رہا تھا، اُس نے دیوی فراغت کے بعد جو ملازمت سے استعفیٰ کی شکل میں نمودار ہوئی، آپ اپنی بنی بنائی ریاست اور سجا سجا یا گھر چھوڑ کر کاشی جی میں قیام فرما کر سعادتِ ابدی حاصل کی، اور بقیہ عمر ریاضات و عبادات میں صرف کی۔

پس ایسے مترافضِ شخص کی زندگی بالکل صوفیانہ قرار دی جاسکتی ہے، ایسا عالم باعمل جو کچھ لکھے گا یا کہے گا، وہ پتہ کی بات ہوگی، جس کا نشانہ ٹھیک دل پر بیٹھے گا، احسرت ہو جاتی اقرار کرتے ہیں۔

”اس انداز میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، اُس میں اور کسی مسلمان کے کلام میں مطلق تمیز نہیں ہے۔“

ان کا دیوان ایسے کلام سے مالا مال ہے، ذرا ملاحظہ ہو:-

نواہدِ یرومِ شیخِ دہمن جوید بیکہ تم کہ دریں پردہ میں چاہے راست
عیب کم گیر اگر اہلِ خطا بسیار اند اس ہمہ قابلِ عفو اند جو بخششِ کمیت

حضرت خواجہ اردو نے معلقاً یکم اگست ۱۹۰۳ء

اگر آئی ہنہر عشق سامانے دگر باید ز یونگی میان کھڑا یہاںے دگر باید
 مست عشق کعبہ و پنجانہ راگم کردہ ام دد برستی رو میخانہ راگم کردہ ام
 عاشق آں ست کہ دسر را ز قدم نشاند بندہ عشق تو دیروم نشاند
 مرا از گنج گوہرے کند ہر خط مستغنی بدست خویش کلک گہراشتے کند من دارم

حقائق و معارف

چستان ہستی کا معرلہ کرنے کے بعد بھی روحانیت کے جال میں کوئی ہی
 پھنسا ہے یہ ہر ایک کا حصہ نہیں، برہنہ فرماتے ہیں۔

ہر دے رانہ ہوائے مرز عشق باشد مربع بسیار دے مربع گرفتار کسیت

قدیم مذہب برہنہ کا آغاز اور انجی مکمل روحانیت پر ختم ہو جاتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اس مذہب
 کا ادب اور ان باریک مسائل کی غلط تفہیم کا نتیجہ ہے ہمارے غلط فہمی ہندی بھائی ہمیں یہ صداقت بیان
 کرنے کے لئے معاف فرمائیں گے کہ اگر ہم یہ اصلیت کے تلخ کلمات بیان کریں کہ ہندی فلسفہ مذہب
 کی سنگین چار دیواری گھری کے بھید یوں نے ناہنجی سے شکستہ کہ دی 'خیزوں کے اعتراضات
 و دوزنی نہ تھے' جب اپنے ترازوئے عقل کے پیمانہ سے باہر دیکھے، صحیح سمجھ کہ مذہبی مسائل کی تنقید
 و ترمیم کرنا شروع کر دی، دیدوں سے لگا کر بھگاوت کے آخری گرنے تک بہ آواز بلند یہی اعلان
 فرماتے ہیں کہ خدا ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، 'سب اُسی ایک آفتاب کی شعاعوں سے
 نور حاصل کر رہے ہیں جس نے اُسے نہ پہچانا، وہ دنیاوی اشیائے منور کا شہدائے نظر کیا، جس نے
 پہچانا اُن نورانی شعاعوں سے مواجہ روحانی حاصل کر لیا،' اس معنی میں برہنہ کا کلام عالم بالا سے
 اُتر آئے، کوئی شرا یا نہیں پایا جاتا کہ جس نے روحانیت کے نور سے فیض نہ پایا ہو، برہنہ نے
 فلسفہ فارسی میں بیان کیا، اور اس خوبی سے کہ دوسرا کہ نہیں کر سکتا، اُس نے روحانیت کے وہ
 وہ راز و نکات اس خوبی میں بیان سے ظاہر کیے ہیں، کہ ہندی روحانیت کو چار چاند لگا دینے نہ کسی
 کے مذہب پر حملہ نہ کسی کے عقیدہ پر اعتراض، جذبہ روحانیت کے زور میں حقائق و معارف کے
 ایسے دریا بہائے کہ اُس رو میں سب تو بہمتِ باطلہ بہتے بہاتے پتھروں کی طرح ٹھکراتے

انہیں نہ ابد ہو گئے، برہمن اپنے کلام پر خود نازاں ہے، کیونکہ وہ اُس کی قدر و قیمت جانتا ہے،
کس زور سے کہتا ہے۔

دار دیگوش اہل یجن راہ برہمن نظم گہر ز عقد زیا گرفتہ است
پھر کہتے ہیں۔

گرد گرد برہمن از شوق قدسیاں گویا یجن ز عالم بالا نوشتہ است
مواج روحانیت کس طرح سے حاصل ہوتا ہے۔
مقام عشق بلند مت برہمن از شوق براہ ترک تعلیق باں مقام رسید
برہمن جانتا تھا کہ جو کچھ اُس نے پایا ہے، وہ دریا کا ایک قطرہ بھی نہیں، حسب ہی
فرماتے ہیں۔

از نسخہ آسمان برہمن حرفے دوسر انتخاب کر دیم
وہ اس فقر کا مالک ہو کر یہ امانت بڑی کڑی سمجھتا تھا کہ جو مادہ کو الہیت سے وابستہ
کر دیتی ہے، اپنے اندر خدا کی ذات کا ایک جز دیکھ کر اپنی شان نہیں مچولا، جب وہ ایسے محتاج
و معارف اپنی زبانِ قلم سے ادا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو ناز نہیں کرتا، بلکہ حقیقی مذہب کے علمبردار
راز کی تعظیم کرتا ہوا، اپنی کم مائیگی ظاہر کر کے اپنا عز و وقار بڑھاتا ہے۔

برہمن ادھر کس خوشنماست صاف دلی دے کے بھگائے برہمناس زرد
گوشت انسان میں سوچنے کا مادہ نہیں، نہ پڑیوں میں استدلال کی طاقت، مگر نہ اس عالم بالا
کے حقائق سے واقف ہونے پر تمام دنیوی بُرائیاں کھلا شجیتا ہے، اور ہر ایک جاندار سے انس
رکھتا ہے، اب برہمن کی زبان سے یہ راز نکلے۔

در جہاں باش دلین ز جہاں فارغ باش ہر کہ فارغ ز جہاں است جہاں با اوست
بود ز حلقہ متان بدن چو حلقہ در بد در ز کس مسیت تو ہر کہ پیشا راست
لعل لبش بوسہ شیریں ادا کند آن نسخہ شفا کہ میخانوشہ است

ہر طرف جلوہ و ہر خط تماشا فی است
میتوان دید اگر دیدہ بینائی است
یک نفس غافل شدن از خویش آزادی بود
صد بلا در گرد پیش مردم بشمار هست

حکمت و اخلاق حضرت شیخ سعدی عطاروم، خواجہ حافظ، ایسے بزرگ ہیں کہ جن کے

دامن کلام، حکمت و اخلاق کے موتوں سے بھرے پڑے ہیں، یہ انہی بزرگوں کے اخلاق و حکمت کا پرتو ہے کہ جو شعرائے اردو و فارسی کے کلام پر کہیں کہیں بھڑکتے جھلکتے ہیں، اگرچہ ان کے علم و اخلاق کو ہم آبدار سے ادب و اخلاق کے زیور نہ بناتے تو فارسی اور اردو کا کتنا قطعاً نفس نظر آتا، انسانی طہائے متبذل، علم و ادب کی مذاق کی غرہاں، قریب کامل کے بغیر سیدہ مقدم نہیں رکھتیں، جب سقا محض اخلاق ہو تو کون ضرب لگائے، جب سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوں، تو سفید پیش کہاں نظر آئے، حالیہ شاعری نے علموں کے نیچے میں پھنس گئی اور خیالات فارسی محو ہو گئے

فارسی شعرا اس کوچہ سے ہاں وجہ کم مانوس ہوئے، کہ ان کا زواں کے بعد فوراً خاتم ہو گیا، اردو شعرا کی حالت نزع مراضی تپدق کی طرح برسوں چار پائی سنبھالے پڑی رہی، ہریان ہو گیا، اور اس حالت میں جوئے سے نکلا، وہ اخلاق و حکمت سوز نکلا، ان میں سے اکثر ایسے بچے کہ ان کا نام و کلام جزیر نمبر ۱ میں لکھا گیا، وہ کون سے شہادت اور الزامات ہیں، کو جو ان پر لگائے گئے اور جن سے ہمیں بچنا چاہئے، وہ فروات، قراء، داجرم، ہر سخن، فہم اور سخندان کو ملاحظہ کرنا چاہئیں، تاکہ دامن حکمت و اخلاق، بد اخلاقیوں کے دامن سے داغدار نہ ہو

برہنہ کے علم ادب نے طوفانیت سے ادب و اخلاق، حکمت و شرافت، اندر در فصلی شہادت سے پرورش پائی ہے، اس کا ہر شعر نبات کی ایک ٹہنی ہے، جو اس دودھ میں کھلی ہے، اور ہر گھونٹ مغز دل و دماغ ہے، اس کی روح کثیف و غلیظ شے کی روادار نہیں، بھوکا مرنے پسند کرتی ہے، اور فاقہ کش ہے، اگر کچھ پیتی ہے تو وہی دودھ کے گھونٹ، اسی پر اس کی زندگی کا دار و مدار ہے، وہ یہ خیال نہیں کرتی کہ یہ کلام لاغر اندام ہو جائیگا، یا پلک کا دھنچان مجھ سے برگشتہ

ہو جائیگا اگر اُس نے اپنی جوہر طبع کے زور پر حکمت و اخلاق کے موتی اس صفت کے ساتھ اپنے
کلام کے زیور بنائے ہیں کہ شریف و ازل صاحب ادب و بیاد ب سب اُس کے خریدار میں جنہیں
سُن کر مذاق سلیم و جد میں آجاتا ہے، ہذا مذاق سر و مختارہ جاتا ہے، اس کے کلام کی شہرت اور
ہر دلعزیزی کا باعث اُس کے حکمت و اخلاق کا وہ دلاویر فلسفہ ہے، کہ جسے سب مذاہب و مل نے
اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا، وہ تاج مضمون ہم یہاں بجاتے ہیں سے

ہر نوش کہ از غیر بودیش مساید ہر نش کہ از ذات تو آید ہمہ نوش است

حدیث عشق بر تہن بسر نے آید ہزار نسخہ نوشتہ پیش زان باقیست

در گریباں چاکہا جوں غنچہ دلازل دل گر بلندت ہائے علم خورہ شامی حلاوت

بر تہن از ہر سوے و زو نسیم شمال خوش آنکسے کہ نسیم شمال رہرا دست

عشق باید کہ دل بسیا ساند دل بے عشق تشابغ بے غراست

چو سے گذر و مسمر از اندیشہ چہ حاصل ایں فائدہ از گردش ایام گرفتیم

اندر زو نصائح | بقاوت نگہ ہمیدہ در دشمن و دوست از بر تہن ہر چہ بجاک آمدہ کیان شد
بر تہن کی زندگی کا ہر عمل، اندر زو نصائح کے سبق و سے رہا، کیونکہ ہر کونے

اندر زو نصائح سے خالی نہیں، مگر پھر بھی یہاں چند نصیحتیں درج کی جاتی ہیں سے

ہمیشہ عذر بہائے عذر خواہ طلب ادب زو دیدہ و انداز از نگاہ طلب

ہر زہ گردی عالم کے عجب زسد بگوشہ زہبیاں از عین پناہ طلب

میشد و صاف اگر شک نہ است ریزو ہر کہ بر آئینہ سینہ عیار سے دارد

علم زمانہ چو عیش زمانہ مسیگزود دریں رباط کہن بر تہن مشغولت اک

عبرت و بصیرت | بزرگ من بچہم حقارت نظر کن زو دارد شکستہ دلی من آہر و درست
جو طبع اہل دنیا کے گرد فریب و تعلیم و نقدی، اور جو عیب کا جائز خواہ ناجائز

ٹھکرا ہو جاتی ہیں، اُس وقت اُس گہ میں ایک حالت اضطرار پیدا ہو جاتی ہے، جو نفس نیک نفس

ہیں، وہ اُس حالت سے عبرت و بصیرت کے سبق لیتے ہیں جو طبعِ نفسی کا ٹکڑہ ہوتی ہیں، وہ ایسے ٹکڑے پر چلے رہ جاتی ہیں، مبارکباد و شہنچائی ہیں، پہلی صف کا آستانہ بہشت میں ہوتا ہے، اور دوسری کا ٹھکانہ جہنم میں، پہلے خود نیک رہ کر دوسروں کو نیکی کی راہ پر ڈالتے ہیں، دوسرے خود غار میں گرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی چاہ و ضلالت میں گراتے ہیں

برہمن نے اپنے کلام کا راستہ اپنے دیوان کے ذریعہ بہشت بریں تک پہنچا دیا ہے، اور ایسا صاف کہ اُس پر ہر ایک کا چلنے کو جی چاہتا ہے، عقل و درمیں کے قذیل روشن ہیں، کہ رہبر کا کوئی قدم سنگ راہ سے نہ ٹکرائے، برہمن کو اپنے سوزِ زندگی میں ہر طرح کے روشن تارکیت راستوں پر چلنا پڑا ہے، اگر ایک دن تمام دنیا روشن راستے چلی، تو اُنسی شام راہِ ظلمات پر گامزن ہوئی، اہل بصیرت کے لئے یہ شرفِ قذیلِ فلک سے زیادہ روشن ہیں

برہمن نے اپنی پیانوں کی امداد سے اپنے راستے کی داغ بیل ڈالی ہے، اُس کے اندر عقلِ ملاحظہ کے قابل ہیں

راہِ خستہ و شیشہ بھر گرامی نازک بہت

صحبتِ خارِ اومیا تا کجا خواہد گذشت

فغانِ کدو گشتِ نذر اندر ہرواں دہ

بہر طرف زجر جس گوشال سے یابند

میر و قاضی عمر گرامی بشتاب

راہِ درِ ماندہ شود تا کہ جسٹر اشد

صبحِ محشر گراں پروہ برآید سیروں

در نہ این خوابِ گراں گیت کہ بیدار شود

مصلحانِ ملک اصلاح کے سینکڑوں کے طریقے استعمال میں لاتے ہیں، اُن میں آخری

درجہ ”تنبیہ“ کا ہے، اس طریقِ علاج میں انسان کو آگاہ کیا جاتا ہے، کہ عمرِ دروڑی چلی جاتی ہے، نیک کام جلدی کرو، تاکہ موت سے پہلے ہم اپنا فرض انجام دے لیں، کیونکہ چھوٹے درجہ کے آدمیوں کے لئے اصلاح کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے، اس لئے برہمن نے اس آخری اصلاح پر اپنا کمال سخن رٹی نازکت سے دکھلایا ہے

لفظِ کسبیار باشد برہمن در دلِ پود

گر نباشد معنی اور اسید چوں و فقر است

قدم دلیر نہ برہن بودی عشق - ہزار قافلہ گم گشتہ در بیابانش
شرمت ز خویش باد کہ سپین تو بیا - صد بار بستہ و مکر شکستہ

ایک نکتہ میں است

ایک نکتہ از درس محبت خواں فارغ شو از کہ باشد نگہنا سے بچاں در نکتہ دانہا
ہندیوں کے الہامی مقدس گزشتہ نہیں اسرار وحدت وجود اور درازدانی اس شرح و بط
سے سمجھائے گئے ہیں کہ کوئی دوسرا نہ سمجھا سکے نہ سمجھا سکے جب یہ نکتہ اس ایک نکتہ کی بڑی بڑی ضخیم قریم جملہ دینی شرح
لکھ چکے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ہمیں اس نکتہ کی بے شکلیں شرح میں اور بھی جائیں، دوسرا سمجھنے پر از اختیار کیا گیا
اور سب کے قیام پر یہ سمجھنا کہ کیا کچھ نکتہ کافی ہے انسان ذہن مختلف درجات رکھتے ہیں ایک نکتہ دوسری کچھ کتاب
جو یہ سب پڑھتے پھر اور پڑھنے کی ضرورت ہے نہ سمجھنے کی برہن بھی تلقین کرتے ہیں ۵

حرف اولی از برائے اصل فہمیدن است - در نہ ہر دفتر کہ مینی نسخہ تھو ارہست
مرا ز لعل و تازہ ناز و کا فلیست - قلم زبیر زبیر یار تہذیب و کا فلیست
چشم گرم لب بود ہرگز نہ دورہ غلط - مرد عارف از پے یک نفس پے نفاست
نہر باطن و گر عالم ظاہر در گریست - سخن از خانہ بسیار یعنی آید راست
اگر صد باب غرازم بر دم یک باب بکشايد - پے تعظیم ار باب طلب بابے دگر بايد
برہن ناخواندہ می دانہ کہ طراز نا معلوم است - مرد وانا از پے اور اک مضمون مسدود

بے ثباتی دنیا

برہن آپ رواں انگشتہ طرح خانہ - اسے بہرین ہر کہ دل در در بے بنیاد است
جو بہتیاں سراج روحانی کی منزل میں گزین ہو جاتی ہیں ان سے دنیا خود بخود چھوٹ جاتی جو اس میں
قیام کی آرزو چھوٹ جاتی ہے کہ جب دنیا جابلہ ساری نظر آتی ہے دنیا کی بے ثباتی کے مضمون سے لکھ کر لکھنے والے دنیا
کے مالک سے ہے غرض اور غفلت ایک لحظہ کیلئے بھی دور نہ ہو، ہندی فلسفہ نے بے ثباتی دنیا کا فلسفہ بہرین کے دل پر ڈال
کھینچ رکھا تھا، عظیم انقلاب غفلت ہو جاتی تھی، دنیا جہاں عمارتوں کے نقش کلیچ اس کے نقش ان کے دل پر بھرے اور
ان کا عکس بے ثباتی دنیا کے خیال کو ایسی فتنہ پرگئی کہ جہاں کسی کے طائر خیال سے پرواز کی تھی وہ خود دنیا سے جدا ہو کر بے ثباتی
میں عمل کیا پھر اس قلم سے بے ثباتی دنیا کے خیال کو ایسے کیوں نہ نکالے کہ سمجھنے والا بقا کا جادو چاک کر کے فنا کا لباس پہنتا
۵ کھلادی ترقیات کھوفان اٹھ ہائے برہن ان فنا ہونیوالی بہت کچھ عالم بال کا سینہ سنا نا چاہتا اور ہم ان کے حال میں ۵

رازِ اہِ آخِر برہمن از عمل نیک اندر دہاید
 بسوئے ملک عدم بارستن آسانست
 برہمن کرم کی کشتہ بکائی بل ہی، وہ کہتا ہے کہ جو کوئی جیسا کرم کرے، ویسا پھل پائے گا۔ منہ اور جڑ سے منہ کیا جائے گا۔
 انسان کو چاہئے کہ یہ خیال مضبوطی کیا تھاپے۔ میں قائم رکھے، دنیوی امور کے تکلف نہ کرے۔ مرنے کا کجا ہم اندر اس سفر
 آخرت ہو، لیکن برابر کہتا ہے کہ دنیا میں کہہ کر نیک کرم کرنا بڑے مشکل ہیں، واضح الفاظ میں سمجھا تہ ہے۔
 بروہہ حشر حق دست خلق آسان نیست
 نگو بہت بزم نامہ سیاہ گنہ

رحمت حق زائش بے کسی دریاے رحمت ابرو شام اگر در درو بخشد دریاں آید حساب من
ہرکے دل کے ناز کو کسی کی طرح رحمت حق کے امیدوار میں رہنا بھی چاہئے جو اس ناامیدی چھوڑ کر رحمت حق کو اپنا
دامن امید بستہ کرنا ہو رحمت حق جو ش میں آتی ہے اور درو کہ جاتی ہو کہ جو صوفیوں کی عبادی اور برکتوں والے در پہلے حال نہیں
تہیں کی رحمت حق کی کوششیں اور دعائیں بہاؤ دیکھنے اور کئے قابل ہیں چاہئے کہ ہم ایسی ہی کو کشش و کشش شمع شمع ہیں
شعراے فارسی اردو کی خرابا بستی اور استعمال محبت، خصوصاً شرب خاہ خراب کی گرجی باز نہ جو شرب سے مست
اور نہ خوں کھاکا بزدل غم جو ہمیں مست تقلید کیا کہ ہم بھی اپنے خفا

وحد میں برہمن کے کلام میں چند خطرات مقدس گائیں تاکہ گناہت کلام مشعلے مذکورین کی کئی جہاں کا ذائقہ عقبر لطیف میں تبدیل ہو جاے، ہمارا شمار آئینہ کیلئے ایسی تباہ کن، مخرب افعان خوابا نشینی تو قرۃ حسی کر لیں اور ایسے مقررین شاہین کو بھی کہ جو اس خواباں نشینی کو عبادت گزار کی کا لباس پہنانے کی خاطر گناہے لذت کے ترکب ہوتے ہیں آئینہ کے لئے نجات مل جائے شرابی قداس داری نے اسے علم زباں لکھا ہے مولوی میر تقی میر اللہ رب العالی بخش کھیلنا شر جواری کے عمار کا نفوزی ان الفاظ میں ہے

موتیا بیتا طرن نہ، بھگداز، دلم گھر، اکی خوشی میں ہی ہر شکر کو دوسے ایسے چاہیں کہ ہانے موٹکی چارہ گری سچا کیڑہ کو دوسرے

شراب نہ ہو اور نہ ہم اس کے نہیں تھی نہ تھی کسی کی کچھیر کیلئے جاہر ملکات کو ہائی پاتا جو اور غنچہ دل کو سرم کو پاتا جو "واہ میرٹھا!
میرٹھا کا چھتی بیان شکرے نادری اُردو کی غزلے نس کے عین لاتی جو اور کچھ بھی اپنے اپنے خوب سے خوب بیا کی اب بس
بیت لظن کے شعرے نادری اُردو کے جا کر پہنچے اور غم کے دور کیے عہد عہد کے طریقے ملاحظہ فرما جائیں گی نئی نئی جو کس پہاں

آج کل کہ در رحمت اور ہمد باز است رحمت حق با شیخ در رحمت نہ خطائے نہ غنا ہے
تقدیر **مقتی** شعرائے نادری کے طبقہ اول میں شمار کیا جاتا ہے کہ جو شاہنجم کی تاریخ
پیار خیال لکھے پر کربستہ ہوا کہتے غلام پر عاشق تھا وہ غیرت والا تھا، حضور وانکی کا ہم سفر

میں مالک کو مار ڈالا آپ شراب کی تعریف میں فرماتے ہیں یہ

آں مرکب کہ کاسب از نور لیکن اور ارداں و جہاں از نار
زناں ستارہ کہ مغربش دہن است مشرق اور ابدیشہ ہر خسار
پھر آپ کا اس طرح سے دور چلتا ہے

سے صافی بیار سے بُت کہ صافیت جہاں از مادہ تا نجس کہ ماہیت

بیاتا سے خوریم و شاد باشیم کہ حکام سے و آیام شادیت

گر آدمی بادہ گرونگ مجور باناڑے دغہ چنگ بجز

گر بگ خوری چوسنگ نیشینی برجا یکبارہ چوبگ می خوری سنگ بجز

پاپے تاک بیا ساقب شراب خوریم (۱۰) بڑی سایہ نشیم و آفتاب خوریم

از بادہ چو لعل ناب شد گو ہر ما (۱۱) آدم بغض از دست اسرار ما

از بیک ہی خوریم نے بر سرے مادر برے شہیم دے در سر ما

و اگر تم ٹھو انگر ذکر خون عاشقان ریزد (۱۲) من و ساقی ہم سازیم و دنیا دش براندازیم

ہائے بکسار جوئے سے باید بود (۱۳) از عرصہ کسارہ جوئے باید بود

۱۰۔ زکات بیان کا بیت میں مرد کو نہایت ترس ہے اسے اہل فحش کی کھچکھچاہٹ ہے، غلام کی بے کسلائی کے اعتقاد میں انکی
خطاں کچھ جانگی اور ہندوؤں پر عقاب رلی نازل ہوگا کہ غلام عقیدہ کے مستند ہیں، وہ اپنے بیان میں اس عقیدہ کا استوار آواز
ہیں، مصنف لعل و شکر نے یہ معنون اور واضح کر دیا ۱۱۔ سفندان پارس مولوی محمد حسین آزاد،

ایں تربیت عمر با جو گل ڈھلے در دست خذاں لب دمازہ روئے سے باید بود
وقت عز و زلف بیامان قفس کلیم (نام نزل) عمر سے کہ بے حضور و مراحمی و جام قوت
فردوسی فردوسی تھے، پھر شاہ کے نام پر کیوں جام نہ پیتے
بیاد کیجے جام رخسار سے کر کو شمشیر سپہدار کے
پھر دور اس طرح چلتا ہے

بیاد شہنشاہ غورند جام

پھر ایک جگہ لکھتا ہے

کنوں غور و باید مے خوشگوار کہ بوئے مے آید از جوئے بار
شراب درد دلم و تو بہم کجاست قدح (دیر خور) کہ دل بشوئم ازاں تو بہ شراب آلود
حکیم انور می حکیم تھے، پھر کس طرح صبح ہی جام طلب نہ کرتے

سایت بادۂ صبور بسیار دانہ دام ہمد فوج بسیار
یا ہیں کہ طوفان علم جہاں برفت نے ہمداد و عروج بسیار
حکیم ثنائی شراب خوری کی ترکیب بتاتے ہیں

برمداد از مستامستی نے سر ہماں جانبہ کہ غور دئی نے
حافظ اس خیال کے بادشاہ ہیں
چوں نقشہ علم ز دور بہ پنی شراب خواہ
تشخیص کردہ ایم و مداد و مقرر است

سرا از اطاعت ساقی بنے تو ان جیسے بدست او خطا ساغر خطا غلامی ماست
انکوں کہ خوشدلی کب نہ نام نہاند
دست طرب از ساغرے باز یگر
یک ہمدم کچھ جزوئے جام نہاند
بر ابوان عسراں کے پردہ ہے کہ نہ شہت حد ساخت از لائے نے

۱۔ ایمان میں شراب لازم نہیں یعنی چاہئے آزاد و بولی زودوی کے حال میں کچھ نہیں سرباز کا ذکر کیا لازم نہیں یعنی وہ بھی پانی

دہانت زکسیر یا نیت پاک (نہری) اگر نیت سوک از چوب تناک
 ازیں چوب باخود کلید سے بر " کہ در گور بکشا پید از خسلہ در
 مایت وقت تو خوش باد دام (ہلالی) کہ ہے چارہ عسم ہا کر دی
 ہما نہ سیر و بادہ کہ بعد ازیں " دوراں ز خاک ما تو ہما نہ ساختہ
 ہے کیا ہے مستی تبیل غم محالست (نہری) یا ہے حلال فرمایا غم حرام گرداں
 قرب یک ماہ ہما نہ اقامت کردم (سینہ) اتقوا آقا رمضان بردینے دانستم
 سے کئے کو زندہ و سال نہ وارد خبر سے " نہ ہمیں روزہ کہ ماہ رمضان اہم خورد
 ہنگام سحر کہ زکس و لاہ نگفت (نہری) در باغ سحری بہ نالہ و آہ گفت
 ہے نوش کہ ہے نشہ سے غمراہی بود (نہری) ہر خیسر کہ در خاک ہے غمراہی غمت
 صبر کریم کہ در روز چہاں سیکو بود (نہری) ظل خوریم کہ در عید خجین سیکو تر
 مٹاں کو داغ اگر آب سے سازد (اسلم) ستارہ سے شکند آفتاب سے سازد
 میر صیدی فصل گل کا اعتبار ہی نہیں کہ گل گو دام ایک ہی فصل میں اڑا دینا چاہتے ہیں
 دریں فصل گل ہرچ داری ہے وہ مسبا واکہ دیگر ہمارے نیامد
 اگر کشد دل بجز اباست (امندوم) ہر فارغ دل ہے غم لب خنداں آنجامت
 اعجاز بازہ ہیں کہ سچا صبر نیاز (اسلم) تعلیم تم تم از لب مینا گرفتہ است
 نظامی کنجوی ہر داستان کے خاتمہ پر ساقی کو ساغر دینا کے ساتھ لاکر خوار بھی کرتے
 ہیں کہ تنہا آتہ جائے اور دماغ تازہ ہو، معلوم ہوتا ہے کہ پاستانی پراہنوں میں شراب کا استعمال
 اسی طرح ہوتا تھا اب جہاں ہے فقط شراب بخاری ہے ان کے سکندر نامہ میں صمد با فضیہ
 ہیں ایک فصل بھی ایسی نہیں جس کے خاتمہ پر وہ ساقی کو نہ بلاتا ہو اور شراب ناب کی
 درخواست نہ کرتا ہو

یار من چرخ شبست شراب آید جو دس (ہامی) ز اید صد سالہ از مسجد خواب آید بہ دس

خمار ز گیس جانِ شادین دہ غش است (لا علم) میں اس طرح اچھٹکے کہ نگرِ دامت امان را
 معتقم با پیشمردن جسم نشیں (نہی) صحبت نہ اندان در دآشام را
 تاکہ اسیر بکن لے پر نہیں (لا علم) قطرہ سے تا میتوا دشت چرا گوہر شود
 جلال اسیر صبح ہی شرب اس لے مانگے ہیں کہ وہ اُن کے تاریک سینہ کا چراغ روشن کئے
 صبح شد ساقی بدہ جام نے دیر سینہ را تا برافروزم زب آتش چراغِ معینہ را
 فصل گل تا از لب ساغر بگرم کام دل از میان ہفتہ بیرون کش شب آدینہ را
 ایک خرابات نشین کی محفل کا نظارہ کیجئے

فرقت اگر دست دہر، معشتم انگار ساقی دھرا می دفعی مہر و سے
 دیندار و غفلوں کو گدہا کسی نے نہ بنایا تھا، مگر ایک صاحب اپنی تہذیب کے ثبوت میں کامل
 ہوش و حواس کے ساتھ اپنے بزرگ کو یہ تر تہی دیتے ہیں
 و اعطیتین گفت حرامت سے محو گفتتم کہ گوش ہوش بہرِ خلیفہ ہم
 حضرت ابوبانی نے برہنہ کی رباعیات کو مکر خیام کی رباعیات سے تشبیہ دے کر اپنے گزہ
 مذاق کا ناقابل تردید ثبوت دیا ہے، میر ولی اللہ کہ جنہوں نے یہ رباعیات بڑے اہتمام اور خاص
 شرح سے چھاپی ہیں لکھتے ہیں کہ یہ۔

”یورپ والے غریب کو شرابی فاقن اور فاجر خیال کرتے ہیں اور اپنے اس خیال کی تائید میں (مضامین
 سے نیکو خیال کر لیکھی بڑا دیتے ہیں، کہ حکیم صاحب کے زمانے کے لوگ اور اُن کے زمانہ کے بعد کے لوگ
 بھی اُن کو اچھا نہ سمجھتے تھے..... رباعیات بھی اکثر زندہ ہیں“

ناچار تا وہیلات کا دلدادہ میر ولی اللہ صداقت سے جل کر کھپکھپاتے ہیں۔
 ”یورپ والے قومہ درہم کو اُن کے سامنے غریب ہم اپنے اصلی رنگ میں کبھی پیش نہیں کیا گیا معلوم
 نہیں کہ ہم اسے زمانے کے ایک مشہور نا فضل (سلمان) مصنف نے حکیم صاحب کے متعلق یہ مکتوب لکھ دیا
 کہ وہ جس شخصہ جس بوق جس بے خودی جس بے اختیار ہی جس جوش سے شرب کا نام لیتا ہے اُس کے

صاف ثابت ہوا ہے کہ وہ حقیقت شراب پیا تھا 'انس ہے کہ وہ فلسفی اور حکیم تھا' صوفی نہ تھا 'ورنہ حافظ کی طرح یہی شراب شراب معرفت بن جاتی' غضب ہو کہ معقول پہنچا 'مصلحتیں جانی' ناقابل قبول تاویلات کا شیدائی 'الزامات مصدقہ کا منحرف' تحریکات و تحریکات جدیدہ کا دیوانہ اس کی تردید میں آگے نکھتا ہے۔

"یک نشہ درشت، قیام کے ساتھ حافظ بھی بدنام ہو گیا"..... وہ شغف اور وہ خون جس کیساتھ حکیم صاحب شراب کا نام لیتے ہیں، اگرے نوغنی کی دلیل ہے 'اور وہ دیک کے زمانہ سے لے کر آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں گذرا کہ جس نے ایک شرابی کو زون کیا ہو' اور شراب خوار نہ ہو' دراصل یہ بیجا بیان مولوی صاحب کے قلم سے خود بخود نکل گیا، ہم نہیں سمجھتے کہ اگر یہ لوگ واقعی شراب پیتے تھے تو کیا بُرائی کرتے تھے؟ یہ مذہبی لیڈر نہ تھے، نہ ولی تھے، عام دنیا دار تھے، یہ سچا الزام دُر کر کے کیوں کوشش کی جاتی ہے، آج کل کی ہوا شبلی نعمانی نے بگاڑی، اور یہ سب اُس ہی تعلیم و تلقین کا نتیجہ ہے، واقعات مصدقہ و سیلوں سے رد کرنا خوب سمجھایا، کی کبھی اس طرح سے کوئی مذہب پاک ہو سکتا ہے؟ اور کسی مذہب کے افراد میں ایسی خرابی ہونے سے مذہب بدنام ہو سکتا ہے؟

وہ زمانہ دُر در نہیں جبکہ غالب کی شراب بھی حافظ کی شراب کی طرح شراب معرفت بنا دیا گیا، **مغرب** ام کی شہرت تو ایسی شراب خاں شراب کی بدسیلوں اور منق و خجور کی زمانہ آوارگیوں نے کرائی، اُس کا بیکہ ہر بندہ بوس شراب کی طرح شراب بدستی سے پُرسے کہ جو کسی شے سے بڑے منطقی کے دلائل سے شراب معرفت نہیں بن سکتا، اُس کے سرور کے ایسے دل شکن 'مغرب اخلاق و ادب' مذہبی لوہن کے نظار سے ہیں، کہ بدنام سے بدنام ملحد و بیشرابی کی بھی ایسی حرکات نہ ہونگی، معلوم یقیناً حکومت نے کیوں ضبط نہ کی، جبکہ قرآن پاک کی تعلیم اسکے خلاف تھی، چہ حضرت حمزہؓ کی، ایسا یہ مگر شریعہ کے مجاہد کا پیمانہ، پیمانہ شراب سے کیا، اسکی ۱۱۳۰ روایات ہیں سے ۵۰۰ سے زائد روایات شراب خاں شراب

حکیم صاحب دُر خاں کی روایات کی ایک کثیر تعداد بھی ایسی ہے، جنہیں مولے بادہ پرستی کے اوپر چڑھیں، اور مولیٰ دلی اگر انکا کلام صرف فطرتاً ہی پر رکھا جائے، تو حکیم صاحب دُر خاں کا ساقی نامہ پوری ایک کتاب بن جائے، انکا اس ساقی نامہ میں عرف و ہی رباہیات درج کی گئی ہیں، ابھی کسی ادب میں گنجا نش نہیں، ۱۵۔ پرچے شراب کے کس کے کس ہیں، انیس جو کاغذات چٹے چلتے ہیں، وہ روایات دُر خاں ہوتی ہیں، اس خلیفہ کی محض وجہ یہ ہے کہ دُر خاں کا فلسفہ برہن فلسفہ ہے،

سے لوث و مدہوش پائیں اور ایک سے ایک ایسی کہ جیسے شراب و دوا نشہ اس کے ایک گھونٹ سے اگر اخلاق و تہذیب و مذہب و ملت ناچنے نہ لگیں تو ہمارا ذرا من کی تو ہمارے دماغ میں پہنچی اس لئے اُن کا ذکر اس فکر میں فراموش نہیں ہو سکتا اور خصوص اس لئے کہ وہ عمر خیام کی دُہن ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتی

جب شرابی ناسخِ بھرائیت و لہریں اور شراب کے دروں بدستوں کی مصل دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ عمر دُنیا کوئی چیز نہیں، عمر خیام کا یہ دعویٰ باطل اُس کی زبان سے نکلنے کے قابل ہے۔

گر باغی

دِنائے قزاقِ غلغلے چہ خوش است آوازِ سماعِ دناں نے چہ خوش است
در بہتِ دلِ فریبِ دہِ سرِ نئے ناسخِ ذمِ زمانہ ہے چہ خوش است
شرابی کہ جو شب و روز کے چوہیں گھٹوں میں شراب کے نشہ کی روشن آفتاب اور سرور دیکھتا ہے نہ تو قرآن کی آیت میں وہ خطا پاتا ہے نہ وید کے سوتر میں کیونکہ وہ اس سے ہر وقت خطا لگھاتا ہے اور حکامِ الٰہی سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے، عمر خیام قرآن کریم کی کس طرح تعظیم کرتا ہے۔

گر باغی

قرآن کہ ہمیں کام خواستہ آؤ را کہ گاہِ زبردِ دامِ خواستہ آؤ را
در خطِ سپاہِ آیتِ روشن است گاندہِ ہر جہادِ خواستہ آؤ را
عمر خیام اس حکمِ شریعت سے واقف تھا کہ شراب حرام ہے مگر اُسکی طبیعت نہ فقط شراب پر لٹو ہے بلکہ وہ تمام حرام چیزیں اچھی سمجھتا ہے یعنی اُنہیں اُسکے فلسفہ نے حلال کر دیا، خوب دہن داری ہے۔

گر باغی

میں گریہ پر شرع زشت نامت خوش است چوں در کھن شاہدِ غلامِ است خوش است
تختِ دہرِ است خوشم سے آید دیر سے ست کہنا ہر حرامِ است خوش است
عمر خیام کی طبیعت شراب کہن کی تندی و تیزی سے مزایا ہے ہوئے محض، شراب غوری

کے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی تھی، لوگ اُسے ایسی حالت میں دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ بد مذہب ہے،
 مگر وہ کہتا ہے کہ میرا مذہب ہی شراب ہے، اس جدید مذہب کی شان دیکھئے، رباعی
 ساتی سے کہند یا بر دیرین من است سبے دُختر ز رعیش نہ آئین من است
 گوئید کہ بارہ خوار را چہ نیست من بارہ خورم کہ بارہ خود دین من است

عمر حنیفؑ منطقی اعتراض کرتا ہے کہ قرآن مجید نے جب بہشت میں شراب پلانے کا وعدہ
 کیا ہے، تو اس دنیا میں شراب کیونکر حرام قرار دی جا سکتی ہے؟ وہ اپنی تاریخی واقفیت کے دعویٰ پر
 تعلیم دیتا ہے کہ لوگ اصلیت سے بے خبر ہیں، دراصل بات یہ ہے کہ حجرہ نے عرب میں ایک شخص
 کے اونٹ کے پیر کاٹ ڈالے تھے، ان کے طرز پر ہمارے پیغمبرؐ نے اُس پر شراب حرام کر دی تھی،
 مسلمانوں کو ایسی فلاسفر کی فلسفیانہ بحث، اسلامی پیغمبرؐ کی پاکستا تعلیم کی کس طرح دھجیاں اُڑاتی
 ہے، وہ قرآن شریف کے دیگر احکام سے آنکھیں بند کر کے دینداری کی کٹی تعلیم دیتا ہے، رباعی
 آیزد بہ بہشت دُختر با داسے کرد پس در دُختر جہاں حرام ہے را گئے کرد
 حجرہ بھر سب آنتر شخصے سپاہ کرد پیغمبرؐ ما حرام ہے بردے کرد

افینو کی کرائیوں کی ایک گولی، چوس کی چوس کا ایک کنٹن اور شرابی کو شراب کا ایک پیالہ
 دنیا کی دولتوں کے برابر ہے، عمر خیامؒ کی نگاہ میں بھی شراب کے ایک پیالے کی یہی وقت ہے،
 کیونکہ وہ بھی دنیا کی اور کسی چیز کو اس سے بہتر نہیں سمجھتا، عمر خیامؒ کے ایک جام کی قیمت ہی
 اُس کی زبان سے نکلنے کے قابل ہے، یہ رباعی دیندارانہ صیت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اُن کی دینداری
 کی قیمت کا تخمینہ لگا لیا ہے، رباعی

یک جہنم ہزار آرد بار دین آرد پچھوئے بلکست چہن آرد

روئے ہے میں چہیت زیادہ خوشتر تجھے کہ طمس از جہاں شیریں آرد

مسیحی مسلمانوں کے نزدیک وہ لوگ بھی جو شراب کے معادین میں مسلمان نہیں سمجھے جاسکتے
 مگر عمر خیامؒ یہ کہنے پر آمادہ ہے کہ وہ (ایران میں اس سے صراحتی) کا نام لیا جاتا ہے (خدا بناتا ہے)

اس لئے وہ شراب پلانے میں معاون کرتا ہے پس وہ گدو کے خدا کی تعریف کرتا ہے، گدو کا خدا عمر حیات سے پہچانا، آپ بھی سمجھ کر خدا کو کس طرح لازم گردانا جاتا ہے، کہ باغی جیتے کہ ہمدرد مرد دے سازد پیوستہ ہمد کا عسدری سازد گویند قراہ گر مسلمان بندو آں را نوشنا گد کہ گد دی سازد عمر حیات کہتا ہے کہ شراب کا پیالہ ہاتھ میں لئے بغیر میں ایک سطر بھی نہیں لکھ سکتا، میری زبان گنگ ہے، یعنی میں قطعاً ناکارہ ہوں، اے زہرا! خوب شراب پیو، آپ بعض شراب پینے پلانے ہی پر لکھا نہیں کرتے، بلکہ ہندوستان کے درباروں کی طرح اس کا لازمہ راج چہر بھی قرار دیتے ہیں، اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ فتنے کے بغیر اگر شراب جیسا تو ہوتی، تو صراحی کے منہ میں شراب تعلق کیوں کرتی، ایرانی فلاسفر کی بارکب مینی کے قربان جاتے، اسلامی پیغمبر کی تعلیم کی ایسی تفسیر شاہی کی اسلامی مصفا نے کی ہر اسی تعلیم پر دیا اور کوئی گڑ باغی

مے بر کسب من نہ ویرا و قلعسل بانوہ عذر عیب و صورتی تبیل
بے نئے اگر رو ابد سے خورون مے در بر شیشہ ہا نہ گد سے قلعسل

عمر حیات نہ فقط شب و روز شراب پینے کی تلقین کرتا ہے، بلکہ دنیا وادوں کو بھی سکھانا ہے، کہ وہ فریب سے کام لیں، خوب عیش و عشرت کریں، اور دل بھر کر شراب پییں، لوگ عمر حیات کو شراب کی وجہ سے ہریت کرتے تھے، کہ خدا کچھ توبہ کی زمین دے، مگر وہ اپنی حالت دیکھ کر خود قبول کرتا ہے، کہ خدا اُسے توبہ کی توفیق نہیں دے گا، اگر دے بھی دی تو وہ نہ شراب خوری چھوڑے گا، نہ توبہ کرے گا، یہ کوار اور اکابر توبہ بھی اُس کی زبان سے سننے کے قابل ہے، کہ باغی

دنب چو فاست بن بکر من نہ کسسم جز یاد نشاط دے روشن نہ کسسم
گویند خدا تو ازل سے توبہ دھند او خود دھند دگر دھند من نہ کسسم

عمر حیات اہل راز کے لئے شراب کا پینا گناہ نہیں سمجھتا، بلکہ انہیں اُس حلال خوری (شراب خوری) کے لئے اپنی مذہبی واقفیت کے بھروسے پر کامل اطمینان دلاتا ہے، اور تمام ذمہ داری اپنے

سر لیتا ہے، اور بڑور کہتا ہے، کہ اُن کے لئے شراب حرام نہیں، یہ فتویٰ حلال بھی سمجھئے۔
رُباعی

دانی کہ چراست، توبہ ناکردن میں زیرا کہ حرام نیست نے طور دین میں
 بر اہل مجاز است تجتین حرام سے خوردن اہل راز برگردن میں
 شراب خور، نئی دُرپانی شراب کی پروا نہیں کیا کرتے، بلکہ تھپٹ بھی ہڑپ کر جاتے ہیں،
 اور اُس کے مزے کے مقابلے میں جنت کے شرعی لطف بیچ سمجھتے ہیں، عمر خیام نامح کو جواب
 دیتا ہے، کہ خواہ میں رہنے کے بعد کہیں جاؤں، تو مجھے شراب پلا اور پھر تو جہاں جانا چاہتا ہے
 جا، یعنی تو اپنا کم کر میرا بھرنے کر، کیونکہ تو دوزخ میں جا ہیگا، اور میں بہشت میں رُباعی
 مانیم خریدارئے کسبہ و نَو دانگاہ فرود شدہ جنت بڈو جو
 گھنٹی دپس دگ کجا خواہی رفت سے پیش من آرزو ہر کجا خواہی رو
 ایرانی زمانہ متوسط میں ہفت روزہ، پانزدہ روزہ اور بہشت روزہ جشن منایا کرتے تھے،
 اُن ایام میں عیاشی اور شرابخواری کے سوا کوئی دگر کام نہ کرتے تھے، سب ایک جگہ جمع ہوتے تھے،
 شراب کے دور چلتے تھے، اور ناز مجرے ہوتے تھے، اور دنیا کے سب مزدوری کام ترک کر دیتے
 تھے، عمر خیام کا دور زندگی اُس دور سے گزرا تھا، وہ ہفت روزہ جشن کا اشارہ کرتا ہے، مگر
 اُس کیساتھ ہی یہ سخت تاکید کرتا ہے، کہ جشن ہفت روزہ مناد، غروب شرابیں پیو، مگر دیکھنا، قبو اور
 شعلہ کا دن نہ رہ جائے کہ وہ مبارک دن ہیں، یہ مبارک کام دشرابخواری، مبارک سدنوں
 میں ضرور ہو، ہم حیران ہیں کہ یہ کفر کے فتویٰ سے کیونکر محفوظ رہ گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے
 فتوے بعض ہندوستان کے لئے جان بچھ گئے تھے رُباعی

یکہفتہ شراب خوردہ باشی پرست ہاں تا نہ بنی روز آدینہ زد دست
 در مذہب ما شبہ آدینہ کیست جبار پرست باش نہ روز پرست
 مذہب اسلام میں شعبان، رمضان، جمعہ، ہفتہ، شنبہ، قدر، اشبہ، برات، روزہ، عید وغیرہ

ایام مبارک سمجھے گئے ہیں، ان ایام میں نیک کام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، مگر عمر حیاتِ تعلیم دینا ہے، کہ وہ عید کے دن شراب کے گھر سے بھر کر پئے گا، کیونکہ وہ دنیا میں شراب نوشی سے بہتر کوئی کام نہیں سمجھتا، عمر حیات کی نگاہ میں نیکو کاران اور زاہدان گدہ ہیں، نماز ان کی باگ ہے، اور روزہ پوز بند، شراب غری سے ان کی نجات ہو جائے گی، جہاں نیکو کاروں کی یہ قدر و منزلت ظاہر کی گئی، پھر اس طوفانِ کون قدم رکھے گا رُباعی۔

عید آمد دکا راکو خواہد کرد خیتام شراب در سبو خواہد کرد

افسار سنا روزہ بند روزہ عید از سر این سخاں زرد خواہد کرد

عمر حیات شراب کا جام ایک لمحہ کے لئے بھی ہاتھ سے اگت نہ ہونے کی ہدایت کرتا ہے، وہ اہل دنیا کو سمجھاتا ہے، کہ روزِ دشت کے چوہیں گھٹنے اور ہنٹ کے سائوں دن شراب خوری کے لئے وقف کر دینا چاہئیں، شراب خوری ہی روحِ افروز ہے، ہر دم شراب خوری ہونی چاہئے، عمر حیات کی تعلیم کا یہ گندہ سبق اہل عالم کی عام زندگی کا باعث ہوا، مفسر اپنے مددعوں کی غلط اور غلیظ تعلیم سے نفرت نہیں کرتے، بلکہ ایسی تاویلیں کرتے ہیں، کہ جنہیں کلام سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا، عمر حیات صاف کہتا ہے اس کی کیا تاویل ہو سکتی ہے، رُباعی

اسے برہنہ سرورانِ عالم یزوز دانی کہ چہ وقت سے بود روح اذوز

یکشنبہ دوشنبہ و سشنبہ و چہار پنجشنبہ و آدینہ و سشنبہ و روز

عمر حیات کا آدمی بننے کا نسخہ یہ ہے، کہ اگر یہ گدہ ہے (پرہیزگار) عید کے دن سرخ شراب پئیں گے، اور ناچ رنگ منائیں گے، تو حیوان سے انسان بن جائیں گے، اور یہ بھی تعلیم دیتا ہے، کہ شرابِ محفل میں پینی چاہئے، اور دو تین برسے برسے پیالوں سے کم نہ پینی چاہئے۔

رُباعی

عید است بیاتے لگ لگ کشیم بانٹے خود دنا و چنگ کشیم

یا یارِ شبِ روح و سہمیشیم رقل دوسر بادہ گراں سنگ کشیم

عمر خیاں شراب نوشی کی آرزو میں مال و دولت گھر بار برہن و بیع کرنے میں بڑا ہی نہیں سمجھتا، بچڑی بھی بچے کے لئے تیار رہے، کہ انکی شمع شراب مل جلے، غرضیکہ وہ شراب کے لئے گھڑی ایک انیٹ بھی بشرطیکہ وہ اس کے پاس ہو فروخت کرنے کے لئے بیزار نہ ہو، فغانہ بربادی کے یہ سارا دیکھنے اور اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیجئے رُباعی :-

وَرَد دُونِ زَمَنِ اگر رکشیت است آں دُجہ سَے امت گرچہ ناسے زَنَت است
گُوئد زَنادِجہ سَے فِر و ایلست و زانہ دوستار دُجہ م زَنَت است

عمر خیاں جذبہ شرابخوری میں مجبور ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میری تعلیم و تہذیب سے تمام دنیا شرابخیز ہو جائیگی، اور اس طرح سے سب آدمی احکام شرعیہ اسلام کے موافق بہشت میں نہیں بلکہ دوزخ میں داخل ہوں گے، اور بہشت کا کہ جس کی شریعت میں زغیب و لانی گئی ہے، کوئی تہہ بھی نہ دیکھے گا، یعنی وہ غیر آباد اور دیران پڑی رہے گی، کیا اچھی تعلیم ہے، اور کس لاجواب فلسفہ سے بہشت کا دروازہ بند کیا گیا ہے، رُباعی

مادہ گو سینہ دوزخی باشد مست تو لبست خلاف دل باد فواں لبست

گر عاشق مست و زخی خواہد بود فردا بی بہشت ہر کسینہ دست

اس قسم کی تہذیب عمر خیاں کے بیسیوں استعار میں دی گئی ہے، عیاںشی اور شرابخوری کی عادی تہہ ثانی ہو گئی تھی، اور ڈھٹائی یہ کہ اپنی ایسی حالت پر مطلق اسوس نہیں کرتا، تہہ سے تو پہلے ہی تہہ گر چکا ہے، بلکہ اٹا اٹا سے اعلیٰ قابل تعظیم پر ہر گار کو ٹھیکہ کرتا ہے، یہ آخری اخلاقی سن بھی اُن سے سن لیجئے رُباعی

سے خوردن و گردن گردن بہتر نہزار ز افسد ای و ز دیدن

گر درم میزار بد و زمرج باشند پس دوسے بہشت را کہ غراہ دیدن

معتوقوں سے بغلگیر ہو جائیں اور شراب خوب پیئیں، میک نامی کو بدنامی پر شاگرد ہیں سمجھنا

طاہر معتوقین و عمر خیاں کی ایسی تعلیم سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، پر مجبور دوست ہیں کہ اس کی تہذیب سے جان و دم شراب نامہ اور جب دوسری تہہ کی تہذیب دوسرے سے دقت پیر، "مردی دلی اللہ"

کو ایک پیالہ شراب کے بدلے بیچ ڈالیں، نام و ناموس کو شراب پر قربان کر دیں، اور پھر پھٹکیں
مغرور خیام کہتا ہے کہ خواہ کچھ کرنا پڑے، مگر ضرور شراب پییں، اور ضرور بد معاشری کریں، یہ زندگی انسانی
کا جو ہر ہے، اسے ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے رُباعی

در دامن یار سے وفا چنگ نہ بسم سے باز خوریم و نام بزرگ نہ نیم
مجاہدہ بکیب پیالہ سے بھڑوٹم ناموس بے ڈسیم و بزرگ نہ نیم
مغرور خیام رات ہی کو شراب نہ پیتا تھا، بلکہ تمام دن شراب پیتے پیتے میرے ہو کر دن رات شغل
جاری رکھتا تھا، اس سے سنو رُباعی

پر دوسے گل ازاں شراب است نہوز در طبع و لم میل شراب است نہوز
در خواب در چہ وقت خواب است نہوز جائے دے کہ آفتاب است نہوز
مغرور خیام کی بہت سی رُباعیات ایسی ہیں، جو کسی خاص موضوع پر نہیں لکھی گئیں، گو یا اس کا
قلم ایسا خود رفتہ ہوا ہے، کہ کوئی مضمون ہی قلمبند نہ کر سکا، ان میں سے ایک رُباعی یہ ہے،
رُباعی

من در رمضان روزہ اگر می خورم تاغن نہ بسمی کہ بے خبر می خورم
از محنت روزہ دہن چون شب بود پداشته بودم کہ سحر می خورم
مولوی ولی اللہ شارح اس کے معنی لکھ کے مضمون کی معیہ دگی پر نوٹ لکھتے ہیں کہ:
”روزے نہ رکھنے کا اچھا بہانہ ہے، لیکن جب روزہ رکھا ہی نہ جاسکے، تو پھر ”محنت روزہ“
چہ معنی دارد“

آپ نے متقدمین شترائے فارسی کا جہم علم دل کھول کر پیا، خوب
پیمائے خیال متاخرین سرور ہو گیا ہوگا، اگر جوہ کی استعداد فارسی یہ دور آپ کی طبیعت
کے موافق نہیں تو شترائے متاخرین کے ہاتھ سے چند جام پیجے، کہ یہ بھی پچھلے سافونوں سے پیچھے نہیں
رہے، بلکہ بے استعدادی کے ساتھ خم کے خم لٹہ لٹے، اگر کوئی خوش اندیش کے کلام کو وحدت

کی طرف سے جانا تھا تو یہاں اب یہ خوف بھی نہیں اٹھلی شراب فروخت ہو رہی ہے اور سب پرست
ہیں کیونکہ ہو کہ اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو چکا کہ جو اسے مذہباً حرام سمجھتے تھے اب تو قانوناً حلال
ہے اور بازار کھلے ہیں لائنیں ملے ہیں

میرزا اسد اللہ غالب اب سب پر غالب ہیں کہ جو شراب پیئے بغیر مشاہدہ حق کے
جلوہ کا خیال بھی نہ لاسکتے تھے

ہر چند ہر مشاہدہ حق کی گمنگنی

نہی نہیں ہے باوہ ساغر پیئے بغیر

بزرگانِ تسلیم کی شہادت ان الفاظ میں ادا فرماتے ہیں

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو جوئے و لغت کو اندوہ نہ رہا کہتے ہیں

غالب کی بالانشی و ہوس جام شراب ملاحظہ ہو

ہیں شراب اگر خم بھی بکھڑوں دو چار یہ شیشہ و قدر و کوڑہ و شہو کیا ہے

غالب شراب پیئے کے اوقات بتلاتے ہیں

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی پتیا ہوں روزا برد شیب ماہتاب میں

ایک صاحب شربوں پر رقت اور تو بہ پر اس طرح بلانا ازل کرتے ہیں

شے کو مڑو کہ گھنگور گھنٹا میں آئیں تم پر رقت ہوئی تو پہ بلا میں آئیں

ذوقِ زاہد کی تفصیح فرماتے ہوئے شرابی کی مردی کا نقشہ کھینچتے ہیں

زاہد شراب پیئے سے کافر ہو گئے کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان ہو گیا

پیرس کے پاس نہ دار و درج جس ذوق نامرد و مرد و امرد جو امرد ہو گیا

سید اکبر حسین آبادی اپنی ادائے خاص سے شیخ صاحب کو جام شراب پیش

فرماتے ہیں

اپنے ہاتھوں سے جو دو انہیں جام شراب شیخ صاحب کو ذرا دے بھی دے

اور یہ اسکے وہ اک شخص ہیں مختل پسند غالباً حائر وں میں توں بھی نہیں آگاہو

زادہ دیکھو وہ گھنگور گھنٹا میں آئیں غفلت مندوں پہ ہر آنکھ پر لائیں آئیں

سے

اقبال لاہوری ”پاسبانِ عقل“ کا خطاب دے کر اس طرح رغبت دلاتے ہیں۔۔۔
 اچھا ہے دل کیساتھ رہے پاسبانِ عقل لیکن کبھی کبھی اُسے ہنسا بھی چھوڑے
 مے پی تو بھی تو بھی ہو جائیگی ”زادہ“ (دراغ) کم بخت قیامت ابھی آئی نہیں جتنی
 پیرِ عسناں سے تم کو ملی ہو شرابِ عشق (دخان) زادہ ہماری خاکس کا پیمانہ بن گیا
 نہ چھیرہ اس وقت جھکود اعظا نہیں ہووند کنگلک کا آغا، سوار جاتا ہے وہ شرابی میں حاضر کی رگاہیں
 ایک شراب کا متوالا اسلامی شرع پر اس طرح پھتیاں اڑاتا ہے۔۔۔
 واعظانہ خود میر نہ کسی کو پاس کو کیا بات ہے ہمارا شرابِ طہور کی
 شرابِ حرام کا ایک دیوانہ بیتِ اطرام میں بیٹھ کر شراب پیئے کا فلسفہ جو انہیں بیان کرتا

زادہ شراب پیئے سے مسہد میں بیٹھ کر یا وہ جھکوتا دے کہ جس جاخدا نہیں
 ایک شرابی، دیندار زادہ کو روزِ کی آگ میں ڈالتے ہیں، کس قدر ناقص بیان

زادہ پکا دیکھ کے روزِ کی آگ کو شاید کہ گرم بھٹی ہے کوئی شراب کی
 شرابِ حقیقۃً تیاہور کی حقیقت ایک میخوار ہے دین سے پوچھئے، ماہِ ذالہ
 الہی نیز سے ساحل میں نہ تیری ہے نہ مٹی ہے چلائی ہے پلا دے تم کو دنیا سے تو منگو کر
 ذکرِ الہی سے گنہ کار متل ہو جاتا ہے، اور روزِ دو وظائف سے بے حرہ کر شراب پیئے سے
 گنہ کار نہ آجاتا ہے (دراغ)

روزِ تیاہور میں اپنی لیتا ہوں گاہ گاہ ہے دیکھو کھڑی سی صوفیہ کلید نے کیلئے
 مجلسِ وعظ تو تادیر رہے کی قائم (رقام) یہ ہے میخانہ الکبھی سپکے چلا آتا ہوں
 مے بہ زیاد کن عرصی کہ اس جو ہر ناب (ناب) پیش اس قوم بہ ثور بہ زرم زرم
 تو بہ کی مٹی کس طرح پلیدی کی ہے، اگر بھی تو بہ ہے تو اس سے ہزار بار تو بہ

لیکھتوں کو فی صبح کو توبہ کر لی ہند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی
ایک اسلامی شاعر کی ہارسائی روضہ کی زیارت کیجئے کہ جس کی شراب نوشی کی تقدیس
اوستے نماز کہیں بڑھ کر رہے نہ

پنیا نہیں شراب کو میں بے زخموں کے غالب میں میرے رُوح کسی ہارسائی ہے
شعر اکی ان سیاہ کاریوں اور بدعتی کی سمجھا دیوں سے دُور رہنا چاہئے اور چاہئے تو کہ
انہیں غور سے سمجھ میں نہ آتا کہ وہ ہیں

ایں دفتر ہے معنی عزن سے مناسب آ رہا

غالب آئینہ میں لاوا سے مجھ رُوح و جسم با فہ ناب میں ملا کے گلاب
حالی نشا و نعمت سے ڈھونڈتے ہو اب (حالی) آئے ہو وقت صبح سے رات بھر کہا
آئے پیر میخان مجھ کو نہ پہوش سمجھا ار کا قطرہ تو جب تک خم و ساعڑ میں رہتا
منہ خرابات میں رندوں سے چھپا کیا شیخ ذکی، نشہ میں دامن تیز و برائٹ جاتا ہے
ساقی! دیر تو دیکھ کہ ہم ویرستہ ہیں (دہلی) کچھ ترستی نگاہ بھی ملاوے شراب میں
ساقی! بدست آتا ہے جام و سبب و شکر شعلہ آٹھ بھوکہ محفل میں شراب کی بھوک
سبب بادہ شوقی وصل حیات یا نہ جائیگا (دہلی) بے چنگ و نیو یقہ مستایانہ جائیگا
تھے ہلائی اگر نہیں سنطور دہر ابر کیوں بار بار آتا ہے
بعیت پیر میخان طرہ مزادیتی ہے (دہلی) سلسلہ کوڑ سے ملا دیتی ہے
ہم قہر سیاہ کار تو جنت ہے پرچہ (دہلی) تھے پتے میں تو سایہ ابر سیاہ میں
تھے کی طلب ہمیں کو نہیں دیکھ سنا دین گنگا دل بھی دیکھ سے پر تھے چھل جاتے ہیں
حرم سے دیکھ کہتی ہے یہ مجھ سے کہہ لی (دہلی) دل سے شیشہ کو لگا اکھ سے پیمانہ کو

میر ولی اللہ کوکبل امیٹ آیا واپسی وسیع معلومات و واقفیت کے اعتبار پر اپنے مولو
کے خلاف صداقت کا یہ فتویٰ دینے شرم محسوس نہیں کرتے نہ

”مشرقی شاعری کا بہت سادہ شراب کی تعریف کے لئے وقف رہا ہے، کوئی ایسا نظر نہیں آتا، جس نے اپنے کلام کو بادہ کمال سے رنگین کر دیا ہو، ادبیات مشرق اخلاق کے متعلق نہیں یا حسن و عشق کے متعلق، حقیقت و معرفت کی گفتگو ہو، یا شریعت و طریقت کی، رزمیہ ہو یا بزمیہ، طبعیات ہوں یا اہلیات، کوئی ایسا معنوں نہیں، جس میں شراب کا ذکر نہ ہو، آپ اسے شرابِ صحبت سمجھ لیں، یا بادہِ معرفت، ایسی ایسی غلط روایات بتائے ہیں جو مذاہب شاعری کا مستیخاں کر دیا، شرابی سمجھیں یا نہ، انکو ”اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا“ کہ کوئی کتنا ہی ہتھی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، اگر کچھ نہیں ہے تو بادہ چہاں سے ملتا ہے؟ حکیم صاحب کی ترابیات کی ایک کثیر تعداد ایسی ہی ہے، جس میں سوائے بادہ پرستی کے اور کچھ نہیں رہتا ہے؟“

ایسے ایسے شخصوں نے کارخانہ دنیا ابتر کر دیا، جہاں ایسی ایسی مہا و ملیں اور تسلیاں ہوں، وہاں اس اداؤ رنگین، ہیاٹی؟ سے کون محروم و محنت ہو سکتا ہے؟

سردار خٹمانہ عمر خیام

برہن :- ہر سیکہ در صحن گلشن بر گئے دار و دفتر
یا نظر بر جلوہ آن گلزار سے داس ششم

ہم نے اس خراباتِ طبیعتی کے تقاضے پر برہن بھی لکھا، عمارتِ کعبہ اور خوب سناٹہ کیا، ”لیکن سب چھان مارا کہ آیا کہ اس نالائق و مردود طرزِ بیان سے اپنا دامن پاک رکھنا ہے، یا ناپاک کرتا ہے، کیا اس نے ”صحنِ گلشن“ ہوتے ہوئے اسے غنہ لگا یا، یا توڑ ڈالا، اب ہم میر و فی الداد کو دیکھتے ہیں کہ ”صحنِ گلشن“ اور ”بادہ پرستی“ کا کوئی تعلق نہیں، اگر تعلق ہے، تو شرا بیوں یا بدہوشیوں کا، اس میکہ اخلاق و ادب، عقابانی و معارف میں سے نقصان نہ ہو، شاعر نے گواہی کا سردار خٹمانہ برہن ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، مگر جہاں ہم نے دیگر شعرائے فارسی اور اردو اور بالخصوص عمر خیام کے مینانہ سے چند جام پلائے ہیں، اب یہاں یہ ضروری ہے کہ ”عشرت کہہ برہن“ کے بھی چہرہ چلائے جائیں، کیونکہ ان کی شاعری کا خاکہ اس

خمیر کے بغیر خام رہ جائے گا، برہمن اپنا پیالہ پیش فرماتے ہیں سہ
 مہیہ سہ پر مٹاں جام نے دیگندہ بادوب بائش کہ پہا نہ وہیا نے ہست
 اس کا مطلب عریض ظاہر ہے، اور کفر لازم نہیں آتا، اگر میر ولی اللہ یا دیگر شاعر کی طرح
 اس کا مفہوم ادا کیا جائے تو ضروری سمجھا جائے، تو یہ مطلب ہے کہ یہ انسان راہِ رہائی کے راہِ راستاں میں
 داخل ہو جائے، تو اس کو پہلے ہی دروازہ پاسینے پر سرمد کی طرح مدہوش نہ ہو جانا چاہئے، بلکہ
 ضبط و عقل سے کام لینا چاہئے، کہ اس منزل کے لئے یہی حکم ہے، بغیر برہمن کا پر مٹاں شراب کا پہا نہ
 ہاتھ میں لے کر کہتا ہے، کہ میر سے پاس پہا نہ ہے، اور میر ایترا عہد ویمان بھی ہو چکا ہے، ادب سے
 رہو، اگر سرستی یا بے ادبی کرے گا، یا اور مانگے گا تو جیہاں ٹکسی کا مجرم ہو گا، تمہارا برہمن کا پر مٹاں
 شراب نوشوں کے لئے ایسی سخت گڑی شرائط مقرر کرتا ہے، اور اس کی خلاف ورزی پر اسے
 مجرم ٹھہراتا ہے، وہاں ضروری ہے کہ مگر عجم کے شرائط سے نوشی بھی سسائے جائیں سہ
 ایک مہنت شراب سے رہا ہوا پوہست ہاں تانہ ہنی تو روز آدینہ ز دست
 چاہئے کہ ہست بھر متا تر شراب پیتے ہیں ہنر دار کون کہ جو مبارک ہے اتھو نہ جائے نیا
 در دھبہ ماسشہ و آدینہ کیست ہبہا پرست پاش نہ روز پرست
 ہمارے مذہب جو جہ اور شہ نسب برابر ہیں فدا پرست ہونا چاہئے روز پرستی فضول ہے
 برہمن کا پر مٹاں تو شراب کا ایک گلاس دینے سے پہلے عہد و میان کا واسطہ دے کر سہ نوش
 کی روح نقص کرنا چاہتا ہے مگر عجم کا ساتی مہنت بھر متا تر شراب پانے پر تیار ہے، اور روز
 مبارک رجھو بھی نہیں چھوڑتا، کیونکہ وہ اسے روز پرستی سمجھتا ہے
 برہمن کے یہ جام ہے در پہ پینے کو دل چاہتا ہے، ہم اس قدر پیچھے کہ اس میں کدک ایک
 جام بھی باقی نہ چھوڑیں گے، اقل اس کی رقم شراب ملاحظہ ہو سہ
 سنی جسم ہست نشا و دیگدہ آچھ میو اہیم نا ورسا غرو پہا نہ نیست
 اب برہمن کے یہ جام بھر کر کے پیئے سہ

برہن حریف سے ارغواں نہ ایم (۱) باشد ہمیشہ خون جگر در سبوتے
 بد و بر بہت پر مغاس طلب کہ مدام (۲) گو او حال دل او در کشادہ اوست
 ما خود غم خمار کشیدیم برہن (۳) آبادہ طلب لبونے کہ آفاست
 بجئے ناب لب نیالایم (۴) کہ مرانشہ سے دگر است
 ہر کہ پیش از صبحدم ہا ساعز و صہبانش (۵) سر فراز روزگار خوش چوں مینا نشبت
 گرفتہ پریشان جام سے بکھن میگفت (۶) کہ اس تہ روز جہاں انتخاب خواہم کرد
 تہ ہدہ ساقی کہ دل راشت توشہ میشد (۷) در میاں بزم رنداں آبروئے میشد
 تو مرد باوہ نہ ورنہ ہر چہ ساقی داد (۸) اگر بغرب تو کجید کار بخش کند
 پنیم جوئے شود امتحان جسم و بچی (۹) چو کار با ملک آفا و ہر چہ بہت برآید
 ز جام بادہ چو از خانہ یارست برآید (۱۰) ز کعبہ شیخ در تجاہت پرست برآید
 دماغ مست پر مغاس اند مرا (۱۱) ما بخود مستیم ساقی کجائے تکلیف نیست
 کہ جام خون جگر گزشت دگر دارد (۱۲) نثار ایل محبت از شراب دیگ است
 یہ آب تو بام کلایش باطن نہ شد زائل (۱۳) کہ اس کار فروغ از بادہ گرنگ سے آید
 پدہ ساقی سے گلگون کہ رنگ نہ رو بگردانند (۱۴) دماغ رفتہ را سوسے نشاط از بو بگرداند
 در آں دیار کہ ہر صبح خوں کند بجام (۱۵) جبیں لگھتہ تر از آفا سب می باید
 ساخت مسد گرم مرا نشہ صہبہ امروز (۱۶) خندہ آوہ و مرا گر یہ لب امروز
 کار امروز بفسدہ و انگن بجام بیار (۱۷) نواں خورد و غم وعدہ فروا امروز
 جام در گردش دساقی بخرنیاں سرخوش (۱۸) تعلیں غوب نریں بہت ہیا امروز
 ادب ز صحبت رنداں پارسا آموز (۱۹) بگیر جوئے پیمانہ و بہ پمیاں باش
 فراور بزم رنداں آبروئے سے نواں آون (۲۰) بیکہ تیر جوئے ہم رنگ بوئے میواں آون
 مرا ساقی شراب ز غفرانی میواں آون (۲۱) بیکہ تیر جوئے آب زندگانی میواں آون

برہمن بادہ صافی دلاں خون چکا باشد (۲۳) ہرگز نہ آلودہ دامان یارب من
 مست عشق کعبہ دُست خانہ راگم کردہ ام (۲۴) در سرستی رو چہ خانہ راگم کردہ ام
 ساغر و صند بہت من لبریز است (۲۵) بہر تیر چرخ ہر یوزہ عینانہ روم
 از خون دیدہ بود شرابے کہ داستم (۲۶) و از لخت سینہ بود کہا بے کہ داستم
 سرگراں دایم و مخدوم ساقی ہمتے (۲۷) گز نہ باشد جامے خون جگر میخواستم
 ز نیم جودہ مخزنہ نشہ در کار است (۲۸) بیارے کہ عسلارح دل ملل کس
 مادے بے علین گند ایریم حال غلش (۲۹) ساغرے گز نہ باشد بزم روح ساقی کتم
 ساقی چو طرہ ساقی بے دست بودہ (۳۰) نے رختی باغ و دساغ شکتہ
 اسے پیرے فرشتے با سینہ جودہ (۳۱) ہاں متھے کہ لب کو شکتہ
 اسے آنکھ صبح ہائے دساغ نشتہ (۳۲) با ما و آفتاب بر ابر نشتہ
 مرد آزماست بادہ توسید برہمن (۳۳) ما آردودہ دست بیک جہام میشتی

فلسفہ | قدم دلیر ہنسہ در سرائے بے بنیاد کہ استقامتِ خس مُکسل است در رو باد
 یہ علم بندوں کی جان تھا، مگر اب سب بچان ہیں، کیونکہ انجان رہ گئے، اور جان کار

چل بے برہمن کا فلسفہ غور کرنے کے قابل ہے۔

مشرقی بگتہ گرد دل فروئے آید کہ از خس خاشاک اولیہ اوست
 حباب عمر بندہ سیرا صواب گذشت فعال کہ مگر انسا یہ ہے حساب گذشت
 بنائے قہر ہباز اثباتِ مہن نیست بجز آسائیں محبت کہ دیر بنیاد است
 مرد را در بحرِ دلِ نور و دچوں گوہر است ایں گہر باغِ دلش دار و دہر کہ صاحب جوہر است
 عشق بایکہ دل بسیار د دل بے عشق شاخ بے ثمر است

۱۔ اصل میں یہ شعر لکھا ہے: "مفسان کہ غیور گامی باں چٹا گذشت" "سفر کا قیل ہے"۔
 AN UNEXAMINED LIFE IS NOT WORTH LIVING.

"غور زندگی، جو عمل کا حاسبانہ ہو، کھتی ہے، نہ وہ رہنے کے قابل نہیں، برہمن کا فلسفہ اس فلسفہ سے بڑا ہوا ہے۔"

۲۔ سفر کا فلسفہ ہے کہ دنیا میں وہ شخص آفات سے محفوظ رہتا ہے کہ جس نے اپنی ضروریات، ملحد و گروہیں، یہ شہر جس دن اٹھتا ہے، ان کی ہی مثال ہے۔

آنکھ کے سیرِ چشم تہمتی دعا است اول در قبول بروئے اثر زند
زنگ عاشقانہ فارسی اور اردو شاعری میں اگر کسی کا کلام عشقِ مجازی دعا شقانہ کے رنگ سے
 رنگا گیا ہو نہ تو وہ شاعر سمجھا جاتا ہے نہ اس کی شاعری قدر و قیمت پاتی ہے
 اس بد مذاقی کا عیاں شاعروں مغلوبِ جذبہ فوجِ افول اور تماشینیوں نے اپنی شہوانی خواہشات
 لذات سے ایسا مخربِ اخلاق تباہ کن جلوہ دکھایا کہ آزاد گورنمنٹ کو بھی ایسے گندے لٹریچر کی اشت
 ممنوع قرار دینا پڑی، اگر دنیا کی کسی زبان میں شاعری کا غلط استعمال کیا گیا ہو تو وہی اردو بچہ
 علم کی بد اخلاقی اور عام بچپنی کا حقیقی و واحد سبب جذباتِ ہیمی کا بھر کنا اور بھر کانا ہے شاعری
 ایک ہندی تیغ تھی جو فاسد گندہ خیالات پر بجلیاں گرا کر انسان کی روحانی طاقتوں کو جلا دیتی تھی
 یہ حضرات اسے اپنے ادب و اخلاق کی گھڑا سنی کے کام میں لائے، شارح و مفسرین کا دامن جب
 عشق و عاشقی اور شراب و کباب کے کانٹوں میں الجھا تو انہیں کھینچ کر عشقِ مجازی میں لائے کی
 تالاب کو کشش کی، گو ان کا یہ کام اپنی حدود کے اندر بدتر تھا، مگر ان حایانِ فضل بد اخلاخان نے
 اگلی نسلوں کی شاعری کے لئے ایک پرگناہ رستے کی داغ بیل ڈال دی، ان نالایق جذبات کا بے جگری
 سے مقابلہ کرنے کی بجائے ان کے حوصلے بڑھا دیے، عشقِ حقیقی کا گھٹا گھونٹ دیا گیا اور اب چاروں طرف
 عشقِ مجازی کا دور دورہ ہے، کیونکہ کسی طرح کا کوئی تبرک سے تبرک کلام اس بدعت سے پاک نہیں،
 شاعری دراصل انسان کو اثراتِ المخلوقات بنانے کے لئے پیدا ہوئی تھی، معشوقِ خداوندِ حقیقی تھا
 در دو وظائف لذتِ عشق تھے، اب جو پیشِ خاطر ہے وہ ظاہر ہے، پر ہم نے اس عشق میں جس درد کے ساتھ
 محبت کے آئینہ نگار کئے ہیں، اور وصل میں کامیاب ہوئے، وہ نظارہ دیکھنے کے لائق ہے، فوراً دل بانہ
 عاشق کی اپنے معشوق کے لئے بھیرا ریاں دیکھیے، مگر جو عشقِ مجازی کے دلدادہ ہیں، وہ تکلیف نہ
 فرمائیں۔

و محبت ہو بس جامِ دسبر نتوان کرد
 تا بدو خونِ جسگرے بگو نتوان کرد

تاسرے زلف اُبد بستے آرد دل پریشان تر از صبا شدہ است
عاشق بسینہ زخم خورد بچو برگ گل چوں لاله در شناس محبت بدایع نیست
عاشق شوریدہ غل چوں غنچہ در دل میخورد فصل گل بگرفتہ و از بلبل نولے برخواست
بدول بھروح ناخن زن کہ در بزم فراق احتیاج سادہ چنگ نہ مالہ مقربا نیست
بدرد عشق برہمن بسازد و خندل باش کہ از ہنای محبت ہمیں ٹھہر پیدا است
بگو فانی یا صاحب شیر شکاری نیست تار نوے زیر زلف دل آدریں است
پودر عشق رسد خواہش دوا بخشد نظیرت عہدہ نسخہ شفا نہ کنند

ہزار بار برہمن نمودے "چاکش" دے نیامد از مضعف تا گریبانست
چاک گریبان یہ مضمون فارسی وارد و شعرا کی دیوانگی کا نتیجہ ہے کہ وہ معشوق کے ہجر میں بغیر
ہو کر اپنا دامن چاک چاک کر ڈالتے ہیں، گواہی کے چاک کرنے کے بیسیوں طریقے ان کی دیوانگی
نے نکالے ہیں، گواہی بھی ان کی دیوانگی کا مکمل نقشہ نہ کھینچ سکا،

میر الطاف حسین حالی نے اپنے مشہور متنادہ مقدمہ میں ان دیوانوں کے بیسیوں
"چاک گریبان" کے مضمون دینے کے بعد لکھا ہے کہ روز آغا در شاعری سے

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے دامن کے چاک اور گریبان کے چاک میں
شعر سے بڑھ کر کسی شاعر نے "چاک گریبان" کا مضمون نہیں باندا، اس سے پہلے لکھا کہ دنیا
شاعری میں ہزار ہا شاعروں نے وقت ضائع کیا، مگر ایک مضمون پر ایک شعر بھی موزون نہ لکھا گیا حالی
نے جو محض ایک شعرا انتخاب کیا، وہ حالی کے مذاق کے موافق حال کا کیونکہ اس میں جنوں کا دور دکھایا
گیا ہے، اور یہی ناقص بیان ہے جذبہ کا دور نہیں ہوتا، اور وہ جنون کیا ہوا کہ جو ہر سال اٹھا
اور اس سے شاعر کی حالت ہوش و ہوا اس ظاہر ہوتی ہے کہ جو ایسا ارادہ ظاہر کرتے ہیں برہمن
اپنی محبت کا جو نقشہ کھینچتے ہیں، اس سے ان کے نہیں بلکہ دنیا بھر کے گریبان چاک ہوتے ہیں
صدر کا شعر مکرر پڑھئے اور پھر آپ کی دیگر حدیث طرازیان، مگر اقل مسالہ کے پسندیدہ شعر کا جواب

برہمن سے منسلک

کسیک جانہ جانا چاکم توں اردو بہ نزو بہت او چاک در گریاں چیت
 بچاک پرہن از آستین ناید بروں دستم کہ ترسم راز دل از چاک پرہن ٹو دپیدا
 کہ دم خیال روتے تو سرد کستم عجیب آید بروں از چاک گریب کم آفتاب
 زبیکہ و غم و پارہ ساظم صدا ز چاک سینہ من در ول رز گہ امت
 کو نکاہے گندام و زچاک سبگم ہر کہ وی روز مرہ چاک گریاں میر خت
 بود بچاک جسک لڑتے کہ تو اس گفت تو از ہوس شدہ بر چاک یک گریاں شا
 مرا ہر خطہ بایہ عشق چاک نازہ کردن چو آہ نومرا ہر شب گریاں دگر بایہ
 پیرہن نیست کہ چوں چاک شود بزاں دخت سینہ چوں چاک ٹو دبار در فوسے تو اس کرد
 دست ہر کس ز پے شاخ امیر سب بلند قسمت ماست کہ بر چاک گریاں آمد
 عشق مجازی کے عاشقوں کے چاک گریاں کے ہزار علاج ہیں مگر بہن کے "چاک" کا
 کوئی علاج نہیں ہے ہزاراں بچہ باشند کار گریاں از بچاک سینہ کہ راست می آمد ر فوسے کس
 سہیش چاک بچہ عشق دست بہت اوست کسے کہ چاک ہوس نیست در گریاںش
 کسے کہ از غم عشق تو سینہ دار و چاک ز چاکہ سنے گریاں بچہ دار و باک
 کہ دار و از بہار عشق سامانے کہ من دارم شود گل دار و ازین چاک گریاںے کہ من دارم
 بگریاں نہ ز غم دست کہ چوں غنچ ز شوق خون دل میخورد و پائے بر امن دارم
 بچوشت بچو بر ز بہاراں چیم گریاں ز چاک دل گواہی میدہ چاک گریاں
 دست گرداری بہن جانہ جاں چاک کن نگہ از عشق از چاک گریاں عشق
 دستم دگر ز شوق نگہ در آستین تا در ہوائے چاک گریاں بر آمدہ
 زبیکہ چاک بچہ لڑتے دگر دار و چو دست سوسے گریاں بزم شود کوتاہ
 اہل حقیقت ہی اپنا گریاں چاک کیا کرتے ہیں اہل مجازہ ہر دہیاں ہی نہیں کرتے

عاشق آنت کہ پوشیدہ بود از دلش تنگ عشقت اگر چاک گریاں داری
واقعی ادبچہ آدمی ہی گریاں چاک کرتے ہیں کہ جنہیں افشائے راز کا خوف نہیں ہوتا
دورِ حاضرہ کی دلچسپی کے قابل کفر بے رشتہ زائر نے آید راست
کار کن کار کہ گفتار نے آید راست

یہ خوبی ہر شخص کے کلام میں پیدا نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمیشہ ہر طبقہ میں مقبول ہو، اور کلام کی خوبی بھی یہی ہے کہ اس عجب نگاہ کا نہات کا ہر ذرہ اس گلگاہ میں سے اپنی پیاس بجھائے، شائستہ ملحوظ قلم وعدہ خلافی محروم و گوار طور پر مشہور ہے، مگر ہر طبقہ کی تفریح کا سامان اس میں موجود نہیں، دیوان حافظ اہل تصوف و ارباب دانش و نشاط کے طبقہ کی خوراک ہے، تنہا عوام خاص طبیبوں کے لئے شیر و شکر ہے، گلستاں و بوستاں کی نسبت بھی ایسا ہی قیاس کر لینا چاہئے کہ مکتب میں پڑھ لینے کے بعد اگر کسی نے دیکھے ہوں گے کیا وہ کاتبان ہوں گی، یا صحیح یا وہی طفلانِ مکتب، ایسی ہی فارسی و اردو دیگر شاعروں کی کیفیت ہے۔

دیگر شاعر نے فارسی کے کلام میں یہ خصوصیت اس وجہ سے پیدا نہ ہو سکی کہ وہ محض اپنی ہی زبان اور کلام سے واقف تھے، مگر برہن اگر ہندی تھا، تو وہ ہندی بالیک یا گوشتائیں تلسی داس تھا، اگر ہندو تھا، تو وہ کلیم و ابوالفضل، عمر خیام و فطرت چونکہ آجکل فارسی وارد و شاعری پر یہ صبح اعتراض عام طور پر قائم کیا جاتا ہے، اگر ان کے کلام میں زلف و کاکل، عشق و محبت اگل و طبل، شمع پروانہ، ہجر وصال کے مقبول خیالات کے سوا اور کچھ نہیں، اس لئے شاعری مفید نہیں ہو سکتی، واقعی اہل زمانہ کا یہ اعتراض ایسا دزدی، اعتراض ہے، کہ جس کا کوئی جواب نہیں، مگر اس اہل کمال نے اپنے مختصر کلام میں دورِ حاضرہ کے فوج افروں کی دلچسپی کے ایسے سامان ہم پہنچائے، کہ حضرت حسرت بانی ملک چوک پڑے، چنانچہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ:-

”میں نے انگریزی مذاق یا انہیں کے قبول شائستہ مذاق کے لوگ تیار عشق و محبت کو فلول خیال کرینگے، اور کہیں گے کہ کم ذمہ شاعری کے دلدادہ ہیں سرتہن کے یہاں ایسے حضرات کے بھی دلچسپی کے سامان موجود ہیں رنگ و محبت

کے ساتھ غلط عمل کے ارتجاع نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے

سرازد ویر پچھ صبح اُمید کرد و روں کسے کہ دامن شہبائے انتظار گرفت

درِ سیکدہ عشق با نذاذہ خود باش چوں مٹیِ این جو عباد نذاذہ ہوش است

بیابا و بے کہ وقتِ سارے گزرد تو غافل از خودی و وقتِ کارے گزرد

اہلِ دانش برسِ یک دم ساجیدہ اند ہر کہ دانا ز بود داند عا خواہد گذشت

انگریزی مذاق در طریقِ عشق ہے گو ششِ مطلب کے ہر کہ ترکِ مدعا و ادعا دانستہ است جو صاحبِ انگریزی مذاق سے مانوس ہیں، عشق و محبت کو فضول سمجھتے ہیں، اور

مغیہ شاعری کے گردیدہ، کیونکہ دنیا آجکل مادیات کی رو میں آئی جا رہی ہے، اس لئے آجکل شاعری بھی اسی دریا میں غوطے کھا رہی ہے، برہن کی شاعری مغیہ شاعری ہے، اور بھرنی کے مسافر کے لئے کار آمد اپنا چھپنڈ شعر اس مذاق کے موافق انتخاب کئے جاتے ہیں۔

درِ سیکدہ عشق با نذاذہ خود باش چوں مٹیِ این جو عباد نذاذہ ہوش است

برہن شیشہ دل سخت نزاکت دارد چوں شکندہ گر بارِ کئی آید راست

گرہ کشانی ایام در بسان داری مدارِ رشتہ ہمتِ مستعدہ تقویٰ

مذہبی رنگ میانِ کنشِ برہن و فاجرِ گلی ست کہ قائمست بریں کہنہ و دوماںِ اخلاص جہدِ شعلہ زبانِ فارسی گزرے ہیں، انہوں نے کم دیش چند روزہ روزی نو کی

کی خاطر اپنا دہم اور ایمان اُس پر قربان کر دیا تھا اور ہندوؤں کی یہ عادت عام ہے، کہ جو جڑے برہن بنی نوع انسان میں اشراف سمجھا جاتا ہے، اُسی طرح ہمارے برہن بھی ان ایمان فروشوں سے الگ

کھڑ اپنے رنگ کا رہا ہے اور ایسے پیشی ہندوؤں سے کہ ہندی اور مسلمان و جد کرتے ہیں، کیونکہ اس رنگ مرد نے مذہبی رنگ دہیں تک اپنے کلام میں چپکایا، جہاں تک کہ ہر ہندی کا ایمان اُسے اجازت دیتا

ہے، وہ دل آزاری سے نفرت اور دلداری سے پیار کرتا تھا، اس کے ساتھ ہی وہ دل سے سچے مسلمان کی قدر کرتا تھا، چونکہ اخلاق اور ادبیات سے بہرہ کامل رکھتا تھا، اس لئے اُن پر

عامل بھی تھا فرماتے ہیں۔

در محبت از ازل پیوند دارد برہمن رشتہ زلفِ جہاں بارشتہ ز تارِ ما
کیفیت احوالِ جہاں در نظر م بود آں روز کہ بر آب ہنہا دیند بار
قدیم آئین دہرم اور خدائی تعلقات کس طرح مربوط کئے ہیں۔

تا کند تاب دہر و صندل پیشانی نویش برہمن خاکِ سیر کوئے تو بر سر برداشت
برحیت اشک چہاں برہمن ز دیدہ تر کہ آبِ نازہ ہر کوئے بر ہنماں آورد
خواہم از سلسلہ زلفِ جہاں تا سہ چند کہ ہم تاب دہم رشتہ ز تار سے چند
دامن عصیاں با ب دیدہ شستم برہمن ایک لقیں سجدہ ثبت بر جہیں دارم ہنوز

برہمن کا کلام مذہبی رنگ سے ایسا رنگا ہوا ہے کہ جیسی رماناں، وہ اپنے عقاید و فرائض،
اپنی برتری و غنی اس غنی سے بیان کرتا ہے کہ کسی دوسرے پاسداری مذہب کو شاق نہیں گذرتا
اگر مذہب کے دعویدار اپنی تحریر و تقریر اپنی اپنی کلک و زبان سے اسی رنگ میں رنگیں، امن
پیدا ہو، فساد جاتا رہے، دینداری بچیلے،

برہمن نے اپنا کلام اس رنگ میں اُس وقت رنگا، جبکہ ایک ہی رنگ، رنگ لارہا تھا چونکہ
یہ رنگ بے بیان و لپہہ پر تھا اس لئے قابلِ تحریر تھا، گوئی کہ میں جگہ جگہ اس کی زرافشانی کی گئی
ہے، مگر یہ جدول نہایت کار آمد ہے، جسے اب بھی کچھ شہ ہو، غور سے کلام پڑھئے

خیالات کے نقادین نے گذشتہ ایک ہزار سال کے شعرائے فارسی کا کلام محک
فارسی شعرو شاعری کا ٹوہ

برہمن کے کلام سے تقابل نہیں کھا سکا، چونکہ فارسی مڑھی ہے، اسلئے آئینہ بھی اُمید نہیں، بعض تبدیلیاں کتنی کئے گئے تھے
طو لانی ہے، لکھنا شاد ہے کہ یہاں کہ نہایت اخفصار سے لکھا ہو، اور غنی ہو، کہ اگر برہمن کے کلام کے صنائع و بدائع اور کائنات
رُوحِ شاعری پر ذرا تفصیل سے نظر ڈالی جاتی تو یہ نتیجہ کی ضخیم جلد نہیں ختم ہوتی، اگر اباب بن کا فرمن پر کوہ اس داغِ میل کو
مند سے چڑھائیں، اور ساتھ ہی ہم اُن قلوب کیلئے خدائی رنگ کے طبع میں کہ جو کلماتِ انصاف و رحم و شفقت کے نکھار ہوں اب ہم
اسکو آہ کا کلام سناتے ہیں،
(دیکھو کہ کتنا کسا رہا ہے)

سری گنیش آتمہ

کلیاتِ برہمن

دیوان برہمن

فضیلت مآب کمالات انتسابِ سرواشرشی سہجگنوت ایصنا بہارِ سنامی ظلہ

رویف الالف

اے برتر از تصور و ہم و گمان ما آئینہ گشت سینہ ما از فروغِ عشق جا کر دو در میانِ بگِ ریشہ بہر دست استاد عشق جو صدفِ خائے عا	۱۔	اے در میانِ ما و برون از میانِ ما شد جلوہ گاہِ صورتِ معنی بہانِ ما پر رُو شد مغز و فَا استخوانِ ما صد جا نکست تا لبِ مدقانِ ما
---	----	---

ما بے غنچہ گر چہ خموشیم برہمن
لیکن پُر از نواست چو بلبلِ زبانِ ما

اے عقل پیش پر تو ذاتِ تو چوں مہما در سینہ گشت آتشِ مہر تو دلِ نشیں سزدرہ در ہواے تو دار و سرِ نیاز آفادہ است دستِ نوالِ تو درِ تکیہ در گنہ ذاتِ رہ بنزد عقلِ و زین	۲۔	وے چشمِ بر کمالِ صفاتِ تو بہتلا باشد عجا رب کوے تو در دیدہ تو نیا مسرُغ در خیالِ تو در غمہ و نوا گم گشتہ است قایدِ طمٹ تو مہنا جسہ عجزِ صیتِ تحفہ در گاہِ کبریا
--	----	---

<p>در حضرت جلال تو کس اجمال نیست در بارگاہِ نطف تو جانے سوال نیست گردن کشاں کہ باو عنس و زرد در داغ</p>	<p>باشد گدائے کوئے تو ہم شاہ ہم گدا این جا چہ احتیاج با ظہار و دعا چوں داغ اند و در تیر این کہنہ آسپا</p>
<p>معدوم گرد این ہمہ جود بر زمین باشد ہمیشہ بر سر ماسایہ حننا</p>	
<p>کنم ز سادہ دلی بند دیدہ فرکانا جگر فشاں شدہ ام باز جائے آن دارد ہمیشہ لب تیرا اضطراب در کارست شعبہ خیال تو آمد بخواب و آسودم</p>	<p>بخت خس نتوان بست او طوفاں را کہ لالہ زار کنسم دامن گریباں را چکو جہ جمع کنم حنا طر پریشاں را و گر ز ہم نکشایم چشم گریاں را</p>
<p>برہن از تو سخن بے دلیل میخوام کہ عتبار نباشد دلیل و برہاں را</p>	
<p>ہر نفس مجھے محبت آید از گفتاریا و خیم زلفش دل دیوانہ واپس و تاب در خیال شمع رے او بشنہائے فراق گردن آزادہ کے در پیش گیروں غم شوق</p>	<p>میں تو ان فہم از گفتار ما مقدار یا چوں کشاید زلف بخشاید گرہ از کار یا صبح را در خواب بید و دیدہ بیدار یا کم مباد از سر ماسایہ دیوار یا</p>
<p>در محبت از ازل پیوند دار و ہر سخن رشتہ زلف بناں بارشتہ ز قمار سا</p>	
<p>رسد بر اوج فلک آہ سر کشیدہ ما ہمیشہ آب گہر با گہر بود و مساز بیاد سنبل زلف ہننا گرفت قرار بیابا اثرہ اتحسان عشق و بسبب</p>	<p>صلا مجموع دیداشت خوش چکیدہ ما نشدر دیدہ ما دور آب دیدہ ما دگر ز جانہ رد طبع آرمیدہ ما نشان راستی از قامت خمیدہ ما</p>

	سخن چو پست و بلند است برہمن عجیب کہ خام و پختہ در دخیل نور سیدہ ما	
ما گم شد گایتم کہ یاد بخسبہ کوین بود مختصر اند نظر ما بروین صد پارہ چشم ترا آں دلغ کہ چوں لالہ بود جگر ما	۷۱	بیودہ رود با و مسبا بر اثر ما ما مقتد ہمت صاحب نظر انیم ہنسب کہ افتال شود از گوشہ ترکان آراکش ہنگامہ ایام جہوں است
لافت از ہنر خود بفضولے نتوان زد جذبے ہنری چسیت برہمن ہنسب		
بوسے دگر انسو و دم با و صبار دروست نیگزند بیتاں آئینہا را وہ را و طلب دیدہ گذارند نہ پا را آں روز کہ بر آب نہادند بیتا را	۷۲	بخشا و چو در صحن چمن بند قبار ہر صبح اگر آئینہ زدے تو بیند ارباب نظر بر اثر شاہد مقصود کیفیت احوال ہماں در نظم بود
بگذار کہ آسودہ نشینم بر ہمن زنہار در سخنان دل شوریدہ ما را		
بطور ما بگذارید لخطہ ما را حجاب عینک چشم است در بینا را کے مجملہ نیاور نقش دیبا را اگر با کشش دل گرم کردہ جہا را	۷۳	چہ ختلاط بار با ب عقل شیدا را نظر بنا ہر معنی چشم دل دام سخن اثر کند در دیکہ بے اثر است ترا ز آفت دم سوزنی جہاں یار
کے بر آب وان بر ہمن نشد امین اساس بر آہست قصر دنیا را		
کہ نسبت قابل گوش کس ترا نہ ما	۷۴	بکس خبر نشد از نا لہ شبانہ ما

	<p>کہ بہت دھچکن شعلہ آتشیاں ہمیں حجاب بلا گشت درمیان فنا دہ بر سر است دم دامنہ</p>	<p>عجب نہ باشد اگر بائند آفتکار بعش چمن بوئے کہ نتوان گفت ز زلف و خال خیال نجات ممکن نیست</p>	
	<p>چگونه بر ہمین از عشق احتراز کند کہ حسن جلوہ فروش است در زمانہ</p>		
<p>آب و تاب، دیگر از تابش فتنہ و آئینہ را ہم نفس کے میتواند بود و دوا آئینہ را در پس دیوار اگر باشد چہ سود آئینہ را پیش روئے کہا باشد وجود آئینہ را</p>	۱۰	<p>آفتاب من چور وئے خود نمود آئینہ را چرخ غبارِ حاکم بر آئینہ رویش نشست چشم دل با صورت معنی مقابل میکنم روئے خود در آئینہ بنید نہ روئے آئینہ</p>	
	<p>من سخن در پردہ میکنم سحر با بر ہمین آفتاب من مخاطب کردہ بود آئینہ</p>		
<p>کس گرم تر ز آتشک نیاید بر ستم صد جازم گمستہ بود گفتارے ما از فیض آب دیدہ بود آبروئے ما ہر چند پیچ و تاب خوردہ ہوئی ما</p>	۱۱	<p>ہرگز کہے نہ کرد نگاہے بسوئے ما تا پہنچ و تاب لف تو داریم در خیال ہر چند اگر کہ کند بشت گفد چمن سوئے نیاید از سر روی میان او</p>	
	<p>ما بر ہمین جسم لطف مئے ارغواں نہ ایم باشد ہمیشہ خون جگر در سبب سوئے ما</p>		
<p>آہنہ شود و شگفتہ گلِ نظار آہنہ گشت کار دل آبد بکار دیگر بہت عشق بود اختیار باشد ہمیشہ غم جگر در کنار</p>	۱۲	<p>سیر ز ندیم حبيب خزان نو بہار ہر چند شد سکتہ درستی گرفت دل بے اختیار کرد دل مافر عشق دردیدہ تا خیال گل روئے دلگشت</p>	

	<p>ما برہن صغیفہ نویس مجستیم بیکار نیست کلک محبت نگار</p>	
<p>دہ سال قدش یاد عالم بالا چہ شد کہ غنچہ خموش و بلبلان گویا چو طفل غنچہ خموشند مردم دانا چو شاد زرد بس زلف انیم صبا</p>	<p>۱۳۷ سہی قسکہ کہ چو آید بنا زود تبسم لب معشوق نیست کم جواب کشیدہ رنج و بیابان و پائے درد نخستہ بر دل آزادگان سبقت</p>	
	<p>بہر کہ دزد نگری ہست از تو میجوہد منہ دیاں حجاب و برہن ہاں دعا</p>	
<p>دماغ رقتہ از سیر گل و گلشن شود پیدا کہ ترسم ز زدل از چاک پیرین شود پیدا کہ گردہ استین گم گرد ز دامن شود پیدا بجائے ہر سحر گر زبان بر تن شود پیدا</p>	<p>۱۳۸ فرغ دل ز فیض بادہ روشن شود پیدا بچاک پیرین از استین ناید بر دستم کجا پنہاں کنم این گریہ طوفان خویش سحر موی از اداں موی میانش بچو توان گفتن</p>	
	<p>برہن لب فرو بستم و گردن سخن گوئی ادائے تازہ و طرز سخن از من شود پیدا</p>	
<p>ہمپائے دل جسم زلف لبت سدا اگر بدیدہ نہ پیمودہ اندر حسلہ را لفظ طراز محبت بیا ر حوصلہ را کجا گذار بود بر زبان من گلہ را</p>	<p>۱۳۹ ند از نسیم سر زلف راہ قافلہ را چو تدر راہ شناسند رہبران طلب نسخن ز عشق گم و درہ اول از سر پیش تا شکرم از احسان بے نہایت دوست</p>	
	<p>خیالی سود و دریاں برہن ز نادانیت لسان با خود و کوتاہ گن معاہدہ را</p>	
<p>کہ یکدم خشک نگذار زخون یکستہ تنی را</p>	<p>۱۴۰ ہو ہم پائے اکس ز نگین نگار نار نیسے را</p>	

<p>محبت می کشد سوئے خونِ رگِ عشقِ تم لبِ لعلِ تباںِ اسلِ علاجِ دردِ بابا شد دلِ در سینه آرمی نے خواہد چہ منجواہد</p>	<p>کہ سرگرداں کنند در لحظہ عقلِ در سینه را مے رنگین نشاط افزا بود طبعِ خرنسے را ہلالِ ابرو بتے خورشیدِ روبرو چہ سینه را</p>
<p>برہمن در ردیفِ تازہ مضمونِ تازہ سبقتی نہالِ تازہ زیبا تر نماید نورِ مینے را</p>	
<p>در تنگنائے سینه مدہ راہِ کینہ را باناکسانِ سنگدلانِ حسینِ سلاط افسانہ چہند بشنوی از اہلِ روزگار اولِ قدم ز خویش گدشتن بسیت</p>	<p>از نقشِ کینہ سادہ نگہدار سینہ را باشد بر فے سنگزدنِ آبِ گیسہ را از من شنو حکایتِ رازِ شبگیرہ را ایجا ازیں جہتِ محذور اندر سید را</p>
<p>اشعار آبدار برہمن چو گوہرِ ہست چر کردم از جوہرِ ہستی سہینہ را</p>	
<p>جوانی بود فصلِ عیش و عہدِ کامِ انہا دو چشمِ خوں قشائی میکند دوزِ لبِ لعل مردِ افسانہ عہدِ شبابِ از دلِ نخبانم بیا ایک نکتہ از در سرِ محبتِ نغمِ افغانم</p>	<p>گجا آن فصلِ و کوآں عیش و کز آں را نہا کہ سہنگامِ کلمِ میکند گوہرِ فشانہا کہ دلِ رازِ سازد یادِ ایامِ جوانہا کہ باشد نکتہا یو سیراں در نکتہ و انہا</p>
<p>حدیثِ عشق از گفتارِ دیگر است مستثنی برہمن در محبتِ کفر باشد قصہ خوانہا</p>	
<p>روایفِ بایعہ حوصلہ</p>	
<p>یہ نکتہ بر مطالعِ دیوانم آفتاب گرد خیالِ روی تو سرد گشتم بحبیب</p>	<p>یکت توئے ز شمعِ شبتانم آفتاب آید بروں ز چاکِ گریبانم آفتاب</p>

<p>کرم شبہ خیال تو دردیدہ ہر ماں از ہر این دآن کشم منتب کے</p>	<p>رزد بجائے اشک بد مانم آفتاب آب من آب دیدہ لب من مانم آفتاب</p>
<p>دار و خیال رشتے تو دردیدہ برہمن من ذرہ حقیسم و ہمانم آفتاب</p>	
<p>۲۱ ہمیشہ عذر بلہ سائے عذر طلب سحر لغ راہ حقیقت ز مرد و عاف کن گذر قافلہ فیض در شب تار است چو آفتاب جہاں گشتی و نگشتی سیر بہ سر زہ گردنی عالم کے بجا زسد</p>	<p>۲۰ ادب زویدہ و اندازہ از نگاہ طلب چو پئے برہ بُری آشنائی راہ طلب فروغ صبح طرب و در شب سیاہ طلب فراغ اگر طلبی سایہ کلاہ طلب بگوشہ ز جہاں تیر بہمن پناہ طلب</p>
<p>۲۲ بچشم ہمیت من نشا رخسار ہمیت دل و تراد راں زلف مقیاری گرفت مردم نہ سادہ براہ طلب نہ از بند دل زجا فرود از بلند و پست جہاں</p>	<p>۲۱ دریں چمن بجزاں نسبت بہار یکیت قصر ارگو نہ بود در دلم قرار یکیت ولی رسیدہ مطلوب از ہزار یکیت کہ نزد اہل حسرت وضع روزگار یکیت</p>
<p>با اختلاف ہمیں برہمن کہ دروہ عشق یکے است قاعدہ راہ و اصل کار یکیت</p>	
<p>۲۳ ہر کہ دارد ہوش عشق نشا ز با دوست دو جہاں باش نمکین ز جہاں سنایغ باش ہر چہ گویم بہ زبان نگشتن میگویم مرد را سود و زیاں در نظر آید یکساں</p>	<p>۲۲ چوں گل لالہ بدل دلغ نہانے با دوست ہر کہ فایغ نہ جہاں است جہاںے با دوست مردم چشم زبانی زبانی با دوست ہر کہ شد در گرد سود زبانی با دوست</p>
<p>برہمن آنکہ دل مانگا ہے میبرد</p>	

در تماشاے بہتال اوست کہ آنے پاوست		
۲۴۷	خیال ردی تو رونق فراخ نیست در آں مقام کہ بدر کردہ پیشیاں شو بیز رنگ قفل سیاه نتوال داشت بشوق میچراں شو کہ غور این مطلب	ہولے زلف تو سرمایہ پریشا نیست علاج درو گئے دروسے پیشیا نیست کہ دل چو آئینہ آفتاب فرامیت نہ در معاملہ غمی و دعا دامت
نہ نقش قرعہ برہنہ نہ فال باید دید کہ ہر چہ روئے دیدہ آتشائے پیشا نیست		
۲۴۸	ہولے فصل گل و موسم بہار نیست یہ چشم خرم و نہ رنگ زرد حیرانم ز نار زلف با سودگاں مدہ ہوئے بدر دشا دم و از گریہ شکوہ دارم	گل نشاط بدمان سے گسار نیست کہ کار میں ہمہ کلر سیاہ کار نیست کہ این ظریفہ لہائے بقرار نیست کہ اشک پرودہ در حال رازدار نیست
جنون عشق برہنہ کشد سبئی کار کہ عشق آفت احوال ہو شیارا		
۲۴۹	دارم دلے شکستہ و لے موبودت عجب شکستہ شیشہ و صمدہ قنادہ جام نازا بروئے کشادہ گرہ جبریں ندی بر رنگ میں جیشم حقارت نظر ممکن	چاک آں چہاں درو کساز و زعفران در بیم عشق کس نہ سازد سبودت ہرگز نیادیم نفس اندر گلو در دست دارد شکستہ رنگی من آب و در دست
ناشد شکستہ سبز زلف تو برہنہ ہرگز نہ بچیکس نہ کند گفتگو در دست		
۲۵۰	با رخ و زلف توام خوش سحر و شامے هست زلف و خالی تو اگر دام و گردانہ بود	بخیال تو خوش آغازے و انجامے هست دل من مرغ نوا سوختہ برائے هست

اضطراب دو جہاں را نہ شمار دیجوے آتشے کو کہ کتہ سوختہ نہ پختہ جگر	ہرگز اوشکین زلف تو آ کر امی بہت ایں کبا بیت نمک سودہ ولے خطے بہت
برہمن مرغے کو کہ گرفتار شود ورنہ در ہر طرفے دانہ بہر دانے بہت	
چو در عشق رسد خواہش و افکارت ز خاک کوئے بتاں میشود سر و غ پیہ بگلشنے کہ چو سوسن خموش باید بود دریں طریق تجبیز جہنم ترکمن تکلیف	۲۴ دریں معاملہ اظہار مدعا کفر است علاج دیدہ عاشق بر توتیا کفر است زعند لیب مانی پُران زو کفر است کہ طے مرحلہ دوستی بیا کفر است
برایہ عشق قدم نہ برہمن از سر صحت کہ رہروان رہ عشق را ریا کفر است	
راہ تواند کشے مردم آزاد بست از ہجوم غم زلب تا سینہ دارم کارواں کے گرفتاری محبت میل آزادی کند زلف شکنیش پریشاں کرد سبیل انجناک	۲۵ ہیچکس نتواند آئینہ بروئے باد بست تنگی جا بردل تنگم رہ فریاد بست خاصہاں صیدے کہ بر فراق خود صیاد بست طے قرا و صد گرہ بر طرہ شمشاد بست
بر سر آب رواں افکند طسح خانہ را لے برہمن ہر کہ دل در دیر بے نیاد	بے ثباتی
دل میرود ز دست بروئے کہ آشناست در کام آرزو نہد جبر سے مراد در نوہاں مغرین آشفقت تر شود ہر چند پاکشیدہ رزم پیشتر رود	۲۹ دیوانہ شد سبیل موئے کہ آشناست بے مہرئی زمانہ بخوئے کہ آشناست ایں بوئے تو بہار مہوئے کہ آشناست باز ایں دل شکستہ بکوئے کہ آشناست
ما خود غم خوار کشیدیم برہمن	

تا بادہ طرب بسوی کہ آشناست		
دل بر فتنے کہ آشنہا شدہ است	۳۳	کہ زیر ہر آشنہا جدا شدہ است
با من از مدعا مگو کہ مرا		مدعا ترک نہ عا شدہ است
بر دلم پامنہ کہ شیشہ دل		بسکہ شد صاف رونما شدہ است
نامہ زلف او بدست آرد		دل پریشاں تر از صبا شدہ است
برہمن بسکہ خاک راہ نوشد در تہ پا چو نقشش پاشدہ است		
سرست دیدہ کہ دارد بر این بیان	۳۴	بر دہیشہ ز سر نہجائے طوفان
سرش ز حلقہ قراب عشق بیرون باد		گدائے عشق بیالایدار لبان
حرام باد تر امتحان لذت شوق		اگر ز در و محبت بری بدر ماں
ز شست و شوی بردن صاف شود ہا		باب توبہ بشو بعد ازین عصیان
سزا را بر برہمن نمودے چنان ولے نیاید از ضعف تا گریبان		
دلم بسنبیل لاف تو تا قرار گرفت	۳۵	میان سلسلہ عشق اعتبار گرفت
خوش آنکے کہ بصحرائے ملک ناگامی		ز سیل حادثہ آرزو کنار گرفت
سازد و بچہ صبح امید کرد و بردن		کے کہ دامن شبہا انتظار گرفت
اگر ز دست روم چیت اختیار مرا		کہ عشق سر ز روز دستم اختیار گرفت
ز عشق نام سر برہمن کہ ناسرہ خوش آنکہ بر حجاب امتحان عیار گرفت		
متاع حسن تر از فرہ روز بازار است	۳۶	کہ کس نیافتہ عالے خریدار است
بگلشن دل ما بگذرای تماشا شای		درین حین گل خود دے داغ بسیار است

<p>بدور زگرست توهر که مشیار است دلم بسلسله زلف او گرفتار است</p>	<p>بودر حلقه مستال بر دل چو حلقه در نه دام و نه سنبل نه ریچا را</p>
<p>ترا بدید و حرم شیخ و برهمن جوید بحیر تم که درین پرده این چه اسرار است</p>	
<p>تاری مژه بر دیده ما شعله فروست عمر سیت که در داغ دل مانیده بگوش است چو کستی این حشر عه با ندازه هوش هر پیش که از دست تو آید همه هوش</p>	<p>۳۴ آتشکده سینه ما بر سر جوش است از مرسم حمت نشیند ست ندانم دیمیکده عشق با نداده خود باش هر نوش که از غیر بود نیش مناید</p>
<p>از حال برهمن چه توان گفت که چو با خون جگر ساخته چو غنچه خوش است</p>	
<p>در هر دلی چو درد دل ما جا گرفت است آزاده که ترک نت گرفت است با گردن بلند که مینا گرفت است چشم نرم که خوب تماشا گرفت است</p>	<p>۳۵ هر شش همین نه جا بدل ما گرفت است کوفین را بخلوت دل ره منید صد آردش بر بزم حرایاں سرنیاد بی آفتاب روی تو تکبیر پذیریت</p>
<p>با خویش ساختیم برهمن که روزگار با اهل دود ترک مدارا گرفت است</p>	
<p>حرف بسیار است اما خصلت گفتار بر تن من هر سیر کوکثر از زنا ناپسند مرد عارف را نظر بر اندک و بسیاریت هیچکس در دو چشم نیست او بسیاریت</p>	<p>۳۶ مطلب اهل محبت گرمی با ناز نیست تا زلف غنچه منش تا روی موده ام کو نه اندیشاں بر روی پیش و کم پیچیده اند کستی چشمش کند بسیار راست نگار</p>
<p>در خیال او برهمن باد شبهای فراق</p>	

	همنشین باغیسر از دیده بیدار است	
<p>کرد آن تازه طراز محرم حرمال میخوت لحنت لغت جگر پاره بزرگان میخوت که دل هر کس شدی پاره بی پیکان میخوت هر که روی روز مرا چاک گریبان میخوت</p>	۳۵	<p>چرخ هر جامه که بجای تیغ زین میخوت طفل اشکم زده شوق بازی مهر شب حسرت تیرنگا هوش نرود از یادوم کونگای کنسار روز چاک جگر</p>
	برهن گشت فدای غلام اندازی او که زدی تیغ زگر دل و در جان میخوت	
<p>بوسه زبرگ گل بدماغ غنیمت افتادگی پیای چرخ غنیمت در راه انتظار مرا غنیمت از فکر روزگار مرا غنیمت</p>	۳۶	<p>صبح است وابر گوشه باغ غنیمت پروانه دارد طلب آتش وصال گو منزل مراد ز ما و دوست باد چون روزگار در گرو اختیار نیست</p>
	با دل عشق ساز برهن که چندگاه الفت میان پند و داغ غنیمت	
<p>دست نسیم و دامن صحرای گرفته است آفاق را دیده بهیمن گرفته است مانند موج دامن دریا گرفته است زیر آتش بلند که بالا گرفته است</p>	۳۷	<p>دارم دلی که ترک نم گرفته است بنیانی درست طلب کن که آفتاب هرگز نمیفتد ز پیش طفل اشک من بر قامتش نظم کن در گنار باش</p>
	دارد بگوشتش ابل سخن را و برهن نظم گز عقد نثر یا گرفته است	
<p>خط تباه چون خط زنا نوشته است چشم نرم صیقل بدیاقه نوشته است</p>	۳۸	<p>دستم همیشه نسیم سودا نوشته است سامان و بر اگر طلبی در میان کنم</p>

<p>آن شمع شفا کہ سپہا نوشہ بہت ایں فتر سیاہ کہ دانا نوشہ بہت</p>	<p>لعل لبش بپوشہ شیریں ادا کنند یاست دلیلِ غمخیز باد را کہ بد عسا</p>
<p>گردنِ گردِ برہمن از مشوقِ قہسپاں گویا سخنِ رسالہ بالا نوشہ بہت</p>	
<p>عذر خواہِ جرمِ مانقِ قصیر نادانی بس است مایہ جمعیتِ عاشق پریشانی بس است ہجورِ گر لالہ در دل داغِ پنهانی بس است بریا صنیعہ چہرہ مشقِ گوہر افشانی بس است</p>	<p>حاصلِ ایامِ عمرِ پیشانی بس است جمعِ گئے گرد و دلِ آوارہ صحرائے عشق رازِ دلِ چوں سو سن آوازہ نتواں کہ دفاش طفلِ نو آموز شکم را بشبہایِ فراق</p>
<p>برہمن اندیشہ مار و ہجائے گئے ہر غایتِ اندیشہ اس را جبرانی بس است</p>	
<p>باز بانِ بسیرانی ہمزایا بندہ بہت یوسفیادِ میانِ کاروائے بودہ بہت دستانِ عاشقی خوش دستاے بودہ بہت ہجورِ غنیمِ بیلِ نسیم جلے بودہ بہت</p>	<p>گردِ دلِ گردِ دم کہ یادِ ہر پہلے بودہ بہت مازِ لبی و ابرو گرہاں بصرِ بگیسی کہوشبہایِ مرا چوں زلفِ مشوقان از درمیانِ خاک و خون افتادہ بر زلفِ دل</p>
<p>در محبتِ حال سے بار و ز قالِ برہمن برہمن افسوں گرے جادو بیائے بودہ بہت</p>	
<p>ہیتواں دیکر و پدہ ہسیناے بہت ہر طرفِ معرکہ و عسکر گارے بہت کہ مرادِ نظر آں قامتِ زیبائے بہت زیرِ ہر غرہ خوریز تو ایسے بہت</p>	<p>ہر طرفِ جلوہ و ہر لحظہ تماشا کے بہت گوشتِ نیست کہ بے زخمِ عشق بود سرورِ گو کہ دگر جملہ بہشتانِ محمد بہرِ تسکینِ دل ددیدہ خونیں جگر</p>
<p>وصلِ او سے طلبہ برہمن از روئے نیاز</p>	

	آرزوئے غلط و خواہش ہیجائے بہت	
<p>بے تو یک زمرہ در خانہ و باز آریا جائے محفوظ تر از سایہ دیوار نیافت ہیچ کس حالت این مرغ گرفتاریا لعل بسیارے لعل شکر باریا</p>	۴۴	<p>مست عشق تو جز از سر و دست تانیا دل چو خورشید ہمہ عمر جہاں گردی کرد نوبہا آمد و شد دفعہ سرائی چین دل بے رفت پئے کام و بکامی رسید</p>
	بہمن زندہ دلاں شب بسجے آرد ہیچ کس ہیچ بجز ویدہ بیداریا	
<p>محل گریو و گلشن ماکس گرفت دراہ طلب دامن ماکس گرفت اما خبر از روغن ماکس گرفت ہرگز جز از گلشن ماکس گرفت</p>	۴۵	<p>عیش از نبو و شیون ماکس گرفت مانند نسیم از در و دیوار و آئیسیم افسردختہ بودیم شب از گریہ چاہی فصل گل و ایام خزاں آمد بگذشت</p>
	ایام و سراسایہ دیوار ہمہ من گلچ الم و مکن ماکس نہ گرفت	
<p>عالمی گم گشت از جای صلاہی ریخت سطہ شدیں رکابچناں گاوار پائی ریخت فصل گل بگذشت از بلبل لوائی ریخت از زمین شور خشم آست نمای ریخت</p>	۴۶	<p>کارواں بگذشت بانگ از درائے ریخت چشم تاریم زدی انجام شد آغاز عمر حاشی شوریدہ خوں چوں غنچہ در دل میخورد کشت زاید ہر گونی مریع بیگانیست</p>
	بہمن ہر شو با میسے زدم گام ہر در جہان تنگ از سونے صلاہی ریخت	
<p>دل شکستہ چو زلف تو موہوگرہ است کہ آہ در سبزو نالہ در گلوگرہ است</p>	۴۷	<p>بیا کہ در دل با بے تو آرزوگرہ است کجا است محرم راز سے کہ عقدہ بگشاید</p>

ز بسکہ خوشم پڑا بہ ساقم صدا خبر نہ تندیِ خود کہ یافت حیران	از چاک سینه من در دلِ رفوگرہ است کہ گل شگفتہ شد و بادہ کو جو گرہ است
خیالِ زلفِ تو تا در دلِ برہمن ماند بر سینه تا زبانِ راہ گفت گو گرو است	
شبست ساغر و سانی و گشت مہبت ز بسکہ موجِ مہبت بحشم تر دارم مرالصبتی دہند غنچہ اراں خزائِ بچہ گلِ داغ من نیست گرد	۴۸ بیارے کہ نہو ز آفتاب درخوابست سفینہ فلک از گریہ ام بگردابست چگونہ صبر پذیرد وے کہ بے تابست ہمیشہ اس جہن از فیضِ گریہ شادابست
حدیثِ عشقِ برہمن بدلِ زندناخن چہ جائے نالہ چنگ و صدائے مضر است	
من و دلبستگیِ روئے چو ماہ کہ تیراست نیم بسمل شدگان بر سرِ ہفت نظر اند اگر دل از سوزِ جگر و مرونِ سان ہو مردم بہت نہ نشیند برہ شوق از پائے	۴۹ من و دلبستگیِ زلفِ سیاہ کہ تیراست قطرہ آب از آن تیغِ نکاہ کہ تیراست ترسم از چرخِ بریں بگذر دآہ کہ تیراست طعنہ بر کوہِ زنداں پر کاہ کہ تیراست
گر گناہ تو ہمیں سبکی دیکھنی است برہمن قابلِ عفو است گناہ کہ تیراست	
از رہ بے اثر عشقِ خیر نتوان یافت چوں زندخونِ جگر خوشِ محبت در دل کوئی عشق است کہ گم گشت جہائے درد کیا نیست قناعت کہ چو آید بعل	۵۰ راہ بسیار توان رفت از نتوان یافت محرم رازِ حبسِ زیدہ تر نتوان یافت گو بہر دل چسبہ نتوان کرد اگر نتوان یافت انچہ زین خاک توان یافت ز نتوان یافت
برہمن تا نبود چاشنی لذتِ عشق	

	مزه از لخت دل و خون جگر نتوان یافت	
<p>بختی که لعل لبش شنبه صیاد داشت اگرچه جانب چکانه داشت گوشه چشم فروغ شمع محبت بگر که شعله عشق بضبط گریه لبه دختم بسم نثر گال</p>	<p>۵۱ هزار طر زرخن در سخن بامیاد داشت نگاه گوشه آبرو بجانب ماد داشت بجائے هر ستر بر تن زرخن داشت دے که بند ز خاشاک پیش در یاد داشت</p>	
	<p>نگاه لطف کرم جانب برهن بود عتاب و ناز و ستم هر چه داشت باماد داشت</p>	
<p>دستان عشق جانسور سستار آفتابیت بر تن من هر بر شوکت سر از پروانه نیت آبچرخیم مادر ساغر و پیمان نیت پایس آداب محبت کار سر و پیمان نیت</p>	<p>۵۲ عشق بازی میکنی این بازی طفلانیت نرم بے شمع است و رنم با هزاران آتش مستی جام محبت نشسته دیگر دهد خون دل در سینه خودن رحم مخدوس</p>	
(انجاد)	<p>لے برهن شنا هستند از روز ازل و و حقیقت هیچکس از یکدیگر بچکانیت</p>	
<p>زلفی که تو تاب ده شمعیت آشفته خاطرے که گرفتار کاکت مارا همیشه گوش برآ دار بلبیت چشمه که ششمارا دایه نفاقت</p>	<p>۵۳ رنگ رخ تو آب ده چهره گلست جمعیتش بخواب پریشان نصیبیت صوت حزین غبار غم از دل بر دل رگشته نگاه تغافل پسند او</p>	
	<p>بے حسز دره بکل نتوان برد برهن هر ستر در دزگار نمودار از آن گلست</p>	
<p>کلاه کج زود با ماه و آفتاب شست در آن شبے که بمن یار بے حجاب شست</p>	<p>۵۴ بیا ده هر که لبش بهائے ماهیت شست من از حجاب ادب غرق انفعال شدم</p>	

<p>نگریہ باز نہانہ دے چو ابر بار رود بجایب معمورہ عدم روشے</p>	<p>کہ نقش مرچ چشم میان آب نشست کسے دور و زار اگر دہ خراب نشست</p>
<p>بماند تشنہ لب آنکس کہ بر آبر آب نشست</p>	<p>از آب و رنگ جہاں چیت برہن حال ماشقاہ حقیقی</p>
<p>تیغ ہندی صنماں غمزہ خوریں است سوئے حاجت شمشیر تیر گاری نسبت بجز فخری ماسلسلہ در سلسلہ چیت گنج زگر نبود بہمت مابا قیباد</p>	<p>تیر مژگان جفا جو نگہ تیریں است بتغافل نگہ مصلحت آنیریں است تار موئے زمر زلف لاویریں است دہن پر گیسو چشم گہر زیں است</p>
<p>برہن سر و دریں باغ چہار زرد کہ مرا در نظر جلوہ آں قامت نوخیز لیں است</p>	<p>ز دیدہ رفتی و ذکر تو بر زباں با قیست ہمیشہ گرمی نہ گامہ جہاں بر جاست ہنر بار بار درآمد لم بجورہ عشق نبوہبار و خزان خاے عشق تلبل (تعلیل)</p>
<p>حدیث عشق برہن برہن آید نہار شمع نوشتند و ہمیشہ آزاں با قیست</p>	<p>تیرے کہ لب و دریں سینہ پہچاں با قیست جہانیاں بفراتہ و جہاں با قیست وگر سبوزش اگر جلے متھاں با قیست بیا و گار محبت دآشیاں با قیست</p>
<p>مرا زلف لہ لہ و ز تار مو کا قیست اگر ز دیدہ رود آب دیدہ منت دار بگلشن از نگہ از ندلیلاں سہل است براہ عشق قدم نہ کہ در طریق سلوک</p>	<p>تبسم ز لب یار شد خو کا قیست کہ آہ چشم توا نہ بر آبرو کا قیست مرا ز دور نہاں شے رنگ و لو کا قیست بسوخی منزل مقصود جستجو کا قیست</p>
<p>راستقاد برہن اگر نشان خواہند</p>	<p></p>

بچہ صندل و زئاد در گلو کافیت		
ما را از فیض گریہ بساے بدست	۵۵	وز آتش زہر فتنہ شرارے بدست
از یادگار خون شہیدال ترا ہنوز		نقشے بر استین و نگارے بدست
ہنر طرہ کہ سر زندان دیدہ ہم		با صد قناد کیش و شرارے بدست
از دشت عشق میرم اینک مرا ہنوز		از راہ امتحان و سہ خارے بدست
صید ضعیف را نگند یا د برہمن		
صیاد ماکہ تازہ شکارے بدست		
چہ آتش است کہ در دیدہ تر افتاد است	۵۶	کہ جائے شک بدنام اخگر افتاد است
نہ جمع گشت دل کن زلفت او سہ گز		کہ این دوشیز ز شیرازہ ابر افتاد است
شدم ز دست اگر میل امتحان داری		ہنوز قطرہ درد بسا غر افتاد است
زینہ ناصح اگر سہ گراں شوم پیچہ	۵۷	کہ کار من بحر لیفان دیگر افتاد است
برہمن از سترتہ قدیم براہ بنہ		
کہ با عشق عظیم است و بر سر افتاد است		
بسکہ طبع شیعہ مہر و فادانستہ است	۵۸	ہر کجا بر گمانہ باشد آشنا دانستہ است
در طلق عشق بے کوشش مطلب میرسد		ہر کہ ترک مدارا مدعا دانستہ است
زیرک و شہماے گردوں ہر کہ دارد آشیان		ظیفن را دانہ این آسیا دانستہ است
ہر کہ اسباب تعلق را فراموش کند		راہ در پیش است تدبیر خطا دانستہ است
برہمن دار و سخن نازکتر از طبع تباں		
ابن ہنہ نازک ادائی از کجا دانستہ است		
مرہض عشقم و درد از برائے من کافیت	۵۹	تبسم تو زہر دواے من کافیت
ز سر مہ دیدہ عاشق سرورغ پذیرد		خجدار کوئے تباں تو تباے من کافیت

<p>ہمیں شکستہ دلی مدعا سے من کا فہیت چونچہ پیرین من قبائے من کا فہیت</p>	<p>درستی دو جہاں در شکیستی دست مرا چون نگدلی باش گفتگی جمع است</p>
<p>بر بہمن از ہمہ بیگانہ زندگانی کن و کہ سپرد بر مغاں آشنائے من کا فہیت</p>	<p></p>
<p>من از صلاح گذم صلاح مستغان چیت کہ جویم کفر کہ ام است صواب ایمان چیت بہم نزاع دلی کانہ و سلسل چیت بہ نزدیمت او چاک در گریبان چیت</p>	<p>۶۲ رسید موسم گل فکرے بر تال چیت گذشت عمر دین سکر من نہ نیستم چو ہر دورا نظر بہر بہار حسرت او کے کہ جامہ جاں پاک دم توان دارو</p>
<p></p>	<p>۶۳ بیاد کس سے چو ایں کہ بہمن را پسہن باغ چہ کار است کشت بہن چیت</p>
<p>نیم بسمل شد و زخم تو مکر برداشت زخم بر زخم پی لذت دیگر برداشت گشت سیراب دل ز چشمہ کوثر برداشت نقد ہوش از دل ما برد و چو ساغر برداشت</p>	<p>۶۴ گشت زخم تو آب از دم خنجر برداشت گشت تیغ ترار تبسم و دیگر آفرید ہر کہ نوش لب لعل تو بیا دیش آمد ساتی زیم عبت بہ سبکدستی ناز</p>
<p>نما کند تاب و صندل پشیلے نوشت بر بہمن خاک سر کوئے تو بر سر برداشت</p>	<p></p>
<p>عقل بہم زنداں پیش موئے کہ دست عاقبت بشکند این کہ نہ سبوتے کہ دست دل بے وصلیہا ست فوسے کہ دست صدل افتادہ ہر گوشہ مکوئے کہ دست</p>	<p>۶۵ تپ دل میرد آن جلوہ روعے کہ دست چسب پیوستہ بود شک حوادث دست لذت چاک گریبان نتوان گفت بکس از دل ماکہ دہد یاد کہ در یاد تو فہیت</p>
<p></p>	<p>بر بہمن کیست کہ دیوانہ چو مجنون نہ شود</p>

<p>علی میرود از خوش زبونی که تر است</p>	
<p>گنج گوهر گریب باشد چشم گوهر است شادی ما بر اُمید مدهد یاد است ورنه هر دفتر که بسنی نشو شکر است مردار در دوزخ است</p>	<p>۵۵ هر نفس ایل سخن را گرمی باز است صورت معنی چشم قبت می دیده اند حرف اول از برای صل فمیدن است دارو حجت نصیب مرد مندل کرده اند</p>
<p>در خیال تار زلف عنبرینش برین برین من هر سر مورشته ز تار است</p>	
<p>خیال نشاء لعل لب تار شکست همیشه کشتی امید بر کنار شکست غور ظلمت شبهای انتظار شکست دل شکسته لایزال بر بار شکست</p>	<p>۶۶ سرخ تورونی سنگامه کبار شکست جسره رو کرده افتادگان کشت را خیال رفته کس جلوه کرد چون خورشید شکست زلف تو در شکن بچشم قباب</p>
<p>بهم شکست دل خسته بر زمین را بامتحان چو زلف بقدر شکست</p>	
<p>صد یار محو کرد و مگر ز سر نوشت استاد با تخته پایشتر نوشت پیغام لخت سینہ بشرگان تر نوشت دیگر چه اختیار چو توان ز سر نوشت</p>	<p>۷۷ باید بیاض دیده بخون جگر نوشت آکنون چگونه محو توان کرد کاینچو نوشت طفل دلم ز بهر ترشاشائے نوبها بر سر چشند نوشته توان بود دما</p>
<p>مانورسان به چو ایسم برین هر کس تم گرفت ز ما خوشتر نوشت</p>	
<p>و از اشک گرم مردم چشم در آب خست تا چشم بر فروخته صد نقاب خست</p>	<p>۷۸ بر آتش غم تو دلم چون کباب سوخت بر روی آفتاب کجا پرده جاکند</p>


دارم دل شکستہ کہ بر آتش فراق	سلاہی چوں موبدئے شعلہ صید پیچ و تاب خست
آں آتش نہفتہ کہ در سینہ دہشت	نار کجالی چندان ملن شد کہ دل آفتاب رخت
گفتی سخن بہر برہمن از علل آتشیں ناگفت یک حدیث زبان در جواب تو خست	
دل میروز دست ادا می خرم کمیت	در باغ سخن سرو و خوبی غلام کمیت
چشم تو سر گراں گذر دوا سرمہ بنار	ایں آہوئے ریشہ زندانم کہ رام کمیت
ہرگز بکا آگس نہ جد بسر عمر مراد	ایں دور روزگار نہ اندانم بجا کمیت
دارم خسار خون جگر جو شش منیرند	نہ جرعہ نشاندانم بجا کمیت
گفتی بت از گی عنزل تازہ برہمن ایں طریق تازہ طرز کہم و کلام کمیت	
گر ترا از دہن تنگ آمدانی هست	لخت لخت جگر سوختہ بریانے هست
چاک کن جامہ حلاوت کہ نیز دجوعے	ہر کار بارہ دریں شہر گریبانے هست
میدہد پیرغاں حجامئے و میگوید	با و ب باش کہ پیانہ و پیانے هست
قطرہ اشک دل کوہ عم آرد بیرون	چہرہ غم از کوہ غم اوردیدہ گریانے هست
احمال گری عشق است برہمن کہ ترا از دل آتش نودہ و سینہ بریانے هست	
دل خیال رخ یا بلبلن آسان نیست	نظر بوجہ دیدار بستن آسان نیست
بدہ ز خون جگر چوں بسائی بلبل را	کہ گل بگوشتم و تار بستن آسان نیست
منم کہ با مزہ باستم اشک جگر ریز	و گر نہ شعلہ بایں تار بستن آسان نیست
بیا رپائی دامن و صافی باطن ب	مگر خجہ مت ز تار بستن آسان نیست
برہمن از علل نیک ژاد رہ باید	
نصیت	

بوسے ملک عدم بار بستن آسان نیست		
ہر گجا صید سیت در دم محبت رستم	۷۷	ہر دے کا سودگی خواہد تھا مشد اہم
درد یار لطف عالم یکس محرومیت		ہر کہ می بینی نگاہ جسد اہم
دل شوریدہ آساں گیکار روزگار		کار تو نا پختہ از اندیشہا کی خام
مردم آزاد از سود و زیاں آسودہ اند		حاصل عمر گرانی یک دم آرام
برہن مبعی نتوان دست بطلوب نیست		
از تو تا سرحد مطلب بخش یک گشت		
ہر کہ پیش از صبح دم با ساغر و صہبہا	۷۸	ہر سر از روزگار خوش چوں مینا
خلوت آن باشد کہ در کثرت بدست آید ترا		مرد و نادریان عالمی تنہا
بر نوای کز زبان مرغ تو آموز خواست		ہر چو بیکان محبت در دل دانا
عاقبت از منزل مقصودی باید نشان	۷۹	ہر کہ در راہ محبت ہیچ نقش پاش
لازم آمد بر سر ما خدمت بت برہن		طبیعی
ہر کے گرد ہر آن نقشے کہ در وہاں		
دل پڑ آن گریں جادو ادائی فرست	۸۰	دیر پئے آفت و چندیں بلائے فرست
دل نے بیہوش سچا خود نیلیم کجاست	۸۱	اینقدر دہم کہ از جا بجاے فرست
چشم اگر دنیا بود ہرگز نہ کردہ غلط	متن	مرو عارف از پی یک نقش پائے فرست
با صبا اگر از دل گفتم عیب ما کن	عاشقانہ	در میان آشنائی ماجرائی فرست
ما بلہن ہر چہ بد کہ دیم بد دانستہ ایم		
عذر بخوایم اگر از ما خطائے فرست		
نوبت آمد برہن بوستان خواہم	۸۲	ہر چو گل شاداب بر آب رواں خواہم
ہر گجا از سر و گل مخفی نمی خواہم	۸۳	بہرے بختہ بل آساں دریاں خواہم

ہر جہے بنیم و سید اتم ز خواجہ پیش نیت بر زمین خاکساری چہرہ	فارغ از اندیشہ سود و زیان خواہم نشست از غبار آرزو و امن کشاں خواہم نشست
چون نسیم ناتواں خواہم دزان کہ بہمن در میان حلقہ زلفِ تبتاں خواہم نشست	
کہم دل کہ زریاں دیدہ تم نہایت ز گفت و گوی جہاں لب بند و فارغ باش خود براہ تو بسیار رفت و کار ساخت براہ عشق بجائے نہ رسد ہرگز	کہم دیدہ کہ خوش گشتہ تماشا نیست کہ کار ما تو در حسرتِ این مقام نیست کہ این معاملہ درخت پیار دانا نیست کسی کہ سودہ ترا ز نقش ورتہ پاست
ناہل دردِ برہمن کسے نہیں پسند گناہِ بیکسی ماز جانب مانیت	خاموشی
حسبتِ جامع بہم چہ کجا آرد رہست نقش زلف تو با خستہ دلاں گنج جلوہ سر قدش میبرد از دل آرام آن کہن جنہ کہ در سلسلہ معجنوں ماند	کار با با نہ زلف تو خدا آرد رہست سراپا رشتہ مگر بادِ صبا آرد رہست قامتِ اوست کہ صد گونہ بلا آرد رہست سزوار عشق تو بر قامتِ ما آرد رہست
برہمن حاصل تدبیر تو باشد معلوم کرم اوست کہ تدبیر خطِ آرد رہست	تدبیرِ توفیق
سرگردوں بُرہ لے سرو آزادی ترشت از محبت دل شود معمور چون گردن خراب در جگر کاوی بناخن کشتہ لے دلِ علم در گریباں چاک با چون غنچہ اندامِ شہ	راستی را جلیہ ست اگر دند ستادی ترشت لے دل شوریدہ ویراں شو کہ بادی ترشت لافتِ شیریں کارئی خود کن کہ فرادی ترشت گر بہ لد نہائے غم خورہ کشتادی ترشت
اے برہمن جلوہ دارد ہر طرف چھید مراد	

عزم صبح تازہ فرما کہ صیادی سیرت	
۷۹	با خیال رونے اور دید جا خواست بر دل مجروح ناخن زن کہ در نرم فراق ہر قدم خواہی بر لہائے مشتاقاں بنا در میان اشک و خین پید لال افتادہ اند
ماثقا	حاصل چشم بغیر از قطرہ خون نیست احتیاج ساز چنگ نازہ نظر نیست میں متاع رایگان در شہر اکیا نیست زلف خود را تاب کترہ کہ مارا نیست
دوستی	
راہ عشقت بر مین با مقیلاں ساق پہلوی مآشت نامے لبیر سنجائیست	
۸۰	من و سودا کی و خیال خط و خاکے ترا دل بزد قامت نیابے تو اسے سرور و ایدل از دوست بجز دوست طلب تو ان کرد گر شوی در پئے تدبیر صفائی طن
خون و آتش	من و دیوانگی حسن و جمالے کہ تراست رونق گلشن عشقت نہلے کہ تراست کفر محض است بجز دوست سولے کہ تراست ہمچو آئینہ شود صفا سفا لے کہ تراست
بر مین میشود آسان برضا و تسلیم ایں ہر دم در رہ تدبیر فحائے کہ تراست	
۸۱	دل شکستہ ہوئے دماغ پرور است خوش آن کہ با تو نشینم یک نفس نشاط میسر چو نیچہ شود تشنگی دریں گنجان سرسش بگنبد گردوں منسر و نہ آید
فستق و زین	فستق از من بہانہ جلوہ مکر راوست کہ ہر کہ با تو نشیند نشاط و دیراوست کسے کہ ہجو گل تازہ لب باغ راوست کسے کہ از خس و خاشاک اہ بستر راوست
نزدولی	
لفظ	
بر مین از منہ سوئے زدن سیم شمال خوش آن کہ سیم شمال رہی و کشت	
فلسفہ	
۸۲	کجاست باد کہ عالم بیا د دادہ است مردیمت آں چہ سرقہ بردار شدم
۷۹	اساس آب بر آتش بنا بادہ است کہ ہر کجا سست رہی سجدہ افتادہ است

<p>بهم شگفتی نشیند شاهان چین مردن بهت پیرمغان طلب که مدام</p>	<p>که سایه بر سر زوایستاده است گواه حال دل او کیشده است</p>
<p>نه فکر شیخ و نه تدبیر بهمن باز که اصل مصلحت کار را راده است</p>	
<p>حساب عمر تیر با صواب گذشت ز جلوه غلط روزگار دانستم نه خواب گران میتوان شدن بیدار ز دیروز و دیوچه حاصل چه عمر گذشت ز موج حادثه بیرون نیافتم کس شبه خیال سیر زلف او گذشت بدل</p>	<p>فغان که نقد گرامی بایں حساب گذشت که پائے تشنه می چند بر لب گذشت و گرنه تازه چشم آفتاب گذشت فغان که دیر بدست مد و شب گذشت بر دستان آب و اس عمر چون جاب گذشت تمام عمر چون زلفم به پیچ و تاب گذشت</p>
<p>بر من این غم نعل تانده را در گزینست مگر خیال لبش بر دل کباب گذشت</p>	<p>عاشقانه</p>
<p>عمر گزینست چو باد صبا خواهد گذشت بپچس از گردش گردون نمی آید برون راه سخت و شیشه عمر گرامی ناز گشت ایل دانش بر سر یک مدعا پیچیده اند بوسه درد آشنای زنده میدار مرا دل اگر داناست منت بطلب میرسد نسخه اسما ز برگیرید از لعل حیات بر سر آزادگان مانند گل خواهد شکفت در میان نیرین چون برگ گل خواهد شکفت</p>	<p>از همه بگانه تر ای آشنا خواهد گذشت هر یک چو از زیر آسما خواهد گذشت صحبت دنیا و خارا تا کجا خواهد گذشت هر که دانا تر بود از من خواهد گذشت هر که با درو آشناتر از من خواهد گذشت دیدم گریه بود از تو تیا خواهد گذشت ورنه حال ما ز قافون شفا خواهد گذشت خاک حشر و محبت چون ز پا خواهد گذشت هر کجا در جلوه آن رنگین قبا خواهد گذشت</p>

چون زخیر غنچه حرف ترک گل خواهد شنید	در میان ما و بلبل ماجرا خواهد گذشت
	ای برهن در چمن پیش از سحر باید رسید راه بسیار است صبح از پیش خواهد گذشت صبح خیزی
دینا تمام خواب پریشانی نیست دانا گندم معالجه حال خویشستن بر هر زمینی که می نغمم سجده می کنم طوطی شکر فروش و کان زبان من دین روز شب قصه جوی نیست بیماریم ز عقلت نادانی نیست خاک نیاز صندل پریشانی نیست بلبل نمک حشر شکر افشانی نیست	در بوستان عشق برهن فسانه گوشت مغرب ترانه ساز غزل خوانی نیست
پیر از حدیث گنه نامه سپاه نیست ز ترک برود جهان میداند در تاشان بجنش تده طے کنم با سانی اگر ز سینه شمشیر آه آسمان سوزد گنه زهر که بود داخل گناه نیست همی دو پاره شرکی که در کلاه نیست بلند دست جهاں را که پیش راه نیست نهفته آتش بر پر سینه زیر آه نیست	برهن از نظر مراز چرخ غنچه نیست که هر چه نیست در آینه نگاه نیست ناله رگال و دمانیت
تا گرد راه عشق بیا مانشت فلان غنچه دل الهیست و در کار تیسر کرشمه بر دل بیگانه زد و لے بوئے نیافت دل ز چمن و ریز باران در دیده خاک میکده چون تو نیست تا یک دو کام دور تر از اندیشه نیست پیکان تمام در جگر آشفته نیست بر دهن نسیم و بدوش صبا نیست	نظاره گمن که بر سر کویتو برهن مستراح یک کرشمه جاد و اد نیست

<p>گفتر بے رشتہ ز نارسائی آید راست سیر باطن و گرد عالم ظاهر و گراست پندناصح نکند در دل عاشق اثر منزل عشق دراز است سراز خواب برآست</p>	<p>کارکن کار که گفتر سنے آید راست سخن خاندان باز سنے آید راست مست صحبت هشیار نمی آید راست کار بیدیده بیدار نمی آید راست</p>
<p>برین شیشه دل سخت نزاکت دارد چون شکستند دگر بار نمی آید راست</p>	
<p>دنیای بچشم اهل نظر جز سراب نیست هرگز چشم بطلع صبحی نیست و فصل گل چو خوش زند لاله در چین مارا نظر بذر لطف عیم نیست</p>	<p>آبادی زمانه بغیر از خراب نیست گوی بشهر تیره دلائل آفتاب نیست افسوده آن دل که بر آتش کیا نیست از کرده گر حساب بخواهی جواب نیست</p>
<p>تا روز واپسین است برین امیدوار گر سوسه تو بدیر بیاید غناب نیست</p>	
<p>این چه شور است که در کوچه بازار کمیت کاخرم اگر سوسه به نفس او تو گویم لعل را باب لعل تو چه نسبت باشد هر دلی را نه هواسه سوز نقش باشد</p>	<p>درین چه تریت که در اندک بسیاریت رشته زلف تو بار رشته زنا کمیت لعل بسیار و لعل شکر بار کمیت مهر بسیار و مهر مرغ گزافا کمیت</p>
<p>برین دست زایم در قفس دارد کارکن آید بسیار و لعل کار کمیت</p>	
<p>این همه عالم فانیست در روز نیست هر صدف گوهر و هر صبر خروشه دارد دور و زری بجان حبسده کناں باید بود</p>	<p>نقش بسیار و یده بنیند کمیت پیش از باب نظر گوهر تانیند کمیت ز و از باب صبر و نغمه و آینه کمیت</p>

عیب کم گیر گراہل خطا بسیا راند	این ہمہ قابل عفو نہ چرخشند یکسیت
ہر کہ آمد ز جہان گذراں خوابد رفت بہر ہمین آنکہ بود باقی و پائیند یکسیت	
بانی خانہ و معمورہ دویراند یکسیت چوں سر از رشتہ توجید بر آرد ہم آتش عشق چو افروخت ہمہ یک نند تو بصد رنگ بر آشوبہ ماسوختن است	خانہ بسیا کوی صبا بہر خانہ یکسیت پیش ارباب نظر عاقل و دیوانہ یکسیت حسن چوں جلوه کند و الو فرائد یکسیت شمع بسیا کوی مشرب پروانہ یکسیت
بر ہمین کچھ سہاں پر بود افسانہ لیک گوشتی کہ بود قابل افسانہ یکسیت	
شوریدہ خاطر کے دل از خویش دور یک قطرہ در سبک اسر انجام خود شد بیک ذرہ بہر دیدہ خورشید کو چوں دانہ عاقبت خبر حال خود نیست	دست نسیم و دہن باد صبا گرفت سامان گیر بریزد امان ما گرفت چشم غبار کوئے تو چوں تو تیا گرفت ہر کس کہ خانہ در تیرا بسیا گرفت
چو تھی بچھو گیا کیرا کے وہاں کے بچھ آفتاب سار کو	چوں خاک سودہ بر سر او تو برمن پائے تو رفتہ رفتہ چو رنگ خاک گرفت
نکہ از دود براں توے چو ماہے کافیت دہ شب ہجر سرا کی حال مرا کو خرمن ہوش و حسد ز بر سر ہم نیچہ اند در مقامے کہ سبکدوش تو ان رفت برا	بر رخ ماہ تو از دور نگاہے کافیت طرز آشفتمگی زلف سیلے کافیت ز آتش عشق اگر مرزند آہے کافیت کوہ ز کوئبو یک پر کاہے کافیت
بر ہمین در بر مانگ بودا طلسم سپنج بر سر مت مابا رکھا ہے کافی ست	

<p>من عاشقم مرا بهوس احتیاج نیست در راه عشق یک قدم از خویش پیش باش هرگز نظر بحقیقه دنیا نیفتد گنم در گوشه خمول چو عنقا فتاده ام</p>	<p>۹۵ مرا بهوس احتیاج نیست شوریده را صدای جبرم احتیاج نیست شهاب زاریا بال گس احتیاج نیست دیگر را بصحبت کس احتیاج نیست</p>	<p>۹۶ آزاده را بسود و زیاں احتیاج نیست چشم نهرا چشیده خراگان دهد برون رغبت در میان دل و ماجر و عشق ما سبزه فتاده براه محبت</p>	<p>اگر سوئے ماندید بر حسن از و مرغ گل را با آشنای حسن احتیاج نیست</p>
<p>ما بکار ما و جهان احتیاج نیست چشم نهرا چشیده خراگان دهد برون رغبت در میان دل و ماجر و عشق ما سبزه فتاده براه محبت</p>	<p>۹۷ آزاده را بسود و زیاں احتیاج نیست چشم نهرا چشیده خراگان دهد برون رغبت در میان دل و ماجر و عشق ما سبزه فتاده براه محبت</p>	<p>۹۸ آزاده را بسود و زیاں احتیاج نیست چشم نهرا چشیده خراگان دهد برون رغبت در میان دل و ماجر و عشق ما سبزه فتاده براه محبت</p>	<p>ما بکار ما و جهان احتیاج نیست چشم نهرا چشیده خراگان دهد برون رغبت در میان دل و ماجر و عشق ما سبزه فتاده براه محبت</p>
<p>صنبل شنیده ام که بان گل شناس از ناله گرفته نشکیده عجب مدار ما را خیال نشا رعل لبش بس است از جز و تا بعالم گل یک نکه کنند</p>	<p>۹۹ صنبل شنیده ام که بان گل شناس از ناله گرفته نشکیده عجب مدار ما را خیال نشا رعل لبش بس است از جز و تا بعالم گل یک نکه کنند</p>	<p>۱۰۰ صنبل شنیده ام که بان گل شناس از ناله گرفته نشکیده عجب مدار ما را خیال نشا رعل لبش بس است از جز و تا بعالم گل یک نکه کنند</p>	<p>صنبل شنیده ام که بان گل شناس از ناله گرفته نشکیده عجب مدار ما را خیال نشا رعل لبش بس است از جز و تا بعالم گل یک نکه کنند</p>
<p>اول بنده تو به گریبان ندا هست شد آفتاب جلوه فروزا و ما بخواب بارد همیشه سنگ حوادث بروزگار</p>	<p>۱۰۱ اول بنده تو به گریبان ندا هست شد آفتاب جلوه فروزا و ما بخواب بارد همیشه سنگ حوادث بروزگار</p>	<p>۱۰۲ اول بنده تو به گریبان ندا هست شد آفتاب جلوه فروزا و ما بخواب بارد همیشه سنگ حوادث بروزگار</p>	<p>اول بنده تو به گریبان ندا هست شد آفتاب جلوه فروزا و ما بخواب بارد همیشه سنگ حوادث بروزگار</p>

کالی کر پیچکس نکند کرد خستیار	عاشق خمیده در تہجہ بار ملاقتست
برقہ پر بزمین ہمہ راست آمدورست از خرقہ تا بجاس زندانم چہ تہمتست	
ما را دماغ سیر کل و گشت باغ نیست با عشق زود رس چہ کند عقل و دین عاشق بسینہ زخم خورد همچو برگ گل تا دیکنج خود کشد سنبل خطش	۹۹ کونش گفد بہار کہ ما را دماغ نیست با آفتاب حاجت نو چہ سرخ نیست چون لاله روشناس محبت دماغ نیست ما را بدو زگرش مستش سرخ نیست
آید بام زلف توبے تاب بر بزمین این صید است حاجت سرو سنج نیست	
عزت عزت بر چہ می بینم جیرانی در دست و صحت معصوم عالم دو گنج نہیں نیست ہیں جہاں فانی ست نامردم ہشیار را تو بہ باشند نافع از ہر علاج برگشاہ بیقرار ابن محبت را بود و دیگر ترسار صحبت صافی نہاد اداں ماصفا کی دگر	انچہ دانائش میگویند نادانی دوست مایہ آبادی و اسباب ویرانی دوست عالم باقی درائے عالم فانی دوست ہر گناہت را کہ می بینم پیشانی دوست مایہ جمعیت عاشق پریشانی دوست صیقل زنگ ہولے نفس شیطانی دوست
ما بر بزمین شکلات روزگار آسان کنم ہر چہ شکل تر بود آثار آسانی دوست	وصل
دل حاصل عدالت یافت آتش سبب زند محبت دل در پے ہر نسیم گردد دانا چون نگاہ استحاں کرد	عزت صد خمیر ترک صد عیافت آزرا کہ بخویش آشنایست تا بوسے قوار دم صبا یافت عالم ہمہ نقش سیمیا یافت

	کو وقت تو خوش کہ کیا یافت از خاک و تر تو تویا یافت		آنکس کہ بدادہ گشت خورسند از گرہ سفید بود چشم	
تفاتی و صاف	شد قاعده دان او برہمن ایں رتبہ ندانم از کجا یافت			
دو آنی در دلم لعل آن پری زادت فغان کہ گوشش ندارند بر دواں و ز برون رفانہ و دم است ایں گرفتاری بنائے قصر جہاں را ثبات ممکن نیست		۱۰۲۷ فلسفہ	کہ خندہ لب شیریں علاج فرود است بصد زبان جبریں بے زبان بفرمود است ندانم ایں کہ دلم میر و چہ صیاد است بچتر ساس محبت کہ دیر تر صیاد است	
دہی	براہ عشق دلالت مکن برہمن را کہ کہینہ در اطوار خویش نشناود است			
بہو طفل غنچہ با خود گفت گوئی ما بہست چشم کے بندیم بر آبی کہ آب روبرو کو بدوزد ناصح ما جامہ صد چاک ایکے سر خوش میشوی از مے نرم و گلاب		۱۰۲۸ عاشقانہ	محبیبہ پا باماں جست جوئی ما بہست آب چشم ما برائے آبروئی ما بہست یادگار چاک نا کامی رفوئی ما بہست تلخی زان لعل شیریں در گلوئی ما بہست	
	تار زلفش گرد بست ما نیاید برہمن بستہ موئی میانش موبہوئی ما بہست			
بسوز عشق زہر موئی من شکر پید است ہب چشم تماشا یان گلشن عشق چگونہ خاصیت عشق را نہ سال دارم ہمیشہ موج محبت ز سینہ میجوشد		۱۰۲۹ درد دارا	شب سیاہ مرا جلوہ سحر پید است ز آب دیدہ و از پارہ جگر پید است مرا کہ خون دل و دیدہ تا کمر پید است زد امن گوہر افشان و چشم تر پید است	
ماختہ درد	بدرد عشق برہمن یس از خوشدل بہتا			

کہ از نعل محبت ہمیں خرید است		
قرار دل ز نسیم بہار نتواں یافت	۱۰۵	قرار جز فکین زلف یا نتواں یافت
فتادہ اک بہ بیابان عشق چیرا نم	درد دل	کجا ردم کہ بجائے کما نتواں یافت
زمانہ گر شود از بادہ طرب بسوز		بسینہ جرعہ آں ساز گار نتواں یافت
بر آستان محبت گذار نتواں کرد		قدم زدیدہ تواں کرد و بار نتواں یافت
چو شب بیاد رخس برہن گذر گریہ		
سحر بزرگ آب دار نتواں یافت		
مرد را در حبس دل تو ز خرد چون گوہر است	۱۰۶	ایں گہ را خویش دارد ہر کہ رضا جوہر است
ما بخود مستیم ساقی جای تکلیف نیست	فلسفہ	فتادہ اہل محبت از شراب دیگر است
طاہر اندیشہ را براوج معنی راہ نیست		عالم مقصود از اندیشہ ماہر است
منصف خود بودن از آشوب دگر است	نہایت نام	مرد را مطلوب انصافست اما کمتر است
ہر چہ اسباب زیباں باشند بود سود	نہایت نام	دور نبود گر مریضی را نظر پزشک است
در محبت بوی خوش آید ز لہای کباب	نہایت نام	سینہ عاشق پر از آتش بیان محبت
خوش بود ہر چیز پیش آید بود در دگر	نہایت نام	کز رضائے تو باستقبالش آید شکر است
پشت ہمت کے کند گرم از شعلہ آفتاب	نہایت نام	مرد را اگر جامہ از قابلیت در بر است
راں فزل کے اشعار است		
کو شمار کرنا چاہئین		
لفظ گر بسیار باشد برہن در دل جود		
گرم باشد معنی اورا سیہ چون فترا		
در شہر عشق شیر ہر دو فست گشت	۱۰۷	بیگانہ فست فرقتہ ولی آشنا گشت
از ہر طرف صدائے جوس میرد بگوش	از دواں	اما کسی کہ گوش کند ایں صدا گشت
در ہر عشق رسم و رواج طبیب نیست		آنجا امتیاع درد فزون و دوا گشت
بر ہیز باں بہر زوادا بگذرد سخن	فخریہ	اما میان اہل سخن ایں آوا گشت

<p>ما صوفیان صاف نہادیم ترجمہ برہمن نیز نگئی زسانہ در آئین ماکمست</p>		
<p>عارفانہ</p>	<p>ہمہ شب برفیدہ سحر است کہ مرا نشانے دگر است زاں مرا ہر چہ بہت در نظر است دیدہ آن کسے کہ بے ہر است طایم روزگار بہتہ در است راست گویم کہ راستی دگر است گر یہ مہیو زونالہ بے اثر است مگر آنکس کہ آہنیں جگر است از ملامت ہمیشہ بار و در است دل بے عشق شاخ بے ثمر است روزگوتاہ و راہ پر خطر است بر سر مو بجائے بال پر است بطریق امید راہبر است کہ جہاں ہر چہ بہت در گذر است</p>	<p>یہ اشارہ غزل حضرت مولانا کے خلاف انہو احرارین کا لکھتے جا رہے ہیں جو دیوان دیکھ کر بھی یہ دروغ بے باور بھانپ کر اپنے آپ کو</p>
	<p>دیدہ آن کسے کہ دیدہ دست بجئے ناب لب نیا لایم ہمچو آئینہ سینہ دارم نقش معنی کجا تو آند دید ہیچکس رہ نئے تو آند برو رستی نیست این کہ دار و نمر بسکہ از دل خبر نئے یایم ناب ہجراں کسے نئے آرد دل و خستیت عشق پرورد عشق باید کہ دل بیا ساید بہرواں را ہستوز سر و خواہ روئے پرواز نیست ورنہ مرا نالہ خواہم از آنکہ نالہ مزار بگذران ہر چہ بگذرد خوب است</p>	<p>دیوان کی غزل میں یہ سے زیادہ خوشنویسی پائے جائے غالباً انتخاب ہی کے لیے ہوئے ہے اس پر دلی کی عرض غایت پر ملک کوڑا چاہئے تھا</p>
<p>برہمن ایک قدم نرفتہ بیروں ہر نفس مرغ روح در سفر است</p>		
<p>دل از خویش بیرون شد ز مقالے خبر شد گو یا طلب نیم شب ما اثرے شد حیدر ائم از ان رو کہ چہ نازک کر شد</p>	<p>۱۵</p>	<p>دل فست زمن پیش بجائے نظرے شد آمد بجنارم سحر آں ماہ شب افروز از نمونے میانش نتواں یافت ہر مو</p>

	یار آمد و بگذشت ندیدیم برہمن این دیدہ غنیمتہ جیگونہ بصرے داشت	
ہر گجا خواہد نشیند با صبا بانیشت بر زمیں مانند نقش بویا بانیشت در میان چشم ماچوں تو تیا بانیشت در محبت زیر پاچوں نقش پایا بانیشت	عنا	نوبہار آمد چو بلبل بانوا بانیشت بارہا بونے ریا آمد ز نقش بویا اے عبا بونے یار از چشم ماچوں مر رفقہ رفتہ میرسد یک نقش پا روز بجا
	از غبار آرزو دامن بر افشاں برہمن اچھو سرو آزاد در جائے بجا بانیشت	
نزدار باب نظر بر خس و خاشاک کیسیت لیکن آں جامہ کہ دوزند پئے چاک کیسیت کرد و بادیکے آب یکے خاک یکے است لیک شوخی کہ بود از ہمہ بیباک یکے است دیدہ بسیار و لے دیدہ غناک کیسیت صید بسیار و لے قابل فراک کیسیت	عنا و در سوز	گل یکے خار یکے شاخ یکے تاک کیسیت در خور قامت ہر مرد بود جامہ درست ایں ہمہ آتش عشق است کہ اخروہ اند گر چہ خوبان جہاں عریہ جوید ہمہ ہر یکے را ہوس عشق بدل میگردد عاشق آنست کہ معشوق با و در میل
	برہمن سپت و بلند و جہاں کیسان است از زمین تا بسر گنبد افلاک یکے است	
سیر گلشن با خیال آں گل رعنا بانیشت قری از بالا فرو آمد کہ سرتاپا بانیشت گر بروز آید شبے در صحبت اما بانیشت کشتی امید با بر ساحل دریا بانیشت	عنا و در سوز	نوبہار آمد نظر بر سبز و صحرا بانیشت چوں ز سرو قاشق بر خاست حرفی درین یک شبے فرخندہ بعد از سالہا آید بروز میتواند بود ز آشوب حوادث بر کنار
	برہمن امروز اگر حسن عمل داری بسیار	

	کشیہ امروز ہر صلی فردا خوش است	
	ردیف ثانیہ مثلثہ	
مرا بسیر گلستان بہار شد با عیش	۱۱۳ بیادہ توبہ نا استوار شد با عیش بیسر و گل لاله زار شد با عیش بایں قرار دل ببقیہ ار شد با عیش مرا کہ گریہ بے اختیار شد با عیش	خیال شد و رخ و عارض نگار مرا قرار در شکن بلف یار خواہم کرد و صفت عکس چو شک دے آں سر چوں روان نشستم
مذہبی	نئے شدم بسوئے دیر بے اجازت پیر مرا بر ہمین ز تار دار شد باعث	
	ردیف چیم عربی	
بہمیشہ مرد بود زیر آسمان محتاج	۱۱۴ لبثہ بربند حوادث یابین و آل محتاج ز رنگ چینی خود مانده آدمی ہمہ عمر ز قیمت ازلی سر نہ توں چمید بقدر حاجت خود ہر سیکہ طلبکار است	بے شک بربندہ در سود و دنیاں محتاج نصیب کرد ہما را با سخاوت محتاج جہانیاں ہمہ باشند در جہاں محتاج
	پر ہمین از گل روستے تو رنگ بو خواہ بود بجلوہ گل چشم باغبان محتاج	
	ردیف عالی حطی (مہملہ)	
اے مست خواب گن در زبان صبح	۱۱۵ یک صبح کن بیدہ ترا تہان صبح ما صبح لازم بد عالم نیستیم	بایدادی

از بک سینیہ صاف شدم از فروغِ عشق	روشن شود ز دودِ دلم دو دمانِ صبح
اول گذشت مطلعِ خورشید دریا	گشتم چو با خیالِ مضت ہم زبانِ صبح
شبگیرے دراز توان کرد بہمن	ادالغری
شاید توان رسید پئے کار و این صبح	
رولیف خائےِ رَمحہ	
مہرِ سنبلی او دستِ امتحانِ گستاخ ۱۱۳	کہ چوں صبا نتوان بود با تباںِ گستاخ
مرا ز غارتِ گلہائے روئے او چو دیا	کہ بہت در چمنِ خولین باغیاںِ گستاخ
ندانم از چہرہ آہیم کہ ما تو نبشیم	تو در حجابِ خود من جہاں جہاںِ گستاخ
دلم نہ نسخہ علم و عملِ ادب آموخت	چہ باشد از بودم اندکے زباںِ گستاخ
میانِ پرودہ ہم حسن و عشق در کارند	
تو شوخِ چشم ہماں بہمن ہماںِ گستاخ	
رولیف دالِ مہل	
بیار بادہ کہ دقتِ بہار میگذرد ۱۱۴	تو غافل از خودی و وقتِ کار میگذرد
چو برقِ حسرتِ دلہا بجنہ سے سوڑد	ز دور جلوہ کنایاں از کنارے گذرد
شمارِ عمرِ گرانمایہ ہر نفس باید	کہ چشمِ تازدہ از شمارے گذرد
ستار در شکنِ زلف یار خواہم کرد	بایں ستار شمع بے قرارے گذرد
مرا نظریہ تہی دستی بہمن بیت	
بدامنش گم بہار سے گذرد	
بتے کہ رنگِ رخش تاب مہر و ماہ برد ۱۱۵	دل شکستہ دلاں را بیک نگاہ برد

<p>ہمیشہ دست و گریبان آفتاب بود دراں مقام کہ شرمندگی تہیدگی است کلاہِ فقرِ مجبور شید و ماہِ مے ساید</p>	<p>اگر بیایہ زلفش کسے پناہ برد مگر بہت کسے نامہ سیاہ برد زمانہ تاج سعادت ازین کلاہ برد</p>
<p>برہن آنکہ خطا از صواب نشناخت بہ تحفہ برد و رحمت مگر گناہ برد</p>	
<p>جہاں معلوم جائے فانی آر باشد ہمیشہ باشد بخورشید قیامت میرساند نسبت خود را ز آستینِ قناعت کار بر خویش آساں کن چو آید نام او بر ہر زباں در وجدی آیم</p>	<p>دروغانی شدن نادانی آر باشد ہمیشہ باشد بعاشقِ فخر سرگردانی آر باشد ہمیشہ باشد کہ چون شکل شود آسانی آر باشد ہمیشہ باشد حدیثِ عشقی او و وحدانی آر باشد ہمیشہ باشد</p>
<p>بایراں مے برد افسانہ ہندستان بلبل برہن رشک افشانی آر باشد ہمیشہ باشد</p>	
<p>بسیا کز آمدت چشم تر بیا ساید مرا دے ست پراز آتشِ محبت او کسے کہ چاشنی لذتِ محبت یافت بجائے خواب خیال ترکشد در چشم</p>	<p>ز یک نگاہ تغافل نظر بیا ساید چو پیشتر بہ طہد پست تر بیا ساید بخون دیدہ و لختِ جگر بیا ساید بایں روشِ دل عاشق مگر بیا ساید</p>
<p>برہن از ہر سوسیلِ غم فرو داید کسے چگونہ دیر رہ گذر بیا ساید</p>	
<p>آفتاب من کہ از مے چہرہ گلگون میکند از طریقِ عشق تاراہ جزو فرسنگ ہست پیش او رُو بر زمیں دارند اربابِ نیاز عشق مے آید کہ مادرِ سنہ سازو جائے خویش</p>	<p>از فروغِ جلوہ شوقِ تازہ افزوں میکند کے تواند کرد وانا آسچہ محبوں گئے نازنین من نمیدانم چہ افسوں میکند عقل و ماندیش را از خانہ بیرون میکند</p>

<p>در خیال قدموزوں توئے گویند برہمن زیں گوئے طبع خوش موون میکند</p>	
<p>در محبت ہوس جام و سبوتواں کرد پیرین نیست کہ چون چاک شود بتواں درخت موتو بلبر راہ نظر باید داشت کل ہر باغ علاج سہر سودائے نیست</p>	<p>۱۲۲ عاشقانہ تا بود خون جگرے بگوتواں کرد سینہ چون چاک شود باز رفتواں کرد از رہ عشق خطا کیسہ موتواں کرد بعد ازیں غیر کل داغ تو بتواں کرد</p>
<p>برہمن غور نکو دیدن آں روئے نکوست ترک نظارہ آں روئے نکوتواں کرد</p>	
<p>چہ نند کہ صبح وجد جلوتہ حسام رسید بدو میل زلفش نجات ممکن نیست بصدگہ از گندار امتحان بگویرہ عشق تو سر کشیدہ بجاو غور غافل آراں</p>	<p>۱۲۳ کہ چشم نازدہ صبح رفت و شام رسید برو چگونہ رود رخ چون بدام رسید بشوختند در آتش کسیکہ خام رسید کہ آفتاب بروں آمد و یام رسید</p>
<p>مقام عشق بلند است برہمن از شوق براہ ترک تعلو باین مقام رسید</p>	
<p>چو روز نامہ عمر فرا حساب کنند عجب شتاب وانند رہروان وجود کنند راہ روان طلب چنان شہگیر تو گوش دار کہ را بایب معنی از سر جوش</p>	<p>۱۲۴ تمام لہو و ہوسہ ہوا شتاب کنند کہ در شتاب وی بر صہا شتاب کنند کہ سیر بلک سحر پیش ز آفتاب کنند سخن بروں ز خط و خارج از کتاب کنند</p>
<p>درال دیار برہمن فدا دہ ایم غریب کہ چون دماغ رسد سینہ را کہاب کنند</p>	
<p>ہارہ رومنداں با خستہ الی ہر گشت آید</p>	<p>۱۲۵ قبائے عیش بر قدر زان تنگ مے آید</p>

<p>دلے چوں شیشہ داری اختر از اوادی ماکون باب تو بام آلاش باطن نشد زایل برائے امتحان بہینہ ناماخر من ناصح</p>	<p>کہ در او محبت پائے دل بنگے آید کہ این کار از فروغ بادہ گلنگ سے آید کجا سیر وں صہم ازیں ساز بے آہنگ می آید</p>
<p>بہمن صیقل دیش طلب دل شود روشن کہ تادم میزنی آئینہ زیر زنگ سے آید</p>	
<p>اگر تو جگر کنی ہر تو ز جاں نہ رود بحفظ از محبت نخست اس شرط است دریں خیال چو گشتم و ز شوق نہوز بہر پیچ و تاب جہم زلف میکشد ہر بار</p>	<p>۱۲۶۱ کہ عشق از دل عاشق با تمناں نہ رود کہ ہر چہ در دولت افتادہ یزرباں نہ رود خیال مٹوے میان تو از میاں نہ رود گدام دل کہ پئے بار و لستان نہ رود</p>
<p>بہمن از تو سخن گفتن و ز عشق قبول نگاہ تربیت عشق را ریگاں نہ رود</p>	
<p>چو در عشق رسد خواہش و آن کنند و عالم محبت ز مدعا ست بروں بناز قاعدہ و لہراں ہمیں باشد چو سرد مردم آزاد با تھی دستی</p>	<p>۱۲۶۲ نظر بقاعدہ نسخہ شفا نہ کنند دعا کنند سے یاد مدعا نکند کہ سے بر نہ دل ماز یاد مان کنند بزیرو و رفلاک پشت را و مان کنند</p>
<p>ز روئے صلیق بہمن قدم راہ بہ کہ رہروان رہ عشق شقی رہا نہ کنند</p>	
<p>بیل خیال تو راہ سترارے نید و لم ز آہ جگر سوز و نالہ جانکاہ فروغ صبح سعادت بود نصیب کسی امیشہ در صدف دیدہ طہر آشکم</p>	<p>۱۲۶۳ بروئے صبر خستیاں سے بند خبریں بیای شب انتظار سے بند کہ تار چشم شب ہائے تار سے بند بروز و شب گہرے آبدار سے بند</p>

ضمیمہ	برہنہ از روش روزگار آگہ نیست کسی کہ دل بغیم روزگارے بند	
از دل بروں ز فتنہ میان جگر زند تیغ کرشمہ را تیغِ غافل اگر زند دستے کز آستین بدر آرد میر زند اول در تپبول بر فکے اثر زند	۱۲۹	چشم تو تیغِ غمزہ چو بر یکسہ گر زند آتش زند بخاندہ مردم بیک نگاہ عاشق ز کار خویش ندارد دم فراغ آنکس کہ سپر چشم تہی دستِ خداست
ہر کس زند بحسبِ عمل دست و برہنہ در روزِ حشر دست بدایان تر زند		
بہد عا طلبی آشنائے بے گردد رہنِ مست بادِ صبا نئے گردد بایں بلا دل ما مبتلائے گردد کہ در عشق بگردد وانیس گردد	۱۳۰	دل امیرِ غم مدعا نئے گردد ز تارِ زلف تو دلِ لافیت بے میاں بپوید فریب شاہدِ مقصود بے برد و دل را کسیکہ لذت درد تو یافت می داند
با وجہ عشق برہنہ نئے رسد ہرگز کسیکہ تودہ تراز نقش یا نمیکرد		
ندیدہ سوادِ بصد حسرتِ یال فرستند وگر نہ تازہ دہ چشم از میان فرستند کہ پیشِ راہ دراز است ہر ماں فرستند بسانِ مردِ چشم از نظر تہاں فرستند	۱۳۱	ہر بانیانِ لغیم ہرزہ از جہاں فرستند زمانِ صحبتِ اجاب انکو در یاب تو سر کشیدہ بخواب غور و غافل از دل ندیدہ ہیچ کسے را ہر مردمِ عالم
ز فتنہ گان خبر از پہنچن چہ میسوی زیرِ خاک ازین کفر خاکدان فرستند		
کہ میشود دلِ عاشقِ سچیم گریاں شاہ	۱۳۲	شود چسگونہ دلِ من بسیرِ تہاں شاہ

<p>ندیدہ هیچ کسے طفلِ این دستانِ شا تو از تپوسِ شدہ بر چاکِ یک گریبانِ شا چو عندلیبِ مویے نگل از گلستانِ شا</p>	<p>ہمیشہ اہلِ محبتِ بغم گرفتار اند بود بچاکِ جگر لذتے کہ نتوان گفت دل ز بونے گلِ روئے اوست عطر پذیر</p>
<p>بہمن از بیتِ من ہر چہ بہتر مرغِ غزلت بود ز لیلی و ز لعل و ز گلستانِ شا</p>	<p>بہمن از بیتِ من ہر چہ بہتر مرغِ غزلت بود ز لیلی و ز لعل و ز گلستانِ شا</p>
<p>بندہ عشق شود و دیر و حسم نشناسد صفیہ کاغذِ آوازِ تم نشناسد ہیچکس و تا عدہ راہِ عدم نشناسد رہر راہِ خردِ نادای و غم نشناسد</p>	<p>عاشقِ آنست کہ ز سر را ز قدم نشناسد اے خوش آں از محبتِ کہ چو آید بر بیاض فردہ رخصتِ عملِ باید و پیمانِ دست تا بچِ گردشِ ایام بود ہر سربند و نیک</p>
<p>سیر و دوم بدم از دستِ ہر عمرِ عزیز بہمن بیج کے تہہ دوم نشناسد</p>	<p>سیر و دوم بدم از دستِ ہر عمرِ عزیز بہمن بیج کے تہہ دوم نشناسد</p>
<p>کشتہ سیرِ کارے خویشِ انا بگسلد گر تبا شدے درو پیوندِ دنیا بگسلد جلے آں دارد کہ این شور و زار بگسلد کز خجالتِ برفلکِ عقیقہ بگسلد</p>	<p>عاقبتِ پیوندِ مائے عمر از جا بگسلد بادہ باشد مویانی از برائے ہر شکست دل بزنجیرِ زلفِ بتاں پیوندیت خوشہ بند گرد ماہِ زو از انسانِ عرق</p>
<p>بہمن نظارہ کتر کن بروئے آں پری ترسم از ہمہ پردہ بے چشمِ دنیا بگسلد</p>	<p>بہمن نظارہ کتر کن بروئے آں پری ترسم از ہمہ پردہ بے چشمِ دنیا بگسلد</p>
<p>خار و در دامنِ ہر ابلہ اند خستہ اند دانہ و دامِ دریں مرحلہ اند خستہ اند کہ در اولِ نظر از حوصلہ اند خستہ اند خوشتن از مقامِ گلہ اند خستہ اند</p>	<p>رہروانِ زادر و ورا حلہ اند خستہ اند قابلِ صید نہ ورنہ ہیر سو کہ روی عاشقِ خستہ مگر نکند قصدِ نگاہ شکر در شربِ عشاقِ خستین قدم</p>

تقصیب اسلامی	برهمین مرحله مانجوشی طے شد این چه شور و هیبت که در قافله انداختند	
که استقامت خورشید شکست در ره باد سبک چو باد نسیم اندر دم آزاد که در طلق محبت چنین بودار شد که حبله طفل ضعیفند و آسمان مستعد	۱۳۶ ظفر بند کمال	قدم دلیر بند در کرب بزم میاد غبار راه تعلق بگزشتان نرسد قدم شکسته و لب لبته ره بنزل برود فلک کند کجی اهل روزگار دست
صفائی سینه طلب برهمین که در ره عشق روند برابر بر روان صاف نهاد		
چشم ز کس تباشائے تو حیا آید آنچه در دیده نگنجد مدام آید قیمت ماست که بر چاک گریبان آید بسرو برگ چنین پیش تو نتوان آید	۱۳۷	سرو قد تو چو در صحن بگستان آمد خون دل جوش نداد سینه و از تنگی جا دست هر کس ز پیے شایخ امید بلند خوئے تو شعله و مشت خشن و پیش نیامد
برهمین باید هر چه بود ز سرالود همه در کام همسا گیر که مهران آمد		
خویش را در گرد و سود و زیاں نتوان کرد تکیه بر برگد رآب رواں نتوان کرد شرح این را ز بقر زبآن نتوان کرد با کسے مصالحت از نهان نتوان کرد	۱۳۸ بے بنای انقائے راز	منکر بهیوده غمهای جهان نتوان کرد بجز دنیا است در ویل خوارش بسیار صورت حال گواه دل غمگین نیست راز عشق است که در سینه نهال باید باز
برهمین جزو تسلیم سپردن نتوان سعی در پرده تقدیر نتوان کرد		

<p>شیراز و مجموعہ جمعیت باشد خمن نام شدہ چون ماہ نو گشت شد مارا خرد عاقبت اندیش باشد دل در بر من بودند انم نجب باشد</p>	<p>۱۳۹ چمن پر زلف تو در دست صبا شد ابروئے سرافراز تو در کشور خوبی کامے نگذاریم کہ از خود نہ ہر اسیم تا سلسلہ زلف تو آمد بخیا لم</p>
<p>ایک گام بروں نامدم از خوش برہنہ طے رہ این مرحلہ بے جنبش باشد</p>	
<p>مگر بر آتش دل سینه اگداز کند چو در خیال من آید شہم و از کند خست شرط محبت بخت را از کند کسے کہ دیدہ برے امید باز کند</p>	<p>۱۴۰ کسے نیز محبت چو برگ و ساز کند بنام آں سر زلف سیاہ را کہ شبے ادیب عشق چو آموزگار را گردد تہی ز نقد مرادش ہمیشہ باشد دست</p>
<p>برہنہ از رہ صورت معنی آرد انظر بدست در آئینہ حجاز کند</p>	
<p>ز شہر بند تلقین می دے آید سرے کہ پیشتر از پا دویدے آید کہ قد چو بہت گنہم خمر خیمہ دے آید کہ دل گرفتہ و داماں کشیدے آید</p>	<p>۱۴۱ دل بکوی محبت جریہ دے آید پیش خاک درش عزیز رفتہ آید ہوائے سجدہ آں آستان خیال ارم بیچ رنگم را دماغ صحبت نیست</p>
<p>بدگیرے نتواں کرد برہنہ تکلیف کہ طے راہ محبت ز دیدہ منے آید</p>	
<p>دریں خیال چو مگشت مومبو سچید کہ آہ در جگر و نالہ در گلو سچید کیکہ پائے یدامان ز بچید</p>	<p>۱۴۲ کسے کہ دل خیمہ تار زلفا سچید ز بیم شد فرجی و گرم خوںے کیت بدست تفرقا داذا بر و بادا</p>

خیال زلف کہ در سنیہ بود حیرانم	کہ صد سخن ز باں گاہ گفتگو چید
نہ از عرض پر ہمیں شنیدت لطف	نزد گوشت ابرو گرہ نہ رو چید
ز تخم پائے شیریں آنچہ بر فراہ می آید مرا افتاد کاری با جفا کیشی سنگاری چگونہ از پیستہ تعظیم بر خرم کہ از گریہ دل از زلفش بروں افتاد شدہ حلقہ ش	۱۳۳ اگر آہستہ گویم سنگ مر فراہ می آید کہ گرز و داد خواہم بر سر بیدار می آید مرا پا در گل بہت داد چو مرد آزاد می آید نہ آید کار از داسے کہ از صیاد می آید
برہمن من بشا گردی نظر فارم قبول کن	نظر بر ہر کہ افتد یادم از استانی آید
نقاب بر زدہ و عجب می آید کش بصفہ ایام خطا رو ہر گز چو بر سر جنتی از بادہ چہرہ داسم بر اسبیل زلفت چہ نسبتے باشد	۱۳۴ تو گوئی از در صبح آفتاب می آید کہ ہر چہ آید از و انتخا بی آید کہ کار کا تش سوزاں را بی آید ہمیں تدر کہ زن پیچ و تاب بی آید
ز کرد ہائے برہمن میرا سہ صبح	کہ گر حساب کنی بے حساب می آید
تا گشتہ جد اعدت از من جدا شد یک ترک بس بود پئے انجام صد آید نازم بر سر چشئی بہمت کہ چشم من ہرگز بخاک پائے نگائے ہمیر	۱۳۵ خواہم بحشتم و چشم خواب کشنا شد آزادہ آنکہ در گروید عا نشد ہرگز بروئے شاہد امید و انہ شد آں سر کہ خاکسار ترا ز نقش پاشد
شد برہمن شکنجہ کش جور آسماں	

	ہرگز بروں ز گردشیں اس آسپاںشد	
بدل ہمیشہ بود ثبت و برباں نرسد اگر خدنگ تو روزے با نتوان نرسد کہ گرد راہ تعلق بگردشاں نرسد کہ اہل حوصلہ را کار تا فغان نرسد	۱۴۶	حدیث عشق بہاں بہ کہ تا بیان نرسد تہام مغر بجوش آید از حرارت شون غلام تہمت آزادگان بے قیدم شوم سجون جبگرشمان و دم زخم
	برہمن از کہیں خوش نہاست صاف دل دلے کسے بصفائے برہمن نرسد	
تسلش نیم ہمار نتواں کرد قرار جز لبر زلف یار نتواں کرد تمام عمر شود صرف کار نتواں کرد نتاں غیر درآبدار نتواں کرد پو	۱۴۷	علاج درد دل بقیہ یار نتواں کرد بود شکستہ دل از آبسم مناسبے بود بد رس عشق کار بے پایاں بنجاک راہ تو جز آب دیدہ نتواں رخت
	برہمن از وہ عشق احترازے باید تسراتا نہود خستیاں نتواں کرد	
بنار چشم ز اہل نیاسے پوشند چو شمع پیرین جانگدازے پوشند باب دیدہ چو شستند بازے پوشند بایں روش ز پس پردہ رازے پوشند	۱۴۸	بناں کہ کسوت تمکین دنازے پوشند شب فراق غریباں بکھنہ نہائی مباش رنجہ ز عصیان دین ترا چو خنجر خون جبگرے خورد اہل فشاظ
	ز کم مریخ برہمن کہ در طریق رضا خست چشم دل از برگ و ساز می پوشند	
چہ برداں کس کہ نزد دوست جاں برد ولیکن غمرۂ اواز میساں برد	۱۴۹	چہ برداں کس کہ نزد دوست جاں برد زلف و روسے اودل شد گرفتار

<p>دل عاشق بچے میستواں بُرد سرم راز زمیں بر آسماں بُرد</p>	<p>کنت زلفاں چندیں مدہ چچ سہی سروش چو برہمن سایہ کشند</p>
<p>بے گویہ کسے راز نہاں را برہمن سرا اور دل نہاں بُرد</p>	
<p>بے لعل دل خیال زلفاں اور نچیر میگردد پے آرائش دکانچہ تدبیر میگردد بشاخ خشک اندامی چوں پیر میگردد کہ خون اندر مذاق تلخ کاماں شیر میگردد</p>	<p>۱۵۱ خوابم دست عشق آگریاں گیر میگردد چو باشد کار ہادر پردہ تقدیر چوں آنا کند عہد جوانی نو بہار عمر را تازہ بلا نوشتاں حذر کمر کند از سر حین</p>
<p>صفا فی قلب برہمن بھیفائی دل نگردد کمال دعا کر صدق باطن نیست تا شیر میگردد</p>	
<p>۱۵۲ فروغ آئینہ زرد رسفال سے یا بند درماں مقام کہ پیش از سوال سے یا بند بچسپام عرق انفعال سے یا بند بہر طرف زہیں گوشش مال سے یا بند</p>	<p>۱۵۱ کساں کہ صورت معنی ز حال سے یا بند زباں خوششت انہار مدعا سبق آب دیدہ بشستم ہزار بار و ہر سنوز فغان کہ گوشش نازند رہرواں دینہ</p>
<p>چہ لاف حال زنی برہمن کہ اہل کمال کمال حسال کساں ز کمال سے یا بند</p>	
<p>۱۵۳ کشیدہ سر گریباں زباں خوش کشند کہ با تو خوب کند آنچہ سے فروش کشند اگر نظرت تو گنجید کار ہوش کشند سینے کہ خون دل و آب دیدہ خوش کشند</p>	<p>۱۵۲ کسیکہ خون جسکے ہونچے نوش کشند دہن بادہ نواں کہ حشر قہ سالوس تو مرد بادہ نہ ورنہ ہر چہ سستی داور نہ دیدہ ضبط تو اند نمود نہ دامن</p>
<p>برہمن از سر و اخلاص درویشیم</p>	

	ہمیشہ غائبہ بندگی بدوش گند	
<p>۵۳</p> <p>ور آرزوئے حل معاتم ام شد حرفے نگفت و محبت دانا تمام شد لب تر نکرد عاشق و دیا تمام شد ز ان پیشتر کہ باوہ میستا تمام شد</p>	<p>۵۳</p> <p>این سر تیز و تفتاب تمام شد عالم تمام گشت و نشو و نما تمام شد بر ساحل امید ز لب نشو و نما تمام شد شاد آں گئے کہ نوبت خود را تمام کرد</p>	<p>۵۳</p> <p>آں مشک کا کہ پیش نظر بود برہن ز ان یکساں دای غم نہ بایا تمام شد</p>
<p>۵۴</p> <p>چہ سازم با کسی کو لحظہ با من نہیں سازد کسے کو بیگیاں چون دست با من نہیں سازد چو نقشش باز منی فتاد با من نہیں سازد بایں شوریدہ ہرگز وادی امن نہیں سازد</p>	<p>۵۴</p> <p>گلے دارم از بس ناز با گلشن نہیں سازد حرامش با و لاف امتحان طرز گیرنگی گنجیدہ میں دیدہ طفل شکستہ میں قرار عاشق مسکین بود و ضرر آب دل</p>	<p>۵۴</p> <p>برہن ہر کہ بوی یافت از مغز دل دانا بگم خارہ سازد لیک با کو در نہیں سازد</p>
<p>۵۵</p> <p>در آں آئینہ پیدا صبر ہر مدعا باشد سر افتاد کال در زیر پا چون نقش تر باشد اگر آرد صبا در چشم عاشق تو تیا باشد بآئینے کہ غافل دانہ زیر آسیا باشد</p>	<p>۵۵</p> <p>دل صاحب دلائی بیکہ معنی نہیں باشد نشان رہو راہ محبت کس نے پایہ عباد کوئے او بہیودہ تاکے بہر ہر سو بغفلت نہ گر د شہا کو گر و دل آدمی گردد</p>	<p>۵۵</p> <p>جیاں او در دل سننے گنج پرہن را شود بریگانہ از خود ہر کہ با او آشنا باشد</p>
<p>۵۶</p> <p>پریشانی ہر جہے کہ باشد طبعے ما باشد کہ دامن تحمل آشنائے پائے ما باشد</p>	<p>۵۶</p> <p>پریشاں کا گلش جھنیت لہا تو ما باشد قدم زانداہ بیروں از پے مطلب کجا فتنہ</p>	

جمال از پرہ روشن تر نماید مرد عارف را نظارہ روز بیدشتن بر حال منسوا	غبارش توتیائے دیدہ بنیائے ما باشد غلم امروز تخم مزروع فردائے ما باشد
بہر ہمین شعریم آرائے ما باشد منتہی زان کہ ہر جا در میاں آید سخن غوغائے باشد	فرخ
سودازدہ عشق بسامان نہ نشیند پوشیدہ بود صورت حال از نظرسر بر روی زمین باید آراں گوشہ نشین تا سلسلہ زلف تو در دست صبا شد	خو کردہ در دو تو در ماں نہ نشیند کہ مرد و سے سرگر میاں نہ نشیند کہ خاستنت کردہ ماں نہ نشیند ہرگز دل آشفقہ بسامان نہ نشیند
زال گوئہ تو ان نیست ہمین کہ غبار بر آئینہ خاطر ماں نہ نشیند	نصبت
مرکباب کند چوں بچہ کرب مراست کار لبخونی کہ در شب ہجران تبسمش شکر آفتاب شود بجانہ غیر کہا در رخ کند نیم ناں زمین چوں ہلال	دلہ ز تاب برد چوں زلف تاب دہد خیال خویش بچشم بجائے خواب دہد لے نمک بدل خستہ و کباب دہد کسے کہ قصص تہامی با قباب دہد
بروز حشر گراں ہمین سوال کنند ز علم بے عمل خویشتن جواب دہد	
گر شمع محبت شرعے دہشتہ باشد دل در برین نیست ندانم بکجا رفت سرمایہ ما نیست بغیر از دم تسلیم طوفان بلا اندر دود و آبر بر آید	نخل دل من نیست برے دہشتہ باشد شاید کہ ز جے خبرے دہشتہ باشد کہ راہ محبت خطرے دہشتہ باشد گر گریہ عاشق اشردا دہشتہ باشد
در مکر کہ عشق در آید چو ہمین	بلند مکی

ہر کس کہ بیدان حیرنے دستہ باشد	
ز جام بادہ چو از خانہ یار مست برآید بر نیم جسر عہ شود امتحان ہر دیو و نیکی دلم فتادہ در آن زلف پر شکن بخلط نشان راہ تو کردم کہ پا بدیدہ گذاری	۱۶۲ عاقبتی و بدلت از کعبہ شیخ وز تجانہ بت پست برآید چو کار با ہماں فنا در چہ پست برآید دو جا شکست خورد تا ز یک شکست برآید زیر پائے تو اُفتم اگر زد دست برآید
اگر گوار و گونا گوار در کار است برہمن آنچہ زخم خانہ الست برآید	
چوں بخسار او نقاب اُفتاد تا کشادہ بر خشم در فیض شمعہ بعشق چوں صلا در داد کئے برآید بروں ازیں گرداب چوں ز انعام او ندا دادند حسین بے پردہ آشکارا بود دلم از تاب رفت و شد بنیاب از گلے روئے او عرق بجکید	۱۶۱ ابر بر روی آفتاب اُفتاد ہر چہ گفتیم مستجاب اُفتاد عقل در معرض عتاب اُفتاد دل دریں بحر چوں حباب اُفتاد قلم از دفتر حساب اُفتاد از کجا در میاں حجاب اُفتاد چوں سر زلف او تباب اُفتاد از دو چشم نرم گلاب اُفتاد
برہمن ہر کہ در وجود آمد نقش اُمید و برآب اُفتاد	
مے بدہ ساقی کہ دلرا شست مشو میدہم برد میخانہ جا کردم کہ پیر مے فروش ہر چہ از سیلاب جمعیت فراہم میکنند عطر روح افزا عیشقتیں میں باندنہاں	۱۶۲ در میان نرم رنداں آبروئے میدہم ہر کہ انجا سر فرو آرو سبب وے میدہم ہر کہ شد و بستہ ز نقش مویے میدہم گر میان پرہ بگذارند بوسے میدہم

<p>میکت در برے گل فریاد بلبل در چین برہمن را از نصرت برگفتگوئے میدہ</p>		
<p>بسیا بیا کہ مرا بے تو غم بجاں آورد دل چو خواست بجمیعت آشنا گردد اگر خوش نشینم بہ خویش معذورم ہزار جان گرامی دینم نہ توں داشت</p>	<p>۱۶۳ ماشاء</p>	<p>بیا کہ یہ تو نفس برے توں آورد صبا حکایت لف تو در میاں آورد نہیتوان سخن عشق بر زباں آورد چو عشق رستے بدلے آنا توں آورد</p>
<p>برخیت اشک چیاں برہمن ز دیدہ تر کہ آب تازہ برستے بر عیناں آورد</p>		<p>ہندو مذہب کی بحالی</p>
<p>ملا ز شیشہ ساقی آب آتشناک میریزد نہ دلم ز گوہر حسیت حاصل اینسیا نزل ہنگام تبسم عمل شیریں شکر بارش ندارم بیچاک از تممت آلودہ دایانے</p>	<p>۱۶۴ آئی فیال فوقی بیان در دہارا</p>	<p>کہ میسوزد دلم گر جرہ خاک میریزد کہ جوہر میشود گر قطرہ زناک میریزد نمک بر ریش زخم سینہ چاک میریزد کہ خون بگناہاں بر زمین بیجاک میریزد</p>
<p>ز جوش کینہ صافی مشو مانع برہمن را کہ بروئے عیار آلودہ آبیاں میریزد</p>		
<p>پادشاں زدہ و سر بگرمیاں باید گونیا دامن از لخت جگر بین گریز دہبار یکہ خزانست و گریاں باشد دجبت دل طفلان مزاجے وارو</p>	<p>۱۶۵ فلک</p>	<p>فلک جمعیت دہمائے پریشاں باید سرراگشت گل و سیر گلستان باید لب خنداں چکند دیدہ گریاں باید کہ ز لخت جگرش ز نیت مزگاں باید</p>
<p>برہمن مرد بجز درد بجائے نرسد لذت درد بہ از لذت درماں باید</p>		
<p>غمت اگر بدلم تمنشیں تواند بُوو</p>	<p>۱۶۶</p>	<p>مرا وسیلہ شادی ہیں تواند بُوو</p>

<p>اگر بدامن او دست کس سد کجبال چہ آتشے کہ خواہد زدن بجرمین دل متاع عالم آسودگی بعالم نیست</p>	<p>اگر بدامن او دست کس سد کجبال چہ آتشے کہ خواہد زدن بجرمین دل متاع عالم آسودگی بعالم نیست</p>	<p>اگر بدامن او دست کس سد کجبال چہ آتشے کہ خواہد زدن بجرمین دل متاع عالم آسودگی بعالم نیست</p>
<p>برہنہ از اثر غمزه اشش یکن باور کہ تاب در جگر آہنیں تواند بود</p>	<p>برہنہ از اثر غمزه اشش یکن باور کہ تاب در جگر آہنیں تواند بود</p>	<p>برہنہ از اثر غمزه اشش یکن باور کہ تاب در جگر آہنیں تواند بود</p>
<p>کسی ز حال پریشان ما خبر دارد دماغ منت پر مغاس نماند مرا بخون دیدہ و لخت جگر شوم حسد نظر بغیر اگر انگذری بصیریت</p>	<p>۱۴۷ درد دارا</p>	<p>کسی ز حال پریشان ما خبر دارد دماغ منت پر مغاس نماند مرا بخون دیدہ و لخت جگر شوم حسد نظر بغیر اگر انگذری بصیریت</p>
<p>درود دارا</p>	<p>بجائے خواب برہنہ بدیدہ خار بند کہ عجز نیم شبے حالت دگر دارد</p>	<p>بجائے خواب برہنہ بدیدہ خار بند کہ عجز نیم شبے حالت دگر دارد</p>
<p>چو آفتاب رخت بنے تقابے باید دران دیار کہ ہر صبح خون کند بجا ز فیض عشق مرا ذرہ محبت بس بہ آتشیں نفس خویش گرم دارم جا</p>	<p>۱۴۸ درد دارا</p>	<p>چو آفتاب رخت بنے تقابے باید دران دیار کہ ہر صبح خون کند بجا ز فیض عشق مرا ذرہ محبت بس بہ آتشیں نفس خویش گرم دارم جا</p>
<p>درد دارا</p>	<p>برہنہ آنچہ بچشم آیت ملاحظہ کن کہ نقش قرعہ نہ فال کتاب مے باید</p>	<p>برہنہ آنچہ بچشم آیت ملاحظہ کن کہ نقش قرعہ نہ فال کتاب مے باید</p>
<p>ندامت کرد نگاہ ششکارا حال چوں گردد کہ از واروئے نافع در دستاقان فنوں گردد کہ باشد تا کہے نہایت بزم جنوں گردد کہ نہاید رفته رفته نقش پائے زنبور گردد</p>	<p>۱۴۹ درد دارا</p>	<p>ندامت کرد نگاہ ششکارا حال چوں گردد کہ از واروئے نافع در دستاقان فنوں گردد کہ باشد تا کہے نہایت بزم جنوں گردد کہ نہاید رفته رفته نقش پائے زنبور گردد</p>

	<p>شراب عشق در جوش است اما رمی باید برہمن کے حریف ایسے خزانوں کے گرد</p>	
<p>و فائے عہد تو از بوالہوس نے آید از صور صبح قیامت گر شود بیدار ز مرغ روح گرامی خیمہ دیرنگ ما نخست شرط ثبات طلق عشق است</p>	<p>۱۴۱ کلیات برہمن</p>	<p>کہ حفظ شعلہ ز دامن جس نے آید بگوش ہر کہ صلیے جس نے آید کہ چوں رمید شود دقش نے آید کہ پیاچو پیش قدم باز پس نے آید</p>
	<p>برہ گزاری شستیم برہمن بسیار ز زرقاں خستہ راز پیچ کس نے آید</p>	
<p>خواہم از سلسلہ زلف بیاں تادی چند زلف بکشا کہ بود خستہ ہر شستہ آن ز گیس مست تو در نیم حریفیاں نیک گاہ کرد از جیسہ خط مرہ سبک سار عجب</p>	<p>۱۴۲ کلیات برہمن</p>	<p>کہ ہم تاب دہم رشتہ ز نار حسد خط آزدی دلہاے گرفتار حسد دارو بخود دی آرد ہشیامے حسد برہم راہ فروماندہ گرانبائے حسد</p>
	<p>برہمن باز دل مایہ گاہ سے گردند دلبری لب شکری چند دل آزار حسد</p>	
<p>بدہ ساقی سے گلگوں کہ رنگ و دیگر نہ ہلال ابرو سے دارم کہ از بیم نگاہ او نظر بقش مطاب است بید و عارف بزرگاں پیش آہ گر یہ بندہ از چشم</p>	<p>۱۴۳ کلیات برہمن</p>	<p>دل مرغ رفتہ اسوئے نشاط از بوجہ داند نہ گرد آسمان گر گوشہ ابرو بگرداند نہ بندہ است اگر آئینہ زانو بگرداند کہ شایہ باز آب فتنہ را در جو بگرداند</p>
<p>تفاتی و معارف</p>	<p>برہمن ہر سرور شستہ ز نار کرد آخر تیا بد رشتہ ز نار اگر یک مو بگرداند</p>	
<p>چو سرود گزشت حسد ہم خواہد شد</p>	<p>۱۴۴</p>	<p>قیامت کہ شنیدی قیام خواہد شد</p>

<p>نصبت کہ اس معاملہ روزے تمام خواہ شد کہ چشم تازہ صبح و شام خواہ شد ہمیں دست در سبب احرام خواہ شد</p>	<p>لعل کربیدہ غافل شو بحر دراز محبوبہ سحر و فیض شام توہ مشہ سرباز فرو کن بجا کاسی عشق</p>
<p>در اس دیار کہ خواباں بجلوہ بر خیزند بیک نگاہ برہنہ غلام خواہ شد</p>	<p>ہر چند یاد پے جور و جفا رود در جبر و سخت کہ آید ز جام عشق چشمہ کہ شد بجا دوست اشکریز چو سر و قامت تو کند جلوہ در چین</p>
<p>عاشق ہمیشہ در رہ و ہر دو فارود اول زیاد اہل حسرت و مدعا رود خاکش فشان اگر پے تو تیارود سرو کہ پاسے گل بود اول جارود</p>	<p>از نیک و بد بربخ برہنہ کہ در جہاں دانا کسیکہ در پے اہل صفا رود</p>
<p>زیک رنگی میان کفر ایمانی دگر باید چو ماہ نومرا ہر شب گریبان دگر باید ز اسباب قناعت فکر آسانے دگر باید برد عشق تندہ سبب سحر در مانے دگر باید</p>	<p>اگر آئی بشیر عشق سامانی دگر باید مرا بر لحظہ باید عشق چاک تازہ گردن براہ آرزو کام دلم ہرگز نہ حاصل کہ سے داند علاج درد دندان محبت</p>
<p>برہنہ دامن آلودہ شد قابل شستن نہ بر شست و شویش چشم گریانی دگر باید</p>	<p>بیماری محبت ذرہ در دے دگر باید بار ایش توں صد چہرہ زرد و خال کرد ز صحرائے محبت میری اما نشائے کو</p>

گجا نسبت بود با اہل معنی اہل صورت یا	پے تحصیل معنی جو سرے دگر باید
نباشد در طریق عشق رفتن کار ہر مرد رو مرد آزارا ہر ہمین مرے دگر باید	
بروئے اہل معنی قطرہ آبے دگر باید بہر نفس کے تو اتم داد سب سے بے نیل بیک شب باتوں توں گفت حال و چہ زنا اگر صبا بخواہم بروم یکیا بیکشاید	بچشم آتش کجا نشا خواہیے دگر باید کہ انجیا بیچ دیگر باید و تابے دگر باید شب دیگر بود در کار و منتہیے دگر باید پے تعظیم ارباب طلب بابے دگر باید
مئے حاضر نا دانی نشو را فکن ندا سزا بر ہمین کو دانا راسے تابے دگر باید	شراب برہن
بجوئے بید لائں آرایش درنگے دگر باید نئے کٹھن ز وسعت در دوعالم یکدل عاشق کتاب معرفت از عالم و نش بود بیروں بجھوں کے تو ان نسبت نمودن اہل نش	ہو شرا اہل معنی صوت و آہنگے دگر باید جہان تنگ اسیر دل نشنگے دگر باید پئے ادا کاں در سینہ فرنگے دگر باید کہ ناموسے دگر می باید و ننگے دگر باید
بر ہمین راہ عشقتاں نگر دوطے بصل اگر فرستگما طے گشت فرستگے دگر باید	حقان
دل عاشق رمیدہ میباید بار عالم بنگین از سر دوش شستم از گریہ و سفید نشد بوکہ افتد عیار دامنش	۱۶۹ در دانا وز دو عالم کشیدہ مے باید مرد دانا جبریدہ میباید دفتر دل دریدہ میباید فرش این راہ دیدہ میباید
بر ہمین اضطراب لایق نیست آدمی آرمیدہ مے باید	در دانا

<p>راہبر الی خرقہ تنگ بہت بخوں میرود حیرتے دارم کہ چوں سے آید چوں میرود ہر کہ سے آید درون نارختہ بیرون میرود ہر چہ با افسانہ خد آید با فصول میرود</p>	<p>۱۵ پہان بجا پہان بجا</p>	<p>کو عشقت است این کہ با عقل درخون میرود در میان چارہ دیوار قفس مرغ قفس و سحر معمورہ عالم و گامے بنسیت حاصل عمر گرامی مجسمہ خواب غفلت است</p>
<p>یک و ہوس</p>	<p>برہنہ ناخواندہ میدانند کہ طرز ناخوشیست مروانا از چہ اوراک مضمون میرود</p>	
<p>وز گل داغ دیں باغ بہار دارد بہر آنکس کہ ز تیرہ جبر عمار دارد کہ میان شکن زلف تراری دارد ہر کہ بر آئینہ سینہ غبار دارد</p>	<p>۱۸۱ درد دارا ۴ ۴ ۴</p>	<p>دل من داغ ازاں لالہ غدا سے دارد ز گیسیت تو پانیہ لبسیر آرد دل شوریدہ مارانتواں باز آرد میشو و صاف اگر اشتک ز دست آرد</p>
<p>درد دارا</p>	<p>برہنہ راہوس گل بود چوں گلبلبل در شب ہجر بستر دوسہ خلے دارد</p>	
<p>ایں گرہ در خاطر دایں آرزو در سینہ ماند راہد مازیر بار جسرقہ پیشینہ ماند در غلاف سینہ دل محفوظ چوں آئینہ ماند آفت زشتی محبت شد کہ دل از کینہ ماند</p>	<p>۱۹ پہان بجا پہان بجا پہان بجا</p>	<p>درد دل من آرزو سے صحبت در سینہ ماند مرو عارف خوش بازادی و شفا گشت زنگ غم بر خاطر صافی دلاں را کے رد دشمنان را دوست پیدا مہر چادوست</p>
<p>پہان بجا</p>	<p>برہنہ ہرگز کے ار حال با آگ نشند ایں گہر در کان نہاں چوں گنج در گنجینہ ماند</p>	
<p>ز سال قاتلش چہرہ جلوہ پردازی نیند وے زنگہ چہ چہ شوق طنازی نیند لیکن طفل شکم طرز نمازی نیند</p>	<p>۱۹ پہان بجا پہان بجا پہان بجا</p>	<p>ز سے چشم او غیر از قسوس سازی نیند بہر گیس چشم او با بعبان سنجیدہ و گلشن ز آب چہ راہ سینہ روشن بر تو میکردم</p>

<p>دیس پیرانہ سر بانہ جوانی صحتے دارم</p>	<p>کہ فکر مصلحت کیشاں بجز بازی نمیدانم</p>
<p>برہمن از لب ہندی نزا دل تھمتی سنجہ</p>	<p>زبان پارسی و ترکی و تازی منہ اند</p>
<p>نفس ز سنیہ آتشیں بروں آید چو حلقہ حلقہ کند زلف عنبر افشان را چنیں ز بادہ رخ آتشیں برافروزد جگو نہ گریہ خونیں نہ ساس توان کردن</p>	<p>۱۸۴ شرار از دل عاشق چنیں بروں آید چہفت نہا کہ ز گنج کیس بروں آید کہ آہ از جگر آہنیں بروں آید کہ ریزد از شرہ و ز آستین بروں آید</p>
<p>نگاہ لطف سوتے برہمن توان کردن</p>	<p>کہ غم نہ خاطر اندوہ کیس بروں آید</p>
<p>لب او نگوئے عجیب از میساجا باشد پا بد اماں کشم و سر بگریاں آدم گذراند اخت مرا عشق بہرے کہ درو تا دین بزم لبہ دست تارا آرد پیش پادشاہ ملک داد و دادیں دارا کو شرف داغ غلامی تو از و سے نرود</p>	<p>۱۸۵ زلف او سلسلہ کردن دہا باشد گر مرا ہر دو جہاں میل تماشا باشد ہجوجل شکستہ از آلبہ پایا باشد آسمان بگسلد از عقدہ شریا باشد در جہاں باش جہاں دار جہاں تماشا ماہ چوں ماہی اگر در تیرہ دریا باشد</p>
<p>فیض سے بار دازیں بزم برہمن کہ نشوین</p>	<p>بزم ہر سہر مونا طین و گو یا باشد</p>
<p>بیا کہ شوق باندا زہ کمال رسید نظر بیشیں کم روز گار کے بندم جہاں چشم حقیقت بخوابے ماند فریغ عشق دل تیرہ را منور ساخت</p>	<p>۱۸۶ شمار و عدہ دیریں جاہ و سال رسید مرا کہ حال بسر حد اعتدال رسید بخواب افت لب ترا کہ در خیال رسید صفائی آئینہ بر و این سفال رسید</p>

دیوان برہمن

<p>نخواب تانرو دیشیم رہروان سحر چگونہ خاصیت عشق رکنہاں دارم شکستہ نرنگ گل تازہ ساخت غنچہ طبع غبار معصیت از چہرہ میتواں شستن</p>	<p>مگر صحت خبریں سب گونہاں رسید کہاں معاملہ ز قال باجبال رسید ہر آن نسیم کہ از جانب شمال رسید کہ اشک تو بہ پئے غدر انفعال رسید</p>	<p>زہوش برو مرا برہمن وقت سحر گبو شرنالہ مرغ شکستہ بال رسید</p>
<p>شعلہ شوق تو چوں گرمی ہزار شود صبح محشر گراں پردہ بر آید بیسوں میرود قافلہ عمر گرامی بشتاب فرق در ماؤ تو تا ماؤ تو آستیم بس</p>	<p>۱۸۴ اندک اندک بیان آید و بسیار شود در خیزیں خواب گراں کیفیت کہ بیدار شود راہرو ماندہ شود تا کہ جنبہ سردار شود آخر این پست و بلند ہمہ ہموار شود</p>	<p>۱۸۵ بیا کہ سیتو دم رنج بے حساب کشید چگونہ راز محبت نہاں تو انم داشت کسو کہ از مدد گریہ خواست وصل ترا تھی است نسخہ عالم ز حرف مرد و نسا خمار عاشق مسکین ز بادہ دگر است بدایع تشنہ لبی ماندہ بر کنارہ یاس</p>
<p>۱۸۶ چگونہ خواب کند برہمن کہ در شب تار بجائے ہر فرہ خاکے بر وئے خواب کشید</p>	<p>۱۸۷ عقل را در روئے پائے بداماں باشد فسک را در طلبش سر گریباں باشد</p>	<p>۱۸۸ عقل را در روئے پائے بداماں باشد فسک را در طلبش سر گریباں باشد</p>

<p>۱۹۱ بازار دیدار</p>	<p>بسیںہ اشیں دیرینہ تازہ مے سازد وگر بوا دئی دور زمانہ اُفتادم زبے ثباتے قصہ زمانہ دانستم چیز تنہا کہ نہ آید پیدہ بیدار مرا حجاب سحر و آفتاب را چه حجاب زگر میے نگاہ آفتاب دانستم صلاسے عیش باہل نشاط خواہم داد</p>	<p>وگر نہ یاد ز عہد شباب خواہم کرد فغاں تر نشہ لبے بر شراب خواہم کرد کہ نقش بہدہ بر وئے آب خواہم کرد وگر بہ بستر آرام خواب خواہم کرد تو لبے حجاب در آسمن حجاب خواہم کرد کہ آب بیدہ چو در خوشاب خواہم کرد سشیم کہ سینہ خود را کباب خواہم کرد</p>
<p>برہن ار زنگنا حسان من ز من پسند بگریہ برد رحمت جواب خواہم کرد</p>		
<p>۱۹۲</p>	<p>تا ز کوشش صبا نئے آید ناشنا سائے حال خود گشتیم آید از خاک کوئے دوست گشتیم گر معشوقہ مرا در رسم دیدہ در راہ عشق باید سود لئے خطا پوشش ما ز ما بگذر</p>	<p>دل عاشق بجائے آید کار دیگر ز مسائے آید استغنیہ از تو تیا نئے آید یاد م از مدعائے آید طے ایں رہ ز پائے آید کہ زنا حشر خطائے آید</p>
<p>از پیر ہمن خواہ کار وگر کہ از وجہ زو عائنے آید</p>		
<p>۱۹۳</p>	<p>کسے ز سبکبئی با حبال ماند زسد مراست دست طلب بہت ذامن تو بلند جبین شوق براہ تو سودہ مے آئم عبار کوئے تو کھل الحجار برہر است</p>	<p>کسے بحال غریبان بنیوا زسد ز کوہی ست کہ دستم بعد عاز زسد کہ طے بحر حلہ عاشقی بہت زسد علایج دیدہ عاشق تو تیا زسد</p>

<p>بود چہ حال دل خستہ بہ بہمن را ز کاخِ نازِ لطف تو گرد و اندر</p>	
<p>۱۹۴ شد نمک ریز و آداسے شکر میں بام نمود کے بسنا داں سے نمایاں پھیرا پھیرا نمود در حجر گرا پھیرا بام گریہ میں نمود آپ پھیرا بام تلخے آں لعل شکر خار نمود</p>	<p>لعلِ سیریش کہ با تلخِ کار سے بام نمود لفشِ دنیا و نظرِ لبرِ خواب است یک بہیم صبح کا ہے خستہ گل کے کُند من گوارا سا ختم نہیں ترا ز جہان عزیز</p>
<p>مے تواند گوشتِ مقصود دادن بہ بہمن دیدہ ما آنکہ بہرِ مصلحت دریا نمود</p>	
<p>۱۹۵ چشمِ یک چشم زدن از تو جدانتوں کرد چہ توان کرد اگر کشتِ دو تانتوں کرد بعد ازیں بہرے بادِ صبا توں کرد خویش لاگرتوں کم ز گیا توں کرد</p>	<p>دیدہ را جز بر رخِ خوب تو دانتوں کرد بے تعظیم قد و ناز تو اے سر و پا دلِ آشفته دلاں در خمِ زلفش خوں شد پائے ہر کس کہ بود منتِ او بر سر پا</p>
<p>بہ بہمن ہر چہ خدا خواست ہمارا شد نسبتِ ہر چہ بود غیرِ خدا توں کرد</p>	
<p>حافظ و مہار</p>	
<p>۱۔ نواب سعد اللہ خان کم ایک دفعہ لکھنؤ پر فرماتے ہیں: غرضے کہ محض شوقِ صحبتِ عالی آباد ہو ایمان کر دماغِ سخنِ نداشت، بدیہ گفتہ فرستادہ امید کہ با صلاحِ حصارِ مکملں ساری در آید بہار ۲۔ حضرت عبدالرحیم صاحبِ لعل اگر الزی یہ غزلِ مہار فرماتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ اس غزل کی نسبت بہ بہمن / اندہ فرماتے ہیں: ”غرضیکہ تبارکئی طرح شدہ بود، مرقومِ تلم شکستِ تم گشت“..... بطلانِ اربابِ سخن در آرد وہ اندہ اے اصلاحِ نمائیں“</p>	

رویف ذال معجبہ

صبا میار ازاں یار در لطف کاغذ کلام لب شکوے دست کرد حیرانم شب فراق بود عاشق شمشک را شرار در جگر زرد چنانچہ کرد کباب زگرہ چشم برہنہ سیاہ گشت سفید	۱۹۶	کہ بے رخصت بجگر میرند شر کاغذ کہ تازہ مشت نہک رنجیت جگر کاغذ ز خون دیدہ سیامی از چشم تر کاغذ بحیرتم کہ چہ سچیدہ بود در کاغذ کہ داشت پیش نظر شام تا سحر کاغذ
---	-----	---

رویف لے مہملہ

چگونہ از تو شود خاطر شکیب پذیر صبا ز سنبیل زلف تو سہو نبرد کرا مجال سخن پیش روی دست گر ز حیب صبح چو خورشید بر درانم	۱۹۷	کہ دست عشق تو شد درو لم گریا بگم کہ کرد مجر حُسن تو با دور زنجیر ز حال خود بزبان نگہ کنم نقش بر اگر بیا و سر زلف او کنم شبگیر
--	-----	--

درود دارا

اثر سنگ کند برہنہ در دل آید
 خموش کرد مرا نالہ سائے بے تائید

نہ ہے بام ہوس گشتہ بچو رخ اسیر کجا بعالم تقدیر پے توانی بُرد فلک کیسیہ عمر تو نقد بُرد و ہمنو ز سر پہنچہ نہیں ادب کلاہ غرور	۱۹۸	بفکر خام فروماندہ در تخیل و کشیر کہ ماند بر بغلط در شجہ تدبیر چو طفل ناز کنی در کنار عالم پیڑ دل شکستہ بدست آرد دست تحیر
--	-----	---

باہل جرم چو سرمودہ کہ غنڈ
 ز روئے لطف و کرم عذر برہنہ بند

شے دارم زلف او گر منتار	۱۹۹	کہ دارد با گر فتاری سرو کار
-------------------------	-----	-----------------------------

<p>بغفلت مرد نادان در فریب است زنا همواری و دنیا گذر کن نمک بر جزم دل نشان که بستی دل آزاد گال کے رشتے از دست خستین غنہ سائے بکمال وہ چمے بندی نظر بر خرمین گل بآزاری سپر مورے منہ چائے زمانے گوش کن بر قول سے بدست آوردن دنیا ہنر نیست</p>	<p>بند نیاد دل نہ بند مرد ہوشیار کہ آسائے بگذرانند مرد ہموار نبودی لعل خواباں گر شکر یار نئے بودی اگر آن طہرہ طرار پس آنکہ سیر کن در صحن گلزار کہ گل درویدہ سینا بود خار کسے را یک پر موئے نیاز چہ سعدی بلبل فرخندہ بنقار یکے را اگر توانی دل بدست آر</p>	<p>بخت و بختی خدا را اس منزل کے اختیار کنی غارت گری نہ کنی (سعدی)</p>
<p>بر مہمن ہر کہ دارد دست در کار دلش باید کہ باشد سوئے دلدار</p>	<p>۲۶۶ عجز نیاد</p>	<p>کہ مہشکتہ دلائیم و اوشکتہ نواز بروئے اون تو ال کرد ویدہ محرم راز کہ غفلت ذراہ حقیقت اہل حجاز بسوی قبلہ آنروی میسکن نماز</p>
<p>ز روئے بحر بنہ بر زمین حسین نیاز چو آشک پرودہ در حال از دنا است من روغ سینہ ز تاریک ظلمت طلب خوش آن گردہ کہ محم کردہ قامت دل</p>	<p>۲۶۷ عجز نیاد</p>	<p>موج دریا و شکیبایی استین دارم ہمنوز من ز خایہا امید و در بین دارم ہمنوز وز خجالت روی عصیان زمین دارم ہمنوز چہ سرم از ہند رفت چشم آنسیرین دارم ہمنوز</p>
<p>دیدہ ام شد خشک و طوفان دگر دارم ہمنوز میرسد نزدیک تر ہستم شکار برزدگار از دامت دو آہ من گذشت از آسما بیگناہ است آنکہ بر آید بر جہت کہ جرم</p>	<p>۲۶۸ عجز نیاد</p>	<p>موج دریا و شکیبایی استین دارم ہمنوز من ز خایہا امید و در بین دارم ہمنوز وز خجالت روی عصیان زمین دارم ہمنوز چہ سرم از ہند رفت چشم آنسیرین دارم ہمنوز</p>

<p>و این عصیان آب دیده شستم برهنه لیک نقش سجده ثبت بر جبین دایم منور</p>	
<p>بگذشت عمر گرم تنافس منور دل سے بر بجل لب لکشاں کشاں آید بهار رفته چمن تازگی گرفت عشق آتش طلبید برافروختست ما</p>	<p>۲۰۲ ای نون دیر مرغ پر شکسته طپان در نقش منور در گوشش نرسیده صدای جگر منور بر شاخ مانده میوه مانیم کس منور نبهاں کنیم شعله بد اماں خس منور</p>
<p>گشتم سر برهنه از تیره باطنی از لذت گناه نه کردیم بس منور</p>	
<p>کعبه که آبرو برد در گلو مرید چون غنچه عیش کن بگریبان فکند گر خون دیده جوش زند صبط گرید کن از هر که بشنوی سخن تلخ گوش کن</p>	<p>۲۰۳ خود داری آب اندود دیده ریز و آبرو مرید در عمر یک دوروزه چو گل رنگ بو مرید هرگز ز دیده قطره اشک نشد مرید بیهوده آبرو ز پی گفت گو مرید</p>
<p>در شربت که زهر غمش نیست برهنه هرگز بسوی لب میبرد در گلو مرید</p>	
<p>ساخت بر گرم مرا نشاء صهبامروز کار امروز بفسرد و منفکن جام بی جام در گردش و ساقی بخریفان سرخوش نوبهار است جنون جوش زناں می آید</p>	<p>۲۰۴ خنده آورد مرا گریه صیبا امروز ننوال خور و غم و عسده فردا امروز مجلس خوب تر است هبیا امروز همیناں آمده دیوانه و دانا امروز</p>
<p>برهنه نظم تو از عالم بالا آید گهر افشانند بر دوش عقیقه شیریا امروز</p>	

<p>گذشت وعدہ وی حسیّت و مہیاں امروز کہ بہت طوطی ^{بہت} شکر فشاں امروز کہ چسپت سایہ سرے زیر آسماں امروز کہ آمد این عنبر ل تازہ برباں امروز</p>	<p>خبر ندادم از آں یارِ مہرباں امروز صلادیدید، بمرغانِ ریزہ خوار سخن ز آفتابِ حوادث کہے نیاساید سخن ز عالم بالا مگر فرو آمد</p>
	<p>گذشت نوبتِ محبوس ز کارِ خائے عشق برہمن است دریں کنہ دو دماں امروز</p>
	<p>ردیف سین مہملہ</p>
<p>کہ رویِ خویش در آئینہ بیند رویِ کس اگر در آتشِ غیرت بسوزد مویِ کس بجاکِ سینہ کمتر است می آید فوے کس ہم لب تشنگان ترے گرد گلوی کس سلامت کم رود زیں کو چہ بویِ کس بغیر از چشمِ تیرہ پوہ باشد دستِ مشو کس</p>	<p>انگار بر من نہ است عنانے بیند بویِ کس سرے نثار و بالک آں ماہِ ہلالِ ابرو نہرا راں بخیہ باشد کارِ گر چاکِ گریبان را جہاں دریائے پرچوشت آنا کر تاراں میان گوشتہ میخانہ با تیرہ جرحہ خو کس خجبارِ دامنِ آلودہ را چشمِ ترے باید</p>
	<p>برہمن سینہ خوش آورد طوفانِ نرشد چشم چہ خوش باشد کہ آید فتنہ باز آید بچو کس</p>
	<p>ردیف شین مجرہ</p>
<p>چو گلِ سخنِ جگر غرقہ در گریبان باش ز کرد ہائے خطا بعد ازین شیان باش بگیم جرحہ ز پیمانہ و بہ پیمان باش</p>	<p>چو غنچہ در رہ تسلیم پادشاں باش علاجِ زنگِ گناہ صفتِ شیبِ شیب ادب ز صفتِ ندانِ پارسا آموز</p>

چو ابرگر به کن و بچو برق خندان باش	بیا زلف و رخ آن نگار در شب تار
خیال زلف بتاں برهن مده در دل و گرنه همچو نیم صبا پریشان باش	
در حیرتم چنانکه ندانم گناه خویش افزاده ام بیکه مرا در پناه خویش آسوده ام به سبزه شربت گیاه خویش من مهر فوره لم نه نمایم ز ماه خویش	شربت دلم بسنه و رون بپناه خویش جز قامت بلند تو ام دستگیر نیست آن لب لب شکر ز بانم که در چین تا ماه اقتباس کند نور از مهر
تا برهن ز خاک نشیناں او شدم بر سرق آفتاب بسایم کلاه خویش	
که جز بسا اصل غم نیست حد پایانش گر سینه چشبه امید کرد هاش کس که چاک هوس نیست در گریانش که موج چشمه عشقت و زرخدانش	شدم به بحر محبت غریق طوفانش فلک بساط فرو چید و اهل عالم را همیشه چاک جگرش دست همت اوست دل چگونه ازین سبیل جان تواند برد
قدم دلیرانه برهن بود سینه عشق بزار قافله گم گشته در بیا بانس	
ردیف صا و مهمله	
نهان خوش است آرایش زباں خلاص میان سینه بود مهر تابجاں خلاص برون رسیده عاشق با تهاں خلاص که هست قاعده راه عاشقان خلاص	بود همیشه مرا با بتاں نهان خلاص مرا درون برون صاف شد بیک رنگی تو خواه مهر کن و خواه قهر کن زود قدم پنه بره عشق و خلیص او شو

ساند دہرہ کا ہے	میان کیش برہمن فادیکنگی است کہ قامت دریں کسند دودمان اخلاص	
	رولیف ضا و معجمہ	
کہ نقد عجز کف میرود، مکئن اغماض چو غنچہ تنگ مباحش اندرین شکفتہ ریاض ز روشن گریہ مرارنگ دیدہ گشت بیاض خطا کند چو نصیحت کرم کند اعراض	۲۱۱ بر گرای بر دزدیال	نذار سید گبو شتم ز سبدہ فیاض و جو د مردم دانا بود ہمیشہ بہار ز بسکہ تا سحر از غم گریتم بفرار بروئے دوست مرا خستہ یار باقی نیست
	برہمن از غرض خویش دارد استفنا خوش آن کسی کہ بروں آمد از غم اعراض	
	رولیف طامہلہ	
کہ زاد حسن عمل میرسد براہ صراط تو بہر گریہ ہنگامہ گسزیدہ لباط بفصل گل چو چمن بست گفدم را چہ نشاط طراز کسوت عسیر غریب چوں خیاط	۲۱۲	چہ بستہ دل آزادہ را بکسندہ لباط زمانہ بہر تو دیسائے عمر ہے پیچید بنو بہار نگرد و شکفتہ غنچہ دل زمانہ در خور قدہا نیان دوزد
	کے بروں نرو د برہمن نگردش چرخ نمودم این سخن از دو چرخ استنباط	
	رولیف ظاہر معجمہ	
چند ہیودہ کند دریر با جاعظ	۲۱۳	فسر قی بسیار بود از بر ماتا و اعظ

<p>باز محتاج بوعظ و گران خواہد بود پنبہ در گوش من انداز کہ در نرم نشاط راہ دیوانگی از عالم دیگر باشد</p>	<p>گر نشیند بسر مو عظم با ما و اعظ بادہ ہم صحبت من گشتو مینا و اعظ ہست در بزم جنوں ہنیدہ گو یاد اعظ</p>
<p>بہر ہمین پسند کسی در دل با جان کند چہ کند بادل آلودہ سودا و اعظ</p>	
<p>رولیف عین مہملہ</p>	
<p>ہر نفس پروانہ بال نشان شود بر نور شمع دو دمان اشک فروزاں بسے و قوت گرفت در خیال آفتاب سوئے او مغیر سرم از سر و غ شعلہ چشم عند لب آگاہ</p>	<p>۲۱۴ موسلی عشقست زان سر زبر ناز طور شمع قابلیت کرد تا پروانہ را منظر شمع ذرہ ذرہ تا سحر میر سحیت چون کا نور شمع ثبت بر بال و پر پروانہ شد منظر شمع</p>
<p>اے ہمین چہ را در سوختن افروختن مینو آن موختن از خاطر رنجور شمع</p>	
<p>رولیف عین معجمہ</p>	
<p>ز بسکہ لخت جگر آیدم بروں زرد ماغ میں بکو ہتی خویش و با فراتر نہ کند مرا از نسیم بہار مستغنی بوسے گل شدم از دست گرم خواہند</p>	<p>۲۱۵ مرست دیدہ ترکش و گریباں باغ کہ بال بہت پروانہ سے رسد بچراغ اگر نسیم سر زلف اور رسد بد ماغ میان برگ گل تازہ ام کنند منراغ</p>
<p>اسیر ماند دل بہر ہمین کہ ممکن نیست بدو حسن تو زان خط سبز خط سرخ</p>	

ر د ی ف ا

۲۱۹۷ بگرد عارض او تا سیاه خط زده صفت
متابع عقل بد کان عشق نایا سبت
مراست مہر تو در دل چو مشک در ناف
تو تیر عمر زہ بن برت در کہ بتولے

۲۱۹۸ نقادہ کار دل ناتوان با دو طرف
کہ ہست مایہ دانا بشہر عشق تلف
مرا خیال تو در سینہ چوں کہ مہر صدف
کہ ہست سینہ صافی دلاں بجائے ہدف

برہمن آنکہ عم از سینہ خزن بر برد
بیانک چنگ بگویم کہ نسبت جزئے و دو

غزل بیان

ر د ی ف ق ا ف

۲۱۹۹ توئی کہ ساقی وحدت نہ کوثر تحقیق
بہ جبر معرفت ایزدی دلت غوص
تحققان ز تو تحقیق حق کنند نام
بے تو سرور و جزا فریش حق
بکلب فیض نگارندائے نقش کمال
ظہور خواست جمال حقیقت ازلی
عرض بخوبی ذات تو عین جوہر شد
تو چشم کردہ بر آب سینہ حقیقت باز
جہان تیرہ بر آبد ز ظلمت آں گاہ
بر آسمان حقیقت ترا عروج سزد

۲۲۰۰ نخست او بہرست تو ساغر تحقیق
ز قہر فکر بر آوردہ گوہر تحقیق
کہ ہست ذات شریف تو مصدق تحقیق
قضا کشید بر آں صفحہ سطر تحقیق
رقم بنام تو کردند دفتر تحقیق
ترا از فیض ازل کردہ مظہر تحقیق
ز عرض حال تو پنداشت جوہر تحقیق
لغاوتے ز بہرست نیست تا در تحقیق
چو مہر فکر تو سر زو زخا و تحقیق
کہ ہست ذات شریف تو محور تحقیق

سرگرمیانی نام غزل کا کلاں شمار زماں کو کہ پانچ ہی ہے

ز روئے لطف دل تیرہ برہمن را

<p>فردغ رائے تو آورد بر سر تحقیق</p>	
<p>۲۱۸ وے زاصل سخن نکست نشد تحقیق کہ حکم عقل بود از برائے این تفریق مدار شتہ بہمت بقدر تعویق کہ بررقیہ تقصیر خود کند تصدیق</p>	<p>۲۱۸ تمام عمر صرف شد لعل غریق بمکش بصفہ آیام خط بطلاں را گرہ کشائیہ آیاد برین ان داری قبول عذر گناہ از کسے توں کرد</p>
<p>دگر نہ بہت ہے دروڈیاں بچینی ہمکنہ</p>	<p>۲۱۹ یکے شست خط خواہش اچھیہ کرل بے نوشت برہمن شکستہ و تسلیق</p>
<p>رولیف کاف (برہمن)</p>	
<p>۲۱۹ زچا کہائے گریباں بکوچہ از باک کہ صیت گوشہ نشینان گذشت از افلاک خیال ناقص انا کجا کند ادراک خانی شا اگر جواب رواں میروی بر درجاک</p>	<p>۲۱۹ کسے کاز غم عشق تو سینہ اردچاک بگرد دامن شان گرد امتحان نرسد بروں زخم و خیالست صورت معنی دریں سارے پسینگی غب را را ہمشو</p>
<p>بے بنانی دہر</p>	<p>۲۲۰ عزم زمانہ مجھ عیش زمانہ مے گذرد دریں رباط کھن برہمن مشغول غمناک</p>
<p>رولیف کاف (نفاذی)</p>	
<p>۲۲۰ برامید وعدہ دیرینہ مے آید تنگ پیش تاب ز کف دروئے او کرا باشد قرا شاند در ہم میشو آئینہ مے آید تنگ گر رسد دروئے خیال کینہ مے آید تنگ</p>	<p>۲۲۰ از عزم حیراں دلم در سینہ مے آید تنگ پیش تاب ز کف دروئے او کرا باشد قرا شاند در ہم میشو آئینہ مے آید تنگ گر رسد دروئے خیال کینہ مے آید تنگ</p>
<p>در لباس ظاہری باشد برہمن صحن لباس</p>	

	مرو را از خرقہ نشینہ آید تنگ	
	ردیف لام	
<p>۲۲۱ء کہ بہت ذات تو فارغ ز غم و غفل و خیال کہ در ہولے سیر بام او کشاید بال ز عشق فیض و گریافت این شکستہ مجال بعضہ تو نہادن قدم کراست مجال</p>	۲۲۱ء	<p>نود و پچوہ تو گردیدن خیال محال کجاست طائر اندیشہ را مجال نخست مرا چو آئینہ شد سینہ در تصور و دست مجال تنگ شود چوں بعصرہ تورہ</p>
	<p>بجز روزِ حشر برہمن حساب پیش آرند بابِ دیدہ بشویم نامہ اعمال</p>	
<p>۲۲۲ء علاج دروگنہ تو بہ شد پس از چل سال بہ نقص غیر نہ چنید عارفان کمال ازین پس من تو فنی و ستقامت حال ز دوستے آئینہ دل و دوزنیک طال</p>	۲۲۲ء	<p>بشے بلطف خداوندانہ و متعال کمال و نقص چو یک شود یکے گردد چو تو بہ را نہ باشد بوائے غم عبار را بہ طلب چون بدیدہ ام بہ</p>
	<p>دو دیدہ ترکند و آبدیدہ پیش آرد بروز حشر گرا ز بہر من کنند سوال</p>	
	ردیف میم	
<p>۲۲۳ء رستم چو آرام درین آگہ فقیم مادام صبحی زہر شام گہ فقیم کام و دوسم از یاد صبا دم گہ فقیم ایں فائدہ از گردش ایام گہ فقیم</p>	۲۲۳ء	<p>در سلسلہ زلف تو آرام گہ فقیم بیداری مادست نہ در کبر صبح در راہ غمبت چو نہادیم قدم را چوں میگردد و عمر زاندیشہ چہ چہ</p>

<p>حقانی و صاف</p>	<p>تا پائے نہادیم برہمن برہ عشق کونین باندازه یک کام گرفتیم</p>	
<p>چو گل ز لخت جگر خوں دلستین دارم چفت نہا کہ ز چشم تو در کین دارم کہ من مقابل آن جان آہنیں دارم بدل خیال سر زلف عنبریں دارم</p>	<p>۲۲۳</p>	<p>چو لاله داغ عجم عشق بر جبین دارم گمے بختوہ سیاہ گمے بغیر زوہ ترا اگر دل سنگیں بود مرا چہ زایل ز اضطراب نفس بخوم بسینہ گر</p>
	<p>مرا بر شتر ز ناز آلفستہ خاص است کہ یادگار من از برہمن ہوں دارم</p>	
<p>نچاک دل گواہی میدہ چاک گریبانم مگر شک نہ است فضا ساز ز رنگ عصیانم چو من بیمار نادانے شدم نیست درمانم بناداستہ بد کہم چو دستم پشیمانم</p>	<p>۲۲۵</p>	<p>بحوث بچو بر نوبہاں چشم گرایم غبار معصیت آئینہ دل تیرہ میدارد ریض جسم را ناصح علاج از توبہ فرماید بشوید و این آلودہ را اشک پشیمانی</p>
	<p>برہمن ابر رحمت دہن لودہ میخواہد بباراے ابر رحمت بر سرم کاٹو دامنم</p>	
<p>کینہ چرخ نشد کمنہ و ما کمنہ شدیم ما خود از کش کش خوف مر جا کمنہ شدیم بر امید نفس باہر صبا کمنہ شدیم وہ چہ جستم درین مرحلہ ما کمنہ شدیم</p>	<p>۲۲۶</p>	<p>دعایم تازہ این چرخ دو تا کمنہ شدیم روز و دیوان حسرتا چہ کذا اہل حساب سبزہ خاک نشینم کہ در راہ نیاز ز سیم بشیرے و نہ دیدیم رواج</p>
	<p>برہمن تازہ کند ابر بہاں راں روئے گر چہ مانند گیا ورتہ یا کمنہ شدیم</p>	
<p>بار زلف مدہ تاسب کہ از تاب نفستیم</p>	<p>۲۲۷</p>	<p>مخمر مسکن دیدہ کہ از خواب نفستیم</p>

چو گل

<p>مشکل کہ من از شوق بگرداب نیستم بر رئے زمین اُفتم و سیراب نیستم من دسپے این مطلب نایاب نیستم</p>	<p>در چاہ ز خندان تو موجیست دل افروز آن سبزہ خشک کہ موموم دہداستش مقصود دل از سیر دو عالم نتوان یافت</p>
<p>اے برہمن از بہشت گشتن جو گل نو چوں غنچہ ہمہ وقت بخوبی حساب نیفتم</p>	
۲۲۸۷	
<p>کے نفیسے کس در آید اسچہ ماہمیدہ ایم ما بخود بیگانگان را آشنا ہمیدہ ایم آں فراغتہا کہ درد لعل گدا ہمیدہ ایم خوشیستن را دانہ اس آسیا ہمیدہ ایم</p>	<p>عالم صورت بمعنی آشنا ہمیدہ ایم در حقیقت نیست چوں بیگانہ در روزگار در میان جامہ دیا کجا آید بدست آسیا کی چرخ میگردد بگرد روز شب</p>
<p>فغان تغیب بجا فغان بے ثباتی</p>	<p>اے برہمن ہر یکے در جہل ہر مہماست ما برہمن ترک آزما عا ہمیدہ ایم</p>
<p>۲۲۹ براہ عشق کربستہ رضا کو تو ام زیر پائے تو مانند نقش پائے تو ام بہر کجا کہ روم تابع رضائے تو ام ہمیں قدر کہ ادا ہم نگہائے تو ام</p>	<p>از من بزم کہ تھل جھٹائے تو ام جد انیشوم از خاک استمائد تو بجز رضائے تو دم بر نہیں آورد چہ نسبت با تو در مختلف دانی</p>
<p>۲۳ گر فنی خطا عہدہ بندگی از قمری من ہم مرا چوں غنچہ کاٹے شہد گریبان چاک امن ہم کہ عمر میتواں آساں سہر بردن بگلشن ہم</p>	<p>برہمن از سر کو سے تو سے رد و بیروں تو آفتابے و من ذرہ در ہولے تو ام</p>
<p>۲۳ تو دایہ خطا آزادی بے سر و سون ہم شرا صد بار منت بزرگوار اللہ و کجاس نہلے باغبان از سیر گلشن غنچے بر من</p>	<p>۲۳ تو آفتابے و من ذرہ در ہولے تو ام</p>

مرا از خندہ گل، گر یہ بلبس! بیا و آمد	کہ باشند در جہاں پیوستہ با عشق و شوقین ہم
تو ہر جا و سہ میر کس بجائے خوشیں میجوید	تو از نہ ہی بجایہ
کہ دارد از بہا عشق سامانے کہ من دارم مرا از گنج گوہر مے گذر خط مستغنی طوق نا امید دی در کیں امید ما دارد غبار آرزو برگرد و دامن کج اگر دو	۲۳۱ شو گل داغ از پی چاک گریبانے کہ من بدست توحش کلک گوہر افشاں کہ من دارم برادر دمنز منزل راہ آسانے کہ من دارم دو عالم چوں غبار افشانہ امانے کہ من دارم
برہمن در دکان نکتہ سخاں کہ بہا دارد	متابع راہ نگان و فضل رزائی کہ من دارم
ماز شدم زلف مشکینش سحر سے خواہم از دیار یار مے آئی نسیم زلف گو سرگراں داریم و مخوریم ساقی ہمے سینہ بریاں دیدہ گریاں حاصل او دو لب	۲۳۲ قصہ شہا مے ہجران مختصر میخواستم از تو اے باد بہاری اینقدر میخواستم گر نباشد جام مے خون جگر میخواستم گر نہ سبب قلع خشک و تر میخواستم
سدا راہ ما برہمن طرز جنوں میشود	در محبت ورنہ ما طوطی دگر مے خواہم
روزگار سیت کہ در کویتو مسکن دارم ہولائے میر زلف تو دلم در بند است در بہارم ز خزان سبیش بود حیران بگریاں ز نغم دست کہ چوں غنچہ شوق	۲۳۳ بنیال تو دل و دیدہ چو گلشن دارم مغ آزادم و در دام نشین دارم بلبل زارم و ہنگامہ نشین دارم خون دل میخورم و پائے بدامن دارم
ہر یکے در پیے کم گشتہ خود میگردم	من نظر براثر راہ برہمن دارم

حافظ علی محمد علی دہلوی

ہر چند بسنگِ خار سازم ہر نقش کہ سرزد دیرت است	۲۳۳ درد دارا	ہا سنگِ دلاں چہ چارہ سازم بیہودہ چہ استخارہ سازم
آفتابِ روزگار بسیار کو ابنِ نوحہ دل کہ باطل اُفتاد	شاہان کی ۲۳۴ درد دارا	وقت است کہ با کنارہ سازم آں بہ کہ بدست پارہ سازم
یک بار بہ برہمن نظر کن تا باد و ہواں دوبارہ سازم	یاد دارا	
ما در دلِ خویش نہفتیم و نگفتیم در شستہ و شزگاں ہمہ شب آنہ اشکے	۲۳۵ درد دارا	شب تا سحر از دردِ نہفتیم و نگفتیم از غیر نہاں داشتہ نہفتیم و نگفتیم
در راہِ محبتِ خیالِ قریبے او آں حرف کہ از راہِ محبتِ خبرے داشت		صد مہلہ را بافرہ رتیم و نگفتیم از غیر نہفتیم و نگفتیم و نگفتیم
در سینہ خود را ز غمِ عشقِ برہمن چون غنچہ بصد بردہ نہفتیم و نگفتیم		
در انتظارِ نوش تو بایش ساختیم در اختلاطِ نیست دورنگی بکیش ما	۲۳۶ درد دارا	در گنجِ بے کسی غیم خویش ساختیم یکساں بہر تو نگور و درویش ساختیم
کونینِ غمِ قصہ بود آہنگِ دانش است یک قطرہ خونِ برونِ بچکید ز درون		در عالمِ رضا بکم و بیش ساختیم مانند طفلِ غنچہ بصد ریش ساختیم
ما سازگارِ عشقِ بتانیم برہمن با کس نہ ختم و بایں کیش ساختیم	درد دارا	
در دندمِ نظرِ جانبِ رویِ دارم چاکِ در سینہ عاشق بود آسایش دل	۲۳۷ درد دارا	مومو مشوقِ رخِ سلسلہ موئے دارم کا فرم گر ہوس تا رر فوئے دارم
نشوم بیدہ ممنون تو لے بادِ شہمال		کہ ہوا در سہلزاں غالبہ محوئے دارم (دانا)

یاد دارا

دیدہ پیش از دل و دل پیشتر از دید و د	در دوا	باز کوئے گدے بر سر کوئے دارم
در دوا	برہمن خشک نگر دوجین خاطر من کہ من از دیدہ تر آب بجوئے دارم	
از خون دیدہ بود شد آب لے کہ دایم شد بحر ما وسیلہ غدر گناہ تا بر فروغ صورت معنی نظافت تا با خیال روئے تو گردید آشنا	۲۳۶ در دوا	وز لخت سینہ بود کباب لے کہ دایم شستم تر آب دیدہ جاسے کہ دایم از پیش دیدہ رفت حجاب لے کہ دایم فارغ نشست دیدہ ز خولے کہ دایم
در دوا	دارد بیا دروئے تو آباد برہمن ویران دل شکستہ خرابی کہ دایم	
حل شد ز فیض عشق محال کہ دایم ہموار شستم باز از دہ حساب سرستہ ماند از زہماں در میان دل ز آب تپ عشق چو آئینہ صاف شد	۲۳۹ در دوا	حاصلے دگر فرو بجاسے کہ دایم با خویشتن جواب و سوالے کہ دایم یکساں گذشت نقص و کمالے کہ دایم آن کند و شکستہ مفاصلے کہ دایم
دار کے بعد مزاج کا زوال	عمد شباب میر و د از دست برہمن آید مگر بخواب خیالے کہ دایم	
یاد آں روزے کہ روئے وز کار دایم اختیار کار با در عمدہ گرد وں نبود در دل را راجتی از غمساںان میرسد ہر یکے در صحن گلشن بر گلے وارد نظر	۲۴۰ در دوا	سرو قدے بر کنائے جو سار دایم ہر چہ میگردیم با خود اختیارے دایم غم نبود از غم چو یارے غمساں دایم مانظر حلوہ آل گلعداں دایم
	دیدہ جوش آورد از استکبار برہمن شست و شود دایم اگر دل بجا دایم	

سرگز از خانہ سپے کیست تمنا روم	۲۳۱ع	سیر عالم کنم و یک قدم از جانہ روم یاد بخون کنم و از سپے دانا نہ روم از سپے گنج گہنالب دریا نہ روم بہر تہ تجربہ بدریوزہ میسانہ روم
بر بہمن یوسف من در دل من جاد دارد	یاد دارد	من ببا زار طلب بھجوز لہجہ نروم
مست عشق خانہ ویرانہ را کم کردہ ام	۲۳۲ع	وز سرستی رہ میخانہ را کم کردہ ام سر گنج شمعیت سوزاں شعلہ بر من مینزد گر بجاوی سینہ ام حرفے نئے آید دل دانہ دانہ اشک اگر از دیدہ ام زبردست
ہاں بر بہمن ہمتے ہمراہی من کن کہ من	درد دارد	در خم زلفش دل دیوانہ را کم کردہ ام
دور از تو ہجو نقش بدیوار مانده ایم	۲۳۳ع یاد دارد	در بیچ و تاب عشق گرفتار مانده ایم اوپر طرف کہ میسنگری جلوہ میکند گر نشیت خم کنیم تواضع زمارہ است جمعیت حواس طلب کن نہ گنج فقر
استر ناموئے ماشدہ ز تار بہمن	یاد دارد	مادر میان چو رشتہ ز تار مانده ایم
ما عیش خود ز جور فلک کم نمے کنیم	۲۳۴ع یاد دارد	بہودہ لپکت ہمت خود ہم نمے کنیم آن خشک سبزہ ایم کہ در موسم بہار چوں طفل غنچہ خون جگرے خوریم و بس

از خود گذشتن است سخن درین طریق	یاد دارا	خود را براہ عشق تو محرم نمی کنیم
ما بر ہمین نظر بنگر تازہ بستیم		بیہودہ سیر گلشن عالم نمی کنیم
ہمیشہ عذر ز لہجہ کئی عذر خواہ گیم	۲۴۵ مراۃ النظیر	ملذت کرمش رغبت گناہ کنیم مگر محبت گناہ نامہ سیریاہ کنیم ستارہ را بشماریم و یاد ماہ کنیم مگر ز خون دل دودیدہ را و راہ کنیم
مقام بر سر گویش بر ہمین از سر شوق		تمام عمر ہمید یک نگاہ کنیم
فغان کہ عمر بسر رفت مانہ فہمیدیم	۲۴۶ دین	ز بہت بود جہاں مدعا نہ فہمیدیم کہ خار را ز گل باز نہ فہمیدیم غرض ز گردش این آسیا نہ فہمیدیم زلف نسبت باد صبا نہ فہمیدیم
صفائی سبب طلب بر ہمین کہ در رہ عشق		بصد زباں اثر سے دردہن نفہمیدیم
ما خود بزرگ و بویہ رخ گل گرفتہ ایم	۲۴۷	پردانہ ایم شیوہ بلبل گرفتہ ایم زانو ہمیشہ دامن سنبل گرفتہ ایم این ملک را بتبع تخیل گرفتہ ایم ما کام دل ز فیض تنزل گرفتہ ایم
بسیار مانده اند گراں بار بر ہمین		ما ز اوراہ خویش تو گل گرفتہ ایم

<p>۲۴۸ جوں شمع سوختم نہ افسانہ ساختم بایں شمع تاب زلف تو چو شانه ساختم در گنج عنبرم چو گنج بویرانہ ساختم فارغ شدیم بادل دیوانہ ساختم</p>	<p>۲۴۹ باشمع رشتے دوست چو پروانہ ساختم باصد زباں زبان خموشی نکو بود آباد باد ملک مروت کہ مانجولیش بامناسخت قاعدہ عقل و رمیش</p>	<p>۲۵۰</p>
<p>نا آشنا شدیم بر بہمن نجویشتن با آشنا نیسے دل بیگانہ ساختیم</p>		
<p>۲۴۹ جوں ہلال در خیال طاق ابروے تو ام ما گرفت اے بھائے یکسوئے تو ام اے ہواں صید تو من صید آہوئے تو ام من بہر جانے کہ باشم رو دل سو تو ام</p>	<p>۲۵۰ روزگارے شد کہ مشتاق ہوئے تو ام موسوئے من گرفتارست چوں درندہ تو اے ہوسے چشم تو چشم آہواں اغیہ کرو از خیالت نیست خالی چار سوئے روزگار</p>	<p>۲۵۱</p>
<p>بر بہمن دیگر ز حال خویش آگاہ نیست رفقہ ام از دست پافستادہ کوئے تو ام</p>		
<p>۲۵۰ ہر آنچہ مرشد کابل دہت بول گنم کہ روزگار چر اید عرض طول گنم بیائے کہ علاج دل ملول گنم نہر اوجہ باہنگ یک اصول گنم</p>	<p>۲۵۱ علاج تیر گئے طبع بو الفضول گنم شب است یاد زلف او کہ باددرازا ز نیم شبہ خجاندہ نشاء در کاست سرای اہل محبت ز عالم دگر گشت</p>	<p>۲۵۲</p>
<p>بر بہمن از اثرے صحبت خدا طلباں چہ عیش با کہ نہ در گوشہ خمول گنم</p>		
<p>۲۵۱ گر بر آرزو آتش و موباز آہستم خواہم از رتبہ انجام با غار آہستم گاہ در پائے بت و لہر طر آہستم</p>	<p>۲۵۲ نہ چو پروانہ بیک شعلہ ز پرواز آہستم عشرت آں بود کہ در تہ نہادانی بود گاہ در حلقہ آں زلف و تادست زہم</p>	<p>۲۵۳</p>

کس نہت کہ میل نظرش جانہ کسیت	انکجا درپے آں چشم فصول ساز فتم
برہمن پسند کسے جانکند در دل من	خود شوم ناصح در گوش خود آواز افتم
۲۵۲ یاد دارا کہ دارد این دل شوریدہ کہ من دارم کہ با خیال تو خلوت در انجمن دارم کہ من معاملہ باز لطف پر شکن دارم سخن من بسخن و من با دشمن دارم	نہ میل گشتن نہ خواہش چمن دارم در اختلاف تفاوت منے تو انم کرد مرا بنجال خط اخیال سودا نیست سخن ہمیشہ من ہنر بان من سخن
بتار ششہ ز تار کردہ ام پیوند	نظر بقاعدہ کیش برہمن دارم
۲۵۳ کمال عزت من اینکہ بندہ شام غلام معتقد و مخلص ہو اہم وے فتادہ پیائے چو سبزہ کرام بدانت نزد دست من کہ کوتاہم	نہ صاحب زر سنے اہل دلت و جاہم مُرید بندہ منت پذیر احسام چو سر و گرچہ بازادی آیدم مشہور مرست دست طلب سپند من تو بلند
دارائے دفا	اگر زمانہ دگر گوں شود ز جانہ روم برہمن از روش روزگار آگاہم
۲۵۴ منت پذیر بایدہ ہیچکس نہ ایم موقوف یک شرارہ آتش چو سنہ ایم محتاج گوشتال صدائے جسن نہ ایم ما عاشق تو ایم ز اہل ہوس نہ ایم	۲۵۴ ما ریزہ چیں ز خوان کساں چوں گشیم ما چوں ہمندریم بسوزیم و شگفتیم ما را نگاہ براثر راہ رواں بس است برما خدنگ غمزہ گر میزنی بجا است
۲۵۵ ما مرغ مسدودہ ایم برہمن درین طریق در بند آب و دانہ دام قفس نہ ایم	۲۵۵ فوداری

<p>نامہ اعمالِ ستر پاسبانہ آورده ایم دیدہ غم دیدہ گریاں گواہ آورده ایم بر درِ میحانہ لے ساقی پناہ آورده ایم صد جگر خوشد که تاب یک نگاه آورده ایم ماکہ پاسبانے تو من مہمت یراہ آورده ایم یاد آ ز منے کہ ماہِ بروئے ماہ آورده ایم شعلہ کوئے میانِ مشتِ کاه آورده ایم تخفہ اہل محبت درد و آہ آورده ایم</p>	<p>۲۵۵</p>	<p>حاصل عمر از جہاں نقدی گناہ آورده ایم باورست گریست حالِ ما ز بہر امتحان جرعہ در جامِ احسان کن کہ مانند کا ہرگز از طاقتِ نظر اہرہ دیگر خواہ در رہ خواہش نگر در نہ بجائے کشد در میانِ سببِ آتشِ زویش بہا و فراق آبِ آتشِ زیرِ اشکِ ماہِ ترگاں در گرفت از دیارِ عشقِ مے آیم حالِ خوش است</p>
<p>ماہِ بزمین جہ طاعت ز بہر افتخار بر درِ شاہنشہ گیتی پناہ آورده ایم</p>		
<p>ہمچو خورشید و ماہ تابان نیم لا خبم ہمچو گل پریشان نیم سرِ جیم و پا بد اماں نیم غیر دریا و وقف طوفان نیم قطرہ خوں بدوشش مژگاں نیم بندہ روشناس عصیان نیم طرسہ سنگین دل و گراں جانیم</p>	<p>۲۵۶</p>	<p>از لباسِ زمانہ عیالی نیم سکہ طبع شگفتہ داریم بخوشی چو غنچہ ساختہ ایم ہر شب از موجِ گریہ خونین یادگارِ ہمارِ ناکا مے جب سین روشن است دلِ گناہ شبِ ہجران لبم لبِ برہیم</p>
<p>بزمین نارسیدہ بر سر کار ہمسرِ برہم خوشیش نادان نیم</p>		
<p>ہمچو گل تازہ ام وصالِ پریشان دارم کہ من این رازِ خود دارم نہ پنهان دارم</p>	<p>۲۵۷</p>	<p>عاشقِ غنچہ صفتِ پائے بد اماں دارم گر ندانی کہ مرا با توجہِ رنِ لیت چہ باک سوزِ لیت</p>

<p>غنم بھجانی من آمدہ و جمیسہ رانم رُخِ دل کے رو دازد ام ہوئے تو بروں شمشیر لطف تو خاصیت دیکر داد تازہ زم تو جدا یکدوسہ روئے بضرور ہجوآن لبلبل شوریدہ ام از گلشن دور سر شوریدہ دل آزرده دماغ افسردہ راز دل تا نکند اشک چشمیوں پنجہ قدرت من در گرد امین نشست</p>	<p>کرت کے دھنی بالی کی زدی میں ہے درود دار امی کو بھجایا ہے</p>	<p>دوسہ لخت جگر دارم و حمال دارم خویش را بستہ یک شہ آسان دارم لطف کن لطف کہ امید فراوان دارم نہ ہوئے گل و سنے شوق گلستان دارم کہ دل سوختہ و دیدہ گریاں دارم من ز سباب جہاں اس سر و سامان دارم دوسہ خار پر شرہ برویدہ نگہبان دارم ورنہ چون گل ہو سر چاک گریبان دارم</p>
<p>برہمن در غم او کم نتواں بود ز شمع شعلہ در دامنم مالیب خندان دارم</p>		
<p>در خیالت دیدہ راجوں ابریشانی کنم مائے بے عیش نگذاریم حال خویش را خوش بود چو غنچہ با جمیع دل ساختن کار مشکل میشود در آرزوئے مدعا بے ندامت ہر چہ میخواہی نہ آید بہت خون دل آغشته بالخت جگر آید بروں</p>	<p>۲۵۵ صید چن</p>	<p>از گریاں تابدا ماں گوہر آفرینی کنم ساغر سے گریبا شدہ زم رُوحانی کنم چند چوں زلف بٹاں سنی پریشانی کنم مابہ ترک مدعا بر خویش آسانی کنم بعد ازیں سر در گریبا سنے پشیمانی کنم در دمنے چند جمع آریم مہمانی کنم</p>
<p>برہمن دانائی از حد سے بری نصاحت ساعتے بنشین کہ تا ہم یاد نادانی کنم</p>		<p>ماہم با توانا دانای کنم</p>
<p>ما تو بہ زنا صواب کر دیم از مشق کتہہ سیاہ شد دل نادانی ما گناہ مسابود</p>	<p>۲۵۶ فلسفہ</p>	<p>بر رفتہ بے خطاب کر دیم ماسینہ خود کباب کر دیم در دفتر خود حساب کر دیم</p>

دیر آمد و ایم گر چہ در کار بیرارنی ناسخت کارے گرچی نفس نبود باقی	در دیر بے شتاب کر دیم آسودہ شدیم خواب کر دیم مادیدہ پہ چوں جاب کر دیم
از نسخہ آسمان بھمن حرفے ددستہ انتخاب کر دیم	
بے یار و دست خواب کر دیم عشق آیدہ اتشہ برافروخت زلف سپیش بہار آشفست آن نکتہ کہ غالی نام دارد	نظارہ آفتاب کر دیم ماسینہ خود کباب کر دیم چوں یاد ز مشکب کباب کر دیم از روضے تو انتخاب کر دیم
از ریف تولد رگشت آواز دارد خبر راز جنوں بھمن ہر فنہ کہ بارباب کر دیم	
ایں دل شوریدہ را روزے بھمن قطرہ اشکم کہ مادریم کافی کے بود ماؤ دل بکجاستارے رایگان داریم گرچہ نادانیم اما نسخہ اعمال را چوں غبار راہ بیقہ ریم در عالم و لیک از نگاہ میر عشوقان کسے ہرگز نیافت	آخر این برگشتہ را با غلش تنہا میریم دامن آلودہ خود را بیدریا میریم در دکان عشق آل اہم بسو دا میریم بہر اصلاح خطا ہا پیش دا نا میریم زنگ از آئینہ تار یک دہا میریم ازت خاص کہ ما از فر و ابا میریم
از سخن پیداست قدسے ہر فن ہن بھمن رشتہ نظم سلسل تا شہ تایا میریم	
روضے ادب و خواب میدیم فقد عمرے کہ دیرے آید	تا سحر آفتاب میدیم در گذشتن شتاب میدیم

آتشِ عشق بر فروغِ مستم اند حاصلِ گریہاں سے نسیمِ شب کس نے مینہ از فراشِ جگر کس نیا بد بیدار آنچہ آمد بصرِ ایجاں عالمِ در حجاب ماندہ کرد دیدم ہر چہ از ترہ میرخت گلِ رویش چہا دیکر دیم	پیشتر سے دیوانِ برہنہ میں آتشِ عشق بر فروغِ مستم اند حاصلِ گریہاں سے نسیمِ شب کس نے مینہ از فراشِ جگر کس نیا بد بیدار آنچہ آمد بصرِ ایجاں عالمِ در حجاب ماندہ کرد دیدم ہر چہ از ترہ میرخت گلِ رویش چہا دیکر دیم	عیشِ راکبِ بابِ میدیم تا سحر فتحِ بابِ میدیم آنچہ من از راکبِ بابِ میدیم آنچہ من شبِ خوابِ میدیم ہمہ را انتخابِ میدیم من ہو بے حجابِ میدیم ہمہ در خوشابِ میدیم اتکِ خود را گلابِ میدیم
--	---	---

برہنہ در شمارِ عشرِ عزیز

اکثر شہرہ ہے حسابِ میدیم

کتبخانہ آذر

دیوانِ برہنہ

گروہ دیوان جو حضرت آذر کے قلم سے ہے قلمی جنابِ برہنہ ہے مگر اس میں بھی غلطیاں ہیں، مثلاً غزل نمبر ۱۶۰ دیوان مذکور میں ایک دفعہ نمبر ۶۱ اور دوسری دفعہ نمبر ۷۷ درج ہے اور ایسا ہی اور چند غزلیں، ہر دیوان میں یکیاں غزلیات نہیں، مگر بحیثیت مجموعی حضرت آذر کے دیوان کی غزلیات کی تعداد سب سے زیادہ ہے

لقاب از شرحِ چہ بردار و گاہِ آفتابِ من سز لفتش کہ خوبوستہ دارد با پریشانی مرا دلِ شکستہ کبابِ دلِ شکستہ بار آورده ترا و عقلِ بیرون سے شامِ در پیٹے طلب	۳۱۱ چون از شہرِ خداداد	نظر رہی بجا بش بیشتر کرد حسابِ من پریشاں تر شوقِ ہمیش ساز و اضطرابِ من تک ریزن بستم آئے شیریں بر کبابِ من مرا از قربِ نازل دور سے دار و شبِ من
---	---------------------------	---

<p>دو عالم از کتاب قدرے او یک رقی باشد نہ شک یکمی دریائے رحمت آب خوش آرم</p>	<p>بود از ایک رقی یک نکتہ عشق انتخاب اگر در روز شش در میان آید حساب من</p>
<p>برہمن تا بصر عشار از ہم چشم نکشایم اگر آید شبے آن آفتاب من بخواب</p>	
<p>مرا در نیم دندان آبروے میتوان داد ۲۶۵ بهر کس گر چه نتوان ادا کسان جان شیرین را برافشان کاکل و منت بلایے پریشان نہ بغفلت صبح شد ساقی بخجورال صفا ده</p>	<p>یک شبہ خبر از ہم رنگ بود میتوان داد بیایے گفدارے متذکر میتوان داد که صدف و شمشاد تار موے میتوان داد که چون میباید کرد باز موے میتوان داد</p>
<p>برہمن فصل گل چوں دید بلبل در فغان مرا هم رخصتے برگفتگوے میب تواند داد</p>	
<p>گرا تو جفا رفت نیاید گدا از من ۲۶۶ ما بر اثر راه رواں گام نہ سادیم بوسے ز سر زلف تو خواہم بجنون ادا در راو طلب پائے من در یک میایاں</p>	<p>آئین جفا از تو خوش و حوصله از من گامے دوست گزینش بود ناغله از من تا تازه شود درسم در بر ہلہ از من از گرم روی پیشش بود آبلہ از من</p>
<p>از تو غزل تازه دریں قافیہ گفتن و ز لعل لب دوست برہمن جملہ ازین</p>	
<p>چند باید بخش زلف پریشان دیدن ۲۶۷ چشت آلودہ بنظارہ غیر است ہمنون در خیال سر زلف تو لبشہائے دراز صورت معنی اگر در نظر پدید نیست</p>	<p>صورت کفر و آئینہ ایماں دیدن روسے مقصود باین باصرہ نتوان بین چہیت جمعیت دل خواب پریشان بین باید از آئینہ چاک گریاں دیدن</p>
<p>ساختے چوں مژدہ چشم برہمن پیش نیاں افزنی</p>	

بدست خان بود و چشم میتوان داد

نیاں افزنی

	اسے کہ داری ہوسس موجب طوفان دنیا	
<p>۲۶۸ اشارتہ سائے ابر و بزل دیوانہ زوناخن کہ دوزخ سرمہ امرو زوئے شاد زوناخن چوں آں شمع کہ روشن گشت ہر پر زوناخن بحرف آشتادرسینہ بیگانہ زوناخن</p>	۲۶۸	<p>نہنا غمرہ اششیں سینہ فر زاد زوناخن نہیں نام آرا زوئے زلفنیکیت در شاد زند بر سینہ نشتر غمرہ اشش چوں چہ زوناخن چہ میگوید نام عند لیب بر نشان کا مشب</p>
	<p>برہمن قصہ عشق از سر دیکار میازد میان سینہ ام لیل بایں افسانہ زوناخن</p>	
<p>۲۶۹ اے مرغ پشکستہ فغاں در نفس کمن غفلت نہ احتیاط نفس یک نفس کمن از خویش پیشش باش و نظر باز پس کمن انچو حسب اعتماد صحت جرسن کمن</p>	۲۶۹ لیفتم	<p>آزادی از شکنجہ عالم ہوس ممکن شاید ہمیں نفس نفس واپس بود در منزلے کہ راہ بیاباں ہمیں رسید ازاں پیشتر کہ صبح بر آید روانہ شو</p>
	<p>در شاہراہ عشق مزن لاف برہمن پرد از عن لیب ببال ہوسس کمن</p>	
<p>۲۷۰ برائے امتحان زیں بادوشن شد چراغ من سر سرم ندارد ہجو داغ لالہ داغ من میان آتشیان خار چوں بلبل من گند باد صبا بیودہ در تباں من</p>	۲۷۰	<p>غبار کوئے آو شد عطر پرے داغ من بوئے ہیج مرہم چشم زخم و نشہ ہرگز نظر بر دے کل دارم فوسے در گنج غم باد من آں غم کہ دارم آشیانہ رو من صحر</p>
	<p>برہمن بادہ صافی دلاں خو جگر باشد بجہر گزشتہ آلودہ دلمان ابلاغ من</p>	
<p>۲۷۱ مصفا و شاد آرائینہ صافی سفال من مبوسے تو بہر دم دست آسان شد محال من</p>	۲۷۱	<p>صفائی صورت معنی چو آمد و خیال من ہزاراں عقدہ در کار از فساد نفس بستم</p>

<p>ز انکسب لاله گوی بارغ محبت تازه میزد بجز ز معصیت خاموش اگر باشم روا باشد</p>	<p>که آب از چشمه عین جگر گیر و نهال من که پید میشد از بے زبانی انفحال من</p>
<p>بر بختن امتحان حال باید مرد عارف بقال من نظر تو را - کردن بجال من</p>	
<p>خدیگ غمره صید افکن ابرو دکان من ز صدره می در آید تا برد از زلف عاشق میان اوز و بار یک و من بار یک ترا زو و دامن تنگ او چو غنچه دار در برگ گل بهار</p>	<p>۲۴۲ چو طبع من بجوش آورد و غیر امتحان من نگار بے چاکه شو خست نامهربان من انگنج پیکر خوش میانش در میان من بهنگام تبسم راست خواهد شد کان من</p>
<p>بر بختن از سخن پیداست تقدیر سخنان اگر او حال من کافیت طبع نکته دان من</p>	
<p>بود زلف و رخسار دیده آشنا کردن بمد عانه رسد هر که مد عا طلب است هوای گفتم وصل تو چو سیاه و آید دلیل صفا فی آینه بضمید بود</p>	<p>۲۴۳ دل شکسته گرفتار صد بلا کردن چه مد عاست به از ترکی مد عا کردن چو طفل غنچه تو را چاک صدف کردن خبرار کوسه تو و دیده تو تیا کردن</p>
<p>بدر عشق بر بختن بسیار و غمشل باش که تنگ عشق بود و خواستش دوا کردن</p>	
<p>اگر مرد به زانو شده نشین هر سو که روی سستگ تعلق برده آید از صحبت ارباب جهان گشته گزین شو شاید که بیای اثر سے توست میانش</p>	<p>۲۴۴ و از کار جهان بگذر و گزیده نشین و از همه کس و رکش و گزیده نشین و آنکه بهر دیده پدید آمده نشین دم و رکش و باریکتر از موشده نشین</p>
<p>خواهی که گشتی از روشن عمر مستان</p>	

ایک لحظہ بھمن بسر جو شدہ بنشیں		
۲۷۵	بہ یک تیر جڑے آبِ زندگانی میتوان داد دور در سے داد عیش و کامرانی میتوان داد بہ دور چرخِ جام و دوشکائی میتوان داد بشارتہائے عمر جاودہ دانی میتوان داد	دل ساقی شرابِ زعفرانی میتوان داد چو از کس نیست حاصلِ رجاں پورہ کام بگرداں جامِ ساقی بر دلِ احباب منت نہ بیکم گر ہوائے فتنِ بیروں بگرد دروڑے
جوانی میر و داور دستِ پیش از یونم پیری بھمن داد ایامِ جوانی میتوان داد		
۲۷۶	با بر و ماہ من بر ماہِ نوحہ جان نہ ناخن کہ حرفے گفت نادانی و بردانا از زندناخن صد اخیر دیکسے کہ ربِ مینا از زندناخن میان چشم عاشق صورتِ ویا از زندناخن	نہ تنہا عمرہ آتش و رویدہ مینا از زندناخن صغیرِ عذیب از جا برد اہلِ محبت را دل چوں شیشہ نازک گشت اگر دشت گئی بجز بروئے بسترِ آرام بگذار و چنان پہلو
تہ بھمن کہ و گرد شہائے چشم دست او گرد کہ بر غیرے نگاہ اندازد و بر ما زندناخن		
۲۷۷	اغچہ آسا بود دلِ سرور گریبان داشتن ہیچو ابر تیرہ باید چشم گریبان داشتن عشق اگر تجویز میگوید ز سامان داشتن سوفتن با خواہش و لب چوں بق خداں داشتن	خوش بود چوں سو یاد در زیر دامن داشتن در خیالِ ماہِ روئے و شبہائے فراق لحبتِ دل بسیارے آورد بر مرقانِ ہجوم سہت در بزمِ محبت شرطِ اول دریاں داشتن
دست اگر داری بھمن جا مہ جانِ جاں کن نگاہ از دشت از جاکی گریبان داشتن		
۲۷۸	علاجِ تیرگی چشم تر توان کرد نشانِ پائے تدارا عہد توان کرد	عبارتہائے تو کلی بصر توں کرد بنزے کہ جو خیالِ ممکن نیست

<p>مگر چہیں بل ادا تر توں کردن چہ کار با کہ بخون جگر توں کردن تمام کردی اگر ای قدر توں کردن بش ابرو یقین چون گذر توں کردن گر اعتماد بروزد گر توں کردن کہ طے مرحلہ برنیشتر توں کردن</p>	<p>حاجی</p>	<p>اتمام گریہ شود قطره قطره ریزش کن تو سخت بخیری از نصال خاطر خویش شکست نفس درستی دهد در آغوش برون زرقہ ہنوز از در بچپہ انکار تمام عمر با امید وعدہ باشم شاد قدم چہ گونہ گذارد کسی درین ادی</p>
<p>برای عشق برہنہ بختیہ حمایت تفاوضے اگر از پا و سر توں کردن</p>		
<p>آہنہ تجوہ واد شنبہ تظاہرین ایں رسم کہنہ تازہ شود در دیارین دام بلا بود شکن زلف یارین آساں گذشت روز من روز کارین</p>	<p>۲۴۹</p>	<p>آمد جو آفتاب سحر دکنارین عمریت کز طریقہ بخنوں اثر نماند ہر مرغ دل کہ رفت از آن حلقہ برگشت با سستی زمانہ چون زمی گرفت دل</p>
<p>ہرگز دغونہ گریہ نیاسود برہنہ آب روانست گریہ بے خستہ یارین</p>		
<p>بگلشن آشیای ماند بلبل میتوان کرن ز فکر دور بین روزے تغافل میتوان کرن فراغتہا بہ اسباب توکل سے توان کرن زہر جزوے نظر برشتہ کل سے توان کرن</p>	<p>۲۵۰ بگلشن آشیای ماند بلبل میتوان کرن</p>	<p>بہار آمد نظر بر سبز و گل میتوان کرن دو روز سے داد عشق و کامرانی میتوان کرن ہمیں جن عمل زاد طریق ساکاں باشد نظر بہ اصل مطلب است باید مدعا عرفا</p>
<p>زنا ہمواری دغیب گذر کردن بود اوٹے برہنہ ہر چہ پیش آید تحمل سے توان کردن</p>		
<p>سخن گزشتہ سادہ میانیہ توان گفتن</p>	<p>۲۵۱</p>	<p>بہار آمد سخن الزام و صہبائے توان گفتن</p>

<p>ز ناداں ہر چہ پیش آید بہ دانا متیوں گفتن بغواص سخن از فقر دریا سے تو اس گفتن اگر در دل کے گنجیدہ بھراے تو اس گفتن حدیث عشق جاں نوز است اہام متیوں گفتن</p>	<p>پیش از نادان ہر چہ پیش آید بہ دانا متیوں گفتن</p>	<p>شکایت باز عقل ذوق و فنون پیش جنوں م ارم تو ساحل گنج از شورش دریا جنر داری بہ ہر دل تنگ نہ تو اس گفت غمہا سے محبت را بر ہمین ہوش باید گوش ہرگز بر نہ تابد</p>
<p>روایف ہائے تہوڑ</p>		
<p>در سہلے جو در دل با جا گرفتہ تادست جام گردن مینا گرفتہ اسے آنکہ خانہ بر لب دریا گرفتہ اسے نالہ راہ عالم بالا گرفتہ</p>	<p>۳۸۲</p>	<p>تقصا ہمیں نہ جب ابدل ما گرفتہ دست الم بد من عیش کجارسد امین مشور سیل حوادث بروزگار باقدسیاں پیام دل زار مانگوئے</p>
<p>آزادگان ہوس گزینند برہمن اسودہ کہ ترک تمت گرفتہ</p>		
<p>گرد گل رخسار تو بکسل نہ برد راہ زان گوئہ کہ از زلف بجا کل نہ برد راہ جس نہ ہر ہے اہل تو کل نہ برد راہ در کوئے طلب منکر و تامل نہ برد راہ</p>	<p>۳۵۳</p>	<p>در سلسلہ زلف تو سنبل نہ برد راہ پائے دل من در خیم زلف تو شکست است در راہ طلب ہر کہ قدم پیش گزار ہاں دم کن از باد صبا یکدوسہ گاہے</p>
<p>در ہر قدے چشم برہ دار برہمن در باد یہ عشق نفسا فل نہ برد راہ</p>		
<p>دل من سوخت آیا در دلت باشد اشریانہ کہ نیساں در قصہ از قطرہ مینہ د گہر یانہ کہ خواہد شد شبے این قصہ من مختصر یانہ</p>	<p>۳۸۴</p>	<p>ز حال من کہ جو غم بے تحت زاری خربانہ اگر چشم نزم گوہر نقاش گرد عجب نبود بیا در زلف او با خویشتن افسانہ بیگویم</p>

دل صاحبِ لاں پر درودِ خونِ جگر باشند	بہم آغشته لبّ دل و خونِ جگر یانہ	
	بہرِ بھمن گریزِ کامِ دل بدستِ آیدِ تغافل کن	
	نہالِ نا اُمیدی نیزے بجشدِ شریا نہ	
مگر و کَلّت چُسنبلِ دریاں بر آمدہ	۲۸۵ طواریا سے خواب پریشاں بر آمدہ	
دارمِ دلِ شکستہ کہ در را و انتظار	خونِ گشتہ و زو امنِ مژگاں بر آمدہ	
دریا سے غلّ زہر مزہ مے آور و بردن	چشمِ کجِ چشمہ اُلیست ز طوفاں بر آمدہ	
وستم و گرز شوقِ گنجِ در آستین	تا در ہوائے چاکِ گریباں بر آمدہ	
	جیرانم از تلونِ احوالِ بے لکھن	
	و انا مَوَدّۃ و مہرِ ناداں بر آمدہ	
رسید و لہرِ از دورِ بارِ یخِ چوسِ ماہ	۲۸۶ چو ماہ بر سرِ خود کج نہادہ طرفِ کلاہ	
ز پس کہ چاکِ جگر لذتِ دگر دار د	چو دستِ سوئے گریبانِ برم شود کوتاہ	
بروزِ حشر تہی دستِ رفتنِ آساں نیست	مگر بہتِ برمِ نامہ سیاہ گماہ	
دوستِ کہ دہم کس دلیلِ دہراں را	و سے ز تیرِ حقیقتِ کسے نشد آگاہ	
	قدمِ کشیدہ گذشتہ پچنگانِ طریق	
	ز فکرِ نامِ بھمنِ مہوزِ ماندہ برآہ	
باز این کلاہِ گوشہ کہ بر سرِ شکستہ	۲۸۷ دلہائے بیدلاں مہمہ از بر شکستہ	
ساقی چہ طرفِ ساقی بدستِ بودہ	سے رنجی لباعنرِ دساغر شکستہ	
تاواں اگر ز لعلِ دہے در حبابِ نیست	تو دلِ شکستہ کہ گو ہر شکستہ	
شرمتِ ز غلّیش باد کہ پیمانِ توبہ ا	صد بار بستہ و دگر شکستہ	
	سیرابِ بادِ گلشنِ بہت کہ بکھن	
	لب تشنہ جامِ بربِ کوثرِ شکستہ	

<p>۲۸۸ باہاہ و آفتاب برابر نشستہ ہاں قسمتے کہ بربک کو تر نشستہ صد گوش بر ترانہ دیگر نشستہ چوں سنگ ہم تر از دے گوہر نشستہ</p>	<p>۲۸۹ آستہ آنکہ صبح بائے و ساغر نشستہ آستہ پیرے فردش بیا نیز جرمہ چندین نوا گوش تو ہرگز اثر نکرد جو ہر چہ نیت صحبت نیک تر اچہ سود</p>
<p>۲۸۹ باخوشتن ساز برہن کچھ گفتہ با اہل روزگار مکرر نشستہ</p>	
<p>۲۹۰ کانہ بچہ عشوہ فروشتے نمکینے آن ماہ ہلال آبروے غور شید جلینے عشقے و کدشتن ز سر مذہب دینے باید دل صافی و صفائی و یقینے</p>	<p>۲۹۱ دیدم صنمے ماہ رخ لب شکرینے ہوشے و قرارے دیکھے ز دلم برد اینجا بود کشکش سجد و ز تار حق عمل از تیرہ دلہا ہواں یافت</p>
<p>۲۹۱ جہ بولھنے فوش سفخہ تازہ ادا کے طبع کہ کف سیر دریں تازہ زینے</p>	
<p>۲۹۲ بود چو شاخِ خزاں دیدہ از شمر خالی شد آستین پرودا ماں پرودہ جگر خالی مدار از گہرا شک چشم تر خالی کہ نیت آتش سوزندہ اندر خالی</p>	<p>۲۹۳ بچشم اہل خرد و داند ز شمر خالی ز لب کہ خون جگر ریختم ز گوشہ چشم ز سینہ زنگ برد گریہ کہ صاف آید ز سینہ ام شمر را آتشیں برون آید</p>
<p>۲۹۳ بسوز نیم شبے ساز برہن بہ نیاز کہ آہ خستہ دلاں نیت از اثر خالی</p>	
<p>۲۹۴ سخن نما ندولب اگر گفت گونشد خالی ہنوز این چمن از رنگ و بو نشد خالی ہزار حبام شکست و سبوتہ خالی</p>	<p>۲۹۵ گذشت عمر و دل از آرزو نشد خالی ہزار روستہ گل از گلشن جہاں بروند ہمیشہ گرمی بیخار جہاں باقیست</p>

<p>بانتہا از سد گر چہ راہ داد می عشق</p>	<p>خوش آنکدیک نفس از جستجو نشد خالی</p>
<p>پراز خیال تو شد موبو بر مومن را دل از خیال رخت نیم نمونشد خالی</p>	
<p>سینہ از ہر تو ام نیست ز سر مو خالی نہ ہمیں در شکن زلف تو دلہا جمعند مرد را دئے خوش و خوشی نکوے باید گر چہ آواز رہ عشق ندارد پایان</p>	<p>۱۹۲ تنگ عشقت سر مو ز جسم تو خالی نیست نوکِ مژغہ و گوشہ ابرو خالی گل چہ از دچمن چوں بود از تو خالی نا توانے نتوان شد تک و پو خالی</p>
<p>بر مومن ما و سخن ہجو گل و بوئے کلیم در حقیقت ز سخن نیست سخن گو خالی</p>	
<p>دینا چہ بود کمنہ سارے و خرابے چوں آب رواں میگزر د عجز گرامی بر دیدہ من عینکِ خورشید حجابست معتوق من از غیرت من از سر حیرت</p>	<p>۱۹۳ خواہے و خیالے و حجابے و سہرابے دین ہستی موہوم نیز د حجابے پیدا است میان من و آن ماہ حجابے چوں صورت دیا بہ سولے و جواہے</p>
<p>آنجا کہ در رحمتِ دُر بر ہر ہر باز است باشخ و بر مومن نہ خطائے نہ عتابے</p>	
<p>میں ادھو تو نامہاں نگار کسے خزاں قریب تماشا ئیں عشق نسبت بروئے بحر دلم موج ہر رنجوست قہار اگر طلبی اسے دل میدہ بگیر</p>	<p>۱۹۴ کہ نیست بردی تو دستِ اختیار کسے مرا چہ کار بر سبزی ہزار کسے کجا بخاطر من بگذر و غبار کسے قرار در شکن زلف بقیہ ہزار کسے</p>
<p>تمام سر لوں بود پر مہمنِ محنور نے نگاہش اگر بشکند خار کسے</p>	

<p>بدنام خاص عام بایں نام سے شوی از خال دانہ سے نہی و دام سے شوی دل سے بری زد دست دلا رام میثوی صد بار پختہ میثوی خام سے شوی</p>	<p>۲۵۵</p>	<p>عاشق مشوک شہرہ ایام سے شوی ایسے زلف باز بہر گرفتاری دلم جانہا فدائے دلبری و شوخی تو بہر لحظہ تو بہ سے کئی دو میبکینی گناہ</p>
<p>نہ</p>	<p>مرد آزماست بادہ توحید بہر بہن نا آزمودہ ست بیک جام میثوی</p>	
<p>مخت و قدر دلش بدیدہ بنشین زنارسی است اگر نارسیدہ بنشین اگر کشور دل آرمیدہ بنشین زدل بردوں زدی گر بدیدہ بنشین</p>	<p>۲۹۶</p>	<p>دراں مقام کہ خواہی حیدرہ بنشین بانہا نرسد گر چہ راہ وادی عشق تو زگرہ شش گردوں ہرزہ گرد چہ پاک گماں مبر کہ زدل تا بدیدہ رہ باشد</p>
	<p>برہمن ارہوس کینج بیکسی داری زمن دو حرف قناعت شنیدہ بنشین</p>	
<p>فکر بسیار لبودا ز پریشاں داری نگہ عشقت اگر چاکہ گریباں داری گر بمہم عمر زغم دیدہ گریباں داری</p>	<p>۲۹۷</p>	<p>ایکہ در دل ہوس حظ جو اناں داری عاشق آنست کہ پوشیدہ بود از دلش دیدہ عشق بیکہ قطرہ آبے نہ نمکوند</p>
	<p>برہمن درویدر یوزہ کند جمع بخوشش بامید سے و خیالے کہ تو دریاں داری</p>	
<p>شکینہ زلف تو اندازہ گرفتاری دلم رسیدہ بند از نا فہمائے تاتاری بسیا مبر کہ عشق اگر دے داری کہ گشتہ چشم تو خوردم مردم آزاری</p>	<p>۲۹۸</p>	<p>شہ سے لب تو نمک ریز در شکر باری چو بوسے عجز زلف تو در مشام آمد ہر سنا جان گرای بینم جو بخشند اکو چہ گوئہ دل ز غمرہ ات تواند بُرد</p>

ہر لحظہ زہرِ طرفِ قصد اور است

گر شبنم تو شنائے آواز شود

کلیاتِ برہمن

معروف

گلزارِ بہارِ برہمنِ نظم

افصح الفصحی، ابلغ البلغا، مبطل ہندستان، ہندوئے فارسی ان

لئے پندت چند بھان برہمن

میشی شہزادہ داراشکوہ واقع نویں حضور دیوانِ عظم اور گزنی ناؤ بنطیر

رباعیات

دیگر متفق کلام

مرتبہ

فضیلتِ تاب کلماتِ انتسابِ جنابِ دیوانِ رائے جگونت رائے صاحبِ جہادِ سماجی

ایم ۱۷۱ ایس بی، ایم پی، ایچ ۱۷۱ ایس

رباعیات

مارا چو سجال خود شناسا کردی (۱) از خار گل فز قطره دریا کردی
از عمدہ شکر تو یوں چون کنم امید انیم آنچه با ما کردی

ما رنر شناس عالم ایجا دیم ۲ ویرست جان ما درو آبا دیم
امروز درین قفس خود آمده ایم فدا کہ قفس شکستہ شد ازادیم

ما ذوقئے شبانہ را میدنیم ۳ افسانہ عاشقانہ را میدنیم
بے تنفس دست و پا برقص آردل ماسورش این ترانہ را میدنیم

ما پست و بلند روزگاراں دیدیم ۴ ما فصل حسنراں نو بہاراں دیدیم
در راہ طلب دوستی باید تاخت ما خلق شامہو اراں دیدیم

ما از پیئے عیش در جہاں آمدہ ایم ۵ از بہر نشاط جا و داں آمدہ ایم
ما از حساب خط آزادی بس خارج ز غم سود و زیاں آمدہ ایم

ما راز مے شبانہ مستی دگر است ۶ دارستگی ز قیود مستی دگر است
ما بر ہمیں لیک در نہیب مس حق دیگر شغل بت پرستی دگر است

آں نصیم و باہیکسم کار سے نہ (۷) دل بستہ سجز گوشہ دیوار سے نہ
بازار پر از مستاع دانش ہر سو اما اثر از گرمی بازار سے نہ

من کیم از راہ دراز آمدہ ام (۸) در عین حقیقت مجاز آمدہ ام
از سیکدہ عشق درین دیر کہن صد بار بر فل رفتہ دو بار آمدہ ام

مانگ رخ عالم بقایافتہ ایم (۹) از مین ازل نشو و نما یافتہ ایم
گویند جز این جہاں دگر است ما از دو جہاں ہمیں ترا یافتہ ایم

ما شیفۃ ز گس جہادوئے تو ایم (۱۰) آشفۃ ز لف عنبریں بوئے تو ایم
چوں ماہ رخے تو سجدہ فرما کر دو خم گشتہ ترا از ہلال ابروئے تو ایم

ما سنل و زلف ایکے دانستیم (۱۱) ز بختائے دو تائیکے دانستیم
ما را چو خویش آشنا ساختہ اند بیکار و آشنا یکے دانستیم

تا بوئے سحر و بد ما غم آمد (۱۲) از ہر دو جہاں خط فر غم آمد
ہر جا کہ ز عشق من بادیے برقتا پروانہ شد و سوئے چرا غم آمد

اے آنکہ بدیدہ آشنا سے آئی (۱۳) دل بردہ دوست دلربا سے آئی
جائے نگذاشتم کہ نے من باشی با اینہم عشوہ از کج سے آئی

دلِ درخِ زلفِ یار بستم و فوشیم (۱۳) و گدگوشه عافیت نشستم و فوشیم
هر چیز که بود رنجِ رُوحِ خالی بود بهیانه آرزو مشکیتم و فوشیم

تا که غلط راهِ پوس پیوَدن (۱۵) وین مرسله زابهر نفس پیوَدن
چوں مرغِ شکسته پر براری همه عمر در هتدے راهِ نفس پیوَدن

تا چند ز چویر فلک آزرده شوی (۱۶) و ز گردشِ رُوزگار افسرده شوی
چوں غنچه بجمیت خود را ضعی باش زان پیش که گل شوی و پژمرده شوی

دلِ مایلِ غیرِ رویاں شده است (۱۷) آشفته تر سنبلِ بکویاں شده است
از سیرِ مو دگر نئے آرد یا د تا و از موئے رنگِ مویاں شده است

در عشقِ ز مغزِ پوستِ مے باید رفت (۱۸) آنجا که نه رنگِ دُستِ مے باید رفت
تا و دستِ بُوئے و دستِ مے باید رفت سر رشته بدستِ دوستِ مے باید رفت

فواہم که ز شرکاں همه شبِ غمِ ریزم (۱۹) در دامنِ خویشِ اشکِ گلگونِ ریزم
از خونِ بگردد و دیدام پر شده است معذورم اگر دو قطره بیرونِ ریزم

از بابِ جهانِ نقشِ پر آبِ اندم (۲۰) بے مغزِ مپ از سرِ بابِ اندم
لب تشنه در پئے شرابِ اندم بر آتشِ آرزو کبابِ اندم

اربابِ جہاں نمود بے بود ہمہ (۲۱) در بندِ زیاں و رپے نمود ہمہ
تا یک گستاخانہ روشن عقل با سید آتشین پر از دود ہمہ

آنا کو ز عشق رنگ دبوئے دارند (۲۲) در گلشنِ عیش آبروئے دارند
چون غنچہ لبِ زباں خوش اندوئے در پردہ بولش گفتگوئے دارند

دل در غم زلفِ یارِ خواہم بستن (۲۳) بر خود در اختیارِ خواہم بستن
شاید دم نہ بخیش در خواب در دیدہ خود بکارِ خواہم بستن

یا دلی دردناک خواہم کردن (۲۴) پیرا بہ صبرِ چاک خواہم کردن
آلودگی کہ در میان آمدہ است با آب و دیدہ پاک خواہم کردن

آنا کہ گفت گوزبانہ دارند (۲۵) مانند جسس ہرزہ فغانہ دارند
چیز بر دیشانہ فلک نکشائند آہن کہ ز راہ کاروانہ دارند

ہرگز نخریم در جہاں بچ غم (۲۶) باشد کہ بطورِ خویش باشیم و غم
چون بیش و کم زمانہ قاتی باشد وانا کمند نگاہے ہمیش و کم

در خلوتِ دل راہ ہر کس نہ ہند (۲۷) رہ بر در این شعلہ بہر کس نہ ہند
خوابِ دلِ عشاقِ امانت ہیرند آنا چو طلب کنند واپس نہ ہند

اسباب نشاط و کامرانی همه ایچ (۲۸) چوں درگذر است زندگانی همه ایچ
گیرم که شادی گنج معانی همه ایچ ذریع ندانی و بدانی همه ایچ

امروز که تار در میان آمده (۲۹) تا درنگی ز دل سبب آن آمده
از بار دگر چه حاصلست خواهد بود گیرم که دوباره در جهان آمده

شب با سیر زلف دوست پیمای بتم (۳۰) هر تار برشته دل و جان بتم
تا خنده صبح در میان خواهد بود آن عهد که با دیده گریا بتم

این کار جهان که در شمار آمده است (۳۱) تا درنگی صلاح کار آمده است
بر که ده تقدیر سخن نتوان کرد هر چیز که هست سازگار آمده است

از عمر گذشته یاد نتوان کردن (۳۲) خود را بفسانه شاد نتوان کردن
عمری که بدست تست از دست رده (دوان) کم نتوان اگر زیاده نتوان کردن
(آورد)

در هر چه نظر کنی صفائی دگر است (۳۳) هر جا که روی بر تو جائی دگر است
گر گوش تو آشنای آواز شود هر لحظه ز هر طرف صدای دگر است

سرای عشق و دانی عشق است (۳۴) اسباب نشاط و کامرانی عشق است
هر خسته آب زندگانی عشق است عنوان صحیفه معانی عشق است

آئے خواجہ نہ نام نے نشانِ خواہد ماند (۳۵) حرفے دوسرے برزباں خواہد ماند
ہر چیز کہ بہت از میانِ خواہد رفت (خطاب بہ) جز نامِ خدا کہ در میانِ خواہد ماند
اور گزین

شاہنشاہی کہ در جہاں شہی از دست (۳۶) با دولت و تخت ملک آگاہی از دست
او خاصہ چو آفتابِ عالمگیر است در خیال و چشم ز ماہ و ماہی از دست
(در عہد دولت باو شاہ عالمگیر آقا خان)

کلامِ دیگر

(جنابِ رحمن کا جبردار اور کلامِ نظم آنکی دیگر تصانیف میں دیکھا گیا وہ حسب ذیل ہے)
شاہِ عالمِ مبینِ فرمانِ تو باد (۳۷) لبریزِ ادائے شکرِ احسانِ تو باد
چوں ذاتِ تو خلقِ را نگہاں باشد بہر جا باشی خدا نگہاں تو باد
فتحِ قطب کو لکھی

نہ سرمہ دیدہ عاشق کجا شود روشن (۳۸) بیا کہ آہنتِ چشم ما شود روشن
غبارِ کوئے تو کملِ الجواہرِ نصیر است کہ چشمِ تیرہ باین تو تیا شود روشن
اسلام خان ثانی کو لکھی

من آن مرغم کہ بر گلہا پریدم (۳۹) ہوائے گرم و تر بستاں نہ دیدم
چو سبزہ لبِ بہ شیرین شستم چو گلِ بر چشمِ ہائے سرور شستم

کو آن شبِ خلوت کہ غمِ دیم ہم (۴۰) و آن راز کہ گفتیم و شنودیم ہم
آیا بود آنکہ باز باشیم شبے یکبارِ دگر چنانکہ بودیم ہم

شعلہ شوق تو چوں گرمی بازار شود (۴۱) اندک اندک بمبیاں آید و بسیار شود
صبح محشر مگر از پردہ بر آید بیرون ورنہ زین خواب گراں کیست کہ بیدار شود

از ماہ گرفتہ تاب سہی دیدم (۴۲) ہر چیز کہ خواستم کہا ہی دیدم
عمرے دل من در طلب درویشاں بود درویشی در لباس شاهی دیدم

سخنی چو سخن آرمیدہ میگویم (۴۳) ہر سخنِ سخن آرمیدہ میگویم
سخنوراں سخنِ ما شنیدہ میگویم من از کمال ادب کم زودیدہ میگویم

میانِ قالب و جاں دگر نخواہم رفت (۴۴) ازیں مکان بجان دگر نخواہم رفت
سہیں جاں است کہ دارد جہاں چنان معنی ازیں جاں بچہاں دگر نخواہم رفت

باید داغ ہائے نمک سود ز لیسن (۴۵) بودنِ ستام آتش و بے دود ز لیسن
آنکس کہ در رفت ادب در یاد و درویش عشق صد بار کہ در محنت و بے سود ز لیسن

بچشمِ ہمت من وسعتِ جہاں تنگ است (۴۶) کجا روم کہ زمین تنگ آسمان تنگ است
ہزار فکرِ تامل دگر دشوار فلک کند فغاں بہ فلک زیر آسمان تنگ است

شبِ با سر زلفِ دوست پمیان بستم (۴۷) ہر بار پریشانی دل و جاں بستم
تاخذہ صبح در میاں خواب بود آں عہد کہ با دیدہ گریاں بستم

از عمرے گذشت یا نہ توان کردن (۴۸) خود نہ شاد نتوان کردن
عمرے تست از دست مده کم نتوان گر زیاد نتوان کردن

تو شرف یافتہ ایام شرف (۴۹) خورشید رخ از ماہ شرف
طنطنہ دولت تو ورزہ ملک و شش جہت چار طرف

شہ مبارک شاہجہاں (۵۰) شاہنشہ آفاق خد یو گیاہاں
خورشید چو در چپہ بیسوں آمد صد بلند شد گردوں

اے دبدبہ فرج تو ملک و ملک (۵۱) وے طنطنہ اوج تو در کوں فلک
مانند سبزہ تو بردوش سماک آمد تو بر فرق سماک

بہ بارگاہ از راہ دید آمدہ ام (۵۲) تر از ہر دو جہاں برگزیدہ آمدہ ام
و حال مانظر عافیت درین مدار مرا ز اہل محبت شنیدہ آمدہ ام

علامہ روزگار و انائے جہاں (۵۳) سر و ستار باب کمال جہاں
دستور وزیر اعظم ہندوستان عنوان صحیفہ خدا افضل خاں

دوش میگفت بن پیغیاں از زیر لطف (۵۴) ورزہ آن مست خراب است کہ بنیاد شود
بشکر خندہ ملک ریز جرات کردو آن لب لعل کہ در خندہ بشکر بار شود

مثنوی

اگر داگزارند در گوشہ آم زلفتِ جگر بس بود توشہ آم
 در آن گوشہ عیشِ نہائی کنم نہاں از ہمہ زندگانی کنم
 بنگیرم دگر نامِ دنیائے دوس
 بہ لختِ جگر سادم و جامِ خوس

فرد

چوں غنچہ خونِ جگر سیخورند اہل نشاط (۱) بایں روشِ زپس پردہ راز سے پوشند

فرد

اے خوش آں رازِ محبت کہ چو آید بربایض (۲) صفحہ کا غزو آوازِ قلم شناسد

مِصراع

ہر پس کہ پیکمیا رسد زرگر رود

مِصراعِ ذیل رائے ز سکھد اس کو لکھا:۔ توئی امروز کہ نامے دنشانے داری

فرد

بر آستانِ توام در جہاں پناہ نیست (۳) سر مرا بجز این در حوالہ گاہے نیست
 مرا تافلِ ادب نہ شاید از لطفش (۴) کہ آں بہ کہیں دایں خاصِ برائے من است

مِصراعِ عہ۔ خاشاکِ نیز بولِ دریا گند کند

شعر

تا گشتہ ام جدِ اغمت از من جدا نہ شد (۵) خوابم چچم و چچم بہ خوابِ آشنائے شد

بیت

شیخ و برہنہ بنودِ نو نظر (۴) در نظر لیکِ جمہ بہ خبر
فراہ

روشن ضمیر را چہ غم از اخلاہِ خلق (۵) و ریا بہشتِ خاک مگر نمی شود
فراہ

جوانان متدیر یکدیگر بدانند (۸) بدانند آنچسبہ بائد تا بخوانند
فراہ

پس از عمر بے رسولش میرویِ خواہم قائم (۹) کہ بر رویش بکا و اولیں از حشم من باشد
شعر

کسی کہ بروئے تو بندِ نظر تمام کند (۱۰) مقیم کوئے تو گردِ سفر تمام کند

مشرقِ فطرت

مبشوق و مہمن بود فہستہ کہ نتوان گفت (۱۱) ہمیں حسابِ بلا گشت در سیانہ کا

برادرم از خطا طر برگیرم از تو دل (۱۲) این ہر بر کہ انگنم آن دل کجا برم

آخر از وقتِ عجبائے بر آدریم (۱۳) بیہودہ نیست قاعدہٴ حُب و جوئے کا

کجا است محرمِ رازے کہ عقدہ بکشد (۱۴) کہ آہ در سبکِ دنا نہ در گلو گیر است

بشوقِ فدا گم کردہ و سحرے گفت (۱۵) در انتظار غمِ دیم و کارِ رواں گزشت

در دلِ من آرزوئے صحبتِ دیرینہ ماند (۱۶) ایں گرہ دہِ خاطرِ دینِ آرزو دیرینہ ماند

باتو برونِ مشکل و دودِ آرزو برونِ مشکل است (۱۷) باتو نواں برونِ دودِ آرزو نواں زلفین

چند از حرفِ پریشانِ جہاں میگوئی (۱۸) ایں حدیثِ است کہ ناگفتہ مکرر گیرند

غزلِ نمبر ۵ کے سب دیوانوں میں ۵ اشعار پائے گئے، مگر رائے سری رام چندا دیوی
کے دیوان میں حسب ذیل شعر اور درج تھا "بہارِ سنائی"

بدستِ ہمتِ مانعہ ز آزادلیست (۱۹) ہتی ز نقشِ نعلن بودِ جدیدِ ما

از زلفِ تو دلِ بگشتِ آزاد (۲۰) ہر چند کہ اضطرابِ کریم

دیدہ چوں بر سرِ رخِ زیبائے تباں بارِ کلیم (غزل نمبر ۵) جائے آنت کہ بر دیدہ خود نازِ کلیم
ہر طرف بے جتے نیتِ صدائے جے خوشتر آنت کہ ماگو شش آوازِ کلیم
شاہبازانِ طلبِ راہِ بجائے بروند ما بایں مشتِ پرے چند، چہ پروازِ کلیم
سختِ مشکل کہ بہم دستِ دہِ محرمِ رازِ بنشیم و دلِ سوختہ دمازِ کلیم

بدلِ مصلحتِ کارِ چہ لازم باشد

آہنجہ انجہم براں گردد و آغازِ کلیم

غزل نمبر ۳۰

آتش بود نہفتہ بہ تیغِ نگاہِ تو ^(راخوذاں دوزخاں) خورشید زیر سایہ چترِ سیاہِ تو
 ز آمد بروں بگوشہ کہ زندانِ پارسا ^{پارسا} فوش کردہ اند ترک ز ترکِ کلاہِ تو
 مہمت اگر طلب کنی از خود کینارہ گیر ^{پارسا} بر خویش تن گرفتہ گتہ، این گناہِ تو
 ہاں دل شکستہ کن رازِ خود ویاں ^{پارسا} کافی بود درودیدہ گریاں گواہِ تو
 بر آسمان، نگاہِ میند از بطنِ لہمن
 ترسم کہ نگذرو ز فلکِ تیرِ آہِ تو

غزل نمبر ۳۰۲

اے بیتِ عشوہ گرے شوق کہ در گلشنِ ناز ^{قد فوخر تر از سر و خراماں داری}
 بدماغے کہ ز بوسے گلِ رحیاں رنجید ^{خندہ بر روستے گل و بوسے گلستانِ داری}
 تیغِ دروستی و محبوبانِ شہادتِ داری
 تیر و شہستی و شرمندہ احساںِ داری

نقص اور مستند

چونکہ کلیاتِ برہمن کی طباعت ۱۲ شاعت میں خدائی مدوش مل حال تھی، اسلئے خلاف
 امید کامیابی ہوئی، چنانچہ قابلِ فخر کامیابی نقض اور کا بہم پہنچا تھا،
 تصویر نمبر ۱۔ سرورق پر جو بلاک کی تصویر ہے وہ اس دستی تصویر کا بلاک ہے کہ
 جو ریاست جے پور کے پوتھی خانہ میں محفوظ ہے اس تاریخی تصویر کی تشریح کیلئے ملاحظہ ہو کلیاتِ برہمن
 تصویر نمبر ۲۔ برہمن کے اصل خط نستعلیق آمیز ترقیہ ترقیہ الفصحی صوفیہ کا عکس ہے
 جو پرفیسر سراج الدین حسنا آؤر لاہور کے کتب خانہ میں موجود ہے

فاکس بہارِ سنائی

۱۰۸
 سخن زہر کہ بو بختر سر نوال دکن
 کلماتِ بہمن

معروض ہے
 گلزارِ بہارِ نظم

یعنی
 افسح الفصحا، ابلغ البقا، بلبل ہندستان ہندوئے فارسی، ان
 لئے پیدت چندر بھان بہمن
 رئیس شہزادہ داراشکوہ قانع نویس خصوصاً یوان ام و ترکیب کے دروہیظیر

قصائد

مرتبہ
 فضیلتِ تاب کا انتساب جناب یوان لائے بھگوت صاحب ہارنامی
 ایم لائے ایں بی۔ ایم پی ایچ ایں

قصاید و نشان شاہجہان

سہ چو برد سچ شہنشاہ شد تمام سخن
سخن نہ ہر کہ بود مختصر توان کردن

شعراے شرقی اپنے مدوح کی شان میں جب کوئی قصیدہ لکھتے ہیں، یا توصیف و ثنا کا کوئی موقعہ پاتے ہیں، تو زمین و آسمان کے وہ وہ قلابے پلاتے ہیں کہ خدا کی پناہ، قصیدے کی پیشانی کی عبارت شاہان شاہیہ سے دست و گریباں ہوتی ہے، اور ایسی کہ پڑھنے والا شاعر کی نسبت یہ خیال کرتا ہے کہ یا تو یہ دین و ایمان فروش ہے، یا میراثی، بڑے بڑے شقی و عابد، فاضل و کامل، اس میدان میں صداقت کے گھوڑے سے ایسے گمے ہیں، کہ صدیاں گزر جائیں، ابھی خاکِ راہ اڑتی نظر آتی ہے، احتیاج تمثیل نہیں، جس کا دل چاہے کسی شاعر کا قصیدہ اٹھا کر دیکھ لے، وہی ٹھوکر، وہی گڑبا، وہی گرد و مٹی خاک،

یہ الزام جائز بھی ہے اور ناجائز بھی، کیونکہ نیک خواری، رواجِ ملکی کا ستہارا لیکر بددیانتی کے گڑھے میں اگر نہیں گرتا، تو قصاید کی شکوہ خاک میں ملجاتی ہے، مگر قابلِ تعظیم ہے، وہ شخصیت کہ جو شاہجہان اور انگریب کی سلطنت کا رکنِ رکن اور منہ دے و نیاز ہوتا ہو، ابھی جب قصیدہ لکھتا ہے، تو وہ لکھتا ہے کہ اس سلطنت کے منیت دانا بود و جانیے بعد ہم اسے متعلق یا خوشامدی نہیں کہہ سکتے، اس کے ہاتھ میں ایک ایسی مینارِ ایمان داری ہے کہ ہر لفظ کے بار پر بال برابر بھی فرق آنے نہیں دیتی،

خاکسار بہار نے بھی اپنی ایمان داری کے زبردست دعوے رکھتے ہوئے بہت سے قصیدے لکھے، مگر انصاف یہ ہے کہ یہ انصاف قائم نہ رہ سکا،

اُن کے تمام کلام کی پُر تال سے محض ہم قصیدے ملتے ہیں، ایک قصیدہ ہ، اشعار کا جو عصرِ فغان کی طرح میں ہے، اور ہم قصاید شاہجہان کی شاں میں لکھے ہیں، قصاید فارسی کی مرقع سازی میں انوری، ظہیر، تلموڑی، نذیری، قیس، اور ترقی نے بڑی صنعت کیا تھا، لیکن جڑے ہیں، لیکن وہ سب لپے ہیں، کہ انہیں صداقت سے کوئی واسطہ نہیں، نہ ایسا صاحب نے

جس میں کارسی کیا تھا اپنے طبع سے جو ہر خانہ سے یہ پیش بہا مرتبہ سازسی کی ہے اُن کی
 موزونی، چمک، دمک، شاہجہان کے تختِ طاووس کو بھی شرماتی ہے، واقعات کے گوہرِ ان کی
 بحرِ فضیلت سے ایسے بکھے کہ شاہجہان کی سلطنت کی دولت و بزرگی کا چاند چڑھ گیا، آجکل قصیدہ اور
 حقیقت نگاری متضاد مضامین ہیں، لیکن راجہ صاحب کے قلم حقیقت نگار نے شوکتِ الفاظ کی کھنکھ
 ایسا ارتباطِ اتحاد کا نظارہ دکھایا، کہ ہمیں دنیا کے اور کسی زبان کے قصیدہ میں نظر نہیں آتا اور
 آنا بھی نہ چاہئے تھا، کیونکہ قصیدہ گوئی، مدحِ سرکاری اور دعا گوئی سے شروع ہو کر سچا خوشامد و ناز و
 مدحت پر ختم ہو گئی، شرفِ اکام کا میراثیوں نے سنبھالا، پھر ان سے ایسی حرکات کا سرزد ہونا ضروری تھا،
 ”قصیدہ گوئی کا نام دعا گوئی“ رکھ چھوڑا تھا، اگر قصیدہ گو دعا گوئی پر لیں کرتا بہت تھا، مگر وہاں تو
 چار چار ورق کے قصیدوں میں دعا گوئی کا ایک ایسا شعر ملتا ہے کہ جو کرنا ممکن الحصول اور ختم ہوتا
 یہ قصیدے کام کے متفرق حصوں میں چھپے ہیں، اور ایسے پر سے ہیں کہ جن پر ہر ایک کی نظر نہیں پڑ سکتی اگر
 قصاید شاہجہان کی شان کی بجائے اور ترکیب کی حکومت کے متعلق ہوتے تو ہمیں انکی پڑائی بھی نہ تھی مگر یہ ہیں
 اس عالیجاہ کی شان میں کہ کبھی برہن نے تعریف کی ہے اور اسی خیال سے ہم بھی انکی شہرت کرنا چاہتے ہیں،
 اسلئے ہم اسیں اس سے لکھا کہ دربارِ برہن میں لاکھ کلیات میں شہرت دیتے ہیں، اور محض اسلئے کہ یہ کچھ قابل

قصیدہ

چراغِ بزمِ شہنشاہِ شہجہان روشن	کہ شد ز پر تو آں چہم آسماں روشن
بد در عدلِ شہنشاہِ بادشاہِ جہاں	کہ شمعِ دولتِ اُباد و جاوداں روشن
ز بس کہ کارِ جہاں حسنِ اتفاق گرفت	ہو رہا ہ شود و دیدہ کستاں روشن
چراغِ دولتِ شاہِ زمانہ روشن باد	کز دستِ چہم چراغِ جہانیاں روشن
جہاں خدِ یو جہاندار بادشاہِ جہاں	کہ شد جہاں ز فر و غش جہاں جہاں روشن
نگینہ تیر تابش بہر کران پر تو	مخو وہ کو کب عدلش کران روشن
بہر وہاں شد و شنی ز خاکِ ورش	کہ بود ہرگز زش چہم این و آن روشن

لے نظم میں حضور کی دعا گوئی کرتا ہوں (ذوقِ آبجیات)

قصیدہ

شرف امروز فیض آباد در ہندستان دارد (۲) ز غمی ہرچہ در اندیشہ گنجش از آن دارد
 ز صبح او صفائی سینہ حاصل میکنی دانا ز شام او شفق صحرای رنگین بر زبان دارد
 ہوائش دکن را روح بخشن و جانفز باشد فضاے صاف تر از سینہ صاحبان دارد
 عمارتش مصفی و منور ہوں دل پاک ز رفعت ہر مکانش سرا و برج آسمان دارد
 ہوائے باغ و بستانش بغیر اید نشاط دل کہ ہر سو سبزہ زار و ہر طرف آب و ان دارد
 صفائی آپ بر یادینہ دل میکند روشن ز صافی یک بیک از فلک خود عیاں دارد
 گہر بکف گرفتہ ہر نفس متنازع آید مگر شوق نثار با و شاہ بحر و کان دارد
 شہنشاہ کہ خنک غرم او ہر سو کند جلال سعادت در کعبہ بخت دولت ہمغان دارد
 ز شوکت از سلیمان و سکندر تاج بستاند بجل و داد صد ترجیح بر نوشی راں دارد
 جہاں امروز اگر بر فویش ناز و ہوائے آن دارد کہ شاہنشاہ ملک آرائے چش و چہاں دارد
 فلاطون از سبق خوانان اسطو حکمت عقلش بہ بنید در کاش ہر کہ میل امتحان دارد

ز دست بند باغیان و دعا و بگوچہ کمی آید
 بدھمن در دوش پر و دعا نش بر زبان دارد

قصیدہ

سخن ز وصف شہنشاہ سر توں کردن (۳) براہ او چہ سلم باز سر توں کردن
 ہر روز ہم سخایش محیط عالم را با طیب فلک پد گہر توں کردن
 در آن مقام کہ آسیر لطف فرماید ز فیض یک نظرش خاکے ر توں کردن
 چہ بر سطح شہنشاہ شد تمام سخن سخن زہر کہ بود مختصر توں کردن

ز روی لطف کداری میبخش نتوان داشت
 بسوی بدھمن از یک نظر توں کردن

کلام اردو

تبرکاتِ برہمن | اس کلیات کی تمکین اُس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک کہ ہم تبرکاتِ برہمن سے اسے مکمل نہ کریں، نہ اسے راہیں سکھادیں، نہ کلامِ نظم جو متفرق رہتا ہے پر رنگ بیزی کر رہا ہے، بطور تبرک و تعول درج کیا جاتا ہے، نقاد و ملاحظہ فرمائیں گے کہ اسے آیات کی قادر الکلامی جس گکٹن سے گذر جاتی ہے، اسے محض کر جاتی ہے، اور یہی قادر الکلام کی تعریف ہے۔

خدا نے کس شہر اندر نہیں کھلائے ڈالے
نہ دابر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالہ
خوبیاں کی باغیں ملی ہوئے کس طرح یار
نہ دوکانہ نہ فرلہ ہے نہ سونے نہ لالہ ہے
پایکے ناؤں کی سمن کیا چاہو کرول
نہ تبی نہ سمن نہ کنڈھی نہ مالہ ہے
پایکے ناؤں عاشق کو قن باعوب کیجے ہو
نہ جچی نہ کر جچی نہ نہ خجری نہ بجالا ہے

(ماخوذ از گانہ نہ جان دیوالا سرگام دیواری)

برہمن اسطے اشنان کے پھرتا ہے گیا ستن

ہاچچہ

نہ گنگا ہے نہ جتا ہے نہ ندی ہے نہ نالہ ہے

کلیاتِ برہمن
 معروفہ
 گلزارِ بہارِ برہمنِ نظم

یعنی
 فصیح الفصحی، بلغ البلغا، بلبل ہندستان، ہندوئے فارس، ان
 رائے پیدت چند بھان برہمن

میرشی شہزادہ داراشکوہ و قایم نوین حضور دیوان اعظم اور ترکیب کی مشہور نادر نیا

شہزادی ہفت بھر

مترجمہ

فضیلتِ کتاب کا انتساب جناد یو ان رائے بھگوان کے صاحبہا رسنامی
 ایم اے ایس بی ایم پی ایچ ایس
 کہ مہوش شہزادی کو رکھا اصل نسخہ بھونڈا دربار کو پھٹکے وصال کے گیارہ سال

مہو

کہ بر روش در معنی بود باز	خداوند اے دہ محسوم راز
دلم را چشم معنی ہیں عطا کن	بجئے مورتی را آشنا کن
فریب جلوہ معنی بلند است	چہ شد گر حسن صورت دل بند است
فریب صورت از در باز گردد	چو چشم دل بجئے باز گردد
بجی چشم معنی رہنمون است	جہان معنی از صورت بردست
کہ گردد جلوہ صورت فراموش	بجی آہن نام کن ہم آغوش
بصورت کے تواند بود دسانہ	معنی ہر کہ وارو دیدہ را باز
مرا بصورت معنی بود کار	بعالم نقش بے معنی است بسیار

برہنہ را بجئے آشنا کن
بجود را ہش دہ وار خود جلا کن

در نیاز و ستائش حضرت بے نیاز گوید

خداوندے کریے کار ساز	خداے جرم بخش بے نیازے
بدن ز اندازہ ادراک زائش	زباں قاصر بتقریر صفائش
زباں افتادہ وز پرواز ماندہ	خزواں سیر راہش باز ماندہ
فراتش شمع را پروانہ سازد	ہواش عقل را دیوانہ سازد
کہ غیر از کج دیوارے زندیہ	قیاس آہن است مرغ پر بریدہ

کے کز عقل دور اندیش باشد | ز عقل بیش حیراں بیش باشد
بدانشہائے اورہ کے بردس
کہ دانشہائے او اور ماند و بس

در بیان جوش و خروشِ دل گوید

کیم من خانہ زادے خانہ عشق
دل دارم بسے بیگانہ از خویش
ز سرتاپا پرستارے محبت
ز دست پیچ و تاب عشق مبتلا
ز گیرنگی ہم آغوش محبت
ہتی دست از متاع کامرانی
چو باشد گنجِ منے در دل من
ہنر بایک چراغِ حسانہ دل
خداوند! دے دارم ہمہ لیش
ہتی دست دے در اول کار
دل من ز درو آں آفتاب است
دماغ آشفته و عشقم چوں سنبل
ز خون دل بر آنم ہر زماں جوئے
چو خواہد رنگِ خویش ز سوزم
جواست خانہ اوسینہ من

بہمن زادہ تجناہ عشق
براہ عشق از من صددم پیش
بگردن بستہ ز تارے محبت
سراپا آتش و از شرم چوں آب
سراپا ہوش ہے ہوش محبت
دل آمادہ از گنجِ معانی
دو عالم سہل باشد حاصل من
ز معنی کج دیر ویرانہ دل
کہ مرہم را نخواہد محرم خویش
متاع آشنائی را خریدار
کہ گردشِ عالمے در پیچ و تاب است
پریشاں خاطرے پیوستہ چوں گل
کہ نقاشی کنم بر صفحہ روئے
گل افشاں از بہارِ دیدہ کرم
محبت محرم دیرینہ من

دل من طفل نادان محبت
 سرم سودائی بازار عشق است
 ز آو گرم آتش می فشام
 گپے از آب و گداز آتش شاد
 نهانی آتش دارم سینه
 مرا ناخن بدل تا کار فرماست
 ز گریه نفس افسم بگرداب
 چنانم مانده در طوفان دیده
 نه در مغر سرم خوشه محبت
 نه سوزان و نه جوشان زخام
 چو چشمم خو فشانی کرد آغا
 ستاعی از جگر دارم فروا
 بود محنت جگر زیب کنارم
 زمرگان در گهر ریزی خیالیم
 سخن بس بر زبان ناگفته دارم
 نفس از سینه ام بیرون نیاید
 بهاد و صاف و فصل نو بهار است
 نشسته بر سیکه در کنج باغ
 من اندر کنج تنهایی بعد سوز
 مرا شد چهره از غم سرمه زرد
 دلم تا بزم علم را تازه کرتا

سبق خوانی دبستان محبت
 دلم دل بسته زنا ر عشق است
 بآب دیده تر می نشام
 خرد و کارم بآب و آتش افتاد
 بآئینه که می در آ بکینه
 دلم را از خروش آسودگی است
 چنانم دیده روشن سازم از آب
 که خمس باشد بطوفان رسیده
 نه خاک بر سر از کوسه محبت
 زمیں غامی سنے دافم کدام
 مرا از غنچه دل شده گره باز
 که آئین بسته ام در شهر بزدان
 تو گوئی باغبان این بهارم
 تو پنداری محیط بیسکرانم
 گلم در دست و مغر آشفته دارم
 که صد جاپانش اند خون بناید
 فلک چو رحیم عاشق اشکبار است
 بهمانند ز جام می دماغ
 زانم رنگ شب تالوئے روز
 بر آرم آو گر می باویم سوز
 بصوری از برم آهسته بخت

بدریا کے محبت چوں فتاوم
من و غوا سی ایس بحر نایاب
نہے سامان طوفان چشم زارم
نہے ہمایہ آتش دل من
تنو سینہ ام آتش فروش است
بناخن سے شگاف سینہ ریش
چناں در سینہ دارم آتش تیز
چہ مرغم کاتش دارم نفس را
مرا مریت نہاں با خیالش
من آن بانو تیش خلوت شبنم
ازاں رو بار غم بر دل دارم
غم و شادی بود چون جلد از دست
سجے بودم بہ تنہائی ہم خوش

برقت اندیشہ ساحل زیارم
بدست آرم در سے در مرغ آب
چو خواہی امتحان اشکے بہارم
بروئے آب و آتش منزل من
سر شکایدہ ام طوفان در کت
کہ تا محرم شوم در خانہ خوش
اگر گوئم زباں گرد و شرر ریز
کہ مے سوزم درو با ہم نفس را
کزاں در پردہ مے بنیم جہاں
کہ آئینہ بینم ہر چہ بینم
کہ با غم ہجو شادی سازگارم
خوش است آن کال سنگ خاطر است
بکلمے کردہ ہستی را فراموش

شبہ آدم پس از سالے بدستم
کہ از اندیشہ عمرے برستم

در صفت نازیبانہ آگاہی گوید

دلاتا کے مثبت زینسان شود روز
نسیم صبح باید کرد در کار
ترا چشم خرو تا در قباب است

برآمد آفتاب عالم اسروز
کہ گرد و چشم خواب کو وہیدار
نہ بینی نے الشل گر آفتاب است

پر عاشق جہاں باشد سراپے
 ترا لب تشنہ در ہر سرراست
 از علم بے عمل چندان کہ کاہی
 بقائے مطلق از خواہی فنا شو
 بسبیل غیر ازوے بسبیل سچ
 چو سراز لاف آزادی زندگس
 چرخچہ راز دل باندہ ہمنستن
 اگر چوں لالہ بر دل مرغ داری
 جگل افشاں بہارِ کاملانی
 تماشا ہست در ہر کونے بازار
 دلت را کہ فروغ آشنائی ہست
 خرد را پیشکار راہ خود کن
 چو آگہ نیستی از آخبر کار
 ترا در سر غور تو از انست
 گر دہست اسریر از مغز خرد کن
 دلت آمادہ چندیں گناہ ہست
 چو دل در کار خود باشد گرفتار
 زیک رنگی زباں بادل یکے کن
 چرخوش باشد بروئے عقل تدبیر
 کہ چوں در تہ خواہد کرد جولان
 بہوش در تہ چوں تنخے فشانند

بود معمورہ عالم حسد ابلے
 تو معموری طلب عالم فراست
 ہیفزرا در عمل گر مرد راہی
 اگر خواہی بقا از خود جدا شو
 کہ غیر ازوے ہمہ ہیچ است در ہیچ
 کشد پائے طلب در دامن طبل
 بخون خوردن چو گل باید تنگفتن
 میان خانہ خود باغ داری
 بگرداں دور جام دوستگانی
 دے باندہ تماشا را خریدار
 بچشت از حقیقت شبنامی ہست
 سخن با بادل آگاہ خود کن
 ز آخر باز اول شو خبر دار
 تو بے مغزی غرور تو از انست
 بدانش استخوان نیک و بد کن
 چہ حاصل گر ز بانست عذر خواہ است
 ندارد در میان عسدر زیاں کار
 عمل بشیں و حکایت اندکے کن
 سمند نفس را گشتن عنان گیر
 عنان گیری بصد تدبیر نتوان
 نہال آندو در دل نشاند

ز دل بیرون کن این تخم ہوس را	میں دانہ ہیں قیدِ نفس را
بکشن سرور گریبانِ خموشی	شنا سا تو بے غمت بوشی
کے کر عیبِ گرد و خبر وار (خوب)	کجا دارد ہر عیبِ بگراں کار
چوں دامانت پُر از آلودگیہا	ترا لاف صفائی نکتہ بیجا ست
بدوز از دیدنِ غیسو دیدن	خوش آں دیدن کہ غیر او ندین
نقاب از پیش گاہ دیدہ کن دور	کہ یابد دیدہ ات از ہر گراں نور
دست از رنگِ عصیاں گریا ست	پشیمانی علاج ہر گناہ است
تماشاے بگزار و فاشو	بادابِ حقیقت آشنا شو
ترا آئینہ دل گر بدست است	چہ شد گر ظاہرت صورت پرست است
بہر کارے کہ رویِ شغل بسید	قصورے در حساب عمر بشما
بہ بلبلِ ترا قفسِ چہیت	ہوگر بواہوس چندی ہو چہیت
ہوس را مرغ دست آموز کردن	نشایدی بنبطلت روز کردن
نظر بر کوہی بسیار بستن	خیالے یک خطا صد بار بستن

کے کو گردِ حالِ خویش گردد
خبر دارِ مآلِ خویش گردد

در صفت طراوت گلشنِ جوانی و ندرِ ایامِ نازوانی گوید

جوانی جلوہ دارد دل مندوز	کہ ہر صبحش بود چوں عید نوروز
جوانی فضل و عیش کا مرانیت	نشاط افزا ست دل فصلِ جوانیت
جوانا متدیکہ دیگر بدانید	بدانید آنچه مآید تا جوانیہ

بسباغ عسّر اگر باشد جوانی
چہ کار آید کسے گر پیر گردد
سخن بر لب ز حیرت باز ماند
درینا سرف شد نقد جوانی
بکاراے آنکہ بائید عاقبت کار
چو کم شد آب خود و کشتیم
چو طاقت طاق شد رہشیا گشتم
و لیکن تا دسے از عمر باقیست
مرا ساقیست پیرے غرقہ بردش
من ار پیرم ہنوزم دل جوان است
چہ شد گر پیر باشد مرد ہشیار
ہنوزم نشہ در سر بادہ و رجام
سخن را رنگ و بوئے تازہ از من
بساط غفلت از ہم در نورم

ہبسا آرد نہال کاروانی
کہ شلیخ خشک آتش گیر گردد
نفس در سینه از آواز ماند
بتلخی رفت شیریں زندگانی
جوانی رفت ناگشتم خبر
چو نقد از کیسہ بیرون رفت جہنم
چو وقت از دست شد بیدار گشتم
نئے ہوش آفرین دست قہر
کہ ریزد ساغر ہوش از دہ گش
زبانم طوطے شکر فشان است
دلش باشد جوان در عرصہ کار
ہنوزم بخت جمید و دانہ و زرا
کتاب عشق را شیرازہ از من
مشجم نا دسم بیا و ہر کہ کردم

بگیرم نامہ اعمال در پیش
مخوام ماجراے قصہ خویش

در صفت ہ نورانی کہیت نام بعرضہ سخن گوید

قلم جاودا داسے تھ کار است
چو مرغ دہم برگزدوں کند جا

قلم نقاش نقش روزگار است
قلم را گر نباشد بندہ پای

<p>که جز تو محسوم دیگر ندارم تو آن سحر آفرین جادو دانی ز تو باقی بود هر دستانه فرط طبع آزادش تو باشی تو داری از سخن صشره برجا سواد و پیده باشد از تو روشن تو مجرم در میان دوستگانی بر آن هسته بر دلها نیرس</p>	<p>بیا اے کلشک افشان نگام که با جادو ادا را آشنائی سخن را از تو باشد جسم و جان سخن مرغیت صیادش تو باشی صبارا کس ندارد دین کبریا فنائے طبع گردد از تو گلشن بر دلها را ز تاداری نهسانی نگار تازه برکش بر حیدر</p>
--	---

بر آواز محبت نقش بر کار
که بر دلهاست مشتاقان کند

در کیفیت نشاء سخن گوید

<p>نگر با چشمه فیض آشنایم حکایت از زبان یاز گویم بستان کم گل و بسیار خار (۱۱۳) دیل خالی بود زان مده فروش زبان در کام چون غنچه نموشند بجوش آورد منفرد استخوانم سند طبع شوخم گرم خیر است بیدان سخن جولان زمین پس</p>	<p>بجوش آمده گر طبع رسانم سخن اندک اگر بسیار گویم سخن گویم سخن جبین بشمار پینے پر بودم نکه خوششت خوشانے که در جلباب شهید سخن بریز منے بر ز باغم سرتیخ ز باغم تند و تیز است درو باغم سخن میدان من پس</p>
--	---

تو گوئی گنج خود را مخزنی یافت
 و لیکن نصیب گفتن مرا نہ
 کہ آنجا جز سخن در مدعا نیست
 صفات حق چو ذات حق ہیں بود
 سخن چوں بر زبان آید عیاں شد
 کہ دادے از صفات حق را

سخن چوں باز داری چوں می یافت
 سخن بسیار دارم در خزانه
 کہ در خلوت دل آشنایت
 نہ از رنگ نہ نیز رنگ نشان بود
 چو گفت و گوئے خواہش در میان شد
 نبودے گر سخن گفتن زبان را

سخن خواہم کہ باشد بر زبانم
 چہ شد گزینیت گوہر در میانم

در صفت آرایش لبان سخن گوید

کز آن کز دیدہ ام بیرون و دنیا
 گشت دل را بقندیش بہر سو
 گہ مشکل تر بود ہر مشکے من
 دل شوریدہ را دیرانہ سازد
 کند شوق پریشانی چوں سنبل
 العاش کند شیریں شکر را
 بروی آن دیدہ نتراں کرد جایش
 شود ویرانہ او دیدہ حور
 فریب بلوہ دے نو بہالال
 بقید آرد سر آزادگان را

بجواب آمد مرا آن کے گلگون
 ہوائے آں در زلف عجب سری بو
 چو چپ زلف او چپ دل من
 صبا چوں زلف او را شانہ سازد
 دلم زان پیچ و تاب زلف و کامل
 خط سبزش کند روشن نظر را
 کنم کحل بصیرت خاک پائش
 نقاب از چہرہ خود چوں کند دور
 شکنج طرہ مشکیں غزال
 بردار جادیل افتادگان را

چو دست آن کمنہ عنبر افشاں
بر رویش بہارِ کامرانی
چو گنبد شکیں کاشی کا کسے را
لبش کان شکر آ یا شکرینہ
گلشن در گلبن خوئے دیدہ
چو بر لب مہر خاموشی نہادی
فرد میرِ بخت ہنگامِ سکون
نہالِ تازہ بہشتِ آں پر یزاد
نہالِ غمزہ آن ناوک انداز
ز بوئے گل دماغ آں پر پروے
عذارے نازک او بر گئے انگل
بر افشاںم اگر اشکے ز دیدہ

گہ اول رشتہ بند و برگِ جاں
خطِ رویش نگارِ شادمانی
بہر موئے تو اں داونِ دلے را
خیال شد بہتِ اوستی انگیز
ملاحت از جبین او چکیدہ
تبسم بر لبش بیخودادی
شکر در خندہ و گل در تبسم
خیال یا و طوبیٰ برو داریاد
برو دلمہا و استغناء دہ باز
بہر ت میزند چینی برابر و
بروش چشم من چوں چشمِ بلبل
برند از دامن من گل کشیدہ

اگر در دیدہ ضبطِ گریہ خواہم
چکد خونِ محبت از نگاہم

در صفتِ طعنے باز بلبلِ آوازہ عشق گوید

چوستی آورد عشق زہدست
الاکے مست جامِ بادۂ عشق
شرابِ عشق مرد افکن از ان است
جنونِ عشق در پیشم گذر کرد

نخستین تو بہنہ مارا کندست
براہ عشق کار افتادہ عشق
کہ دروے آب و نیک امتحان است
مرا مجنون ز نسیم یک نظر کرد

ز فیضِ عشق گشتم جمله تن گوش
جنونِ رونقِ فزونی کارِ عشق است
خودم ز دورار بابِ جنون است
جهاں گر سبز خواهد سرسبز گشت
جنونِ رایش کارِ کار خود کن
ز عشق سنا ناکم قریبِ وصل خوا
تو نقشِ ماسوا از سینه کن دور
تو از بزمِ هوس کن سینه را پاک
پو نهاده ای براهِ عشق گام
چو خس بامد بر دس آبِ نشتن
هزاران فتنه در آغازِ کار است
نمی باید چنان در راهِ قیام
برون بزیگ قدم از خوشین پائ
خوشاں پر بهیز گارانِ نظر باز
جهاں بر جاوه اینها چشم بسته
خوشاں پراز جوشِ محبت
ترا در دیده اول نور بامد
من و سیر گل باغِ محبت
شرابِ کز محبت بوئے دارد
محبت چوں شرابِ سبزه فرزند
نهان شعله ایس آتش تیز

چو سوسن ده زبان و همه خاموش
هوایش گریسته باز از عشق است
خود حال اسبابِ جنون است
خواهد پیچ عاشق گشت مرگشت
محبت شمعِ بازار خود کن
ز راهِ عاشق گم گشته راهند
که بر صافی تحسلا میکنند نور
که بنی غالی دیگر وین خاک
سیان ره نه صیاد و نه دار
چو باد از روئے صحرا پاک رستن
ولیکن مرد بهشت برقرار است
که در هر گام باید ایستادن
که پائ در درگاهِ عافیت پائ
بفسر عافیت بین محرم راز
فلک در گردش اینها تسکست
سرا پا هوش و بهوش محبت
که در چشم تو آں صورت نماید
فراغِ سینه با داغِ محبت
هزاران رنگ یک رنگی نسازد
نه تنها خام اول خفته سوزد
کنند دایان مژگانِ شاعر ریز

بر بند و لخت دل بردوش مرگاہ
شود خوں ریز مرگاہ تاں بدامان
عجب سازیت ساز آشنائی
کہ باد نیست تارِ بیوفانی
بروں آمد نواسے تازہ ترین ساز
دہ بیرون از ایں پے ناخن آواز

وصف گوہر نشانی صحیفہ مدح و ثناء و ات مسلمی ملکات اعلیٰ حضرت گوید

<p>زبان ہر کہ گوید در دہان است فلک ہر صبح ساز دواز خوش شہنشاہی ہما نزار و جواں بخت بہر جا سہ کشاں در روز گارند پئے آرام دہا سہ شکرستہ بر آفاق است چترش سایہ ستر ہما در سایہ آن چتر والا فلک طاقت در کاشانہ او براق تہش آن تیسر گاہست نمار لکش افزوں از حساب است فلک از بار گاہش خمیسہ دار ضمیرش مظہر نور الہی</p>	<p>شنا خوان شہنشاہی جہان است نثار خاک رایش گوہر خویش کہ خورشیدش سوز تاج آسمانست زمین آسا برایش خاک بارند ستم را دست و بازو نیست بہ کہ باشد در شکوہ از چرخ بر کنند سرمایہ دولت ہمایا چراغ آسمان پروانہ او کہ جلال گاہ عرشش دم شام است گمہ او در ملک گیر می آفتاب است ز لکش گنبد گردوں حصار شنا سائے سہمی و سیاهی</p>
---	---

بکثرت گرچه دارد با جهان کار
 دشن آینه صاف معانی
 چنان ماند بر و راز نهفته
 گل افشانی کند گاهی به سیم
 نسیم خلق او عنبر نسیم است
 بعلم اندازه عالم کند راست
 دشن دریائے بی پایان پر جوش
 بدوش هر که بینی کامیاب است
 بود آفاق بین در پناش
 جهان شایسته گردن سیر
 غبار راه او کحل بصر
 بهر سوسه که راند موکب خاص
 سنانش آبدار و آتش افروز
 ملک از بس که میگردد کاش
 زبان در وصف او گوهر شایسته
 چو افشاند کیف گوهر فشان را
 چو بنشیند باد رنگ فلک ساق
 چو از رنگ از فلک یکپایه برتر
 ز رفت سرکش همپایه چرخ
 کجا آید بچرخ سایه آن
 فلک خم گشته زیر پا می‌آید

دے باشد مخلوت با جهان
 در و پیدا همه راز نهانی
 که می‌یابد بے حزن نهفته
 گهر ریزی کند وقت سکون
 نسیم روح پرور زان نسیم است
 که در علم و در هر کار مست
 باهی تابا شش حلقه در گوش
 بنائے ظلم در عهدش غایت
 سر نخوت فروشان خاک ریش
 چو نورشید فلک آفاق گیر
 فروغ رائے او نور نظیر
 باستقبالش آید فتح رقص
 عدد را آب تیغ او گلو سوز
 پایے مدعا افتد بدامش
 خرد در راه او کوتاه زبانت
 هتی سازد دل دریا و کانرا
 بود چوں مهر تابان عالم آرا
 فروزنده درو گوهر چو اختر
 شکوه پایه اش همپایه چرخ
 چراغ کشورش ایران توال
 بود نورشید زیر سایه او

سرا پائش زگوہر دئے ناب است
 ثبات پائیر او پائیدار است
 نہ چنداں محل گوہر شد در وصف
 چو گرد تو سین او جلوہ فرمایے
 غبارش کحل چشم آفتاب است
 ز گردوں بگذر دے جنبش پا
 مسند باد پائے برق رفتار
 بگنجبد و صفت او در حرف تحریر
 نو اسازان بزم شاہ عالم
 زندگانگو نہ مطرب زخمہ در مار
 ہوائے دلشین و تار طنبور
 بگو مطرب کہ تا دور زمان است
 مبارکباد بروے جادو دانہ
 چون وصف شاہ افروز از بیت
 بنازم بر عمارات شہنشاہ
 ز رخصت از فلک بگذشتہ شمار
 طلایے ناب شد چنداں در و جرج
 ز رنگینی پیر از نقش و نگار است
 چہ ساں گوئم سخن از گوہر و سنگ
 نقصائے نام او دالانشین
 بود جیش بر نعت سر کشیدہ

تو کوئی نور چشم آفتاب است
 چنانہ دور گردوں را مدار است
 کہ گنجبد در سر بر لفظ و ہر حرف
 بروئے تو سن گردوں زندہ پا
 فلک از جنبش او در ختاب است
 نسیم آسا رود بر رویا
 سبک خیزد بکسی و گر انبار
 نیاید نام او در قید تغیر
 برآمد از دست دلراو ز دل غم
 کہ در جنبش در آید نقش دیوار
 ز دلہائے حریف غبار بروو
 شہنشاہ جہاں شاہ جہان است
 ہزاراں فتح نو در سہ ترانہ
 بیان آں نہ یارائے زبان است
 کز و تا جرج باشد یک قدم راہ
 مد و خورشید خشت است نشتر
 گہ نتوان کرد در لوح فلک و جرج
 ز صافی سنگ او آئینہ دار است
 کہ از آئینہ دلہا برد رنگ
 بود بر اوج گردوں سایہ افکن
 نظیرش دیدہ گردوں نہ دیدہ

چو آراید شهنشاه بهانش
ز آب آئینه دار و هر طرفش
چو فردوس برینش هر مکانی
خیابانش چنان عشرت سرشت
ز گل هر سو صبا دار و دره آوژ
دره گلشن ز کلهارک سته و سته
بر عنائی و زیبائی چنانست
هواش دکش و دانش است
درین گلشن هوازی گونہ سیلاب
بهارش نشه بخش هوشیاران
ز نفع باز ماند شاخ سبیل
شگفته هر طرف گجائے لاله
ریاحیں با شقایق دوش بردوش
هزاران رنگ هر سو گل شگفته
صبا تا بر دل بلبل نهد داغ
زبان کوته شود در وصف سخن
بدیدم آب و رنگ برتیاں را
زبان در صوف گل بتیاب کرد
بسان غنچه پر گل شده دامن
مرا بوسه گل از جاک چندان برد
همی پیچید سر شور بلبل

نهد فردوس سر بر آتشش
که تا پیوسته دار و صفت خوش
بود در هر مکانی بوستان
که گوئی کوچه راجه بهشت
بهر گلے مقاصد میوان کرد
صبا در هر طرف نگه سته سته
که گوئی شا پد ملک بهانت
طراوت خانه زادین زمین است
که تا دم میرنی آتش شود آب
خوابش آفت پر بهر کاران
بز یبائے پریشان کرد کاکل
گرفته بر کف از غیرت پیاله
ستاده هر یک با هم هم آغوش
ز شادی تا سحر بلبل شگفته
بر افروزد چراغ لاله در باغ
که این معنی نمے آید بگفتن
صلای بیش دادم دوستان را
سخن تا بر لب آید آب گرد
سخن زنگیں بر آید از بیانم
که بروش نیسم میتوان برد
علاجش گر نکردی بهت گل

دماغ از جوئے گل گردو چنار
 ز خاکش بوئے عنبر میو آب
 و گلشن سرائے ز آب زانسان
 در و راز فلک یکیک عیان است
 صد آیه پیچیده نهنگ
 ز نهشش چون توان گفتن سخن را
 چنان نیست نهشده خواره در جوش
 مگر شد نهشند گلشن گهریز
 بگیرد چشمه خورشید از آب
 باز در هر زمانه لولئ لالا
 نهش در سینه دارد آفتد
 بود سیراب از دپوشسته گلشن
 عمارت بود با گردوں برابر
 چو بازار چراغ شاه شد گرم
 ز عکس ایس چو افغان چناناب
 ز حفظ عدل شاه عالم آ را
 دل او آنچنان روشن بود غمت
 چو آتش لبکه دارد نور جاوید
 مگر دشمنه سنگین چنانست
 فلک برنگرش اختر فشانده
 بگرد او ملک و ریج و تاب است

که بر هر گل توان صد رده از دست
 ز خوشش آب کوثر میو آب
 که نهش دید در راز نهش
 تو کوئی عینک چشم جهان است
 و آیه از دلهای روزنگ
 که آیه سید هر روئے چمن را
 که کرد اول سرو پای را فراموش
 که شد فواره اش آب گهریز
 ز آبش مزرعه چو خست سیراب
 نشان راه شاهنشاه والا
 که گریه کنده دریا شود پر
 سرش بر آسمان و پادشاه
 چو افغان بود در خشنده اختر
 چراغ ماه شد در پرده شرم
 ششصد هزار نقش بر آب
 میان آب و آتش میکند جا
 که هر سر از فروغ او فراغت
 بود پروانه ایس بزم خورشید
 که از رفعت نظیر آسمان است
 از دما آسمان یک زیکه نموده
 به برین آواز دل آفتاب است

ز طاق اُردواق چرخ نزدیک
 بود همسایه خورشید انور
 کنون فیض درگنجشم زبان را
 چشمه بر آنگه هزار و نه نشانی
 بهجوری و آبادی چنان است
 سخن گوته شود در طول بازار
 نشسته هر طرف گوهر فروشی
 فتاده هر طرف صد لعل خشتان
 متاع مهند در دکان و بازار
 بهر دکان متاع چیده چندال
 برآمد از برکے امتحان
 ز اهل روم و شام و چین چنان
 عراقی و خراسانی ز حد بیش
 فرنگی از فرنگستان رسیده
 چو شاه از ملک خود آگاه شد
 خدا یا تا که دور روزگار است
 شهنشاه جهان شاه جهان باد

به تزداد فراز کوه بار یک
 بود همسایه سد سکندر
 ز شهر شاه گویه استان
 هرات از کوچه اُردوستان
 که در هر کوچه اش صد صفیان است
 بعض اندر زبان ماند بختار
 برآورده ز دریا پا خروشی
 بود در هر دکان کان خشتان
 فتاده هر طرف چندین شتر بار
 که باشد در تماشا دیده خندان
 متاع نفیست کشور داستان
 متاع خولشتم را داده آمین
 نهاده پیش خود سر مایه خوش
 نوادر از بنا در پیش چیده
 ز مشرق تا مغرب راه باشد
 فلک را دور گردون را مدار است
 بدولت کام بخش و کامرا باد

بنو الحسن

ای تو از اندازه دانش فردی
 عقل با دراک تو دانا شده

دست ز تو پُر گشته درون بروی
 چشم بدیدار تو بینا شده

هر طرف طغنه ساز تست	هر دو جهان گوش بر داشت
اے بیان مه و بر کراں	ز مژه نام تو بر هر زبان
شیخ و برهن بتو دارو نظر	در نظریه لیک همه بے خبر
هیچ سر از سر تو بیگانه نیست	از تو جدا عاقل و دیوانه نیست
بهر گهر موج زند هر طرف	
خشک لب افتاده بسا حل شد	

در کیفیت نشاء شب و حب و صبح گوید منو

بود شب صاف چو رویتان	صاف تر از سینه صاحبان
ساده شد از نقش نگینی ملک	صاف شد از غصه حسینی ملک
ماه که هم ساقی دهم جام بود	دست و گریبان لب لبام بود
من بچینی شب بچسبم خند و	هم بخند و کرده سداغ خرد
پیر خرد شد ادب آموز من	جلوه ده ماه شب افز من
ملک من از فیض گوهر بار شد	اندک من مایه بسیار شد
شب همه شب بادل من فروز	گرم سخن بوده بهم تا بروز
من سخن گرم سخن پردی	کرده بهم طبع هنر یاد ری
من سخن داشته هنگام گرم	من سخن گشته بیک جامه گرم
رزم شناسان که درین پرده اند	رزم شناسی سخن کرده اند
غیر سخن نیست درون و برو	نکته ز خون جگر آید بدل
چیت سخن گوهر ناسفته	نکته ناگفته به از گفته

<p>گوهر نایاب بدست آوری تا بدر صبح خزان مقدم دست زدم در کمر آفتاب هر دو بهم محرم دیرینه ایم پیشتر از صبح بباغ آمدیم زد بجگر زخم تو از هر نوا لغنه فرو خوانده ز هر فرد گل تازه شد از باد بهاران و باغ شعله سرسبز بریزد چراغ خون دل و لغت جگر تیز شد آتش اگر سبز شود در نیست</p>	<p>گر نه سخن فکر فراوان بری چون به سخن دست و گریبانم صبح چو از چهره کشاوم نقاب ما و سحر صاف چو آئینه لیم من که سحر که بدماغ آدم لغنه سرا بلبل دستان سدا من چمن بر سر هر نخل گل تر شده از فیض هوا سخن باغ سبز شود بر دل پروانه داغ منز تر و نذر نظر بنیر شد دست هوا طرفه طراوت گریست</p>
--	---

دسته گل گشته ز باغ در دین
سبز شده بر لب گویا سخن

در انتخاب و استعمال گوشت

<p>بر دل افتاده ز غفلت نقاب روز بهر روز بهتر میرود - لاف تو بر خرقه و عمامه چیت خانه نسازند بر آب روان نقاهت بهرام هوس افشاند</p>	<p>چشم تو محمود ز جام شراب عمر تو در خواب سحر میرود ایں همه آرایش ننگا محبت بر سر آبست بنا کجای تا بزد و مال مسرود مانده</p>
---	--

هر نظر تیز بیاں دانه کرد
 دانه فرو ریخته راه تست
 دانه این دام بدنای محنا
 پائے طلب گرم هوس کرده
 کام باندا ز خود مسیگذار
 ای که نه سنگ گرانی مکن
 هر چه کنی از پئے نفع ضرر
 بر سر هر گل که تماشا کنی
 غنچه دریں باغ خویش آمده
 دای بفکر دل نادان تو
 آئینه از چاک گریبان بس است
 چشم جهاں بی خدا بی شود
 کثرت دانش همه در وحدت
 پرده چو از چشم بر انداختند
 دامنست آلوده آلالش است
 دست بدامن ارادت بزن
 برگ ره پیش و پس خود بساز
 ای شده بدست شراب هوس
 چند شوی مست مئے ناگوار
 چند کنی دود هوس در دماغ
 مرد روی پائے بدماں بکش

در شکن دام هوس خانه کرد
 دانه شناس این دل آگاه تست
 تانوشی دانه این آسیا
 تیز روی با چو نفس کرده
 هر دم اول دم آخر شمار
 بادیه بیهوده رانی مکن
 عیب تو داشت که دانی هنر
 دشمنی ببلبل شنید کنی
 لاله بعبه داغ بجوش آمده
 جیف بریں فکر پریشان تو
 نخت جگر زینت دماں بس است
 کار تو بسیار بآئیں بود
 وحدت دانش همه در کثرت
 محرم خلوت که حتی ساقند
 یاد تو بیهوده در آسایش است
 خیز در صبح سعادت بزن
 ماں نفسی بانفس خود بساز
 داشته چشم نقاب هوس
 جرعه کشی بادیه ناسازگار
 تیره باین دود چه سازی چراغ
 غنچه صفت سر بگریبان بکش

راه رواند بشهائے تار
 هر که شب لذت این راه یافت
 قطع تعلق کن و آزاد شو
 یک سخن از درس محبت بخوان
 سوخته جانم که محبت در دست
 ای زده بر سزای سحر کلاه
 جامه و علامه بیا راسته
 چشمه دل میخ میفیند خدایت
 بادل خود محرم دیرینه باش
 حیف بود دوستی تن بدل
 برگ گل باغ دوخت جگر
 سوز ترا کز نمک شوق نیست
 اهل هوس را چرس بے صداست
 شمع ترا روغن تدبیر نیست
 طبع تو سرخوش ز شراب غرور
 گر تو ز خود کرده پیشانی شوی
 طبع تو لبریز معانی شود
 آئینه حال تو زانو لبست
 در نقطه محبت ارباب کار
 از تو بود تا با بدینم کام
 مغز بداری چو کدوئی تھی

تا بدر صبح کشایند بار
 ما حضر از فیض سحرگاه یافت
 مشق کتب دکن و اوستا شو
 بند کن آنگاه پیونخ زباناں
 بچو گل تازه پراز رنگ و بوست
 سوده کلاه گوشه بخورشید و ماه
 برهم افزوده ز دل کاسته
 زده دل آنکس که بدل آشت است
 راست بهم صاف چو آئینه باش
 چهره خورشید نهفتن بجل
 آب دو برگ گل حشمت
 کام ترا چاشنی ذوق نیست
 قافله سالار محبت خداست
 نذر تو جز شعله تزدیر نیست
 عقل تو صد قافله از راه دور
 دم بخود و سوز گریبان شوی
 محرم اسرار نهانی شود
 طوطی طبع تو سخن گوهر است
 کار جهان بسیج ندارد
 کام بکن دام و بوعد خوام
 از سر بے مغز چه خواهی بھ

شمع خرد تا نهی پیش آید
 هستی ذات تو حجاب تو بس
 شمع دل از آتش دل برفرو
 اهل محبت چو گل تازه اند
 چند چو ماه چهره بیاراستن
 گوش تو بر نفس ترویر چند
 علم تو تا چند بود بے عمل
 هست درین باغ خزان دهبال
 چشم تو برخار و گریه است
 اینهمه یک قطره ز دریای است
 سره تو اماند درین راه فرس
 راه روتاں که درین راه شدند
 سوز سر پرده وحدت برار
 بے اثر است این راه دور از حشا
 به که اثر یابی ازین راه دور
 خیز و باندازه خود کار کن
 راه و ملک تمناعت شدن
 حرف گن از درق دل تراش
 خواست حق بهر تو بخواست
 تو بجز از قطره خونی نه
 لاف تو بر پاک طینت ز صیبت

راه حقیقت بتکلف مجوس
 پرده افکار نقاب تو بس
 هر چه بود غیر محبت بسوز
 نسخ دل را همه شیراز اند
 چهره بر آراستن و کاستن
 پائے خود بکسته زنجیر چند
 عمر تو که تا به بطول عمل
 جلوه گر آیند نظره و شیار
 هر چه تو بینی همه حسرت است
 یک درق که نشانه اجرائے است
 تا نشود واقف راه هیچکس
 از پس دانه پیش نه آگاه شدند
 سایه خود نیز ز خود دور دار
 تو سر خود از سیر این راه متنا
 ظلمت این راه شود بر تو نور
 هر چه کنی بادل هو شیاری کن
 به زگرمتار بطاعت شدن
 صاف تراز چهره آئینه باش
 محده در خواستش ناراست
 غیر نشانی و کنونی نه
 چین تغافل به جینت نهیست

کج رویت لکھوتہ و تنہا رچہ
 راستی آموز و خطا ہیں مشو
 قافلہ عزم تو تا در بس است
 چشم کشا را و سفر را بہ ہیں
 زاد رہ از حلت جگر تازہ کن
 گرتے پیش ہی پس خواہ
 زاد رہ عشق بہ از در نیست
 چند نشینی بغم روزگار
 گرد غم از صفحہ خاطر بشو
 خاک شود ہر کہ بعالم در است
 راست کسے جز تدم دل رفت
 گر بگرہ بان دل آئی دروں
 تا بہر جی اہل ہوس جائے نت
 صاف تر از چشمہ دل چشمہ نیست
 چند بخود لاف تحبہ و زدن
 خار کہ در راہ تو گل بود
 خامو گل اندر نظیر رہرواں
 آب رخ مرد تو کل گزین
 چون سخن از باغ تو گل کہنم
 مرد جو در راہ تو گل شود
 ہر کہ دین مرحلہ رہرو بود

لاف تو بر اندک و بسیار چہ
 کج رود کج بانچون فرزند مشو
 راستی کوہ تو رہ بر بس است
 قافلہ شام و سحر را بہ ہیں
 ہر چہ تو اں کرد بانڈازہ کن
 بہر پیے مردم ناکس خواہ
 غیر دل گرم و دم سر نیست
 غم نتواں خورد و بروئے بیار
 عیش دو عالم ز غم نہ ل مجو
 گر سے ما از پے خاکست است
 ہر کہ غلط رفت بہ منزل رفت
 راہ نیابی کہ بیانی بروں
 باد ہوس مرحلہ پائے است
 منع خورشید و دل تو کمیت
 چند بزنجیر تقویٰ کشیدن
 در نظر اہل نظر گل بود
 میدہد از گلشن منگل
 بس بود از قطرہ خود چنیں
 دامن اندیشہ پر از گل کہنم
 خار مغیلاں بہر گل شود
 خون جگر را درہ او بود

زہر و شکر در جگر او یکے
عارف از آئینہ صاف در دل
کثرت و وحدت بسیر او یکے
مستی عرفان الہی درو
دست نینداختہ بر خوان و ہر
راحتِ عالم نفسِ بیش نیست
ہر چہ درمی دائرہ آوردہ اند
بادہ سرشار بہر جام نیست
باد جگر کاوی شبہا کئے تار
خونِ دل دلخت جگر ز اومن
شیخ صفت چہسہ برافروتن
سوختن از آتشِ دل تا سحر
بخونِ خورم و سر بگرہاں کشم
شعلہ بود دامنِ لالہ زار
خاک خورد سبزہ دریں بستان
از غم ہر صبح بکنج چمن
سبزہ و سنبل ہمہ راز و خاک
پیک دم صبح نسیم سحر

خار و گل اندر نظر او یکے
شد تہا شائے دو عالم ہر دو
شادی و غم در نظر او یکے
خاک رہ دو عالم شاہی درو
یکشب نا آسمدہ جہان دہر
ملک دو عالم نفسِ بیش نیست
تا نفسِ راست گنی مردہ اند
منقرضین در سر ہر جام نیست
ز اوّل شب تا ببحر بہر تار
مرحلہ غم - دل نا شاد من
چہرہ بر افروختن و سوختن
ساختن از عیش با لخت جگر
غنچہ صفت پائے بدامان کشم
داغ بود سوختہ این بہار
گل بود از لخت جگر با خباں
غنچہ بخوننا بہ بشوئد دہن
لالہ دگل شد ہمہ تن جامہ پاک
از کہ از عمر رساند نصبر

غافل از عمر کہ چون میرود
ہر نفس آغشته بخون میرود

هُوَ الرَّحِيمُ

ہر یکے را سوئے اُو باشد نیاز
ذَرّۂ خالی نہ ہر دوست نیست
ہر کہ بینی منظرِ لطیفِ خداست
آشنا بہتہن با ہم ہر کہ بہت
عالم ہر سو ندائے ناز دوست
دل فدائے نازِ آن طنائِ گن
تو ندانی راہ کج تا راہ راست
ایں جہاں بگذاشت کجا پیش نیست
تو در راں افتادہ بے پاؤ سری
محل عمر است روزِ شبِ رواں
چشمِ عبرت ہیں کشا در روزِ گنا
خار و گل را بہر کار آور دہ اند
خاک باشد ز چشمِ عارفان
اسے برادر مست بیباک شدن
اسے برادر مجملہ از خاکیم ما
ہست مرداں را نشانِ مری
چند ہر دم نفس را سرکش کنی
ہر چہ بینی در جہان بے بقا
عمر اگر بسیار و گر کوتاہ بود
اہل دنیا را بزرگے گفت لغز

در رکوع و در سجد و در نماز
در جہاں یک مغز اُو بے پشت
گر ہمہ ہیگانہ باشد آشناست
عاقل و دیوانہ و ہشیار دوست
ہر طرف صد گوش برآواز دوست
طاقتِ دل بر سر یک نازِ گن
ورنہ رہ روشن تر از آئین ہست
نفسِ اُو نفس از دعائے پیش نیست
ہیچو بے مہرہ و رشش دری
تو بغفلت ماندہ شدہ کار دل
تا ترا گل گل نماید خار خار
در حساب اندر شمار آور دہ اند
خاک را ز رے شمار نداہاں
در طلب از دستے با د شدن
یک گریبان است صد چاکیم ما
آدمی را مردی کرد آدمی
نوشین را طعمہ آتش کنی
چشم تا بر ہم زنی گرد و فنا
ہر کہ بند دل درو ابلہ بود
پوست بگذازند تا پابن مغز

گردِ رنگِ دبوئے دنیا خوش ام
 ترک کنِ این جنیفِ مردار را
 مرگ بر تو جہلِ نادانی است
 اسے برادرِ دستہ حکمت بشو
 درد منداں لالشانے دیگر است
 اے کہ داری زیرِ خطِ پیراشا
 تا نگیرد دل بجائے آشنا
 نفسِ چوں آتشِ میانِ خرمن است
 اے برادرِ اے گرامی اے عزیز
 تا نگردی آشنائے حالِ غیش
 بندہ حینِ عملِ باید شدن
 مردانا پیشِ خودِ شرمندہ است
 کار ہائے این جہانِ دآنِ جاں
 کز بدستِ آری بدلِ خواہد علیہ
 اے برادرِ ماد تو ہم خانہ ایم
 بر سرِ ہم خانگی بیگانگی
 وائے بابیگانگی ہم خانگی



هُوَ الْمُسْتَعَانُ

و سے بروئے تو نماز ہمہ کس
وز تو واقف نہ نماز و نہ نیاز
آرزوئے سر کویت دارد
منزل دجود مناجات ہمہ
ہر کج زندہ و لے مردہ است
کہ نیا بد اثر سے زانہا کس
سخن از وحدت حق میگویند
پا نہ در راہ ہوا فرسودہ
نیت محروم اگر مجرم نیست
گر چہ کوشش ہمہ از جانب اوست
ماہ پنہاں بگریباں نشود
نچمہ آتش کہ شود بخود پس
پختگاں دگر و خاماں دگر اند
کہ گرانبار گرفتار بود
از ہوس گنج و کسنا اندیشی
بگسلد از ہمہ جاؤ ہمہ کس
باند ایں راہ بسر پیوند
تیز گامی چو قلم باند کرد
کشتی عمر ز گرداب برآر
سر بود ہمچو کہ و سے خالی

ای بسوئے تو نیاز ہمہ کس
از تو آگہ نہ حقیقت نہ مجاز
ہمہ کس و سے بسویت دارد
کوئے تو قبلہ حاجات ہمہ
دام عشق است کہ گسترہ تست
رہرو اند دریں عالم و بس
ہمہ در راہ خدا سے پویند
دامن از لوث جہاں ناہودہ
ہیچکس خالی ازیں عالم نیست
از تو کوشش کیش از جانب اوست
مشک عشق است کہ پنہاں نشود
خام آتش کہ زند دم نہ ہو کس
پختگانند کہ غونی جگر اند
مرد باند کہ سبکبار بود
ہمہ کہ تمکین و وقار اندیشی
محرم حق ز حق اندیش پس
چند در مرحلہ کسے آسود
سر دریں راہ قدم باند کرد
صبح شد صبح یسر از خواب اگر
در رہ عشق ز بسوئے خالی

عشق گنگو نه رخسار دل است	باعث گر می باز دل است
عشق در دل چو بود شعله فروز	بر زند خون جگر در دل جوش
یارب از فضل خودم شادان کن	دل ویران من آبادان کن

هُوَ الْغَنِيُّ

است ز اندازہ خود افسرد	دست ز شیرازہ سخن بیور
عقل در گنہ ذات تو حیران	در صفات تو فهم سرگردان
نه بفهمم آید آنچہ می باید	نه ز عقل آمد آنچه می شاید
عقل هر چند دور بین باشد	در رست چشم بر زمین باشد
عقل هر چند در رست نازد	نارسیده سپر باندازد
آنکه فارغ بود ز کون و مکان	که در آمد صفات او بر بال

برهمن را بخود شناسا کن
چشم بنیش بخش و بینا کن

در ظہار کیفیتِ دنیا و روزگار گوید

چیت دانی جہاں پر نشو و نما	خانہ تنگ قیرو چوں دل بود
تا بنم خانہ جہاں باشی	بنم و بنمستہ میہاں باشی
غم تو در عمل فروزون تو	عرصہ بچہ گشتہ بر درون تو
گر مس خویش کیما داری	در نظر نعت مدعا داری
گر نخواهی دل جہاں افروز	کورہ استخوان بیار و بسوز

تا در آتش گداخته نشوی
چند آلودہ بر جہاں بودن
لے بغفلت سپردہ سر رشتہ
در نظر ریزہ خذف تا چند
در جہاں دیدہ تما شائی
نظر سے کن بجلوہ معبود
شب و بچو و صبح نوروز سے
عمر در فکر سود و سوزا رفت
چہ فرو مانده بخواب گراں
مایہ فقر و سایہ دیوار
سینہ پاکیزہ بنور عرفاں پاک
صورت از زشت باشد و گزوب
مہر باید بہ سینہ جلوہ فروز
بر تو چوں نور حق ظہور کند
چہ بایں پردہ کائے تو بر تو
علم بایندہ منور حبس و وجود
مرد مشغول بہ بعلم و عمل
وز نظر کائے خاص اہل نظر
وز نظر کائے خاص اہل کمال
علم علم خدائی آمد و بس
بہ شناسائی حق بیچون

سرہ و صدف ساختہ نشوی
بر خود از بار خود گراں بودن
پردہ بر روئے دل فرو رشتہ
وے در ناب در صدف تا چند
چند بندی و چند بخشائی
گزرے کن بمنزل مقصود
ز دست در روز نامہ ات روز
ہمچو دی صد ہزار فردا رفت
میرود عسکری آب رواں
بہتر از صد ہزار باغ و بہار
گر حقیر ست ظاہر تو چہ پاک
معنی از آدمی بود مطلوب
دشمن خود را حس بدال و بسوز
باز در دیدہ تو نور کند
ماندہ در حساب خویش گرد
کہ بجز علم کس گروہ کشود
کز کمالات مے شود کمال
در بود خاک و خاک باشد ز
یک حقئے علم بہ ز خرمن مال
بجند آشنائی آمد و بس
نہد وغیرہ علم را ہنہوں

علم گر با تو با عمل گردد
 نیک داند کسے کہ عقل در دست
 اسے برادر دریں سرے خراب
 در دل ہر کہ روشنائی ہاست
 خویش تن را بگیسرخیرہ مکن
 دشمن تست نفس سرکش تو
 نفس نہ نمود ہرچہ خواہش تست
 چرخ را جامہ اسیت نیلی رنگ
 قرب حق خواہی اسے برادر من
 بر منت جامہ سفید چہ سود
 تا تو آموزگار خود بشوی
 غنیہ شوتا۔ دلت کشادہ شود
 چہ زنی لاف کار در ہر کار
 غنیہ خاموش با ہزار زباں
 جو ہری مرد کے شناسد کس
 مرد باید کہ چشم باز کند
 گزنداری ز فہم و عقل شعار
 تو بگردی و باز بشکستی
 چند وار قید آب و گل بردن
 اسے دلت آفتاب روزانی
 دل بسا مان آرزو لبستن

مشکلات تو جملہ حل گرد
 کز ہمہ نیکوئی خرد نیکو است
 نقش ماؤ تو چہیت نقش جناب
 ہر نفس گرم آشنائی ہاست
 دل بدود دماغ تیرہ سخن
 در کمین گاہ کردہ کاہش تو
 خواہش لشت اسچہ کاہش تست
 چہیت پُر شیشہ آستین سنگ
 سنگ بر شیشہ تعلق دین
 کہ دلت از گنہ گشتہ کہود
 قابل روزگار خود بشوی
 بر سرت تاج زرنہادہ شود
 چند بے مایہ گر مے باز
 تو بایں یک زباں بصدائیں
 مرد را مرد مے شناسد لب
 سیر دیہائے اہل راز کند
 تو چہانی کہ نقش بر دیوار
 تو مگر مردہ نہ بد مکتبی
 از خود و کار خود خجل بردن
 چہ فرو مانع بحیرانی
 طوق پندار در گلو لبستن

خطاب بہ ہمن آفتاب

وے ز مہر تو گر مے بازار	اسے جہاں گرد و سے فلک رفتار
دانہ در خوشہ چشم بر رہت	جنبش روزگار دانہ تست
روئے ناشستہ لعلہا پابی	چوں سحر بر سپہر بشتابی
سایہ تو نگار ہا کردہ	باغ در سایہ تو پروردہ
لالہ را از تو داغ دیرینہ	گل ز دست تو چاک در سینہ
تازگی بخش گلشن روزگار	اے تو در ابتدائے فصل بہار
مے رنگیں در آ بگینہ تو	کاین لعل بہت در خزینہ تو
زنگِ ظلمت زخانہ بزوالی	تو بہر آستان کہ مے آئی
یار گرد تو کے تواند گشت	تو بر آتش نہادہ زریں طشت

در گلوئے سحر بر تہن دار
تو دہی تاب رشتہ ز نثار

خطاب دیگر

دل افسرودہ در خودش آری	تو کہ مغز خود بجوش آری
سایہ انگن بہر دیار شوی	تو بجنگِ فلک سوار شوی
تو بہر خانہ محرم رازی	بر درو بام سایہ اندازی
روزن خانہ از تو مالامال	اے تو سر دفتر جہاں و جلال
ماہ در پیش جاہش تو نہاں	پہنچ در دامن تو سرگرداں
چہ کند پیش آفتاب چہ راغ	از فرورغ تو شمع گرد و داغ

پیش تو سر بجاک اندازد	شمع ہر چند سر برافرازد
بر درت بار خویش بخشاؤند	شب روانان کہ راہ پیا اند
از تو حاصل شود خراج ہمہ	تو وہی رونق درواج ہمہ
ہندوئے خاص تو برکینست	دست ہر کج حسیب دامنست
بر سر از فلک شفق از تو	بر رخ مگر خان عسرق از تو
بر در جاہ تو ندارد راہ	مہ کہ بر سر ق کج نہاد کلاہ

باتو در گردش بہت ملک و ملک
از تو در جنبش بہت چرخ و فلک

در تائیدِ اقصیٰ صفاتیٰ یوہانِ خلیفہ مانِ جہان بادشاہ گوید

ہر چہ میخواستم مہیا شد	یارِ بطعم چو کار نہ باشد
ہمہ آراستہ انبش و نگار	تازہ بہتہ نگار جادو کار
در ج در گشت صفحہ مرغوب	از سخن ہائے روشن و مرغوب
بتماشا بگوشتہ استام	چوں قلم را اجازتے دادم
کرد دہائے خفتہ را بیدار	گلک من از سرِ شیریں کا
آسماں سیر و چرخ پیمائست	خاطر م موجِ خیزد در پایست
مہ سنج خدائی گماں گرد	چوں ز بانم گہرِ نشاں گرد
حکم او ہر طرف چوں آب و آل	بادشاہ زمانہ شاہچال
ملک او از عدلکش آباد	عدل او در رواجِ دولت داد

عالی در زمانش آسود
 مایہ بخش بدامن دریا
 شب در روش زود ہشیاری
 سایہ از ذات کے مجد اباد
 چتر او راست چرخ در سایہ
 عشرت افزائے مجلس ناهید
 رزم او فتح را دہد آتش
 ہر چہ در عزم پیشتر یابد
 شیر در پیش او چہ کار کند
 شیر در پیش او چہ جان دارد

روزگارش بشادی آسود
 دل و دستش بگاہ جو دستا
 بادشاہی کہ در جہاں دای
 ذات او سایہ خدا باشد
 دست او ابرا و ہر مایہ
 روشنی بخش چہرہ خوشید
 بزم او خلد را دہد تزیین
 ہر کج را دہند ظفر یابد
 آنکہ شیر فلک شکا رکند
 شیر گردوں بزیر راں دارد

شیر ہر چند بر فلک نازد
 پیش او سرخاک اندازد

یا حفیظ تعالی الشاہ

در فیض بر روی من باز کن
 بدہ بینش ساز بنیائے خوش
 تجلی اتواں کرد بر کوہ طور
 فتد عکس منے در آئینہ ام
 بود سرمہ چشم صاحب دلاں
 تولی و تولی و تولی و تولی
 بکام خستیں ترا یا فہم

خدا یا مرا محرم راز کن
 بفضل خودم کن فنا سائے خویش
 دلم کوہ طور بہت تو گنج طور
 چو شد صاف آئینہ سینہ ام
 غبار کہ دارد ز راہت نشان
 بیگنائی تو نگنجد دوی
 چو من سینہ خویش را کا فہم

کنوں دامن از من توانے نہا	ترا ویدم از من نشانے نہا
ندام کہ دیگر چہ خوانم ترا	توئی در من و من ندام ترا
چو من خویش را در تو کم ساختم	چنین بر دم و آ پختاں باختم
شود محو در حضرت پاک تو	
بر بہمن کند سجده خاک تو	

در شب تے اساس ناپیدا روزگار گوید

جہاں دام گاہست پروا	نیفت درو مرد من زانہ
نظر تیز بر دانہ گردن خطاست	کہ ایں دانہ آں دام را رہتا
اگر واگذارند در گوشہ آم	ز لخت جگر بس بود توشہ آم
آں توشہ عیش نہانی کہم	نہاں از ہمہ زندگانی کہم
نگیرم دگر نام دنیا سے دل	بلغت جگر سازم دجام خوں
گہر بر گہر زان فرو چیدہ ام	کہ در یائے لہر ز شد دیدہ ام
نگنجد چو دریا بہر گاہ من	روسیل خونیں ز دایان من
فلک سیاست و نہاں شکن	نہ دندان شکن بلکہ سندان شکن
شب و روز با گردش زود و دیر	بگرد و چو دولاب بالا و زیر
چو بے ماؤ تو بگذر در روزگار	مے زندگانی غنیمت شمار
خوشاں روزگار سے کہ بادہاں	چو بلبیل کنی سیر در بوستاں
چکویم کہ آں روزگار گذشت	جوانی چو ابر بہاراں گذشت
شدی پیر و دامن روزگار	کنی ناز چوں کودک شیرخوار

نه واقف که خون است در غرض	نه آگه که زهر است در شرش
که لبریز از خون مستان بود	اذاں رولب جام خندان بود
که از شادمانی بگنجید بدست	ولے دارم آماده بر پهر دست
که اهل سخن را کس نمیباهل	چو در ملک معنی کشا نموکاں
ز لخت جگر تازه سارم کباب	ز خون جگر پیش آرم شراب
مرات از یاد دیگر است	دایغ مراتازی در سر است
که لخته کنند دوار از ما	بده ساقی آن جام مرد آزما

کند کیز ماں بچو د از خوشین
بر دل آرد از خطرہ مآمن

هُوَ الْفَرْدُ

مرہم نہ ہر خیم سینہ چاک	لے محرم دیدہ ہائے نفاک
سرمایہ حایل ناتواناں	دانائی زبان بے زبانان
چہرہ حسن غارہ از تو	ہنگامہ شوق تازہ از تو
بر وحدت تو دہد گواہی	از جلوہ ماہ تابساہی
ہر نقش کہ بستہ بہان است	چوں حکم تو بر ہمہ روان است

از ذات تو بر ہم چہ گوید
چوں نیست سخن سخن چہ گوید



در شاہدہ جلوہ صبح و ادراک کیفیت نیم بہار گوید

بندر کہ نسیم در چہ کار است
معمورِ دل بہ خواب تا چند
بہ خیر کہ آفتاب بر خاست
گامِ دوسہ پیش میتوان رفت
در یاب نسیم صبح در یاب
کارایش رُوئے باغ دارد
وز طرہ کیت تا سنبیل
ہمایہ آب زندگانیست
بلبل زادائے آن خوش گوار
کردہ ز بنفشہ مشک بینی
در ہر سیر جز نقش گل ہیں
زین خندہ بنال تا توانی
ارگریہ گروہ دل کشاید
فارغ بہ نشاطِ حباد دانی
با باد چہ اختیار باشد
غافل منشیں کہ کار داری
یک گردش و صد خرام دارد
سر رشته کسے بر آورد چو گل
چو درنگری سیاہ کار است

در یاب کہ فصلِ نو بہار است
چون صبح و مید خواب تا چند
بر خیز کہ صبح جلوسہ فرماست
با صبح ز خویش میتوان رفت
صحرا ہمہ سبز و باغ شاداب
ایں سرو چہ در و باغ دارد
از نگہبت کیت نگہبت گل
ایں آب صفا کہ در رویت
در غیب نہفتہ و فتر راز
گلہائے چمن بجلوسہ ریزی
صد صفحہ نہاں بہر گل ہیں
لے کت شراب ز غفرانی
از عیش اگر چہ خندہ زاید
لے غافل ازین کائے فانی
بر عشم چہ اعتبار باشد
امروز کہ اختیار داری
ایں قبضہ کہ چرخ نام دارد
بر صد نسق است کار گردوں
وامانِ فلک کہ زر نگار است

<p>از عقل بہ عقل میسر و راہ در دفتر آسمان پسند اندازہ نیک و بد نویسد با عقل توان فتاد در راہ ہنگام دگر بہ از دگر شد دل قطعہ عقل خون دریا از عقل بخواد ہر چہ خواہی از آتش عیب خود بہر نیز گنجینہ عیب خود نہ بیند گر فاش کنی ز مردی نیست</p>	<p>چوں مرد ز عقل گرد آگاہ آنجا کہ ز عقل کار بند آن نسخہ کہ از خود نویسد از نیک و بد است عقل آگاہ راہ کہ عقل بے سیر شد دل از رہ چشم عقل بنیاست عقل است چو محرم الہی بر عیب کس مکن نظر تیز ہر کس کہ بعیب خود نہ بیند بے عیب اگر چہ آدمی نیست</p>
--	--

آں دیدہ بروں ز سر نیفتد
بر عیب کس اگر نیفتد

در بیان مراتب عشق گوید

<p>عالم ہمہ رونائے عشق است بے عشق کہ جوہری دل افروز بر چہرہ جہر و ماہ ریزد عشق است درو کہ کار فرات ناہختہ و بختہ ہر دو سوز چوں لالہ تو انشت در باغ</p>	<p>دردانہ بے بہائے عشق است بے عشق کہ آتش جگر سوز گردے کہ ز کوئے عشق خیزد ایں جملہ کہ کار گاہ دنیا است چوں آتش عشق بر فروزد آید چون نسیم عشق در باغ</p>
--	--

تا گردشِ روزِ روزگار است | ہنگامہٗ عشقِ برتر است
تا سوزِ شمعِ در جہان است | افسانہٗ عشقِ در میان است
پہلِ حُسنِ ز پر کردہ گشتِ پیروں
دیوانہٗ عشقِ گشتِ مجنوں



نوٹ:- اصل غلطیوں سے پُر ہے، نقل ہذا بھی خالی نہیں

بہارِ سناسی



کتابخانهٔ بهارِ قصاصات

معروف به
صحفہ اقصیٰ

مولفہ فصیح الفصحا بلغ البلبغا بلبل ہندوستان، ہندوئے فارسی ان
 رائے زایان ہنشی پندت چندر بھان المتخلص بہ برہمن میسر منشی
 شہزادہ دارا شکوہ، حق پر دہ، دیوان شہ بھان قانع نویں حصہ
 دیوان اعظم اورنگ زیب آفاق ستان

جس میں
 ایک صد و پچاھ سالہ انتہائی عروجِ زبانِ فارسی کے فضا کے ایران، توران، کابل اور
 ہندوستان کا تذکرہ مبعہ نمونہ کلام درج ہے

فضیلت کتاب کلمات انتساب جناب دار و دیوان رائے بھگونت صاحب بہارستانی
 ایم، اے، ائیس، بی۔ ایم، پی، ایچ، ائیس، نے مصنف ممدوح کے
 کتب خانہ کے اصلی قلمی نسخہ سے صحت کر کے مرتب کیا

~~~~~

سہری گنیش آئینہ

# مقدمہ

بنیادِ سنیل زلفِ تباں گرفت قرار (نیک) و گرزِ جانہ رو و طبع آرسیدہ ما

## چار مینا رقصیاتِ برہمن

آفاتِ ارضی و سماوی کے مقابلہ کے لئے جبکہ سنو برس کا زمانہ بھی کوئی سنگن یا  
 فولادی حقیقت نہیں رکھتا۔ اسی صورت میں تین ہتھو برس کا عرصہ تو ایک بڑی بات ہے۔  
 پیچود و لہوٹس دُنیا بدوں کا تو ذکر کیا۔ ملک کے رہنماؤں، سرگروہوں، بہادروں،  
 فاتحوں اور بڑے نامی ذوالقدر تاجداروں تک کے جم و نشان ٹٹا دیتی ہے لیکن اس کے  
 علی الرغم دنیا میں اگر کوئی طاقتِ زمانہ مستم شعار کے ظلم و مال سے بچنے کا کمال رکھتی ہے تو  
 وہ کمالِ علم ہے، لاکھوں برس گزر گئے۔ رامائن کی تصنیف کی وجہ سے رشی بالیک ہی  
 زندہ ہیں، اور جب تک دنیا قائم ہے گی۔ اور دنیا دار مرگنا نام ہوتے رہیں گے، رشی  
 مہوٹ کی عمر بڑھتی چلی جائے گی۔ اسی طرح عالمانِ اسلام میں سعدی، حافظ،  
 علامہ اروم، فقیر شمس، بے زربوئے پستیاں صدیاں گزر جائے پر سہارے سامنے ہیں جو  
 اپنی دل و دیرِ تقریر کرنی نظر آتی ہیں لیکن اُن کے وقت کے بادشاہوں کے نام کا  
 نشان نہیں ملتا۔ نہ خود اُن کے دنیوی نام کی بقا ہے۔

اسی لازوال کمال اور پریشانِ شانِ عمل کی وجہ سے افضحِ الفصحی ابلغِ البغا  
 ہندوئے فارسی داں رائے راباں منشی جی رکھاں برہمن کی تصویرِ برتنویر کا برخط و خال

گذشتہ تین سو برس سے علمی حقیقی دنیا کے ایسے خیال کی لوتی ہے۔ اور زمانہ جوں میں ناقابل  
یاد بار دنیا گراں ہستیوں کو خاک میں ملانا چلا جائیگا میرے ہمہ کلام و کام تاقیاد نظام فلکی اُفق  
آسمان پر آفتاب عالم تاب شکر روز افزوں نور افکن ہوتا رہیگا، سعدی کی شہرت کی بہار  
گلستان پر حافض کی تغیرِ حفاظت اُس کے دیوان پر اور علار و ہم کی ثباتِ شہر نشینی  
ایک دو تین ہو جاتی ہے۔ گویا تینوں اپنے اپنے اکب ایک جگہ میں محدود ہیں لیکن برہمن کی  
منزل علمی کے سرفکاک و مکمل چار سیرا ہیں کہ جو بلحاظ بلندی و نفوذ مضبوطی و پائیداری  
صنعتگری و دقتِ قیامت کا مقابلہ کرنے والے ہیں اور لطف یہ کہ ایک دوسرے سے قطعِ وضع میں  
بالکل جدا اور مختلف ہیں۔ کہ جو دنیا بھر کی کسی علمی تعمیر میں ایک بھی پایا نہیں جاتا۔

**مینا را اول** المعارف و خفائی کے مواحد جدتِ نزاکتِ خیال کے موجدِ صنائع و بدائع کلام  
کے دانش، اندرز و فصلح کے ناصح، اصلیت و حقیقت کے شہداء اور واہ کے شہد، ادراک  
مضمون کے مدرک، رموز واداکے گاہک، عشقِ حقیقی کے عاشق، فسقِ مجازی کے فاسق، اختصا  
و اعجاز کے شمع، قوی اتحاد و رواداری کے معزز، اپنی اپنی دنیا میں دیوان برہمن بخل میں لیے  
اُن کے نام و کام کا خوشدلی کے ساتھ ہمیشہ اعلان کرتے ہوئے نظر آئیں گے،

**مینا را دوم** اہر جہاں اطراف کی دنیا، اور قسم کی مخلوق اُن کے چہا چمن کے پھول دنیا بھر  
کے چمنستانِ ادب سے بہتر بنائے گی، انہیں ہی نمائش میں لا کر سجائے گی۔ اور دیگر گلستان اپنی اپنی  
الما یوں اور میزوں سے گر کر ان ہی کے پھولوں سے دلیع عالم و عالمیان معطر کرے گی،  
**مینا را سوم** تاریخ و وقائع کے استاد و حقیقت نگاری کے نقاد و طعنے شناس جہاں کو  
برہمن کا طرہٴ امتیاز و شہرت بنائے ہیں ہر جہاں سے ہونے والے دیکھے جائیں گے،

**مینا را چہارم** برہمن ہرگز کسی احوالِ مآگاہ نہ شد۔ اِن گہر و گاہن، چوچ و گنجینہ ماند  
فصاحت و بلاغت و ہر تحفۃ الفصحی کو دنیا بھر کی ادبی الماریوں میں سب سے اوپر  
جگہ دیں گے۔ کیونکہ فارسی زبان کے فصحا کا کوئی کلام اُس کے مقابل تو کیا نظیر دیکھ جانے کے  
لئے بھی ملکِ سخن کے خزانہ عامرہ میں موجود نہیں،

دوران تیاری کلیات برہمن حصہ نظم برہمن کی جملہ تصانیف کا پتہ لگا۔ اور  
 رائے بہادر پٹنڈت شیو نرائن صاحب شیم کے محبتیں علما نہ برہمن کا کتبخانہ مولوی  
 سراج الدین صاحب آذر۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ ایل۔ لاہور کے گھر مل گیا۔ برہمن سے  
 پیشہ ور و زکار نسخہ تحفۃ الفصحا بھی برہمن کا قلمی نکل آیا۔

کلیات برہمن کی طباعت کی تاخیر میر و قافلہ عمر گرامی شباب برہمن ماندہ شو کا مقرر  
 کلیات برہمن حصہ نظم کی دلاویز ترتیب مشورہ  
 تحفۃ الفصحا کی اشاعت کا باعث ہوئی

نثر بھی نیکو چلے مگر ریاستی وعدوں اور امیدوں کی کتاب طباطبائی کی گذر گئی یا  
 یہ سمجھا جاتا کہ میرے گزرنے کے دن قریب آگئے۔ محفل نے کہا کہ جب کلیات حصہ نظم کی اشاعت میں  
 اس قدر تاخیر ہو گئی۔ تو علامہ علوم حصہ نثر کی تیاری کا موقع ملے یا نہ آئے۔ پھر کہ علم تاریخ چشمہ علوم ہے  
 اس سے تحفۃ الفصحا سے فائق تر نظر آیا۔ یہ جوہر بے ہابری آسانی کیساتھ حضرت آذر صاحب  
 کی کان سے نکال لیا۔ دیکھا کہ خط شکستہ کے آدم نے خط نستعلیق میں شکستہ میں اس ترتیب لکھا  
 کہ ایک صفحہ دوسرے صفحہ سے زیادہ موزوں ہے۔ تحریر میں ایسی جیت بھی برہمن ہی کا حصہ ہے۔ کتابت  
 کیلئے تاکہ جو الگ کر دیا اور ہریت کی کہ تم خط نستعلیق میں لکھو مگر طرز و ترتیب بطور اصل کی پیروی  
 کرو۔ اس نے معذوری ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ جہد ہو سکے، کوشش کرو، چوں کہ وہ نسخہ گوہر شاہی اور کمال  
 ہر طرح بے نقص تھا۔ اس لئے صحت کے ساتھ کتابت ہو گئی۔ جہاں خالی جگہ چھوڑی گئی ہے وہ  
 گردش زمانہ کا کرم ہے، اگر کہیں سے دوسرا نسخہ مل گیا، مکمل ہو جائے گا۔  
 برہمن کی مخصوص انتصار بیانی الفاظ لکھنا شہد برہمن در جہد پو گرنہ شہد برہمن اور حیل و ترا  
 زبان اظہار خیال کا ایک ذریعہ ہے اور خیال ایک خاص  
 مطلب و مدعا نویسی

سمجھا جاتا ہے کہ جو اپنا مطلب سادگی سے ادا کرے، جو ضائع و بلائی کی الجھنوں میں نہ پنا، وہ حقیقت  
 و صلیت دور جا کر فضی، ابو الفضل اور دیگر مشہور اہل علم ان ہی الجھنوں کیلئے مذہم ہیں بقول

آزاد دہلوی ان کی تحریر کے دو ورق میں ایک بت بھی طلب کیا نہیں مگر برہمن مطلب کی قلمرو کا بادشاہ تھا۔ اس کی تصانیف موجود ہیں دیکھ لو ایک لفظ بھی بیکار نہیں ہر اہل خیال کا شہسباز شیر خاں لدوی جو اپنی بختی و تعصب سے ہندوؤں کا جانی دشمن تھا، برہمن کی اس قابلیت سے مسحور و مجبور ہو کر لکھتا ہے۔  
”نظم و نشرش پسند غاطر شہزادہ (داراشکوہ) افتاد از تصنیفاتش نسخہ چہار چہین بہ طلب نویسی و سادگی عبارت و سہ گوایی میدہد“

شاہ جہاں اور اورنگزیب کے زمانہ کے مشہور فاضل ناصر علی سہروردی سلمہ ناز خیال برہمن کی معنی آفرینی سے حیران و ششدر ہے۔ فاضل سرخوش اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ۔  
”میاں ناصر علی مفید و درکار طبع اس جوان برہمن، دیر غم کہ معنی نئے نازہ اگر گجائے آرد برہمن سے مقبول فکر سخن میکرد روزی پیش نواب سعد اللہ خاں اس بیت از زادہ، طبع خود بخود اندنہ

زمیدان سخن گوئی سخن بگرد برہمن زادہ از ہر دو برہمن  
نواب چندہ کرد و این شاہ محمد علی بہر سید فرمود کہ بشوید برہمن زادہ برہمن میگاہید برہمن از ہر دو برہمن  
دو ہی چند تھاں میکرد۔ گو یا و بود و زد و کثیر روزی شاہ گرفتند بنید ماہ کو نام و تخلص طالب  
تکلیف را قیم کردہ ایم طالب جو یا کلیم گویا دیوان ہجیم شرفی نے نگین دار و درشل ملا دہلوی پر یہ ضابطہ تیار  
لکھا شہ، ملا منیر لاہوری اس فقرہ انتخاب خودہ را خواجہ حیدر خان کا خواجہ حسن نسبت بہ ہر مقلد و کفایت  
و تحقیق برہمن کی بنیاد طلب نگاری استعارہ نویسی کی قائل رکھتی ہے اور بڑے غور کی محتاج ہے  
حیرت انگیز کثرت مطالعہ اسوال یہ ہے کہ ایسا جامع اور خوشی کے شعرا کا لاجب و تحفہ جناب برہمن  
اپنی عجیب و غریب وزارت اور گونا گوں شاغل زندگی کے باوجود کس طرح پیش کر سکے اور انہیں دیر اکبر سے لگا  
شاہ جہانی عہد تک ڈیڑھ سو برس کے ایران، توران، کابل اور ہندوؤں وغیرہ ولایتوں کے لاکھوں شعرا کے ہزار  
دیوانوں سینکڑوں مثنویوں اور دیگر علمی ادبی تصانیف کی نقادی کا کیوں کر موقع مل گیا؟  
اس کا جواب ظہری کی ملاقات کے ذکر میں جناب برہمن خود دیتے ہیں۔ غور کیجئے :-  
”برہمن عقیدت کیش جو پائے ارباب سخن است در سرمد بملاقات اُوریدہ صحبت ز گین داشت“  
ایسی ہی طلاع ملک الشعراء ملا محمد حیدر خان قدسی کی صحبت کے حالات میں دیتے ہیں :-

”دروقتی کہ از ایران بدار السلطنۃ لاہور آمدہ“ درکارواں سرائے نرول خودہ بود کہ اس  
 برہن فارسی داں کہ خوانان صحبتِ ابنِ طائفہ است، بمکانِ رسیدہ“ الخ  
 جو انسان جس شے کا جو یا ہوتا ہے، وہ اپنی تمام مقصود اسی شے کے حصول میں صرف کیا کرتا  
 ہے۔ برہن عالم تھا اور فطرتاً علم و ست، ہر ذکر اور ہر فکر میں علم و عمل کے حامل کرینے لے غلط  
 و بچاں رہتا تھا، واقعی آجکل کے بیکاروں کے نزدیک اُن کی عالمگیر واقفیت باعثِ تحیر  
 ہے۔ ۱۲ ورق پر ۴۰ اشعار کا تذکرہ کلام کی تنقید اور نمونہ کلام لکھ دینا ایک بات ہے،  
 حسرت مولانی اس تذکرہ کی مختصر نویسی دیکھ کر ضرور زادم ہوئے، کہ جنہوں نے آپ کا  
 دیوان دیکھ کر غزلیات کے انتخاب کر لینے کا سراسر غلط الزام لگایا تھا۔  
 انتخابِ شعراءِ آما برہن نظر بنگل تازہ لب یمیم یہودہ میرِ بخش عالم غنی کم  
 برہن نے اس عرصہ ڈیڑھ سو سال کے شعراء کا کلام جسیا کہ جی ہے، دیکھا، اور یہ ظاہر ہے  
 کہ غلط حکمت کے اس پریشان علمی عہد میں تجویز شاعری کا دعویٰ کر رہا تھا لیکن اسکی حقیقت  
 بین نگاہ نے تحفۃ الفصحی کیلئے محض ۴۰ اشعار انتخاب کئے یہ زمانہ فارسی کے عروج کی  
 انتہائی منزل تھی۔ اس لئے یہ دنیا بھر کے وہ شعراء ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں تجائبِ خود ہر ایک  
 فلک ادب کا آفتاب تھا۔ اور دو کے سوا ایک سہماں تھے۔ کج وہ کون مہند و اور سلطان ہے جو  
 ایسی واداری و مساوات کا روادار ہو، خدمتِ ملک اسی صفت کا نام ہے۔ اور بوجہِ حب الوطنی ہے۔  
 سلیقہ انتخابِ شعراءِ آما رخیالِ خطا و خیالِ بودا نیست کہ میں مجاہد بظہرِ مشکینِ ارم  
 دورِ حاضرہ میں شعراء کے کلام کا انتخاب کبھی تو کوئی صرف اس غرض کیلئے کرتا ہے کہ گوشا عرفین  
 شعر کا ماہر نہیں ہے لیکن علم و فضل یا کسی اور عینیت سے اسے خوارِ امتیاز حاصل ہے، اور کبھی اس  
 مدح سے کلام کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ اس کے افکار معلوم ہو سکیں، ان ہر دو طریقہ انتخاب کے علاوہ  
 کبھی اس کے فن ادب کی مہارت کا اظہار مد نظر ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کے اظہار بیان اور طرزِ ادا کا  
 خیال مگر غلط مگر ہمارے خیال میں سب سے بڑی بات افسوس کہ شعرِ شاعر کی قدرت اور دستِ گاہ  
 دکھانی ایک تذکرہ نویس کا سب سے بڑا اور اہم فرض ہے، ہم محقق ہیں کہ برہن نے جس تنقید جس کا بیخیز



مرقعہ بسیل عجیب زبانی لاجواب فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ انشا پر داری کے رنگ پرکشش کیا ہے  
 دنیائے ادب فارسی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ زبان کے زباندانوں کے حقدار تہ کرے پائے  
 جاتے ہیں، وہ عام اور نگہ گیر ہیں۔ ان محققوں نے طبیب یاسین مشہور و کلام عام وہاں  
 بلکہ عوام الناس میں بھی کچھ تمیز نہ رکھی اور زیادہ تر مذکورہ کیسے تو ایسے ہیں جو عامیہ و درجہ تکلیف کے ہیں  
 ایسے انتخاب میں جس احتیاط کی ضرورت تھی، وہ آجیات کے فاضل مصنف سے بھی نہ بھر  
 سکی، مگر اپنے اپنے بے مثل سلیقہ و واقعہ نگاری سے نساہان کلام کے کلام ایسا انتخاب کیا ہے  
 کہ ڈیڑھ سو برس کی فصاحت و بلاغت میں جان و اندیسیج تو یہ کہ زبان فارسی کی اس سے  
 بڑھ کر کسی نے خدمت نہیں کی، امتحان کی عین نگاہی بصیرت و اور کامل مہتری برہن ہی  
 کا حصہ ہیں، آپ کی طبع نقاد نے زبان فارسی کے بہترین کلام کا عطر نکال لیا ہے اور دیکھ لے اسی  
 طرح سے جیسا کہ روم نے اپنی مثنوی میں قرآن شریف کا

من ز قرآن مغز را برداشتم استخوان پیش سنان انداختم  
 نالائق ہندوستانوں کی قابلِ رحم حالت [جو دورِ نظر سے برہن ہے] وہ ہم سے دل کا زخم

تقریباً ایک صدی گزشتہ سے ہندوستان میں چھاپہ کاروں کا یہ ہے مگر سب سے بہت اہلِ وطن دہلی میں  
 ہر روز بازاروں میں ایک سے ایک عیبی، اور دشنام دہی کیا کرتے ہیں اور اپنی تمام قابلیت  
 اسی پر خرچ کرتے ہیں کہ شہر میں ملکی خدمت کرتے لاکھوں اجائے وطن و مہمان فن کی دماغ منوی سے  
 فائدہ اٹھاتے، اور ان کے تجربات چھاپتے، جیسا ایسا نابینا فیخیرہ روز بروز دنیا سے باہر ہو رہا ہے  
 اعتدال انہماک ہمارا ارادہ تھا، کہ اول ان ہم انوار کا خفقہ تذکرہ لکھنا اور پھر ان کی تصانیف کو  
 دیکھنا، لیکن یہ طریقہ عروج و مدح کا ہے، جس میں ابھی طاعت پر چھاپہ کار اپنی غلیظ کاریوں کا رونا بیل ملک سے  
 معافی کا نو بہت گار ہے، عجیب کہ گیسر اگر اہل خطا بسا راند اس ہمہ قابلِ عفو و بخشنہ کیست  
 اسے درخشاں بزرگوں کی منور و روشن اپنے بزرگوں کا نام چس قبول کی روشنی ڈالو تاکہ

گم گشتگان وادی سخن کو صحیح اور پاک راستہ پر چلنے کی توفیق ہو،

سنگ آٹھ مہینان قدیم، یکم ہار سمہ و اکرم، مقبول گار سرائے گار خاکسار ہمارے سامی

صید صید صید صید صید صید صید صید صید صید  
 در کیفیت ارباب سخن در بیان طبع کمالی که در این  
 و نه دست میدان سخن کوی سخنانی بلند از دهان صاحب سخن  
 بی نظیر اجال آنجی از حال نیران صاحب سخن بود که در بیان  
 فیل... قرن حلقه شعرائی ارباب ملا شفائی بود که در آن  
 از دست بساده لوحی بین شفائی کبیر دل آوار را که بنیم اندر سینه جانی که در آن  
 دیوان نعل دارد شالیش شوره زو کار است خط شکسته درست می نوشت نیا پشته ثانیه بسیدام نند  
 قصیده رقص معشوقم که به یوب بر پیشانم میزرا ملک شرقی از زبان بلند طبع صاحب  
 من کج چو پر گهائے غنچه در یک غلغله می آید اگر دیده ایم اندک پیشیم و نام گیلانی صاحب  
 است که..... در سوزن کرکته ناز ترا عشق از غداست و میرزا جلال و  
 مومن متولی مشیر مقدس صاحب طبع بلند است و در آنرا گلگون سوائے من خوش گوی  
 بر رسم آهویا بابل از خوشی تنگ کرد و میرزا حمید معانی از استادان و ادبی بود که  
 کاشی صاحب طبع بود این است از اوست و نند و نام ز پریشانی دل آنکه یکدم نپوزد  
 و لهائے پریشاں دار

# پہاڑی عورت کے حالات

پر

خصوصاً ان کے جو سلسلہ کوہستان شملہ میں جگہ بجگہ آباد ہیں اور جن کے جانے کا ہر شخص قدرتناشاق ہے آجک پر دہ پڑا ہوا تھا، جو باوجود ہزار ہا کوششوں اور سیکڑوں روپے کے مصارف کے اٹھنے میں نہ آتا تھا، اب وہ

## لطف کوہسار

کے شائع ہو جانے سے اٹھ گیا ہے، ہمیں انکے خفیہ حالات، عجیب و غریب واقعات کی تصویریں، اعلیٰ انشا پر بازی کے مختلف رنگوں سے نگین اور تاریخی حالات کے دغن سے چمکائی جا کر جلوہ گر کی گئی ہیں، علاوہ ازیں قابل مصنف نے پہاڑی زندگی کے ہر پہلو پر پوری پوری روشنی ڈالی ہے، غرضیکہ یہ کتاب اعلیٰ کاغذ پر اعلیٰ تیار ہوئی ہے قیمت فی جلد مضمحل ڈاک جو کتاب کی فویں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے، صرف ایک روپیہ (عبارت ہے)

المشہر بیروت ایسے بیچ منیر بیس ہندوستانی

# ہند مقدس

اگر کوئی چیز کسی کے پیش کی جائے تو یہ ضروری ہے کہ دو ٹوٹکی حشیت جانچ لی جائے

## چنانچہ

مقدس انکشافات بھمن کا پیشکش کسی مقدس ہستی کے حضور ہونا چاہیے  
تھا اس پاک فرض کی ادائیگی کے لئے اطرافِ عالم پر نظر ماری، مگر افسوس  
کہ ایسی کوئی ہستی نظر نہ آئی، دراصل یہ انکشافات سرِ برہمن ہوتے ہی ہیں،

## اسلئے

بارگاہِ الہی سے بڑھ کر اور کوئی بارگاہ اس پیشکش کی اہل نہیں ہو سکتی۔  
پس نہایت عجیب و انکسار کے ساتھ انکشافات بھمن کا ہدیہ جنابِ باری  
میں پیش کیا جاتا ہے کہ اب ان کا اصلی مقام وہی ہے،

گذرانیدہ خاکسار بہارِ سنائی

